قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو
میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور
تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
مشعل راہ
جس میں بدر الملۃ والدین سیدنا و مولانا مرشدنا و ملجانا تاج الاولیاء
حضرت شاہ محمد عبد الشکورؒ قادری ابوالعلائی چشتی جہانگیری کے حالات
طیبات و ارشادات و تعلیمات و کرامات کا بیان ہے
مؤلفہ
بندۂ درگاہ
حق آگاہ حضرت جمیل احمد شاہ شکوری قادری مدظلہٗ
ناظم آباد۔ کراچی۔ پاکستان

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگوں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو
میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور
تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جس میں بدر الملتہ والدین سیدنا و مولانا مرشدنا و ملجانا تاج الاولیاء
حضرت شاہ محمد عبد الشکور قادری ابو العلائی چشتی جہانگیری کے حالات
طیبات وارشادات و تعلیمات و کرامات کا بیان ہے

مؤلفہ

بندہ درگاہ

حق آگاہ حضرت جمیل احمد شاہ شکوری قادری مدظلہ

ناظم آباد۔ کراچی۔ پاکستان

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

مؤلف: حق آگاہ حضرت جمیل احمد شاہ شکوری قادری مدظلہ

تاریخ تکمیل ترتیب: اگست ۱۹۹۸ء

تاریخ اشاعت: ستمبر ۲۰۰۶ء

طباعت زیر اہتمام: ابراہیم خان جمیلی شکوری

باراوّل: ایک ہزار

"مشعل راہ"

فہرست مضامین

ب

ت

ج

ش

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

پیش لفظ

حضرت پیر ومرشد قطبِ دوراں، غوثِ زماں، بدر الملّۃ والدّین المخاطب بخطابِ غیب ''تاج الاولیاء'' سیّدنا ومولانا شاہ محمد عبدالشکور قدّس سرّہٗ العزیز کی مجالسِ شب وروز میں قرآن کریم اور احادیثِ مقدّسہ کے حقائق اور مسائلِ تصوف بیان ہوتے تھے۔ آپ کے زمانۂ قیام سکندرآباد ضلع بلند شہر، یوپی میں ہمارے ایک محترم صاحبِ خلافت واجازت پیر بھائی حکیم محمود علی خان صاحب شکوری قادری سکندرآبادی نے کچھ ارشاداتِ عالیہ اپنے نجی روزنامچہ میں تحریر کئے تھے۔ ان کی کوئی ترتیب ابھی نہ ہو پائی تھی کہ ان کا وصال ہو گیا۔

حضرت قبلہ عالمؒ کے صاحبزادہ و سجّادہ نشین محترم حضرت شاہ محمد عبدالرؤف نیّر الملقب بخطابِ غیبی ''امین العارفین'' قدّس سرّہ نے حکیم صاحب مرحوم ومغفور کے روزنامچہ میں مندرج ملفوظات کی نقل بذریعہ برادرِ مکرم عبدالمجید شاہ غازی شکوری قادری سکندرآبادی خلیفۂ مجاز دربارِ عالیہ حاصل کر لی۔ ترتیب واشاعت کے وعدے پر سلسلۂ عالیہ کے ایک فرد یہ مسوّدہ ہمراہ لے جا کر خاموش بیٹھ گئے اور باوجود متعدد تقاضوں کے مسوّدہ ہذا نہ ترتیب پایا، نہ اشاعت میں لایا گیا اور نہ ہی واپس ہوا۔ حتّٰی کہ حضرت سجّادہ نشین جناب نیّر صاحب بھی خدا کو پیارے ہو گئے۔

حضرت سجّادہ نشین صاحب کی یہ دلی تمنا تھی کہ ارشادات وحالات

اور کرامات وغیرہ ضرور بلا تاخیر مرتّب اور اشاعت پذیر ہوں اس مجموعہ کی جلد تکمیل واشاعت کے لئے آپ کے وصال کے بعد خادم نے جدوجہد شروع کی۔ حضرت قبلہ عالمؒ کے بڑے صاحبزادہ محترم حکیم علاؤالدّین شاہ صاحب کے ذریعے مُسوّدہ کی واپسی کی کوشش کی لیکن مُسوّدہ واپس نہ ہوا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ پھر منشی عبدالمجید شاہ صاحب سے مُسوّدہ کی ایک اور نقل مہیا کرنے کے لئے عرض کیا گیا۔ لیکن ان کا بھی وصال ہوگیا۔ اور دوسری نقل دستیاب نہ ہوسکی۔ بعد ازاں حضرت قبلہ والد ماجد منشی طفیل احمد شاہ صاحب خلیفۂ مجاز دربار شریف کے ذریعے مُسوّدہ حاصل کرلیا گیا اور ترتیب کیلئے ایک اور محترم پیر بھائی کو دے دیا گیا۔ انکے مرتّبہ ارشاداتِ عالیہ کی کِتابت بھی ہوگئی لیکن اس میں خامیاں اور غلطیاں بہت زیادہ ہونے کے سبب ان کا ازسرِ نو ترتیب دیا جانا اور دوبارہ کِتابت کا ہونا ضروری ہوگیا۔ اس میں تقریباً دس سال ضائع ہوئے۔ صورتِ حال کے مدِّ نظر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہا کہ اس خدمت کو خود ہی انجام دینے کی کوشش کی جائے۔ نیز اس کِتابِ مقدّس میں حضرت قبلہ عالمؒ کے مختصر حالات طیّبات وتعلیمات وکرامات اور دیگر یادداشتوں سے حاصل شدہ واقعات اور ارشاداتِ عالیہ مزید شامل کیے جائیں۔

میں اپنی نااہلیّت کا معترف ہوں کہ ہرگز انکو ترتیب دینے اور غلطیاں درست کرنے کا اہل نہ تھا خوف وادب کے سبب میرے لئے یہ کام نہایت مشکل تھا علاوہ ازیں اس سے قبل کسی تحریر یا تقریر کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ یہ مرشدِ کامل کا فیض اور خُداوند قدّوس کا کرم ہے کہ یہ ناچیز وناکارہ اپنی بے بضاعتی کے باوجود انکی تصحیح اور مزید اضافہ کی ترتیب کے ساتھ اس مقدّس کتاب کی

تالیف واشاعت کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ الفاظ اگرچہ ٹوٹے پھوٹے ہیں اور اندازِ تحریر بھی ناقص ہے تاہم اُمیدِ قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے صدقہ میں اس پرُخلوص کوشش کو قبول فرمائے گا۔

(۱) اس مُقدّس کتاب میں جسکا نام "مشعلِ راہ" رکھا گیا ہے، جو کچھ ہے یا تو حضرت قبلہ عالم قُدّس سرّہ کے ارشاداتِ عالیہ ہیں یا میری معلومات اور دوسرے شاہدین کے عینی مشاہدات۔

(۲) اس کمترین کو جو یادداشتیں دستیاب ہوئیں انکا بغور وخوض مطالعہ کر کے اپنی فہم ناقص کے مطابق عنوانات کا تعین اور مضامین کی ترتیب وتقسیم کی۔ اور ارشادات وواقعات کو نہایت احتیاط اور دیانت کے ساتھ ضبطِ تحریر میں لانے کی کوشش کی۔ کام بہت اہم تھا لیکن اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ رحمت ایزدیؔ نے مدداور دستگیری فرمائی۔

(۳) بارگاہِ خداوندیؔ میں التجا ہے کہ خطائے بشری سے اگر کوئی غلطی یا فروگزاشت ہوگئی ہو تو دامنِ رحمت میں ڈھانک لے۔ وہ غفور الرّحیم ہی تو غلطیوں کا معاف کرنے والا اور بے کس وناچاروں کا چارہ ساز اور پناہِ بے پناہاں ہے۔

(۴) دُعا ہے کہ ربّ العالمینؔ اس مقدّس کتاب کو نجات وبخشائش کا وسیلہ اور بندگانِ خدا کے لئے صلاح وفلاح دارین کا ذریعہ بنائے اور تشنگانِ سلوک وعرفان اس چشمۂ فیض سے ہمیشہ سیرابی حاصل کرتے رہیں۔ آمین ثُمَّ آمین۔

بندۂ درگاہ

جمیل احمد شکوری

مقدمہ از مؤلف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَ الۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلاَ مُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ہ

سب تعریفیں اس ربّ العالمین کے لئے ہیں جو حیّ و قیوم، علیم و حکیم، سمیع و بصیر، غنی و قدیر و حمید اور ازلی و ابدی ہے۔ الوہیت اور ربوبیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ صرف وہی معبودِ حقیقی لائقِ عبادت ہے۔ اس ربّ ذی الجلال والاکرام کی ذاتِ بابرکات والا صفات کی حقیقت کماحقہٗ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ انسانی فہم و ادراک سے بہت بلند و بالاتر ہے۔ اس خالقِ مطلق نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا۔ اور اپنا خلیفہ و نائب بنا کر دُنیا میں بھیجا۔ اپنے بندوں کے لئے بے شُمار انواع و اقسام کی نعمتیں پیدا فرمائیں۔ وہ نہایت مہربان اور محسنِ اعظم ہے۔ اس کی صفات کا مشاہدہ تو سب کو ہوتا ہے لیکن اس کی ذاتِ پاک عوام کی نگاہِ ظاہر سے پوشیدہ ہے مگر اس کے ولیوں کے عشقِ حقیقی کی بصیرت افروز نظر سے دُور نہیں۔

بے حد دُرود و سلام محبوب کبریا، رحمت لِلعالمین، خاتم المرسلین، شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور اُن کی آل و اصحابؓ پر۔ خُداوند قدّوس نے اوّل نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم کو پیدا فرمایا۔ اور اس نور سے تمام مخلوقات کو خلعتِ وجود پہنایا۔

حضور سیّد الانبیاء صاحبِ لولاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے،

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ یعنی سب سے پہلے خالقِ کائنات نے میرے نُور کو پیدا فرمایا۔

بے شمار رحمتِ کاملہ ہمیشہ اس محبوبِ کبریا صلّے اللہ علیہ وسلّم معصوم ومنصور پر نازل ہوتی رہیں جو سب انبیأ علیہم السّلام کا سردار اور کامل و اکمل ہے۔

خداوند قدّوس نے اپنی تجلّی کے ظہور کے لئے حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو مبعوث فرمایا۔ ربّ العالمینؒ نے آپ کو رَحمتَ اللعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ کی شان میں ارشادِ باری تعالیٰؒ ہوا،

(۱) لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ لِرَبُوْبِیَّۃَ یعنی: اے محبوب! اگر تُو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیّت کا اظہار بھی نہ کرتا (۲) وَمَاارْ سَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہ یعنی: اے حبیبؐ! آپؐ کو سب جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر سرورِ کونین، نبی آخرالزّماں حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے۔ اور انسان کو خالقِ حقیقیؒ کے سمجھنے اور پہچاننے کی تلقین کرتے رہے۔ اس کے احکامات ان تک پہنچاتے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہدایت دیتے اور سلیقے سکھاتے رہے۔ سب پیغمبران علیہم السّلام نے خلافت و نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے تقریباً چھ سو سال بعد تکمیلِ دینِ مبین کے لئے غارِ حرا سے روشنی نمودار ہوئی اور تمام کائنات میں اجالا کر گئی۔ کفر و الحاد کی ظلمتیں کافور ہوتی چلی گئیں۔ اور نئے سرے سے بالواسطہ وحدانیت کا دور دورہ ہوا۔ مکّہ معظّمہ سے مدینہ منوّرہ تک اور پھر مدینہ منوّرہ سے اطرافِ عالم میں ایمان وایقان کی روشنی ہی روشنی نظر آنے لگی۔

مصباحُ المقربین، سیدِ الثقلین، امام الانبیاءَ، ہادیٔ اعظم، نورِ مجسّم، محمد مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اعلان نبوّت فرمایا۔ خوش نصیب لوگ کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔

قیامت تک کیلئے ضابطۂ حیات بصورتِ قرآنی آیات نازل ہوا۔ ان ہی آیاتِ مُقدسہ کے مجموعہ کا نام قرآن مجید فرقان حمید ہے۔ دینِ اسلام کی تکمیل فرمادی گئی۔

ارشادِ ربّانی ہُوا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ ترجمہ: آج میں نے تمھارے لئے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمھارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ فرمانِ خداوندیؑ ہے۔

(۱) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْؕ

ترجمہ: اے محبوبؐ! تم فرمادو کہ 'لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ' اللہ تمہیں دوست رکھے گا' اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔

(۲) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَؕ ترجمہ: "جس نے رسولؐ کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا"۔ خداوند قدّوس اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے احکامات کی تعمیل لاکھوں بندگانِ خدا نے کی اور احکامات کی روشنی میں تصوّف کی راہ پر گامزن ہوتے چلے آئے ہیں۔ ان ہی مردانِ حق کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰؑ ہے؛

(۳) وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ

عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

ترجمہ: اور جو اللہؔ اور اس کے رسول ؐ کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہؔ نے فضل کیا، یعنی انبیا، صدیق، شُہدا اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

ختمِ نبوت کے بعد یہ سلسلہ نیابت، حضراتِ اولیا اللہ کے ذریعہ جاری وساری ہے۔ حضراتِ انبیا علیہم السلام نائب خدا اور علماءِ حق ومشائخ عظام وارثِ انبیا علیہم السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور اطاعت سب نائبوں کے ذریعے ہی کی جاتی رہی ہے۔ یعنی خداوند کریم اور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابعداری اولیاءِ کرام ہی کی تابعداری میں مضمر ہے۔ سینکڑوں بندگانِ حق یہ فرضِ نیابت ادا کرتے چلے آئے ہیں اور ادا کرتے رہیں گے۔ معرکۂ حق وباطل جاری ہے اور تا روزِ حساب جاری رہے گا۔ اس امر پر تمام بزرگانِ دین کی حیاتِ طیبہ شاہد ہے۔ کہ تکمیلِ دین کے بعد سے کوئی دوران برگزیدہ ہستیوں سے خالی نہیں رہا، ان نفوسِ قدسیہ ہی نے اس ارشادِ ربانی کی تعمیل میں "يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۝ یعنی بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں"۔ عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں اور قیامت تک انجام دیتے رہیں گے۔

فدایانِ اسلام کی سب سے زیادہ جو جماعت دینِ متین کے لیے قلب وروح سے کام کرتی رہی ہے وہ صوفیائے اسلام کی جماعت ہے۔ یہی وہ گروہ ہے جس کا تعلق خدا سے عقل وخرد کا ہی نہیں بلکہ قلب وروح کا بھی ہے۔ جس کے لئے معبود صرف معبود ہی نہیں بلکہ محبوب ومقصود بھی ہے جو دورِ

اولین یعنی عہدِ سعادت محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صوفیاً یعنی اصحابِ صُفہ رضی اللہ عنہم کا برگزیدہ اور صحیح حلقہ جانشین ہے۔ ان حضرات کی حیاتِ طیبہ ہی دراصل تاریخِ اسلام کی متاعِ جلیل ہے۔

ان جلیل القدر محسنین کی مقدس زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ سے ہمارا تعلق قلب وروح کا نہیں ہُوا تو ہمیں اسلام کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی یہی قلبی وابستگی ہے جو طریقت کے مختلف ناموں سے یاد کی گئی ہے۔ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔ یعنی وہ جو خُدا کا ہوجاتا ہے۔ خدا اُس کا ہوجاتا ہے۔ ارشادِ خداوندیؒ ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آلِ عِمران) ترجمہ "اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے" حضرت صوفیاً کرام کے حالاتِ زندگی اور اسلامی تصوّف کی تاریخ سے ثابت ہے کہ تصوّف ہی نفوسِ انسانی کو مادّی نجاستوں سے پاک کرنے اور اعلیٰ اخلاق وکردار پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ رہا ہے۔ حقیقی تصوّف ہی دراصل مذہب کی روح واخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے۔ اس کی اساس شریعتِ مقدسہ اور اس کا منبع ومخرج قرآن مجید اور احادیثِ شریفہ ہیں۔ صوفیاً کرام نے کارِ نبوّت کو جاری رکھا اور بنی نوعِ انسان کے اخلاق واطوار اور فکر وعمل کو درست کرنے کی کوششیں کیں۔ انکے ملفوظات وتعلیم اور اخلاق لوگوں کے قلوب کو بے اختیار ان کی طرف کھینچتے تھے۔ ان کے دلوں میں اچھے عمل کا جذبہ اور ولولہ جوش مارنے لگتا تھا۔ ان حضرات کی کوشش صرف یہی نہیں ہوتی تھی کہ انسان کے ظاہری عمل

درست ہو جائیں۔ بلکہ ان کی جستجو یہ ہوتی تھی کہ برائی کے سوتے ہی بند ہو جائیں اور انسان کا دل برائی کی طرف راغب ہی نہ ہو، چونکہ دل کی نجاست بدترین نجاست ہے۔ ان مقدس ہستیوں کا مقصدِ حیات ہی اللہ تعالیٰ کی محبت رہی اور انہوں نے خدمتِ خلق کو اس مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا۔ اس کا صلہ انہیں ''ارتقاءِ روحانی'' کی شکل میں ملا، اور یہ ارتقاءِ روحانی ہی انسانیت کی تکمیل تھی۔

حضرت پیر و مرشد قطبِ عالم غوثِ اعظم شمس الملّۃ والدّین ''تاج الاولیاؒ'' سیدنا و مولانا شاہ محمد عبدالشکور قدّس سرّہ العزیز نہایت کامل واکمل بزرگ ہیں۔ آپ ان مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں جن کے نقوشِ قدم کاروانِ اسلام کے لئے منزل کی حیثیت رکھتے ہیں آپ ہندوستان میں چودھویں صدی ہجری کے اکابر مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کی شخصیت شریعت و طریقت کا ایسا مرکب ہے جہاں افراط و تفریط کی قطعی گنجائش نہیں۔ سلوک بالجذب بچوں کا کھیل نہیں۔ لیکن آپ کہیں بھی واردات و کیفیات یا ذوق و حال میں مغلوب الحال نہ پائیں گے۔ ایسے غالب الحال بزرگ بہت کم یاب ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے بلند و برتر مقتدا، مبلغِ اعظم، یکتائے روزگار، عارفِ کامل، منبع جود و سخا، پیکرِ صدق و صفا، حق شناس و حق آگاہ، محققِ احکامِ شریعت و طریقت، اور انوارِ تحقیق کے بحرِ زخار تھے۔ آپ نے دینِ مبین اور بندگانِ خدا کی بےمثال خدمات انجام دیں۔

حضرت تاج الاولیاؒ قدّس سرّہ العزیز کی حیاتِ پاکیزہ صفات کا مختصر تعارف و حالاتِ طیبات و مقدس ارشادات و تعلیمات و کرامات آئندہ صفحات میں مرتب کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تقریظ و تبصرہ

(از سیّد شہاب الدّین شاہ سہیل شکوری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی سَیِّدُالۡاَنۡبِیَاءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡن

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پیشِ نظر کتاب ''مشعلِ راہ'' بڑی آرزو اور شدید انتظار کے بعد بالآخر مُرتّب ہوگئی۔ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پُورا پُورا احساس ہے۔ صاحبِ سیرت کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت کے سبب، ان کی چشمِ کیمیا صفت کی توجہات و تصرّفات کی بدولت اور روحانی فیوض و برکات کے سہارے کچھ لکھنے کا حوصلہ ہُوا۔ یہ میری انتہائی خوش نصیبی ہے ورنہ، من آنم کہ من دانم، چہ نسبت خاک را با عالم پاک، کہاں میں اور کہاں یہ مقدّس کتاب۔

سیّدنا و مولانا و مرشدنا و ملجانا حضرت تاج الاولیا قُدِّسَ سِرّہٗ العزیز کے زمانۂ قیام سکندرآباد ضلع بلند شہر میں آپ کے ارشاداتِ عالیہ ہمارے ایک خلافت یافتہ برادرِ طریقت محترم الشاہ حکیم محمود علی خان سکندرآبادی نے اپنے نجی روزنامچہ میں قلمبند کیے تھے۔ ان کی ترتیب و اشاعت ان کے زمانۂ حیات میں نہ ہوسکی۔ ان کی نقل حضرت قبلہ سجادہ نشین امین العارفین سیدنا و مولانا عبدالرؤف شاہ دامت برکاتہم نے حاصل کر لی لیکن آپؒ کی دِلی تمنّا اور وافر کوشش کے باوجود ان کی ترتیب و اشاعت ابھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اللہ تعالیٰؒ کو پیارے ہوگئے اور نقل بھی غائب ہوگئی۔

حضرت قبلۂ عالم قُدِّسَ سِرّہٗ کے خلیفۂ ممتاز برادرِ والا جاہ و حق آگاہ محترم جمیل احمد شاہ مدظلہٗ العالی نے بڑی مستعدی اور کوششِ بلیغ سے ان ملفوظات کی نقل پھر حاصل کی۔ ابتداءً برادرِ طریقت مکرمی حکیم سیّد صغیر حسن زیباؒ نے

ان کی کتابت کا کام اپنی نگرانی میں کرایا۔ حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرَّہٗ کے خلفاء مکرمیان سعید احمد شاہ و اعجاز احمد شاہ بشمول راقم الحروف نے بھی اس سلسلہ میں بڑے جوش و خروش اور دلچسپی کا اظہار کیا لیکن جیسے جیسے الجھنیں بڑھتی گئیں اور وقت گزرتا گیا اور جوش ٹھنڈے پڑتے گئے ۔ محترم بھائی جمیل احمد شاہ باوجود علالت ، آنکھ کا آپریشن اور عدیم الفرصتی انتہائی انہماک اور بڑے خلوص و عقیدت کے ساتھ تنِ تنہا چند برسوں سے اسکی تیاری میں مصروف رہے۔ اس اہم خدمتِ دین و طریقت میں نہایت محویت و ذوق و شوق اور غایتِ فکر و تلاش و تحقیق سے کام لیا۔ ان ملفوظات کی از سرِ نو ترتیب کے علاوہ حضرت قبلہ عالمؒ کی سیرتِ پاک و مختصر حالات طیبات و تعلیمات و کرامات اور دیگر یادداشتوں سے حاصل کردہ واقعات اور ارشاداتِ عالیہ مزید شامل کئے۔ اس کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کیا اور نہ صرف بہت سلیقہ سے ترتیب دیا ہے بلکہ افادیت کے لحاظ سے بھی اسے نہایت اہم اور قابلِ قدر بنا دیا ہے۔ آپؒ کی سیرتِ شریف اور حالاتِ زندگی بیان کر کے مطالعہ کرنے والوں کیلئے ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ جس سے زندگی کی ہر منزل میں مدد اور رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے بلا شبہ دنیائے تصوّف میں یہ ایک بیش بہا اضافہ ہے۔

تین ابواب، تین مختلف ادوار (۱) قیامِ نصیر آباد کا دور (۲) قیامِ سکندر آباد کا دور (۳) قیامِ لاہور کے دور پر محیط ہیں۔ ہر دور اس زمانہ کے واقعات، کرامات، ارشادات و فرمودات، تحقیقات، مشاہدات وغیرہ اور اسرار و رموز کے انکشافات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب شریف میں طریقت و تصوّف کے پیچیدہ مسائل نہایت خوش اُسلوبی و احسن طریقہ اور عام فہم زبان میں بیان

فرمائے گئے ہیں تاکہ طالبانِ حق اور گُم کردہ راہ مسافروں کی بخوبی راہنمائی ہو سکے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس سائنسی دور میں بھی کشف وکرامات کی خاص اہمیت ہے۔ جہاں بارگاہِ ربُّ العالمین سے سرکش انسانوں کے سر جھکانے، اِنکے قلوب کی سیاہی دور کرنے، انکی آنکھوں سے پردہ اُٹھانے اور انکی زبانوں کو بند کرنے کیلئے پیغمبرانؑ کو معجزات عطا کئے گئے وہاں بزرگانِ دین کو خوارقِ عادات اور کشف وکرامات کی صلاحیت بخشی گئی تاکہ وہ سرکش متکبّر اور کور باطن افراد کو اپنی طرف مائل کر کے اللہ تعالیٰ کا پیغام انکے قلوب میں جاگزیں کر سکیں حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ کے بے شمار کشف وکرامات کے واقعات میں سے جو دستیاب ہو سکے اس کتاب میں قلمبند کئے گئے ہیں۔
اس پُر آشوب دورِ حاضر میں مادّہ پرستی کا ذوق تیزی سے بڑھ رہا ہے اور خدا پرستی وروحانیت کا جذبہ گھٹتا جا رہا ہے۔ عوام فکرِ معاش اور مکروہاتِ زندگی میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔ مؤلف نے یہ کتاب مُرتّب کر کے تزکیہ قلب ونفس، دینی افادیّت اور روحانیّت وانسانیت کے فروغ کے لازمی تقاضے کو پورا کر کے نہایت اہم خدمت انجام دی ہے۔
خداوندِ کریم کے حضور التجا ہے کہ اپنے حبیب سیّد المرسلین وشفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں بطفیل حضرات مقبولین ومحبوبین انکی عُمر دراز فرمائے۔ انہیں مزید دین وتصوّف کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور فلاحِ دارین واجرِ جزیل سے نوازے' نیز اس کتاب شریف کو بندگانِ خدا کیلئے دونوں جہاں میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

بندۂ درگاہ

سیّد شہاب الدّین شاہ

تعارف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ط

حضرت تاج الاولیاءؒ کی ولادت مبارک: زبدۃ الاصفیأ، سراج السالکین منہاج العارفین، مخدوم الکاملین غوث زماں، شیدائے رسول الثقلین، محبوب رب العالمین شمس الملت والدین سیدنا ومرشدنا حضرت محمد عبدالشکور قدس سرہٗ العزیز الملقب بخطاب غیب "تاج الاولیاء" کا وطن مالوف لکھنؤ شریف ہے آپ کی ولادت شریف لکھنؤ کے ایک معزز خاندان میں محترم و معظم جناب مکرم علی صاحب کے گھر ۱۲۹۴ھ میں ہوئی۔ آپ کے آباواجداد کا شمار شہر کے ممتاز شرفا میں ہوتا تھا اور ذریعہ معاش زمینداری تھا۔

اس وقت یہ کسے معلوم تھا کہ آج کے دن پیدا ہونے والا یہ بچہ مستقبل میں اُفقِ معرفت پر سورج بن کر چمکے گا اور اس آفتاب معرفت کی شعاعوں سے ایک عالم منور ہوگا۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ اس کی شعاعوں سے انتہائی کور باطن افراد کے دل و دماغ روشن ہوگئے۔ انہیں راہِ طریقت و معرفت سے روشناس کرایا اس کی شعاعیں نہ صرف ارض ہندو پاک کو منور کرتی رہیں بلکہ دنیا کے گوشہ گوشہ کو چمکا دیا۔ حقیقت و معرفت کے دریا بہائے اور اطراف و اکناف عالم میں مئے عرفان کے چشمے جاری کر دیئے اور کروڑوں تشنہ کامانِ حق و صداقت اور طالبانِ قرب و معرفت کو اپنے فیضِ عام سے سیراب کر دیا۔ آج بھی دنیا بھر میں آپ کے فیض یافتہ خدام اشاعتِ طریقت اور تبلیغ دینِ مبین میں سرگرم عمل ہیں بلا مبالغہ آپؒ اپنے زمانے کے

بہت بڑے صاحبِ فیض اور عارف باللہؒ تھے آپ کی پیدائش سے علومِ معرفت میں ایک اور باب کا اضافہ ہوا اس بات کی تصدیق کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو ربُّ العالمین نے اس باب کے مطالعہ کی اہلیت وتوفیق عطا فرمائی ۔ آپ بجا طور پر سلفِ صالحین کی یادگار اور اپنے وقت کے صاحب نظر اور بے مثال بزرگ تھے ۔

نعرہ زد عشق کہ خونے جگرے پیدا شُد
حُسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد
فطرت آشفت کہ از خاک جہان مجبور
خودگرے خود شکنے وخودنگرے پیدا شد

تعلیم: آپ کی ظاہری تعلیم وتربیت لکھنؤ جیسے مرکز علم ہی میں ہوئی آپ نے اردو، فارسی اور عربی وغیرہ علوم کی تحصیل وتکمیل نہایت ذوق وشوق اور سخت محنت ولگن کے ساتھ دار العلوم فرنگی محل میں بہت جلد فرمالی۔

حلیہ شریف: ہمارے قبلہ قُدِّسَ سِرَّہ السامی نہایت حسین وجمیل تھے ۔رنگ گندمی بہت صاف اور نہایت صبیح وملیح ۔آپ کا قد وقامت درمیانہ، چہرہ مبارک گول آفتابی روشن ومنور، پیشانی اقدس فراخ ودرخشاں، رخسار مبارک بھرے ہوئے، بنی پاک بہت خوبصورت، سر اقدس بزرگ وکلاں، چشمان مبارک درمیانہ۔ بیاض چشم نہایت صاف وسپید، دہن شریف کشادہ، دندان مبارک درمیانے سفید اور چمکدار، سینہ اقدس فراخ، ہردودست وبازو مبارک نہایت قوی، پائے اقدس متوسط اور نرم ونازک، کف پائے مبارک نرم بھرے ہوئے، ریش مبارک مشروع گھنی وگول اور خوب بھری ہوئی گیسوئے مبارک پورے سرِ اقدس پر کانوں کی لوتک، موئے مبارک ملائم اور

سید ھے اور کچھ سیاہ اور زیادہ سفید، جوانی میں پہلوانی اور ورزش سے دلچسپی رہی، جسمِ اطہر نہ بہت فربہ نہ لاغر، لیکن خوب توانا اور نہایت خوب صورت وسڈول، تمام اعضائے شریف از سرِ اقدس تا قدم مبارک نہایت متناسب اور موزوں خوبصورتی میں لاکھوں میں یکتا، آواز باوقار اور شیریں، کلام مختصر فصیح و بلیغ، زبان آسان، الفاظ قلیل، معنی کثیر، سادہ بے تکلّف و بے ساختہ، دلکش و دل آویز مگر پُر جوش، رفتار شاہانہ، انداز ملوکانہ، ہر قدم قوّت کے ساتھ اور جما ہوا بے چاپ اور بے آواز زمین پر پڑتا، وضع میں سادگی، جلوت وخلوت میں یکساں، چہرہ پاک پُر ترحُّم، لبوں پر تبسم، لیکن درویشی و بزرگی کی وہ شان کہ چہرۂ انور پر نظر نہ ٹھہرتی تھی۔

بیعت: ظاہری تعلیم کے مرحلے سے تمام وکمال گزرنے کے بعد آپکے دل میں ذوق وشوق اور محبتِ الہٰیؒ نے غلبہ کیا۔ بچپن ہی سے آپکو اللہؒ والوں سے والہانہ عقیدت اور بے پناہ اُنس تھا۔ بلا مبالغہ آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپؒ نے روحانیت کے میدان میں قدم رکھا اور سلفِ صالحین کے نقش قدم پر چل کر سلطان العارفین، منہاج الواصلین، افضل المجاہدین واکرام المرتاضین، ابدالِ دوراں، شیخ المشائخ، رئیس الملت والدّین سیّدنا و مولانا حضرت محمد نبی رضا خان اسد جہانگیری قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرّف ہوکر اور خدمتِ اقدس میں رہ کر دولت سرمدی سے شرفیاب ہوئے علومِ باطنیہ کے آغاز کے ساتھ ہی آپ نے عبادت وریاضت و مجاہدہ اور تزکیۂ نفس کی دشوار گزار منازل طے کر کے بہت جلد کامیابی حاصل کر لی مگر آپ نے درویشانہ روش کو دنیاوی لباس میں چھپایا اس لئے کہ نام و نمود اور شہرت طلبی سے آپکو ہمیشہ نفرت رہی۔ آپ مذہباً حنفی، بیعتاً قادری،

مشرباً ابوالعلائی چشتی اور نسبتاً نبی رضائی جہانگیری ہیں۔

امتیازات وخصوصیات: آپ بڑے صاحبِ ریاضت ومجاہدہ بزرگ تھے اور درمیانِ مشائخ وقت بے نظیر و بے مثل تھے۔ آپ نہایت منکسر المزاج، عابدوزاہداور متقی و پرہیزگار تھے۔ کم گفتن وکم خوردن اور کم خفتن آپ کا شعار تھا۔ عمر مبارک کے آخری تیس سال تو آپ بالکل نہیں سوئے۔ غذا بھی برائے نام رہ گئی تھی لیکن رشدو ہدایت کا سلسلہ شب وروز جاری رہا۔ تعظیم مشائخ، احترامِ سادات بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت، تواضع وفروتنی، معاملات کی صفائی اور ہمسایوں کے حقوق کا بہت زیادہ خیال رکھتے۔ کبھی کسی پر غصہ نہ ہوتے اور قصور معاف فرمادیتے۔ قول وفعل، ظاہروباطن اور جلوت وخلوت میں یکسانیت ہوتی تھی۔ طرزِ نصیحت حکیمانہ، تمام بندگانِ خدا کے شفیق، سب کے مونس، سب کے دردمند وہمدرد اور سب کے دعاگو۔ حسن اخلاق ایسا کہ ہرایک یہی سمجھتا کہ وہ سب سے زیادہ موردِ عنایات ہے۔

وضع ولباس: سرِ اقدس پر سفید چکن کی گول کلاہِ غوثیہ لیکن سردیوں میں عموماً گرم کپڑے کا کنٹوپ استعمال فرماتے۔ اکثر وبیشتر سفید چکن کا کرتہ اور تہبند مخطط استعمال فرمایا گیا۔ زمانہ اوائل میں ترکی اور رامپوری ٹوپی، شیروانی اور پائجامہ بھی استعمال فرمایا۔ موسمِ سرما میں گرم کپڑے کی قمیض اور واسکٹ لیکن اکثر روئی دار مرزئی پوری آستین کی استعمال فرمائی گئی۔ شاذونادر سخت سردی میں اونی لوئی بھی استعمال فرمائی گئی۔ لوئی عموماً بادامی رنگ کی ہوا کرتی تھی۔ گرم کپڑے کا نالدار پاجامہ بھی کبھی کبھی استعمال کیا گیا۔ محفل سماع میں سخت سردی میں بھی گرم کرتہ یا روئی دار مرزئی کے اوپر چکن کا کرتہ زیب تن فرماتے موسمِ گرما میں صرف بنیان جو کافی نیچی ہوتی تھی اور جس کی لمبی

آستینوں سے کہنیاں ڈھکی رہتی تھیں اکثر استعمال فرماتے تھے۔ سفید رنگ بہت مرغوب تھا۔ سردی کے موسم میں جرابیں اکثر استعمال فرمائی جاتی تھیں۔ نعلین شریف باٹا کے سلیپر یا سلیم شاہی مگر سفر میں تسمے والے بوٹ بھی استعمال فرمائے گئے۔

اتباعِ سنّت: حضرت قبلہ عالم کامل متّبع سنّت تھے۔ تمام باتوں میں حضرت رسولِ مقبول محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی پیروی میں قدم بقدم تھے حضور ہادیٔ برحق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل آپ سے کبھی قہقہہ سے ہنسنے کی آواز نہیں سنی گئی۔ آپ کی ہنسی بھی صرف تبسّم فرمانا تھی۔ آپ کا چلنا بھی حضرت سرورِ کائنات صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند قدم جما کر تھا۔ انسان قدم جما کر جوش یا غور وفکر ہی کی حالت میں چلتا ہے۔ جو شخص کسی سوچ یا خیال میں نہیں ہوتا غفلت و بے خیالی میں اس کے قدم ہلکے پڑتے ہیں۔ سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تمام عُمر سارے سر کے بال نرمۂ گوش تک رکھے۔ امورِ دنیا میں بھی نہایت چاق وچوبند رہے۔ رہن سہن نہایت سادہ اور اسلامی اصولوں کے عین مطابق زندگی کے کسی بھی شعبے میں حدِ شریعت سے تجاوز نہ کیا۔ دراصل آپ کے حُسنِ معاشرت کا اصل راز شریعت کی پابندی تھا۔ آپ کے حُسنِ معاشرت کے سبب ہی ہر طبقہ وفرقہ کے لوگ آپ کے گرویدہ رہتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ مخلوق کے ساتھ خداواسطے کا تعلق رکھا۔ اس تعلق میں کبھی کوئی ذاتی غرض اور مفاد حائل نہیں ہونے دیا۔ آپ نے اپنے آرام کی خاطر کبھی کسی کو تکلیف نہیں دی۔ بہت سی خصوصیات خاصّہ آپ کی ذات قدسیہ میں اتباعِ سنت کی تھیں۔ جن کا ادراک شریعت اور طریقت کے اعلیٰ مقامات سے تعلق رکھنے والوں ہی کے لئے ممکن تھا۔

ان رموز و نکات تک رسائی معمولی تعلیم اور معمولی عقل و فہم رکھنے والے شخص کا کام نہیں جیسا کہ دورِ حاضر کے مسلمانوں کا حال ہے کہ چند کتابیں پڑھ کر دعوائے علم کر دینا اور اپنے آپ کو عالم سمجھ بیٹھنا، عادتاً پنجگانہ نماز میں ٹکریں مار لینا اور اپنے آپ کو زاہد و عابد خیال کر لینا اور بات ہے اور شریعت و طریقت کے اعلیٰ مقامات سے متعلق رموز و نکات کی سوجھ بوجھ رکھنا اور بات ہے اور یہ بڑی بات ہے۔

پابندئ فرائض اور واجبات: فرائض اور واجبات کی پابندی تندرستی اور بیماری ہر حالت میں فرماتے نماز کسی حالت میں نہ چھوڑتے۔ سفر ہو یا حضر نماز صحیح وقت پر اذان و اقامت اور جماعت کے ساتھ حتی المقدور ادا کرنے کا معمول شریف رہا۔ جمعہ کے دن سفر نہ فرماتے اگر سفر میں ہوتے تو نماز جمعہ کے لئے وقفہ فرماتے اور ادائے نماز جمعہ کے بعد اجرائے سفر فرماتے۔ ملازمت سرکاری یا غیر سرکاری کبھی پسند نہیں فرمائی۔ ذریعہ معاش کاروبار اور زراعت رہا۔ حرام روزی سے سخت نفرت رہی اور حلال معاش کے حصول کی ہمیشہ سعی فرمائی۔

نوافل ذریعہ قربِ حق: ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتَهٗ کُنْتَ سَمْعَ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُهٗ وَ یَدَهُ الَّذِیْ یَبْطِشُ بِهٖ ؕ

یعنی بندہ جب نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ تو میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔

فرض وواجبات کے علاوہ تمام تر اوقات شب و روز آپ کے نفل عبادات میں گزرتے۔ جب افعال طریقت اتباعِ سنت میں عشق و محبت کے ساتھ انجام پذیر ہوں تو انسان کو انسانِ کامل بنا دیتے ہیں۔ وہ نوافل ان فرائض سے بہتر ہیں جو انسان کو متکبّر و مغرور بناتے ہیں۔ معرفت اور قربِ خداوندی کی کنجی تو دراصل اولیاء اللہ ہی کے پاس ہے۔ جن سے قوی نسبت اور گہرا تعلق اور جن کی خلوص و محبت کے ساتھ اتباع انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا وغیرہ تو تکمیلِ فرائض ہی ہیں۔ قرب تو درحقیقت بذریعہ نوافل ہی حاصل ہوتا ہے۔ آپ ہمہ وقت یاد الٰہی، ذکر و فکر اور مراقبہ و مشاہدہ اور رشد و ہدایت میں مشغول رہتے۔

مُعاشَرت: آپ لباس اور کھانے میں کبھی کسی چیز کی فرمائش نہ فرماتے جو کھانا اور لباس پیش کیا جاتا قبول فرما لیتے۔ کھانے کے خوش ذائقہ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق کبھی کچھ نہ فرماتے۔ مقدار خوراک قلیل صبح ایک پیالی چائے اور بہت مختصر سا ناشتہ، دوپہر کو تھوڑا سا کھانا اور بعد طعام کچھ دیر قیلولہ، سہ پہر کو صرف ایک پیالی چائے اور رات کو بھی مختصر سا کھانا، کھانا کھاتے وقت نشست یہ ہوتی تھی کہ سیدھا گھٹنا اٹھا کر، زانوئے چپ زمین پر اور دست چپ زمین میں ٹکا کر صرف دستِ راست سے تناول فرماتے اور دستِ چپ سے مدد نہ لیتے۔ عام نشست چہار زانو دونوں دستِ مبارک دائیں بائیں زمین پر ٹکا کر بیٹھنے کی تھی۔ گاؤ تکیہ ہوتا تھا لیکن عادت مبارک بہت کم ٹیک لگانے کی تھی۔ حضرات پیرانِ کرام کی اتباع میں پان اور حقّہ بھی استعمال فرمایا گیا۔ لیکن عمر شریف کے آخری حصّہ میں دونوں چیزیں ترک فرما دی تھیں۔

پابندیٔ معمولات: بزرگانِ عُظّام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معمولات

شریف کی آپ نے ہمیشہ ہر حالت میں پابندی فرمائی۔ تبلیغ دین اور تعلیم و تلقین سلسلہ عالیہ نہایت جانفشانی اور مستعدی سے سرانجام دیں۔ پورا پورا دن اور ساری ساری راتیں تشنگانِ حق کی سیرابی میں بسر ہوتیں۔ بندگانِ خدا حاضر خدمت ہوکر آپ کے انوار و برکات سے مستفیض ہوتے اور راہِ ہدایت پاتے۔

صفائی پسندی: طہارت وصفائی کا بہت خیال رکھتے اور نہایت اہتمام فرماتے مزاج مبارک بے حد صفائی پسند تھا۔ لباس مبارک سادہ مگر ہمیشہ صاف ستھرا ہوتا۔ شریعت وطریقت کی ممنوعات کے ارتکاب سے ہمیشہ اجتناب فرماتے۔ ظاہری طہارت اور باطنی پاکیزگی دونوں ملحوظِ خاطر رہتیں۔ تواضع اور فروتنی اور عاجزی پسند فرماتے۔ تعظیم طلبی اور مجلس پسندی سے ہمیشہ نفرت رہی۔

بیماری کا علاج: حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ بیماری میں کبھی دوا استعمال فرماتے اور کبھی نہیں معالجہ میں کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ جس نے کوئی دوا یونانی یا ایلوپیتھک یا ہومیوپیتھک پیش کردی استعمال فرمالیتے۔

عبادت الٰہی پوشیدگی میں: آپ نے ہمیشہ لوگوں سے چھپ کر گوشہ تنہائی میں یادِ الٰہیؒ کی اور خدا کے راستہ میں عبادت وریاضت اور مجاہدہ کے ساتھ دن اور راتیں بسر فرمائیں۔ گھر پر ہوں یا باہر دورہ پر آپ ہمیشہ اپنے کمرے میں تنہا قیام فرماتے تھے۔ آپ کی شب و روز عبادات کا گھر کے افراد کو بھی علم نہ ہوتا تھا۔ آپ نے ہمیشہ دنیا سے دین کمایا اور دین سے کبھی دنیا نہیں کمائی۔ آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو دنیاداری کے لباس میں چھپایا اور دنیاداری کے پردے میں دینداری کو پسند فرمایا۔ اسی لئے آپ رسمی اور روایتی پیروں سے عمر بھر رنجیدہ خاطر رہے آپ نے دنیا سے الگ تھلگ رہ کر اللہ اللہ نہیں کی بلکہ

بیوی بچّوں میں رہ کران کی نگہداشت بھی فرمائی اور اللہ اللہ بھی کی۔

نظریہ ترکِ دنیا اوردنیاداری : آپ کے نزدیک احکامِ الٰہیؒ کے تحت دنیاداری عین دینداری تھی ۔ آپ نے احکامِ الٰہیؒ کے تحت دنیاداری کو نفلی عبادات اور لطفِ خاص کے حصول کا ذریعہ قرار دیا اور دنیاداری کرنے کا یہ نکتہ تعلیم فرمایا کہ اپنی ہر مقبوضہ چیز کو مالکِ حقیقی کی ملکیت اور عنایت سمجھا جائے اور خود کو ایک خادم و امین تصوّر کیا جائے ۔ جس طرح ایک امین امانت میں خیانت نہیں کرتا اسی طرح اپنی مقبوضہ اشیاء اور مال و متاع میں اس مالکِ حقیقی کی مرضی کے تحت تصرف تو کرسکتا ہے مگر خیانت جائز نہیں ۔ مالکؒ کی مرضی کے خلاف اپنی خواہش کے مطابق خرچ کرنا خیانت ہے۔ حصولِ دنیا بھی مالک کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ہواور صرف بھی اسی کے راستہ میں ہو۔ اپنی خواہش یا مرضی کو دخل نہ ہوتو یہ عین دینداری ہے اور حصولِ رضائے مالکِ حقیقی کا بہترین ذریعہ ہے۔

ترکِ دنیا آپ کے نزدیک یہ نہیں کہ دنیا کو چھوڑ کر اور امورِ دنیا کی نگہداشت سے منہ موڑ کر یا تو گوشۂ تنہائی اختیار کرے یا جنگل کی طرف نکل جائے اور حقوق العباد پورے نہ کرے ۔ بلکہ ترکِ دنیا یہ ہے کہ دنیاداری نہایت ہوشیاری سے کی جائے اپنے ذمہ فرائض کو بخوبی ادا کیا جائے۔ مگر دل میں ماسوا کی حسرت اور آرزو نہیں ہونی چاہئے۔ اگر دل محبتِ دنیا میں مبتلا رہے تو الگ بیٹھنے سے کیا فائدہ۔ مزہ تو جب ہے کہ غریقِ دنیا ہو کر دل کو محبّتِ دنیا کی آلودگی سے محفوظ رکھا جائے، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

دست بکار و دل بیار

ایک شخص جو مفلس و تہی دست ہے اگر دنیا سے منہ موڑے تو وہ تارک الدّنیا

کیونکر ہوگا۔ تارک الدنیا تو دراصل وہ ہے جس کے پاس دنیا ہو اور وہ دنیا کو چھوڑ دے۔ جس چیز کو چھوڑا جاتا ہے تو پہلے دل کو اس سے الگ کیا جاتا ہے۔ جب دل الگ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حسرت و آرزو نہ رہی مخلوق سے نفع و نقصان کی امید منقطع ہوگئی تو ترک دنیا ہوگئی۔

دل کو محبتِ دنیا کی آلودگی سے محفوظ رکھنا ہی اصل میں ترکِ دنیا ہے، اگر دنیا کو چھوڑ کر الگ ہو جانا کمال ہوتا تو حضور نبی کریم علیہ صلوٰۃ والسلام بھی دنیا سے الگ ہو جاتے کیوں کہ آپؐ سے بڑھ کر کوئی صاحبِ کمال نہیں ہوسکتا۔ کمال تو اس میں ہے کہ دنیا میں رہ کر دنیا سے الگ رہا جائے اور خود کو آلودہ نہ ہونے دیا جائے۔

تسلیم و رضا: آپ ہر حال میں راضی برضا رہے۔ حتّٰی کہ اپنی ذات کیلئے کبھی کوئی دُعا بھی نہ مانگی۔ آپ نے بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ مصائب برداشت کیے مگر ہمیشہ پرسکون و مطمئن رہے۔ گردشِ ایّام یا شکایت کا کبھی کوئی حرف زبان مبارک پر نہ آیا۔ نصیر آباد کے قیام کا زمانہ انتہائی تنگدستی کا تھا۔ کبھی ایک وقت کا کھانا ملتا اور کبھی تین تین دن تک مسلسل فاقے رہتے۔ مہمانوں کی کثرت اور طالبانِ حق کا ہمہ وقتی ہجوم رہتا مگر کبھی زبانِ اقدس پر حرفِ شکایت نہ آیا اور منجانب اللہ خوب وقت گزرتا رہا۔ اغیار سے ہر قسم کا تعلق مکمل طور پر منقطع کر لیا اور ہر آرزو مٹا دی۔ جب سب آرزوئیں مٹ گئیں تو تمام تفکّرات سے آزاد ہوگئے اور تمام معاملات خدا کے سپرد کر دیئے۔

آپ کے نزدیک آرزوئیں راہِ خدا میں حائل ہو کر رکاوٹ اور حجاب کا باعث بنتی ہیں فرمایا کہ راہِ خدا میں ماسوا اللہ کوئی آرزو نہ رکھنی چاہئے۔ ورنہ

آرزوئے غیر حجابات کے سوا کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی اور ترقی محدود ہو کر رہ جائیگی۔آپ کے نزدیک اہل محبت کو رضائے محبوب کے سوا کوئی اور غرض زیب نہیں دیتی۔زندگی بھر آپ نے رضائے الٰہی کے سوا اور کوئی غرض نہیں رکھی۔جب خدا کے حضور آرزوئیں مٹ جائیں تو رضا حاصل ہوتی ہے اور جسے رضا حاصل ہوگئی۔کامیاب ہوگیا۔

فقر ذوق وشوق وتسلیم و رضا است

ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰؐ است

اگر محبوب کی دی ہوئی تکلیف محبّ پر گراں گزرے تو وہ محبّت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور جھوٹا محبّ بھلا کیوں برداشت کیا جائے گا۔یہ تو انتہائی دل گردے کا کام ہے۔چار آنے کی ہانڈی کو ٹھوک بجا کر اس کا سودا کیا جاتا ہے اسی طرح طالبانِ مولا کی بھی آزمائش ہوتی ہے۔بازارِ عشق ومحبّت کی بیع میں کوئی خسارہ ہو ہی نہیں سکتا جس کا نعم البدل رضا ولقا ہو تو اس کے سامنے ہر متاع ومایہ محض ہدیہ ہے آپ زندگی بھر اسی نظریہ پر قائم رہے اور ہر سخت سے سخت مصیبت وتکلیف کو رحمتِ الٰہی سمجھ کر خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔آپ آئے دن کی تکالیف ومصائب اور نامعلوم الکیفیات امراض کی حالت میں بھی انتہائی پُرسکون نظر آئے۔آپ کا چہرۂ اقدس ہمیشہ ہشاش بشاش اور تروتازہ رہتا۔یقیناً آپ تسلیم ورضا کے پیکر تھے۔آپ کے نزدیک حیاتِ مستعار کا سرمایہ ہی یہی تسلیم ورضا تھا۔حضرت قبلہ عالم فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں آٹھ سو سال قبل کا زمانہ ملا ہے۔یعنی آٹھ سو سال پہلے کی بزرگی عطا ہوئی ہے۔یہ ایک بہت بڑا انعام تھا جو آپ کو حیاتِ مستعار ہی میں مل گیا۔

منصبِ خلافت: حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اپنے پیر و مُرشد

سلطان العارفین، امام الکاملین، غوث زماں شیخ المشائخ سیدنا و مولانا حضرت شاہ محمد نبی رضا خاں قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز کی ہدایت کے تحت اپنے وطن مالوف لکھنؤ کو خیر آباد کہا اور اجمیر شریف کے دامن میں چھاؤنی نصیر آباد کو ظاہری معاش (کاروبار) کے لئے مسکن قرار دیا۔ جہاں آپ نے ابتدائی دور آرمی کنٹریکٹری میں گزارا۔ اسی زمانہ میں آپ کے شیخ نے طالبانِ حق کی روحانی تعلیم و تلقین کے لئے آپ کو منتخب فرمایا اور تحریری خلافت و اجازت نامہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمایا۔ تحریری خلافت نامہ کا اعزاز صرف آپ ہی کے لئے مخصوص تھا ورنہ دیگر خلافتوں کے زبانی اعلانات دستور کے مطابق عرس شریف کے مواقع ہی پر ہوئے۔

پیرومرشد کا جب یہ حکم نامہ ملا تو کافی عرصہ تک بارِ امانت سے بچ رہنے کی سعی فرمائی۔ لیکن جس مردِ حق آگاہ کی نظر انتخاب نے آپ کو اس عظیم خدمت کے واسطہ چن لیا تھا۔ اس کے حضور سر نیاز خم کرتے ہوئے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کرنا پڑا۔

حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے پیرومرشد حضرت قبلہ عالم شاہ محمد نبی رضا خاں قُدِّسَ سِرُّہُ السامی کی خدمت اقدس میں لوگ اکثر مسائل و افکار کے بارے میں بات چیت کرتے رہتے مگر آپ کا یہ معمول ہوتا تھا کہ اپنے پیرومرشد کو پنکھا جھلتے رہتے تھے۔ اگر کوئی دوسرا پیر بھائی آپ سے پنکھا لے لیتا تو آپ خاموشی سے سر جھکائے پاؤں دبانے میں مصروف ہو جاتے۔

خلافت کے بعد کافی عرصے تک آپ نے سلسلہ عالیہ کی اشاعت شروع نہیں کی۔ اسی دوران آپ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں لکھنؤ حاضر

ہوئے تو آپ سے دریافت فرمایا گیا۔ ''سناؤ بھئی ! کچھ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کا کام شروع کیا یا نہیں۔''

آپ کے ہمراہ ایک نوکر مسمّی زسنگھ تھا جو کہ آپ کا حجام بھی تھا۔ اس نے عرض کیا'' حضور! ابھی تو سلسلۂ عالیہ کا کام شروع نہیں ہوا۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ۔ ''دنیا دیکھ لے گی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے؟''

کچھ عرصہ بعد آپ کے پیر و مرشد کا نصیر آباد تشریف لانے کا پروگرام بنایا گیا۔ پروگرام کے مطابق اتوار کے دن صبح ۱۰ بجے آپ کی تشریف آوری کا وقت تھا۔ لیکن منشائے ایزدی کچھ اور تھی۔ وہ یہ کہ بجائے سرکار کی تشریف آوری کے آپ کے وصال کی خبر عین اسی وقت ملی جو آپ کی آمد کا مقرر تھا۔ حضرت قبلہ عالم کو خیال گزرا کہ آپ نے تو کچھ سمجھا ہی نہیں۔ معاً سوچا کہ چلو اگر ضرورت پڑی تو حضرت قبلۂ عالم دادا صاحب (شاہ محمد عبدالحیٔ قدّس سِرّہُ العَزِیز) سے دریافت کرلیں گے۔ مگر حالات نے بعد میں ثابت کر دیا کہ آپ کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ یہ سب کچھ آپ کے اعلیٰ حضرت پیر و مرشد کے باطنی تصرّف اور توجہّ مبارک کی بدولت تھا۔ بعد ازاں تین ماہ تک آپ بالکل خاموش رہے۔

ایک شب آپ کے دل میں خیال آیا کہ مبادا اپنے پیر و مرشد کی حکم عدولی میں گرفتار ہو جاؤں اس لئے تہیہ کرلیا کہ صبح سے ہی سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کا کام شروع کردوں گا۔ اسی رات آپ کے پیر و مرشد نے آپ کے ساتھ کچھ ایسا معاملہ کیا کہ صبح ہوتے ہی لوگ خود بخود آنے شروع ہو گئے اور آپ ان کو داخلِ سلسلہ کر کے تعلیم و تلقین کرتے رہے۔ فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم قدّس سِرّہٗ کا ایسا کرم ہوا کہ نصیر آباد، اجمیر شریف اور گرد و نواح کے گاؤں گاؤں اور

شہر بہ شہر ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخلِ سلسلۂ عالیہ ہوئے اور کئی متوسّلین کو خلافت سے بھی نوازہ گیا۔ آپ کی تعلیم اور اشاعت کی شہرت سُن کر دربارِ عالی بنگال سے آپ کے چچا پیر صاحبان حضرت ڈپٹی مستفیض الرحمٰن شاہ صاحبؒ اور حضرت ڈپٹی بدیع العالم شاہ صاحبؒ اور دیگر کئی بزرگ حضرات آپ کے یہاں بغرض ملاقات تشریف لائے اور بہت تحسین فرمائی۔

ان بزرگوں نے چند یوم آپکے پاس قیام فرما کر آپ کے شب و روز کے معمولات کا مشاہدہ کیا۔ آپ جس لگن اور اَن تھک محنت کیساتھ تبلیغِ دینِ مبین اور تعلیم و ترویج سلسلۂ عالیہ کی خدمت انجام دے رہے تھے اس کو بہت سراہا، فرمایا ''آپ کی بظاہر دربارِ عالی بنگال میں حاضری نہیں ہوئی لیکن آپ کی حضرات بزرگانِ عظام سے حقیقی اور قوی نسبت قابلِ رشک اور کاملِ اتباع قابل ستائش ہے'' بلاشبہ آپ کے متعلق جیسا سُنا تھا ویسا ہی پایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

نقل نوازش نامہ خلافت واجازت جناب "تاج الاولیاء"

عزیزم محمد عبدالشکور

بعد سلام ودعا کے واضح ہو کہ ہمارے پیر و مُرشد کی طرف سے آپ کو خلافت واجازت ہے۔ اگر کوئی طالبِ حق آئے تو اس کو تعلیم کر دیں اور سلسلہ میں داخل اور توبہ بھی کرا سکتے ہو۔ طریق توبہ کا یہ ہے:۔

آمَنۡتُ بِاللّٰہِ وَبِمَا جَاءَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ وَعَلٰی مُرَادِ اللّٰہِ وَآمَنۡتُ بِرَسُوۡلُ اللّٰہِ وَبِمَا جَاءَ مِنۡ عِنۡدِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ وَ عَلٰی مُرَادِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ تَبَرَّاۡتُ مِنۡ جَمِیۡعِ الۡاَدۡیَانِ وَالۡعِصۡیَانِ وَاَسۡلَمۡتُ الۡاٰن ؕ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ ؕ

ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر، سب رسولوں پر، فرشتوں پر، سب آسمانی کتابوں پر، پُل صراط پر اور جنّت ودوزخ پر اور میزانِ حساب پر اور قبول کئے تمام احکام اللہ تعالیٰ کے اور رسول اللہ کے اور توبہ کی سب گناہوں سے۔ اللہ تعالیٰ میری اس توبہ کو قبول فرما اور اسی توبہ پر قائم رکھ۔

میں نے نیابتاً اپنے حضرت پیر و مرشد کی جانب سے تمہیں سلسلہ عالیہ قادریہ میں مُرید کیا۔ تم نے قبول کیا۔ یہ اقرار تین مرتبہ لینا چاہئے۔ بعدہٗ فاتحہ۔

اسی کو تم اپنا اجازت نامہ سمجھو۔ ہمارے مریدانِ سلسلہ کو واضح ہو کہ وہ بجائے ہمارے عبدالشکور سے تعلیم حاصل کریں۔ جو کچھ دریافت کرنا ہو اُن سے کریں۔ مجھ میں اور ان میں کچھ فرق نہ سمجھیں۔ فقط

فقیر محمد نبی رضا شاہ

از صدر بازار۔ لکھنؤ

۳ شعبان۔ یوم جمعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت قبلہ تاج الاولیاء قدس سرہ کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت شاہ محمد نبی رضا خاں الملقب بہ اسدِ جہانگیری قدس سرہ العزیز کا مختصر ذکر شریف :۔

(آپکے پیر و مرشد فخر العارفین حضرت سید شاہ محمد عبدالحیٔ قدس سرہٗ کی سیرت شریف جلد سوئم مؤلفہ آپکے پیرِ بھائی حق آگاہ حضرت مولانا حکیم سید سکندر شاہ صاحب قبلہ سے ماخوذ)

سپہر برج سعادت و مہر سماءِ معرفت و ضیاءِ شمع ہدایت افضل المجاہدین و اکرام المرتاضین ابدالِ دوران و نجم الاخوان یعنی حضرت شاہ محمد نبی رضا خاں صاحب قدس سرہٗ ابنِ مولانا شاہ محمد حسن رضا خاں صاحب ہیں۔

آپ کا مؤلد و مسکن ریاست رامپور قصبہ بھینسوڑی ہے۔ آپ کی ولادت ۲۵ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ بروز دوشنبہ ہوئی۔ آپ بالطبع متواضع اور منکسر المزاج، عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار، کم گفتن کم خوردن، اور کم خفتن آپکا شعار تھا۔ شدّتِ مجاہدہ و ریاضت میں اپنے زمانہ میں بے مثال اور درمیان مشائخ وقت بے نظیر تھے۔ بمصداق وَاللّٰہُ جَمِیۡلٌ وَ یُحِبُّ الۡجَمَال کے دستِ قدرت نے آپ کو حُسن و جمال بھی عطا فرمایا تھا۔ شعر

ما کہ در شکلِ یار حیرانیم
وصفِ اوصافِ او کجا دانیم

جناب نواب مصطفٰے علی خان صاحب والئی رامپور نے جب اس مقام کو آباد کیا تو آپ کے مورثِ اعلیٰ نے جو افغانستان کے شرفاء سے تھے اپنے قدوم میمنت لزوم سے قصبہ بھینسوڑی کو رونق بخشی۔

آپ کا زمانۂ تعلیم جب ختم ہُوا اور آپ سنِ شعور کو پہنچے تو ذاتی جوہرِ فن سپاہ گری اور پہلوانی سے آپ کو دلچسپی ہوئی اس فن میں امتیاز خاص حاصل کیا اور فوج میں ملازم ہوئے اور ترقی کی پھر ملازمت کو ترک فرمایا۔

جناب سلیم اللہ خان صاحب رئیس ڈھاکہ اور جناب محترم نواب حیدر علی خان صاحب رئیس کروٹیہ ضلع میمن سنگھ آپ کے قدر دان ہوئے۔ چند روز آپ نے وہاں ملازمت فرمائی۔ انہیں ایامِ ملازمت میں آپ کو بیعت کا شرف حضرت فخر العارفین قبلہ قدّسَ سرّہٗ سے حاصل ہوا اور تعلیم طریقت سے آپ سرفراز ہوئے ۔کچھ عرصہ کے بعد پھر جناب محترم خانصاحب اپنے مولائی و مرشدی حضرت فخر العارفین قبلہ قدّسَ سرّہٗ العزیز کی خدمتِ اقدس میں چاٹگام شریف حاضر ہوئے۔اس حاضری میں بتاریخ ۱۵ جمادالثّانی بموقع عرس شریف حضرت قطب الاقطاب مخدوم الملک ردولیؒ حضرت پیر و مرشد کے دستِ حق پرست سے آپ کو نعمت خلافت عطا ہوئی۔ اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہونے کے بعد چند ایام خدمتِ اقدس میں حاضر رہے پھر رخصت فرمائے گئے۔اب آپ نے ارادہ وطنِ مالوف جانے کا کیا اور ملازمت سے اِستعفا دیدیا۔

حالاتِ وطن: جب آپ کے خاندان کے لوگوں کو سرفرازی خلافت کا علم ہوا تو ملنے آئے۔ آپ کے خاندان کے ایک بزرگ نے کہا کہ آپ بہت دور دراز مرید ہوئے۔ قریب ہونے سے پیرو مرشد کی ملاقات آسان ہوتی۔حرج مرض میں طلب دعا اور مراد برآری کے معروضات میں سہولت ہوتی۔چاٹگام دُور ہے۔ پیر صاحب کا تشریف لانا اور آپ کا جانا دونوں مشکل۔

آپ یہ باتیں سُن کر خاموش رہے مگر آپ کی طبع شریف پر گراں گزرا۔ اس تشویش کی حالت میں حجرہ کے اندر داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا اور اِرادہ کیا کہ جب تک اطمینان قلبی حاصل نہ ہوگا کمرے سے باہر نہ آؤں گا اور حضرت پیرومرشد کی روحانیت شریف کی طرف رجوع کیا امداد چاہی اور یاد الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک آواز گولہ چھوٹنے کی مثل آپ نے سنی۔ اس آواز کے ساتھ تمام حجرہ منوّر اور روشن ہوا اور یہ محسوس کیا کہ کمرہ کی چھت شق ہوئی اور قرص آفتاب حجرہ میں طلوع ہوا اور اس انوارِ قدس میں حضرت پیرومرشد تشریف فرما اور جلوہ افروز ہیں۔ حضرت مولائی ومرشدی نے فرمایا کہ خانصاحب قرب وبعد دیکھ لیا۔ اس مشاہدہ اور زیارت بعد سکون اور اطمینانِ قلبی عطا ہوا۔ شعر

دستِ پیراز غائباں کوتاہ نیست　　　دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست

حضرت قبلہ روحی فداہ نے فرمایا ہم نے نبی رضا خاں سے کہا کہ آپ نے شاہنامہ پڑھا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے کہا کہ یہ راستہ رستم اور اسفندیار کے ہفت خواں سے بھی زیادہ سخت ہے مصرعہ

"اندریں رہ بایدایدل ہمتِ مشکل پسند"

(برادر محترم جناب خان صاحب نے پھر تو ریاضت ومجاہدہ خوب کیا۔ شجاعت جو آپ کا ذاتی جوہر تھا۔ اِس عالی ہمّتی سے بدعاء بزرگاں نفس کُشی اور خداطلبی کی راہ میں چلے اور کامیاب ہوئے)

چلّہ اور ریاضت : قیامِ وطن کے زمانہ میں ریاضتِ مجاہدہ بکثرت فرمایا۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک وضوسے چالیس روز کا چلّہ پورا کیا۔ نہ کھایا نہ پیا صرف مصری کا ایک کوزہ رکھ لیا۔ اسی کو سحری کے وقت چکھ لیتے اور روزہ

بھی اسی مصری کو چکھ کر افطار فرما لیتے۔ سلف صالحین کی طرح آپ نے سخت مجاہدہ کیا۔ پندھرہ بیس روز کچھ نہ کھانا یہ آپ کے لئے معمولی بات تھی۔

چلہ چہل کاف: حضرت مولائی مُرشدی قبلہ قُدس سرّہٗ العزیز نے اس خادم سے فرمایا کہ قادریہ شریف میں چلہ چہل کاف کا چالیس روز میں سوا لاکھ بار ختم اور پورا کیا جاتا ہے مگر خاں صاحب نے اس چلہ کو سوا لاکھ بار نو روز میں پڑھا اور ختم کر دیا۔ تحسین فرمائی اور فرمایا کہ خانصاحب مرتاض آدمی تھے۔ اس مجاہدہ کے زمانہ میں آپ کا لباس کملی کی ایک کفنی تھی تین سال اس میں بسر کیے۔

تیسری حاضری: تین سال کے بعد پھر آپ حضرت مولائی و مرشدی قبلہ قُدس سرّہٗ کی خدمتِ اقدس میں دربار شریف چاٹگام حاضر ہوئے۔ حضرت پیر و مرشد قبلہ نے فرمایا کہ خانصاحب ہم نے سنا ہے کہ آپ پندھرہ بیس دن تک کچھ نہیں کھاتے اور ایسی ایسی سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔ جو آپ کرتے ہیں اگر ہم کریں تو گنہگار ہو جائیں مگر خیر آپ جانتے نہیں........

(حسنات الابرار سیأت المقربین) ترجمہ:۔ ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں اور ارشاد نصیحۃً فرمایا کہ ہمارے مریدوں کو فقیری ہمارے طرز و روش پر چلنے سے ملے گی۔ جو ہم کرتے ہیں وہ کرو تو فقیری ملے گی۔ زمین و آسمان میں سر پٹکیں گے کچھ نہ ہوگا۔ فقیری ریاضت اور فاقہ سے نہیں ملتی اگر فاقہ سے ملتی تو جتنے غریب لوگ ہیں جنھیں کھانا میسّر نہیں ہوتا وہ سب فقیر ہو جاتے۔ اگر جاگنے سے فقیری ملتی تو جتنے پہرہ دینے والے ہیں سب فقیر ہو جاتے۔ اگر کپڑا نہ پہننے سے فقیری ملتی تو سب ننگے فقیر ہو جاتے ہم جانتے ہیں کہ فقیری کیسے کرنا چاہئے جو ہم کرتے ہیں وہ کرو تب فقیری ملے گی۔

نصیحتاً فرمایا: نہ اتنا کھاؤ کہ غفلت اور کاہلی پیدا ہو نہ اتنا کم کھاؤ کہ ضعف و ناتوانی پیدا ہو حدیث شریف میں ہے کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے نہ اتنا پھٹا پرانا میلا کپڑا پہنو کہ لوگ تمہیں دیکھ کر نفرت اور حقارت کریں۔ اگر کوئی تمہاری حقارت کرے گا تو خدا کے یہاں گنہگار ہو جائے گا نہ اتنا عمدہ کپڑا پہنو کہ ہر وقت اس کی زیبائش اور آرائش میں لگے رہو۔

ان نصائح کے بعد خادم مقبول علی کو حکم ہوا کہ خانصاحب کے لئے ایک جوڑا کپڑا لائیں۔ تعمیلِ ارشاد کی گئی۔ حضرت پیرو مرشد کے دستِ حق پرست سے خلعت تبرک کا جوڑ آپ کو عطا ہوا۔ سر پر رکھا۔ بوسہ دیا اور سامنے شیخ برحق کے اسی وقت پہنا۔ مشرّف ہوئے اور کملی کی کفنی اتاری۔ اس روز سے جناب بھائی محترم شاہ نبی رضا خانصاحب دونوں وقت کھانا نوش فرمانے اور کپڑا پہننے لگے۔

حضرت قبلہ فخر العارفین رضی اللہ عنہ کا خواب: ارشاد فرمایا کہ ہم نے خواب میں ایک مرتبہ نبی رضا خانصاب کو والدۂ صدیقہ خاتون (آپ کے حرم محترم) کے پاس چھوٹے بچے اور لڑکے کی صورت میں سُوتے دیکھا تو ہم نے کہا کہ ان کی شادی ہو جائے گی۔ وہ بیچارے اچھے لوگ ہیں۔ ہم سے حسنِ عقیدت رکھتے ہیں اللہ ان کو ترقّی نصیب کرے۔

ایک اور خواب: فرمایا اہلیہ فتن شاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہندوستانی لمبے قد گورے رنگ کا ہم کو گود میں لئے ہوئے ہندوستان چلا جا رہا ہے وَاللہُ عالم کیا بات ہے ہندوستان کے (مریدوں میں) تو لمبے قد اور گورے رنگ کے نبی رضا خاں ہیں۔

ڈپٹی میاں کا خواب: فرمایا کہ ڈپٹی مستفیض الرحمٰن نے خواب میں دیکھا کہ یہ

خانقاہ اور یہ دائرہ گھر بایں طرز ونقشہ وسطِ ہندوستان میں واقع ہے اور وہاں کے لوگ ہاٹ و بازار اور شادی و بیاہ کا سامان اور ضروری چیزیں خرید نے لکھنؤ آتے جاتے ہیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ خواب تمہارا سچا ہے۔ اگر چہ تمہاری سمجھ میں اس وقت نہ آئے۔ اللہ کو جب منظور ہوگا سمجھ لو گے۔ آپ نے بعض خادموں سے اس خواب کا کچھ انکشاف فرمایا ارشاد فرمایا کہ ردولی شریف سے لکھنؤ اتنا قریب ہے کہ ردولی شریف کے رہنے والے ضرورت کی چیزیں اور بیاہ شادی کا سامان خرید کرنے لکھنؤ آتے ہیں۔ یہ مقام وسطِ ہندوستان میں ہے اور مستفیض میاں نے ہمارے دائرہ گھر یعنی خانقاہ کو بھی وسطِ ہندوستان میں دیکھا جہاں حضرت قُطب الاقطاب مخدوم الملک ردولیؒ کا آستانہ شریف ہے اس میں باطنی نسبت حضرت قطب الاقطاب مخدوم الملک ردولیؒ سے ہے۔

خانصاب آپ لکھنؤ جائیں: فرمایا ڈپٹی میاں کے خواب دیکھنے کے بعد جب نبی رضا خاں ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے کہا کہ خانصاحب آپ لکھنو جائیں وہاں کے لوگوں کی روح میں حرارت پیدا ہوئی ہے۔ ہمارے حضرت کے سلسلہ میں وہاں بہت لوگ مرید ہوں گے۔ جناب برادرِ محترم شاہ نبی رضا خاں صاحب بحکم پیرومرشد قبلہ قدس سرہ العزیز لکھنؤ تشریف لے گئے۔ بہت لوگ داخلِ سلسلۂ عالیہ ہوئے۔ آپ نے عمر کے آخری وقت تک وہیں قیام فرمایا اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔ آپ سے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی بہت اشاعت ہوئی۔ اللّٰھم زِد فزد۔

غیب سے خبرِ انتقال: ارشاد فرمایا ہماری بڑی اہلیہ نے خواب دیکھا کہ پچھّم کی طرف قیامت قائم ہوگئی ہے اور آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا

ہے۔(دربار عالی سے لکھنؤ پچھم جانب ہے) اور ہمیں دیکھا کہ چوغا پہنے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ باقی ماندہ جو لوگ ہیں ان کو جا کر دیکھ لیں۔ ہم وہاں گئے اور ٹہلنے لگے۔ ایک لڑکا بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا اس نے جب ہم کو دیکھا تو قرآن شریف جزدان میں لپیٹ دیا۔ اُٹھا اور ہماری قدم بوسی کی۔ فرمایا ان کا خواب سُن کر ہمیں اندیشہ پیدا ہوا اور کہا کہ پچھم کی طرف تو ہمارے تین خلفاء ہیں۔ نبی رضا خان اور فلاں فلاں چند دن گزرے تھے کہ نبی رضا خاں کے انتقال کی خبر آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

برادرِ محترم جناب خانصاحب کے انتقال کی خبر آنے کے بعد حضرت قبلہ روحی فداہٗ نے ارشاد فرمایا کہ خانصاحب کامیاب ہوئے (سبحان اللہ)

<u>کرامت شفاء بیمار:</u> مؤلف کی ہمشیرہ نو۹ ماہ سے بیمار تھیں۔ علاج سے نفع نہ ہوا زندگی سے مایوس تھیں۔ جناب برادرِ محترم خانصاحب بنارس اتفاقاً تشریف لائے۔ حالات مرض عرض کر کے صحت کے لئے دعا چاہی گئی۔ پانی دم فرمایا اور حکم دیا کہ دوا چھوڑ دیں اور جو چاہیں کھائیں۔ پرہیز کسی چیز کا نہ کریں۔ مریضہ نے ایسا ہی کیا آپ کی دُعا سے دس روز میں غسلِ صحت ہوا۔

<u>وجد و حال آیا:</u> آپ پر کیفیت محفلِ سماع میں رقص کی ہوئی۔ آپ کے جُبّہ کا دامن ایک شخص پر گرا۔ سر پر دامنِ جُبّہ پڑنے سے ان کو حال آیا۔ بیہوش ہوگئے۔ عقیدت لائے اور صبح مرید ہوئے۔

<u>برکتِ طعام:</u> بعض دعوتوں میں آپ کے ہمراہ زیادہ لوگ شریک ہوئے۔ کھانا تھوڑا تھا آدمی زیادہ تھے۔ آپ کی دُعاء سے برکت طعام میں ہوئی سب آسودہ اور شکم سیر ہوگئے اور کھانا بچ گیا ایسے واقعاتِ کرامت مشہور متعدد جگہ سے سنے گئے ہیں۔

حافظ مقبول احمد صاحب بنارسی: جناب حافظ مقبول احمد صاحب نے مؤلف سے بیان کیا کہ ردولی شریف جس کمرے میں ہم لوگوں کا بموقعۂ عرس شریف قیام تھا باہر سے میں کمرے میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ شیر بیٹھا ہے خوف سے فوراً کمرے سے باہر آیا جناب محترم شاہ نبی رضا خاں صاحب نے آواز دے کر بلایا کہ حافظ صاحب آیئے۔ پھر کمرے میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ جناب محترم نبی رضا خانصاحب تنہا تشریف فرما ہیں اور کوئی نہیں۔

تاریخ ۲۴ ربیع الاوّل ۱۳۲۹ھ کو آپؒ کا وصال ہوا۔ مسلم قبرستان صدر بازار لکھنؤ میں آپؒ کا مزار پاک زیارت گاہِ خلائق ہے۔

(تاریخِ وصال شریف از جناب حافظ مقبول احمد صاحب کوکب بنارسی)

بست و چہارم روز یکشنبہ بوقت دہ نواخت　　در ربیع الاول از وصلِ خدا آمد پیام

کوکب الحق گفت ہاتف مصرعۂ سال وصال　　سالکِ راہِ حقیقت قطب دین والا مقام

(''روضۃ الرّضا'' سے ماخوذ)　　۱۳۲۹ھ

وصال: حضرت دادا صاحب قبلہ عالم وصال شریف سے ڈیڑھ مہینہ پہلے اپنے مؤلد و مسکن قصبہ بھینسوڑی تشریف لے آئے تھے۔ اس وقت آپ کو کھانسی اور زکام کی شکایت تھی۔ لکھنؤ میں حضرت غوث پاکؓ کی فاتحہ کی تاریخ مقرّر ہو چکی تھی جس میں شرکت فرمانے کی غرض سے آپ نے لکھنؤ کا قصد فرمایا۔ خدّام نے ناسازی طبع کے باعث سفر ملتوی فرمانے کی درخواست کی مگر آپ رضامند نہ ہوئے۔ اس مرتبہ لکھنؤ پہنچ کر آپ کا معمول رہا کہ آپ روزانہ صدر بازار کے قبرستان تشریف لے جاتے اور فاتحہ کے بعد مسجد کے قریب جہاں آپ کا مزار مبارک ہے کیلے کے درختوں کے سائے میں بیٹھ جاتے اور مصاحبین سے فرماتے کہ یہ جگہ ہمیں بے حد مرغوب ہے یہاں کی مٹّی

میں خوشبو آتی ہے دل چاہتا ہے کہ ہم یہاں اپنا مکان بنائیں ۔آپ اجمیر شریف اور نصیر آباد کے سفر پر روانہ ہونے والے تھے کہ بخار ہو گیا جو روز بروز بڑھتا گیا آخر ارادہ سفر ملتوی فرمادیا اور ارشاد ہوا کہ حضرت شاہ مینا رحمتہ اللہ علیہ ہم کو جانے نہیں دیتے ہیں ۔سینہ مبارک میں درد ہونے لگا علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔۲۲ ربیع الاوّل کو بروز جمعۃ المبارک بخار میں کمی ہوگئی اور آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی مگر بعد ازاں پھر بخار شدّت اختیار کر گیا۔شنبہ کے روز آپ نے علالت کا تار گھر پر بھجوا دیا۔طبیعت مبارک بگڑتی ہی گئی اور آخر بروز یکشنبہ بتاریخ ۲۴ ربیع الاوّل ۱۳۲۹ھ بوقت ساڑھے دس بجے دن آپ نے انگشتِ شہادت اٹھا کر آسمان کی طرف اشارہ کیا اور روح پاک اعلیٰ علیّین کی طرف مراجعت کر گئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۃ

جس مقام کو آپ نے پسند فرمایا تھا جسدِ مبارک وہیں سپردِ خاک کیا گیا۔وصال کے وقت عمر مبارک چوالیس برس تھی۔قطعہ وصال مکرمت مآل حضرت سیّدی و مولائی شاہ نبی رضا خان صاحب قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ العَزِیْز از نتیجۂ فکر خادمِ درگاہ قاتل شکوری۔

وہ خضرِ راہِ طریقت وہ رہبرِ منزل — وہ رہنما ہیں ہمارے رہِ رضا کے لئے

وہ نوح بحرِ طریقت و ناخدائے ولا — رضا ہیں نوح مگر کشتئ رضا کے لئے

کلیم طور رضا ہیں جناب شاہ رضا — ہیں رشکِ عیسےٰؑ مریم فنا بقا کیلئے

اس آستان پہ جو آیا بھٹک نہیں سکتا — یہ شاہراہ کھلی ہے رہِ ھدیٰ کے لئے

درِ کرم سے تو خالی نہیں گیا کوئی — یہ در عطا کے لئے ہے یہ درِ سخا کے لئے

میں سُن رہا ہوں حورانِ خلد میں چرچے — رضا نبی کے لئے ہیں نبی رضا کے لئے

یہ کس کے لئے جنّت سجائی جاتی ہے — رضا پکار اٹھی حضرتِ رضا کے لئے

وفورِ نور سے چشمِ فلک بھی خیرہ ہوئیں بڑھا جو نورِ خدا رضا کے لئے
وہ ساڑھے دس بجے دن کے بروز یکشنبہ کہ جب حضور بڑھے جادۂ بقا کے لئے
بیچ اولے کی چوبیسویں تھی وہ تاریخ کہ بابِ خلد کھلا حضرت رضا کے لئے

لکھوں میں مصرعۂ تاریخ جھوم کر قاتل
ہوائے لُطف چلے یا نبی رضا کیلئے

۱۳۲۹ھ

حضرت دادا پیر و مرشد اسدِ جہانگیری قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز نہایت کامل واکمل بزرگ تھے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت سیدنا مولانا شاہ محمد عبدالحیؒ نے آپ کو شاہ ولایت لکھنؤ فرمایا اور مندرجہ بالا ماخوذ میں بھی آپ کو توصیف فرمائی ہے۔ آپ کے مناقب وارشادات عالیہ اور واقعاتِ کرامات وغیرہ بے شمار ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی سیرت شریف میں ترتیب دئے جائیں گے۔ آپ کے واصل باللہ ہونے کے بعد کا ایک واقعۂ کرامت تبرکاً تحریر کیا جاتا ہے۔

غیر مسلم عقیدت مند کی عُقدہ کشائی: ایک سکھ فوجی کلرک آپ کا بڑا معتقد تھا۔ آپ کے مزار شریف پر نہایت ہی عقیدت اور خلوص سے حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے چارج سے ہزاروں روپے کم ہو گئے۔ اسکے خلاف کاروائی ہوئی۔ جب گلوخلاصی کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو دفتر سے نکل بھاگا اور سیدھا آپؒ کے مزار شریف پر آگیا۔ اس کا تعاقب کرنیوالے بھی اُسکے پیچھے آگئے اس نے مزار شریف پر حاضر ہوتے ہی غلاف مبارک کے نیچے سر رکھ دیا اور محوِ نیاز ہوگیا۔ تعاقب کرنیوالے اسے تلاش کرتے رہے مگر وہ کسی کو نظر نہ آیا۔ سب حیرت زدہ تھے کہ ابھی ابھی تو وہ روضۂ اقدس کے

اندر گیا تھا کہاں غائب ہوگیا۔ تلاش بسیار کے بعد تعاقب کرنیوالے واپس چلے گئے اور وہ کلرک صاحب محوِ نیاز ہی رہے۔ محویت کے عالم میں اسے صاحبِ مزار شریف شاہ نبی رضا خان صاحب قُدِّسَ سِرَّہٗ کی طرف سے اشارہ ہُوا کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوجائے۔ وہ بندۂ عقیدت اپنی ڈیوٹی پر حاضری کیلئے چلا گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ افسران کی مزید جانچ پڑتال سے حساب صحیح ثابت ہو چکا تھا۔ لہٰذا باعزّت بحال ہُوا اور ترقّی بھی ہوئی۔

مذہب: آپ مذہباً حنفی، بیعتاً قادری، مشرباً ابوالعلائی چشتی ہیں اور مریدوں کو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت فرماتے تھے۔

آپؒ کے بعض مخصوص خلفاء:

(۱) حضرت مولانا وسیّدنا عنایت حسین شاہ صاحبؒ سجّادہ نشین بھینسوڑی شریف ریاست رامپور

(۲) حضرت مولانا وسیّدنا محمد عبدالشکور شاہ صاحبؒ لکھنوی المخاطب بخطابِ غیب ''تاج الاولیاء'' مزارِ اقدس گارڈن ٹاؤن' لاہور شریف۔

(۳) حضرت مولانا سیّد احمد شاہ صاحبؒ ساکن نگریہ سادات شریف یوپی۔ بھارت

(۴) حضرت حافظ احمد علی شاہ صاحبؒ لکھنؤ شریف۔ بھارت

(۵) حضرت مولانا عبدالحمید شاہ صاحبؒ۔ لکھنؤ شریف

(۶) حضرت سخاوت حسین شاہ صاحبؒ بھینسوڑی شریف۔ ریاست رامپور۔

(۷) حضرت میر سیّد غلام نبی شاہ صاحبؒ

(۸) حضرت میر سیّد حافظ محمد اسماعیل شاہ صاحبؒ بریلی شریف

حضرت تاج الاولیاءؒ کا خاندان طریقت: حضرت قبلہ تاج الاولیاء قُدِّسَ سِرَّہٗ العزیز کی بیعت قادریہ شریف میں اور طلب ابوالعلائیہ چشتیہ شریف میں ہے۔

طریقۂ مجمع البحرین: حضرت رسولِ مقبول ﷺ سے دو سلسلہ جاری ہوئے۔ ایک امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علیؓ مشکل کشا سے وہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ ہے اور دوسرا امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ سے وہ سلسلہ نقشبندیہ ہے۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت سیّد میر ابوالعلا قُدِّسَ سِرَّہٗ ایک سلسلہ نقشبندیہ میں تھے اور دوسرا سلسلہ چشتیہ آپ کو ولیٔ ہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے پہنچا۔ یہ دونوں سلسلے آپ کی ذات اقدس میں آکر مل گئے اور اس طرح آپ چشتیہ اور نقشبندیہ دونوں سلسلوں کے جامع اور مجمع البحرین ہوئے۔ ''مجمع البحرین'' کیا ہے؟ جہاں دو دریاؤں کا اتصال ہوتا ہے۔ اس مقام کو مجمع البحرین کہتے ہیں۔ اس جگہ پانی کا نہایت ہی جوش اور زور ہوتا ہے اس سلسلۂ عالیہ میں جوش وخروش ہونے کا یہی سبب ہے کہ یہ مجمع البحرین ہے۔

آپ کے سات سلسلے: ہمارے جدِّ امجد حضرت فخر العارفین قُدِّسَ سِرَّہٗ کو حضرات اولیاء اللہ کے سات سلاسل میں بیعت لینے کی اجازت پیرانِ عظام کی جانب سے تھی لیکن بیعت بیشتر آپ قادریہ شریف میں لیتے تھے۔ ہمارے پیرو مرشد حضرت تاج الاولیاء قُدِّسَ سِرَّہٗ العزیز کو یہ سعادت حضرت فخر العارفینؒ کے خلیفۂ خاص اپنے پیرو مرشد حضرت نبی رضا خاں صاحب قُدِّسَ سِرَّہٗ العزیز کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ مُرَوَّج شجرہ شریف قادریہ اور دیگر چھ سلاسل شریف کے شجرات طیّبات درج کیے جاتے ہیں۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْآ اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؕ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اسکی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح حاصل کرو

با مصطفٰے برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبیست !
گر ہمیخواہی بداریں اے برادر سروری
باش در دنیا غلامِ خاندانِ قادری رضہ

شجرۂ طیبۂ مبارکہ

سلسلۂ عالیہ

قادریہ ابوالعلائیہ چشتیہ جہانگیریہ شکوریہ

مولانا رومیؒ

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

یہ بات سچ ہے کہ ہم پایہ حضور ہیں کم — پھر ان میں ایسے جو کامل بھی ہوں ضرور ہیں کم
کلامِ حق سے یہ ثابت ہوا ہے اے قاتلؔ — خدا کے بندے بہت ہیں مگر شکور مدظلہٗ ہیں کم

عالم پہ درخشاں ہیں فیضانِ جہانگیریؒ
ہر شخص پہ یکساں ہیں فیضانِ جہانگیریؒ

قاتل

اَللّٰہُ

هُوَالْقَادِرُ هُوَالشَّكُوْرُ هُوَالْمُعِيْنُ

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ (آمِيْنَ)

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۝

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ بروز یک شنبہ

بستی جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن لاہور

اِلٰهِيْ بِحُرْمَتِ رَازِوَنِيَازِ نُوْرُ الْعٰلَمِيْنَ شَمْسُ الْمُنَوَّرِيْنَ سَيِّدُ الْمُتَاَخِّرِيْنَ سَنَدُ الْعَارِفِيْنَ وَارِثِ عُلُوْمِ النَّبِيِّيْنَ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَبِيْبُ اللّٰهِ الْغَفُوْرِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا حَضْرَتْ شَاهْ مُحَمَّدْ عَبْدُ الشَّكُوْرُ الْمُخَاطِبُ بِخِطَابِ الْغَيْبِىْ بِتَاجِ الْاَوْلِيَاءِ اَرْوَاحُنَا فِدَاهُمْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِيْزُ۔

مزار اقدس لکھنؤ شریف
صدر بازار
۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ

اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَ نِیَازِ سِرَاجُ
السَّالِکِیْنَ سُلْطَانُ الْعَاشِقِیْنَ بُرْهَانُ
الْوَاصِلِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا شَاہ نَبِی
رَضَا قُدِّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی سِرَّہُ الْعَزِیْزُ

مرزا کھیل شریف ساتکنیا،
چاٹگام دوشنبہ
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ:

اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ سُلْطَانُ
الْعَارِفِیْنَ بُرْهَانُ الْعَاشِقِیْنَ قُطْبُ
الْعٰلَمِیْنَ حَضْرَتْ فَخْرُ الْعَارِفِیْنَ سَیِّدِنَا
شَاہ عَبْدُ الْحَیِّ قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْزُ

مرزا کھیل شریف ساتکنیا،
چاٹگام دوشنبہ
۱۲ ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ

اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ وَ ھَاجَ
الْکَامِلِیْنَ مِنْھَاجُ الْوَاصِلِیْنَ وَارِثِ
عُلُوْمِ النَّبِیِّیْنَ اَلْفَانِیْ فِیْ ذَاتِ السُّبْحَانِ
حَضْرَتْ سَیِّدِنَا شَاہ مُخْلِصُ الرَّحْمٰنِ
قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْزُ

محلہ قاضی ولی چک
بھاگلپور
۶ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ:

اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَ نِیَازِ قُطْبُ
الْعَارِفِیْنَ سُلْطَانُ الْوَاصِلِیْنَ اَلْمُسَمّٰی
بِاسْمِ السُّعُوْدِ نَائِبِ النَّبِیِّ وَارِثِ عُلُوْمِ
الْمُرْتَضَوِیْ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا شَاہ اِمْدَادُ
عَلِیْ قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْزُ

محلہ کریم چک چھپرہ،
۶ جمادی الاوّل ۱۲۸۷ھ:

اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ اِمَامُ الْمُوَحِّدِیْنَ
اِفْتِخَارُ الْمُتَوَکِّلِیْنَ مَحْبُوْبِ اللّٰہِ الْقَوِیْ
حَضْرَتْ سَیِّدِنَا مُحَمَّد مَهْدِیِّ الْفَارُوْقِیْ
الْقَادِرِیْ قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْزُ

محلہ کریم چک چھپرہ،
۱۳ ربیع الثانی

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِ وَ نِیَازِ عَاشِقِ رَسُوْلُ
الثَّقَلَیْنِ مَقْبُوْلِ الْکَوْنَیْنِ وَ سِیْلَتِنَا فِی
الدَّارَیْنِ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا شَاہْ مُظْهَرْ
حُسَیْنِ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

محلہ کریم چک چھپرہ،
۹ شعبان ۱۲۲۶ھ

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِ وَ نِیَازِ سُلْطَانُ الْمَعْرِفَتِ
اَمِیْرُ الطَّرِیْقَتِ اَلْفَانِیْ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ حَضْرَتْ
سَیِّدِنَا مَخْدُوْمُ شَاہْ حَسَنْ دُوْسْتَ اَلْمُلَقَّبْ
بِشَاہْ فَرْحَتُ اللّٰهِ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

محلہ خواجہ کلاں گھاٹ،
شہر پٹنہ،
۲۸ ربیع الاول ۱۲۲۴ھ

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِ وَ نِیَازِ حَبِیْبُ اللّٰهِ الْقَوِیِّ
الْبَاقِیْ بِذَاتِ اللّٰهِ الْمُتَعَالِیْ حَضْرَتْ مَخْدُوْمْ
شَاہْ حَسَنْ عَلِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

محلہ متین گھاٹ،
شہر پٹنہ،
۱۲ رجب ۱۱۸۵ھ:

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِ وَ نِیَازِ اِمَامُ الْعَارِفِیْنَ
سُلْطَانُ الْوَاصِلِیْنَ غَوْثُ الْکَامِلِیْنَ
حَضْرَتْ سَیِّدِنَا مَخْدُوْمْ شَاہْ مُنْعِمْ
پَاکْبَازْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

قصبہ باڑھ،
ضلع بہار،
۱۹ ذیقعدہ:

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِ وَ نِیَازِ اِمَامُ الْمِلَّتِ
وَالدِّیْنِ الْمُعْتَصِمِ بِحَبْلِ اللّٰهِ الْمَتِیْنِ حَضْرَتْ
سَیِّدِنَا خَلِیْلُ الدِّیْنِ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

قصبہ باڑھ،
ضلع بہار،
۲۴ ربیع الاوّل:

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِ وَ نِیَازِ الَّذِیْ مِنْ کُلِّ
دَنَسٍ اَطْهَرْ وَلِکُلِّ ظَفَرٍ اَظْفَرْ حَضْرَتْ
سَیِّدِنَا مِیْر جَعْفَرْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

محلہ بارہ دری، بہار شریف:	اِلٰہی بحرمتِ رازِ نیاز الفانی فی اللہ والباقی باللہ المتحیّر فی جمال اللہ حضرت سیّدنا میر اہل اللہ قدس اللہ سرہ العزیز
بہار شریف محلہ نئی سرائے، بارہ دری ۴ر محرم:	اِلٰہی بحرمتِ رازِ نیاز سیّد المتوکلین سیّد المنورین حضرت سیّدنا میر نظام الدین قدس سرہ العزیز
محلہ نئی سرائے بارہ دری، ۱۶ر صفر:	اِلٰہی بحرمتِ رازِ نیاز زبدۃ المتقین شمس المجاہدین حضرت سیّدنا میر تقی الدین قدس سرہ العزیز
محلہ بارہ دری بہار شریف، ۱۱ ذیقعدہ:	اِلٰہی بحرمتِ رازِ نیاز قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت سیّدنا میر نصیر الدین قدس اللہ سرہ العزیز
محلہ بارہ دری، بہار شریف:	اِلٰہی بحرمتِ رازِ نیاز اکمل الکاملین وافضل التارکین حضرت سیّدنا میر محمود قدس اللہ سرہ العزیز
محلہ بارہ دری بہار شریف، ۵، جمادی الثانی:	اِلٰہی بحرمتِ رازِ نیاز المعارف بذات اللہ والمخلق باخلاق اللہ حضرت سیّدنا میر فضل اللہ عرف سیّد گسائیں قدس اللہ سرہ العزیز
محلہ علن پور عقب جیلخانہ جونپور، ۲۵ر شعبان ۹۲۵ھ:	اِلٰہی بحرمتِ رازِ نیاز ارشد الراشدین اطہر الطاہرین حضرت شاہ سیّدنا قطب الدین بینائے دل قدس اللہ سرہ العزیز

قصبہ تالچہ متصل گھاٹی، نونہرہ صوبہ مالوہ، ۲۰ ذی الحجہ:	اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِوَنِیَازِرَفِیْقُ الطَّالِبِیْنَ اَنِیْسُ الْمُشْتَاقِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا شَاهْ نَجْمُ الدِّیْنِ قَلَنْدَرْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَهُ الْعَزِیْزُ
حوض شمسی مشرقی دہلی، ۱۳ ربیع الثانی، ۶۶۲ھ:	اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِوَنِیَازِاَلْوَاقِفُ اَسْرَارِالْعُلْوِیْ وَالْعَالِمِ بِعُلُوْمِ الصُّوْرِیْ وَالْمَعْنَوِیْ حَضْرَتْ سَیِّدِ نَامِیْرْ مُبَارَكْ غَزْنَوِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَهُ الْعَزِیْزُ
غزنی:	اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِوَنِیَازِمَحْبُوْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عِمَادُ الْمِلَّةِ وَالدِّیْنِ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا مِیْرْ نِظَامُ الدِّیْنْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَهُ الْعَزِیْزُ
بغداد شریف جمعہ، غرہ محرم ۶۳۲ھ:	اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِوَنِیَازِحَضْرَتْ رَاسُ الْاَوْلِیَاءِالْعَالَمِیْنَ اَكْرَمُ الْمُكْرَمِیْنَ وَ اَعْظَمُ الْمُعَظَّمِیْنَ شَیْخُ الشُّیُوْخْ حَضْرَتْ سَیِّدِنَاشَیْخْ شَهَابُ الدِّیْنْ سُهْرَوَرْدِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَهُ الْعَزِیْزُ
بغداد شریف یوم جمعہ ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ	اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِوَنِیَازِ حَضْرَتْ غَوْثُ الثَّقَلَیْنِ قُطْبُ الْمَشْرِقَیْنِ وَالْمَغْرِبَیْنِ اِبْنُ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَ مَحْبُوْبِ خَالِقِ الْكَوْنَیْنِ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا مُحِیُّ الدِّیْنِ شَیْخْ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَهُ الْعَزِیْزُ ،

بغداد شریف ۲۵ محرم، سنہ ۵۱۳ھ:

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ سَیِّدُ الْوَاصِلِیْنَ سَنَدُ الْمُحَقِّقِیْنَ تَاجُ الْمُتَّقِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا اَبُوْ سَعِیْدْ بِنْ مُبَارَکْ مَخْدُوْمِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

۴ محرم سنہ ۴۸۶ھ:

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِوَ نِیَازِ حَبِیْبُ اللّٰهِ الْبَارِیّ الْمُزَیِّنِ بِاَخْلَاقِ الْعَالِیْ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا اَبُوالْحَسَنْ عَلِیِّ الْهَنْکَارِیِّ الْغَزْنَوِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

۱۵ ربیع الاول سنہ ۴۰۷ھ:

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِوَ نِیَازِ جَمِیْلُ الشِّیَّمْ رَفِیْقُ الْاُمَمْ مِصْبَاحُ الظُّلَمْ حَبِیْبُ الْبَارِیْ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا اَبُوْیُوْسُفْ طَرْطُوْسِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

۴-۱۰ ذیقعدہ، سنہ ۴۴۷ھ:

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ مِشْکٰوةُ الْمَعَانِیْ مِصْبَاحُ الْاٰمَالِ وَالْاَمَانِیْ حَضْرَتْ شَیْخْ عَبْدُ الْعَزِیْزْ یَمْنِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

۷ محرم یا بقول بعض ۳ ربیع الاول ۳۸۷ھ:

اِلٰهِیْ بَحُرْمَتِ رَازِوَ نِیَازِ اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْنَ رَاحَةُ الْمُشْتَاقِیْنَ سَیِّدُ الْوَاصِلِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا شَیْخْ رَحِیْمُ الدِّیْنْ عِیَاضْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

بغداد شریف، ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ یا ۳۳۲ھ:

اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ الْعَالِمِ عُلُوْمُ الْخَفِیّ وَالْجَلِیِّ وَالْعَارِفِ بِاَسْرَارِ الْمَعْنَوِیْ حَضْرَتُ سَیِّدِنَا شَیْخُ اَبُوْ بَکْرِشِبْلِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

بغداد شریف، ۱۶، رجب ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ:

اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ الْمَحْرَمُ بِاَسْرَارِ الظَّاهِرِیْ وَالْبَاطِنِیْ اَلْعَالِمِ بِعُلُوْالصُّوْرِیْ وَالْمَعْنَوِیْ رَأْسُ الْاَوْلِیَاءِ حَضْرَتُ سَیِّدُ الطَّائِفَةِ شَیْخُ جُنَیْدُ بَغْدَادِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

بغداد شریف شنبہ ۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ:

اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ سُلْطَانُ الْمَقْبُوْلِیْنَ قِبْلَةُ الْمُتَوَسِّلِیْنَ سَیِّدُ الْکَامِلِیْنَ حَضْرَتُ سَیِّدِ نَاشَیْخِ سِرِّیْ سَقَطِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

بغداد شریف ۲۰ محرم ۲۰۰ھ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ سُلْطَانُ الْعَاشِقِیْنَ بُرْهَانُ الْکَامِلِیْنَ وَسِیْلَةُ الْمُقَرَّبِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدِنَاشَیْخُ مَعْرُوْفِ کَرْخِیْ قُدِّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ الْعَزِیْزُ

مشہد مقدس یوم جمعہ ۹ صفر ۲۰۳ھ	اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ اِمَامُ الْاَوْلِیَاءِ هُمَامُ الْاَصْفِیَاءِ سَیِّدُ الْاَتْقِیَاءِ نُبْدَةُ الْاَزْکِیَاءِ حَضْرَتْ سَیِّدِ نَا اِمَامُ عَلِیِّ بِنْ مُوْسٰی رَضَا عَلَیْهِ السَّلَامُ
بغداد شریف یوم جمعہ ۱۵ رجب ۱۸۳ھ	اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ ذُوْ الْفَضَائِلِ وَالْمَكَارِمِ اَعْظَمُ الْعَظَائِمِ صَاحِبُ التَّصْمِیْمِ الْعَزَائِمِ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا اِمَامْ مُوْسٰی کَاظِمْ عَلَیْهِ السَّلَامُ
جنت البقیع یوم جمعہ ۱۸ رجب ۱۸۲ھ	اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ حَبِیْبُ الْخَالِقِ اَفْضَلُ الْخَلَائِقِ الْاَکْرَمِ وَالْفَائِقِ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا اِمَامْ جَعْفَرْ صَادِقْ عَلَیْهِ السَّلَامُ
جنت البقیع یوم دوشنبہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۰ھ	اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ حَبِیْبُ اللّٰهِ الْاَکْبَرْ مُزَیِّنِ الْمِحْرَابِ وَالْمِنْبَرُ الْمُعَظَّمِ وَالْمُفْتَخَرْ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا اِمَامْ مُحَمَّدْ بَاقِرْ عَلَیْهِ السَّلَامُ
جنت البقیع ۸ محرم ۹۴ھ	اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ اِمَامُ الصَّابِرِیْنَ هُمَامُ الشَّاکِرِیْنَ سَیِّدِ السَّاجِرِیْنَ قِبْلَةُ الْمُتَّقِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا اِمَامْ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

کربلا معلیٰ

۱۰ محرم ۶۱ھ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ قُرَّةُ عَیْنِیْ رَسُوْلُ الثَّقَلَیْنِ رَاحَةُ الْقَلْبِ سَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ اِمَامُ الْقِبْلَتَیْنِ وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا اِمَامُ حُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَامُ

نجف اشرف

۲۱ رمضان المبارک

۴۱ھ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ رَازِ وَنِیَازِ اَسَدِاللّٰهِ الْغَالِبِ الْمَطْلُوْبِ کُلِّ طَالِبِ مَظْهَرِ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ مَوْلَانَا وَمَوْلَی الْکُلِّ حَضْرَتْ سَیِّدِنَا عَلِیُّ اِبْنِ اَبِیْ طَالِبْ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مدینہ طیبہ دوشنبہ

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ رَازِوَ نِیَازِ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ رَحْمَةُ لِّلْعَا لَمِیْنَ سَیِّدُ الثَّقَلَیْنِ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی اَحْمَدِ مُجْتَبٰی مُحَمَّدِ مُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ

لِمَنْ صَارَ

..... تَا ئِبًا عَلٰی یَدِاَضْعَفِ عِبَادِاللّٰهِ الْقَوِیِّ الشَّیْخ ..... قَادِرِیْ شَکُوْرِیْ اَبُو الْعُلَا ئِیْ عَفَی اللّٰهُ عَنْهُ وَ فَلَقَّنْتُهٗ کَلِمَةَ التَّوْحِیْدِ وَ التَّوْبَةِ وَ الْاِنَا بَةِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَ اِمْتِثَالِ اَوَامِرِهٖ وَالْاِجْتِنَا بِ عَنْ نَوَاهِیْهٖ اَللّٰهُمَّ وَ فِّقْهُ

لِمَرْضِيَّاتِكَ وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَهٗ عَلٰى طَاعَتِكَ وَا
وَاحْفَظْهُ عَنِ الشِّرْكِ وَالْمَعَاصِىْ وَاخْتُمْ لَهٗ
بِالْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَاحْشُرْهُ فِىْ
زُمْرَةِ مَشَائِخِنَا الْعِظَامِ بِحُرْمَتِ نَبِيِّكَ وَ
رَسُوْلِكَ شَفِيْعِ الْاَنَامِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ط

شَجرۂ طَیّبہ سِلسِلۂ قادِریۂ اَبوالعُلائیۂ چِشتیۂ جہانگیریۂ شکوریۂ قُدّس سرہٗ

منظوم

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ۵

ھُوَ الشَّکُور

حمد ہے اس خالقِ ہر دوسرا کیواسطے — جسنے پیدا کی ہر اک شے مُصطفےٰؐ کیواسطے

پتہ پتہ سے ہویدا شانِ لولاکِ لما — ذرہ ذرہ دہر کا ہے مُصطفےٰؐ کے واسطے

وہ کہ جن کے دم سے قائم ہے نظامِ کائنات — وقف جن کی زندگی تیری رضا کے واسطے

جن کے دم سے گلشنِ توحید ہے پُھولا پھلا — باعثِ برکت ہیں جو ارض وسماء کیواسطے

التجا مقبول فرمالے خدائے انس وجاں — برگزیدہ بندگانِ باصفا کے واسطے

جن کے پرتو سے چمک اُٹھی ہے بزمِ کائنات — نیرِ برجِ ولا نور الہدیٰ کے واسطے

دِل کو روشن کر طفیلِ حضرت عبدالشکورؒ — عارفِ باللہ تاج الاولیاء کے واسطے

منحصر تیری رضا پر زندگی وموت ہو — قبلۂ ایمان ودین شاہِ رضاؒ کے واسطے

دِل ہو معمورِ محبت لب پہ حیِّ لایمُوت — شاہِ عبدالحیؒ غوث الاولیاء کے واسطے

جو کروں میں راہ میں تیری بصد اخلاص ہو — مخلص الرحمانؒ جانِ اولیاء کے واسطے

اے خُدائے دوجہاں ہر حال میں امداد کر — شاہ امداد علیؒ بحرِ عطا کے واسطے

ہو نصیب ہم کو خدایا ارتقائے معرفت — شاہ محمد مہدیؒ شاہِ ہُدا کے واسطے

دل کا ہر گوشہ ہو مرکز الفتِ حسنینؓ کا — حضرتِ مظہر حُسینؒ پارسا کیواسطے

مُجھ کو تیرے ذکر سے ہر لحظہ فرحت ہو نصیب — فرحت اللہ شاہؒ محبوبِ خُدا کیواسطے

جو قدم اُٹھے الٰہی وہ اُٹھے سوئے حسن — حسن علی شاہ حسنؒ بحرِ عطا کے واسطے

منعمِ مطلق عطا کر دو جہاں کی نعمتیں ‏ شاہ منعمؒ پاکباز و پارسا کے واسطے

یاالٰہیؒ کر مجھے بھی حاملِ سرِّ خلیل ‏ شہ خلیل الدّینؒ سیّد مہ لقا کے واسطے

دل میں ہوں میرے تجلّیاتِ جعفر ضوفگن ‏ میر سیّد جعفرؒ نزہت فضا کیواسطے

کر عطا مجھ کو خدایا عشق اہل اللہؒ کا ‏ سیّد اہل اللہؒ شانِ اولیاء کیواسطے

یاالٰہیؒ ہو نظامِ دین و دُنیا سب درست ‏ شہ نظام الدّینؒ جانِ اصفیا کیواسطے

اتقائے دین و دنیا ہو مجھے یاربؒ نصیب ‏ شہ تقی الدّینؒ شاہِ اتقیاء کے واسطے

یاالٰہیؒ تیری نصرت شاملِ ہر حال ہو ‏ شہ نصیر الدّین احمدؒ خوش لقا کیواسطے

عاقبت محمود کر میری خدائے دوجہاں ‏ سیّد محمودؒ بدر الاتقیاء کے واسطے

یا الٰہیؒ ہر گھڑی ہو بارشِ ابرِ کرم ‏ میر فضل اللہ شاہؒ اصفیاء کے واسطے

دے محبت قطب الدّین کی یا الٰہ العالمین ‏ شاہ قطب الدّینؒ قطب الاولیاء کیواسطے

دل ضیائے نجم دیں سے تاابد روشن رہے ‏ شاہ نجم الدّینؒ نجم الاصفیاء کیواسطے

وہ کرم ہو تیرا بن جائے مبارک ہر گھڑی ‏ شہ مبارکؒ غزنوی باخداؒ کیواسطے

میں جیوں جب تک نظامِ زندگی برہم نہ ہو ‏ شہ نظام الدّینؒ ثانی مہ لقا کیواسطے

جگمگا دے قلب کو نورِ شہاب الدینؒ سے ‏ شہ شہاب الدّینؒ شمس الاولیاء کیواسطے

وہ محیؒ الحق والدّین غوثِ عالم دین پناہ ‏ شاہ عبدالقادرؒ کہف الورٰی کیواسطے

اے غیاث المستغیثین قادرِ مطلق ہے تُو ‏ رحم فرما حضرت غوث العلاءؒ کیواسطے

اے خدا مجھ کو بنا دے دین و دنیا میں سعید ‏ نورِ عالم بو سعیدؒ مقتداء کے واسطے

اے خُدا کر دے عطا توفیق اعمالِ حسن ‏ بوالحسنؒ شاہ رئیس الاصفیاء کیواسطے

ظاہر و باطن مرا ہو حسنِ یوسفؒ کی طرح ‏ حضرت بُو یوُسفؒ شاہِ ولا کے واسطے

یاالٰہیؒ مجھ کو رکھنا اپنے بندوں میں عزیز ‏ حضرت عبدالعزیزؒ بے ریا کیواسطے

تیری رحمت کا ہو سایہ اے رحیمِ بیمثال ‏ شہ رحیم الدّینؒ ذی حلم وحیا کے واسطے

دل میں دردِ عشق اپنا مثلِ شبلیؒ دے مجھے　　حضرت بوبکر شبلیؒ باخدا کے واسطے

ذرۂ دردِ جنیدی یا الٰہیؒ ہو عطا　　حضرت شیخ جنیدؒ پیشوا کے واسطے

واقف اسرارالانسانِ سرّی کر مجھے　　شہ سَری سقطیؒ نورالانبیاء کیواسطے

خود فراموشی عطا کر مست اور بے خود بنا　　حضرت معروف کرخیؒ پیشوا کیواسطے

نعمتِ صبرو رضا سے دل مرا معمور کر　　بادشاہِ دیں علی موسیٰ رضاؒ کیواسطے

میری جان و دل جمالِ کاظمیؒ پر ہو نثار　　موسیٰ کاظمؒ امامِ ازکیا کیواسطے

جعفری علم و عمل کو خوشہ چینی ہو نصیب　　حضرت جعفرؒ شہِ صدق و صفا کیواسطے

جذبہء باقرؒ کا صدقہ دور کر رنج والم　　حضرتِ باقرؒ شہِ جودو عطا کیواسطے

ہو رگ وپے میں سرایت حُبِّ زین العابدینؒ　　شاہِ زین العابدینؒ زین العبا کیواسطے

زینتِ کون ومکاں فخرِ زمین وآسماں　　سیّد السّادات شاہِ کربلا کے واسطے

نُورِ چشمِ مُصطفیٰؐ حضرت حسینِؓ باصفا　　سیّد عالم امامِ دوسرا کے واسطے

اے خداؐ ہو جان سے زیادہ مجھے حُبِّ حسینؓ　　رحمتِ عالم حبیب مُصطفیٰؐ کیواسطے

ہو شہیدِ کربلا کا ساتھ یارب حشر میں　　حیدرِ صفدر علیؓ مشکل کُشا کیواسطے

شہر یار لافتیٰ سرکارِ عالی مرتبہ　　حضرت مولا علیؓ مرتضیٰ کیواسطے

لَافتیٰ اِلَّا عَلِی لا سَیفَ اِلَّا ذوالفقار　　شیرِ یزداں قوتِ رب العلا کیواسطے

میرے ہر موئے بدن سے ہو عیاں حُبِّ رسولؐ　　باعثِ کون ومکاں خیر الوریٰ کیواسطے

حشر میں یارب رہوں زیرِ لواءِ الحمد میں　　رحمتِ عالم محمّد مُصطفیٰؐ کے واسطے

مرتے دم تک لب پہ ہو نامِ محمّد مُصطفیٰؐ　　سیّد الکونین ختم الانبیاءؐ کے واسطے

ایک جان تو جان کیا دے سینکڑوں جانیں اگر　　میں کروں صدقے حبیبِ کبریاؐ کیواسطے

اے خداؐ مقبول ہوں میری عقیدت کے یہ پھول

قلبِ مضطر نے چُنے تیری رضا کے واسطے

مُناجاتِ شَجرہ شَرِیف

موجزن بحرِ کرامت ہو عطا کے واسطے
واہو آغوشِ اجابت اب دُعا کیواسطے

تجھ کو تیرا واسطہ ہے اے مرے پروردگار
دوڑ کر رحمت تیری آئے گدا کیواسطے

وہ درِ اقدس کہ جس سے فیضیاب عالم ہوا
واقیامت تک رہے جودِ عطا کیواسطے

یا الٰہی ظلِ مرشد تا ابد قائم رہے
ہاتھ اٹھے ہیں ادب سے اس دُعا کیواسطے

میں ہوں میری زندگی ہو میرے مرشد کیلئے
جو قدم اُٹھے وہ ہو ان کی رضا کیواسطے

مجھ کو ہر لحظہ تیرے جلووں میں استغراق ہو
میرا ہر ہر سانس ہو تیری رضا کے واسطے

جگمگا اٹھے الٰہیؔ میرے دل کی انجمن
جسکی ضو ہو ضوفگن ارض وسماء کیواسطے

تاقیامت ذرّہ ذرّہ دہر کا شاہد رہے
میں مٹوں اتنا محبت میں خُداؔ کے واسطے

دین و دنیا میں نہیں کچھ چاہتا تیرے سوِا
تُو ہو تیرے جلوے ہوں بس بینوا کے واسطے

ماسوا تیرے نہ ہو مجھ کو کسی سے کچھ غرض
جو کروں تیرے لئے تیری رضا کے واسطے

دو جہاں کو بھول جاؤں کر عطا وہ بے خودی
تُو ہو تیری یاد ہو قلبِ صفا کے واسطے

تیری بخشش کے تصدق تیری رحمت کے نثار
کر عطا سب کچھ فقیرِ بے نوا کے واسطے

پیش کرتا ہے ادب سے عبدالستارِؔ حزیں
ہو دُعا مقبول اس کی اولیاء کے واسطے

عبدالستارؔ تیغ

دیگر

الٰہیؔ جلوہائے نور سے دِل کو منوّر کر مجھے بحرِ طریقت اور شریعت کا شناور کر
شہ ہر دوسرا کے عشق سے دل کو مسخّر کر عطا ہر آرزوئے دل کو تائیدِ پیمبرؐ کر

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

طفیلِ حضرتِ عبدالشکورؒ عارفِ کامل ہوئی ہر دل کو جن کے فیض سے عرفانیت حاصل
بنایا حق نے تاج الاولیاء اسرار کا حامل ہر اک ادراک سے بالا ہے جنکے عشق کی منزل

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

طفیلِ اولیاء واصفیاء واتقیاء یارب عزیز خاطرِ پاکِ رسولِؐ دوسرا یارب
محبِّ قدسیان و جانشینِ بوالعلاؒ یارب میرے ملجا و ماوا حضرت شاہِ رضاؒ یارب

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

طفیلِ حضرتِ عبدالحیؒ شیخ لاثانی ہیں جن کے رُخ پر ضوافگن تجلیاتِ یزدانی
طفیلِ مخلص الرحمانؒ شہِ اقلیم عرفانی جسے زیبا ہے عالم کی جہانگیری جہانبانی

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

الٰہیؔ شاہ امداد علیؒ دیندار کا صدقہ الٰہیؔ ان کے حسن و کثرتِ انوار کا صدقہ
طفیلِ حضرتِ مہدیؒ شہ ابرار کا صدقہ حقیقت آشنا مظہر حسنؒ سرکار کا صدقہ

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

جناب فرحت اللہؒ شاہِ ملت کے تصدق میں شہ حسن علیؒ بحر سخاوت کے تصدق میں
الٰہیؔ شاہِ منعمؒ فخرامت کے تصدق میں خلیل الدینؒ خورشیدِ طریقت کے تصدق میں

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

جناب سیّد جعفرؒ امام دین کے صدقہ میں　　جناب شاہ اہل اللہؒ حقیقت بیں کے صدقہ میں

نظام الدّینؒ کے صدقہ میں تقی الدینؒ کے صدقہ میں　　شہِ عالم نصیر الدینؒ نور آگیں کے صدقہ میں

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

شہ محمودؒ و فضل اللہؒ کے انوار کا صدقہ　　جناب قطب دینؒ و نجم دینؒ سرکار کا صدقہ

مبارک غزنویؒ کی دیدۂ بیدار کا صدقہ　　نظام الدّینؒ ثانی واقفِ اسرار کا صدقہ

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

عطا فرما الٰہیؒ میری ہر مشکل کو آسانی　　طفیل حضرتِ شیخ شہاب الدّینؒ عرفانی

برائے شیخ عبدالقادرؒ در محبوبِ سبحانی　　بحق بوسعیدؒ پیر پیراں شیخ لاثانی

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

جنابِ بوالحسنؒ کے گیسوئے خمار کا صدقہ　　ابو یوسفؒ قسیمِ بادۂ اسرار کا صدقہ

جنابِ شہ رحیم الدینؒ کے انوار کا صدقہ　　شہ عبدالعزیزؒ گوہرِ شہوار کا صدقہ

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

جناب شاہ شبلیؒ کے گلِ رخسار کا صدقہ　　عطا فرما الٰہیؒ نرگسِ مے بار کا صدقہ

رئیس الطائفہ شاہِ جنیدؒ ابرار کا صدقہ　　انہیں کی چشم مست و گیسوئے خمار کا صدقہ

میری آنکھیں منوّرِ دل حقیقت آشنا کر دے

جناب سری سقطیؒ مطلع انوار کا صدقہ　　شہ معروف کرخیؒ مخزنِ اسرار کا صدقہ

رئیس العارفین موسیٰ رضاؒ سرکار کا صدقہ　　امام کاظمؑ سر چشمۂ اسرار کا صدقہ

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

امام جعفرؑ صادق شہ ابرار کا صدقہ　　شہ باقرؑ میرے آقا میری سرکار کا صدقہ

الٰہیؒ درد قلبِ عابدؑ بیمار کا صدقہ　　حسینؑ ابن علیؑ سر چشمۂ انوار کا صدقہ

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

علیؑ مشکل کشائے حیدرِ کرار کا صدقہ | امیرِ لشکرِ دیں قافلہ سالار کا صدقہ
الٰہی سرورِ عالم میری سرکار کا صدقہ | شہنشاہِ مدینہ احمدِ مختار کا صدقہ

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

الٰہی اپنے لطف و مہر اور احسان کا صدقہ | نظر محمودؒ پر رکھ اپنی عزّ و شان کا صدقہ
شفیع عاصیاں سردارِ انس و جان کا صدقہ | شہِ عبدالشکورؒ صاحبِ عرفان کا صدقہ

میری آنکھیں منوّر دل حقیقت آشنا کر دے

مَعْمُوْلَات وَاَوْرَاد مَشَائِخؒ

(ا) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ گیارہ مرتبہ (ب) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (۳۴) مرتبہ (ت) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ط (بیس مرتبہ)

سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَار.............(ث) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْلِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (تین مرتبہ)

وَظِيْفَه غَوْثِيَه (ج) اَلْمُحِيْطُ الرَّبُّ الشَّهِيْدُ الْحَسِيْبُ الْفَعَّالُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ رَبِّ اِنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ
(گیارہ مرتبہ بعد عصر)

چهل کاف

(ح) کَفَاکَ رَبُّکَ کَمْ یَکْفِیْکَ وَاکِفَۃً　　کِفُکَا فُھَا کَکَمِیْنٍ کَانَ مِنْ کَلَکَا
تَکَرُّ کَرًّا کَکَرِّ الْکَرِّ فِیْ کَبَدٍ　　تَجَلّٰی مُشَکْشَکَۃً کَلُکْلُکٍ لَکَکَا
کَفَاکَ مَابِیْ کَفَاکَ الْکَافُ کُرْبَتَہٗ　　یَاکَوْکَبًا کَانَ تَحْکِیْ کَوْکَبَ الْفَلَکَا

(جہاں تک ممکن ہو یا کم از کم تین بار)

دُرُوْد شَرِیْفٌ

(خ) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ (تین سو مرتبہ (بعد عصر)

درود شریف غوثیہ

(د) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی سَیِّدِنَا الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ ط (گیارہ مرتبہ)

دُرُوْد شَرِیْف قَادِرِیَّہ

(ذ) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الطَّاھِرِ الزَّکِیِّ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَکُّ بِھَا الْکُرَبُ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًی وَلِحَقِّہٖ اَدَآءً وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ط (گیارہ مرتبہ)

اورادِ خاص حضور پُرنور روحی فداہ۔ بعد ہر نماز چاروں قُل اور سورۂ فاتحہ تین تین مرتبہ۔ الٓمّٓ تا مُفْلِحُوْنَ ایک مرتبہ آیت الکرسی۔ دُرود شریف تین تین مرتبہ سید الاستغفار تین مرتبہ چہل کاف تین مرتبہ پھر دُرُودُ شریف تین مرتبہ۔

معمولات شریف یہ ہیں۔

(۱) پچھلی رات کو تہجد گزار رہنا (۲) فجر کی نماز تک ذکر اور مُراقبہ میں مشغول

ہونا (۳) بعد نماز فجر مُراقبہ کرنا (بعد نماز فجر اکثر لوگوں کو ذکر کے لئے حکم دیا ہے۔(۴) اس کے بعد تلاوت قرآن شریف (۵) دلائل الخیرات شریف بروایت علی حریری رحمتہ اللہ علیہ (۶) دعائے حزب البحر شریف بروایت مولوی برہان صاحب فرنگی محلی لکھنوی (۷) نماز چاشت چار رکعت دو سلام کے ساتھ پڑھنا (۸) دنیا کے کاموں کو دیکھنا (۹) دوپہر کو کھانا کھا کر فرصت ہو تو قیلولہ کرنا (۱۰) بعد نماز ظہر اموراتِ دنیوی (۱۱) بعد نماز عصر تسبیح پر اوراد مذکور میں سے کسی ورد کو اور دُرُودْ شریف کو تین سو مرتبہ شغل یا بے شغل ٹہلتے ہوئے پڑھنا (۱۲) بعد نماز مغرب عشاء تک مُراقبہ (۱۳) عشاء کے بعد کھانا کھانا وغیرہ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز نور العلمین شمس المتورین سیّد المتاخرین سند العارفین حبیب اللہ الغفور سیّدنا و مولانا حضرت تاج الاولیا شاہ محمد عبدالشکور قُدِّسَ اللہُ سِرَّہُ العَزِیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سراج السّالکین سلطان العاشقین برہان الواصلین حضرت سیدنا شاہ نبی رضا قُدِّسَ اللہُ سِرَّہُ العَزِیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخرالعارفین شاہ جہانگیر مولانا عبدالحی قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارث علوم النبیّین الفانی فی ذاتِ السبحان حضرت شاہ مخلص الرحمٰن قُدِّسَ اللہُ سِرَّہُ العَزِیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین المسمّٰی باسم المسعود نائب النبیؐ وارثِ علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قُدِّسَ اللہُ سِرَّہُ العَزِیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام موحدّین محبوبِ ربّانی حضرت شاہ محمدؐ مہدی الفاروقی القادری قُدِّسَ اللہُ سِرَّہُ العَزِیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز عاشقِ رسُولِ الثقلین مقبولِ کونین وسیلتنا فی الدّارین حضرت شاہ مظہر حسین قُدِّسَ اللہُ سِرَّہُ العَزِیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت مخدوم شاہ حسن دوست المقلب بشاہ فرحت اللہ قُدِّسَ اللہُ سِرَّہُ العَزِیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قُدِّسَ اللہ سِرُّہُ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شاہ محمد منعم صاحب پاکباز قُدِّسَ اللہ سِرُّہُ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سیّد اسد اللہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز قطب الوقت مُحب اللہؒ مسند آرائے ہدایت وارشاد شیخنا وامامنا حضرت شاہ فرہاد صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز عارفِ کامل واقفِ اسرار احد حضرت دوست محمدؒ قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خلاصۂ احفاد صاحب خدمات عالیہ ماہِ سپہر ارتضیٰ حضرت امیر سیّد ابوالعلا قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز مقبول اللہؒ حضرت امیر عبداللہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز واقف اسرار کلمات اللہؒ العلیا حضرت خواجہ محمد یحییٰ قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز ناطق بالحق والصدق حضرت خواجہ عبدالحق قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سر الابرار والاخیار ناصر الدّین حضرت خواجہ عبید اللہؒ احرار قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت قدوۂ مشائخ سمر قندی و بلخی حضرت مولانا یعقوب چرخی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز اَعرفِ العرفا تاج الاولیاء الزاہدین حضرت خواجۂ بُزرگ بہاء الحق والشرع والدّین قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز افضل الخلق معدنِ محبتِ ذوالجلال حضرت سیّد امیر کُلاں قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز افضل الخلق منِ الجنِ والانسِ حضرت محمد بابا سماسی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز مقبول الحق الغنی حضرت خواجہ علی رامیتنی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حُضّار مجلس مصطفٰے حضرت خواجہ محمُود الخیر فغنوی قُدُّسَ سِرُّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز ہادی آدمی و پری حضرت خواجہ عارف ریوگری قُدِّسَ سِرُّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیازِ مظہرِ انوار سُبحانی مَصدَرِ استمرارِ ربّانی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز وادع ودائع رحمانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز صاحب مرآت ولی شیخ ابوالعلی فارمدی طوسی قُدُّسَ سِرُّہٗ۔
الٰہی راز و نیاز کاشفِ اسرار نہانی حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قُدُّسَ سِرُّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز مُوردِ انوار ذات سبحانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قُدُّسَ سِرُّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز قُدوۃُ الاولیاء صاحب الیقین سلطان العارفین عالم حقائق الاشیاء والاسامی حضرت خواجہ بایزید بسطامِی قُدُّسَ سِرُّہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز مظہر کرامات والخوارق الفارق حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خیر التابعین وافضل العالم حضرت محمد قاسم علیہ السّلام۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز مقبول العربی والفارسی حضرت سلمان فارسیؓ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز افضل الاصحاب اکمل اولی الالباب جانشین حضرت خیر البشر حضرت صدیق اکبرؓ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز ختم المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمدؐ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم واہل بیتہ واصحابہ وسلم۔

نسبتِ دُوم امام ہمام حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام

مُوسُوم بسلسلۃ الذہبُ بین الخاص والعام

الٰہی بحرمت راز و نیاز عالم الخفیات والظواہر حضرت امام محمد باقرؒ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سیّد الزاہدین والصّابرین حضرت امام زین العابدینؒ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز ابن رسول اللہ سیّدنا امام حُسین شہید کربلاؒ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مولا مشکل کشا علی علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز شفیعُ المُذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واہلِ بیتہٖ واصحابہٖ وسلّم۔

شجرہ شریف سلسلۂ عالیہ چشتیہ قلندریہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز نور العالمین شمس المنوّرین سیّد المتاخّرین سند العارفین حبیب اللہ الغفور سیّدنا و مولانا حضرت تاج الاولیاء شاہ محمد عبدالشکور قدّس اللہ سرّہُ العزیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سراج السّالکین سلطان العاشقین برہان الواصلین حضرت سیّدنا شاہ نبی رضا قدّس اللہ تعالیٰ سرّہُ العزیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبدالحیٔ قدّس اللہ سرّہُ العزیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارثِ علوم النّبیّین الفانی فی ذات السّبحان حضرت مولانا شاہ مخلص الرحمٰن قدّس اللہ سرّہُ العزیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز قُطبُ العارفین سلطان الواصلین المُسمّٰی باسم المسعُود نائبُ النّبیؐ وارثِ علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدّس اللہ سرّہُ العزیزُ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام مُوحّدین محبوب ربّانی حضرت شاہ محمد مہدی

الفاروقی القادری قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز عاشق رسول الثقلین مقبولِ کونین وسیلتنا فی الدارین حضرت شاہ مظہر حسین قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت مخدوم شاہ حسن دوست الملقب بشاہ فرحت اللّٰہ قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام العارفین سلطان الواصلین حضرت مخدوم شاہ محمد منعم صاحب پاکباز قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد خلیل الدین صاحب قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد جعفر صاحب قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد اہل اللّٰہ صاحب قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد نظام الدّین قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد تقی الدّین قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد نصیر الدّین قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد محمود قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد فضل اللّٰہ عرف سیّد گسائیں قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ قطب الدّین بینائے دل قلندر قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ سیّد نجم الدّین قلندر قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد مبارک غزنویؒ قُدِّسَ سِرَّہٗ۔

۱؎ یہ شجرہ شریف جناب حافظ سیّد علیم الدّین صاحب قبلہ امام مسجد شریف درگاہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدّین اولیاؒ نے دیکھا تو فرمایا ”حضرت

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سیّد نظام الدین غزنوی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خضر رومی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ قطبُ الدّین بختیار کاکی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ معین الدّین چشتی سنجری قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ناصر الدّین ابو یوسف چشتی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد چشتی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ احمد چشتی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ابُو اسحاق شامی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ممشاد علوی دینوری چشتی قدس سرہٗ۔

سیّد نظام الدّین اور حضرت سیّد مبارک قدس سرہما یہ دو اسمائے پاک مقدّم مؤخّر ہو گئے ہیں حضرت سید مبارک غزنویؒ مرید ہیں لہٰذا یہ نام پاک مؤخّر ہونا چاہئے نہ کہ مقدّم۔'' یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت قبلہ قدس سرہٗ صدر حیات پر جلوہ افروز تھے، ایک خادم نے جناب امام صاحب کا قول عرض کیا ارشاد ہوا ''شجرہ شریف پڑھنے سے مقصود حضرات پیران سلسلہ کے نام پاک کا لینا اور برکت حاصل کرنا ہے یہ مقصود بہر حال حاصل ہے خواہ کوئی نام پاک مقدّم ہو خواہ مؤخّر'' جناب امام صاحب نے ہمارے حضرت قبلہ کا جب یہ ارشاد سنا تو فرمایا دُرست ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں سہو کتابت نقل کرنے میں ہوا پھر ترمیم ادباً نہیں فرمائی گئی یوں ہی نقل ہوتا چلا آیا۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت ھبیرہ بصری قُدُسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت حذیفہ مرعشی قُدُسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سلطان ابراہیم ادہم قُدُسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض قُدُسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قُدُسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ حَسَنؒ بصری قُدُسَ سِرَّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت اسداللہ غالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سیّدالمرسلین خاتم النّبیّین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ فردوسیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز نور العلمین شمس المنورین سید المتاخرین سند العارفین حبیب اللہ الغفور سیدنا و مولانا حضرت تاج الاولیاء شاہ محمد عبدالشکور قدس اللہ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سراج السالکین سلطان العاشقین برہان الواصلین حضرت سیدنا شاہ نبی رضا قدس اللہ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبدالحی قدس سرہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارث علوم النبیین الفانی فی ذات السبحانی حضرت مولانا شاہ مخلص الرحمٰن قدس اللہ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین المسمّٰی باسم المسعود نائب النبی وارث علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام موحدین محبوب ربانی حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی القادری قدس اللہ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز عاشق رسول الثقلین مقبولِ کونین وسیلتنا فی الدارین حضرت شاہ مظہر حسین قدس اللہ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت مخدوم شاہ حسن دوست المقلب بہ شاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام العارفین سلطان الواصلین حضرت مخدوم شاہ محمد

منعم صاحب پاکباز قدس سرہُ العزیز۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد خلیل الدّین صاحب قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد محمد جعفر صاحب قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد مبارک حسین صاحب قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت میر سیّد اشرف عرف میر سیّد میر قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ رکن عالم نظامیہ قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست نظامیہ قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ علا عرف شیخ قاضا قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ایوّب کاہی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ محمد بہرام فردوسی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ حسن بلخی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ حسین نوشۂ توحید قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شاہ مظفر شمس بلخی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ شرف الدّین شرف الحق شرف جہاں منیری قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ نجیب الدّین فردوسی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت رکن الدّین فردوسی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ بدر الدّین فردوسی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ سیف الدّین باخرزی قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ نجم الدّین کبریٰ قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ضیاء الدّین ابونجیب سہروردی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ وجہ الدین ابو حفص قُدُّسَ سَرّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ احمد اسود دینوری قُدُّسَ سَرّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ محمد المعروف بعمو یہ قُدُّسَ سَرّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قُدُّسَ سَرّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ جُنید بغدادی قُدُّسَ سَرّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ سری سقطی قُدُّسَ سَرّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت خواجہ معروف کرخی قُدُّسَ سَرّہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امام حُسین علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مولیٰ مشکل کشا علی علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ قادریہ رزّاقیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ نور العٰلمین شمس المتورین سید المتاخرین سند العارفین حبیب اللہ الغفور سیدنا و مولانا حضرت تاج الاولیاء شاہ محمد عبدالشکور قدس اللہ سرہ العزیز با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سراج السالکین سلطان العاشقین برہان الواصلین حضرت سیدنا شاہ نبی رضا قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ مولانا عبدالحیٔ قدس سرہ العزیز با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین محی السّنۃ شیخ الشیوخ پیر دستگیر امام الاولیاء مبین الوقت فقیرِ کامل شیخ واصل پیشوائے عشّاق مقبول قادر علی الاطلاق حضرت مولانا مولوی حافظ محمد عبد الرّزاق قدس اللہ سرہ العزیز و دام فیوضہ و برکاتہ با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین شیخ الشیوخ پیر دستگیر امام الاولیاء حضرت فقیرِ کامل مولانا حافظ محمد عبد الوالی قدس سرہ العزیز و دام فیوضہ با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین شیخ الشیوخ پیر دستگیر مولانا مولوی احمد انوار الحق قدس سرہ با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ حضرت پیر دستگیر زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین فقیرِ کامل مولانا مولوی احمد عبد الحق قدس اللہ سرہ با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین فقیرِ کامل حضرت سید شاہ عبد الرّزاق قدس اللہ سرہ با تو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین پیر دستگیر حضرت سیّد شاہ عبد الصمد خدا نُما قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شاہ ہدایت اللہ قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الشیوخ قدوۃِ السالکین حضرت شاہ حُسین خدا نُما قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ المشائخ قدوۃِ عُرَفا حضرت شاہ امان اللہ قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ قدوۃِ عارفین حضرت شاہ ابراہیم بھکّری قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شاہ ابراہیم ملتانی قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت میران سیّد بخش فرید بھکّری قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شاہ جلال قادری قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت میر سیّد محمد قادری قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ بہاؤ الدّین قُدِّسَ اللہُ سِرَّہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ ابُوالعبّاس احمد قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت میر سیّد حسَنؒ قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ موسیٰ قادری قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ المشائخ حضرت میر سید علی قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت میر سیّد احمد برادر میر سیّد محمد بغدادی قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت میر سیّد محمد ابن ابُوصالح قادری قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ المشائخ حضرت شاہ تاج الدین میر سید عبدالرزّاق قدس اللہ سرہٗ ابن حضرت قطبُ الاقطاب قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ قطبُ الاقطاب غوث الاعظم رَاسُ الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر میر سید محی الدّین قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ ابوسعید مُبارک مخدومی قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ ابوالحسن ھنکاری قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ ابوالفرح یوسف طرطوسی قدس اللہ سرہٗ با تُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ حضرت شیخ عبدالواحد الیمنی قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ عبدالعزیز یمنی قدس اللہ سرہٗ
با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاِسلام حضرت شیخ عبداللہ ابوبکر شبلی قدس اللہ سرہٗ
با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سید المشائخ سید الطّائفہ حضرت خواجہ جُنید بغدادی
قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ سری سقطی خالِ سید الطّائفہ
قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرہٗ
با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت داؤد طائی قدس اللہ سرہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ
با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ امام الأئمہ حضرت امام حسن بصری قدس اللہ سرہٗ
با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سید الاولیاء امیر المؤمنین علی ابن عم النبی کرم اللہ
وجہہٗ با تو دارد۔
الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سیدِ عالم سرور کائنات مفتخر موجودات رسول الثقلین
اکرم الاوّلین والآخرین حضرت محمدؐ مصطفٰے احمد مجتبٰے صلوٰتُ اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ
الکرام اجمعین با تو دارد۔

بدآنکہ حضرت معروف کرخیؒ راآز حضرت اِمام علی موسیٰ رضاؑ ابنِ اِمام موسیٰ کاظمؑ بطریق آبائی رسیدہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ معروف کرخی قُدُّسَ اللہُ سِرَّہٗ باتُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ اِمامُ الآئمہ حضرت اِمام علی موسیٰ رضا ابنِ امام موسیٰ کاظم علیہما السّلام باتُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ اِمامُ الآئمہ حضرت امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق علیہما السّلام باتُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ اِمامُ الآئمہ حضرت امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر علیہما السّلام باتُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ اِمامُ الآئمہ حضرت اِمام محمد باقر ابن امام زین العابدین علیہما السّلام باتُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ امامُ الآئمہ حضرت امام زین العابدین ابن امام حُسین علیہما السّلام باتُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ اِمامُ الآئمہ حضرت امام حُسین ابن امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السّلام باتُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سیّد الاولیاء خلیفۃ اللہ امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ باتُو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ سرور عالم سیّد الانبیاء خاتم النّبیّین حضرت محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہٖ وسلّم بَاتُو دَارَدُ۔

کَائے مُحِبِّ عَفُوَ اَزْ مَا عفُوَ کُنْ　　وَئے طَبِیْبِ رنج وَنَاسُوْرِ کُهَنْ

بہ بَخْشَائے بَرْمَنْ که بِیْچَارَهْ اَمْ　　گِرِفْتَارِ نَفْسِ سِتَمْگَارَهْ اَمْ

خُدَا یَا تُوَا یِنْ شَجْرَهْ پِیرَانِ مَا　　چُو میْوَهْ رَسَاں دَرْدِلِ وَ جَانِ مَا

شجرۂ شریف حضرات چشتیہ صابریہ قدوسیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز نور العلمین شمس المنورین سیّد المتاخّرین سند العارفین حبیب اللہ الغفور سیّدنا و مولانا حضرت تاج الاولیاء شاہ محمد عبدالشکور قدس اللہ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سراج السالکین سلطان العاشقین برہان الواصلین حضرت سیدنا شاہ نبی رضا قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبدالحی قدس سرہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز عارف باللہ حاجی اِمداد اللہ مہاجر مکّی قدس سرہٗ باید دانست کہ در کتاب ضیاء القلوب حضرت عارف باللہ حاجی اِمداد اللہ مہاجر مکّی قدس سرہٗ چناں نوشتہ اند کہ مرا نسبتِ بیعت و اِرتباطِ صحبت و اِجازت و خرقہ از حضور ہدایت فیض گنجور قطب دوران پیشوائے عارفان نور الاسلام حضرت مولانا و مرشدنا و ہادینا میانجیو شاہ نور محمد جھنجھانوی چشتی است قدس اللہ اسرارہٗ وایشان را از شیخ المشائخ حاجی شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی، وایشاں را از شاہ عبدالباری امروہوی، وایشاں را از شاہ عبدالہادی امروہوی وایشاں را از شاہ عضد الدّین، وایشاں را از شاہ محمد مکّی وایشاں را از شاہ محمدی، وایشاں را از شیخ مُحبّ اللہ الہ آبادی وایشاں را از شیخ ابوسعید گنگوہی، وایشاں را از شیخ نِظامُ الدّین بلخی، وایشاں را از شیخ جلال الدّین تھانیسری، وایشاں را از قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی وایشاں را از شیخ محمد صاحب، وایشاں را از شیخ عارف احمد ردولوی، وایشاں را از شیخ المشائخ قطب الاقطاب مخدوم الملک عالم پناہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی، وایشاں را از شیخ جلال الدّین کبیرُ الاولیاء

پانی پتی، وایشاں راز شیخ شمس الدین ترک پانی پتی، وایشاں راز مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر، وایشاں راز شیخ فرید الدین شکر گنج مسعود اجودھنی، وایشاں راز خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، وایشاں راز خواجہ معین الدین حسن سنجری، وایشاں راز خواجہ عثمان ہارونی، وایشاں راز خواجہ حاجی شریف زندنی، وایشاں راز خواجہ مودود چشتی، وایشاں راز خواجہ ابو یوسف چشتی، وایشاں راز خواجہ ابو محمد محترم چشتی، وایشاں راز خواجہ ابی احمد ابدال چشتی، وایشاں راز خواجہ ابواسحٰق شامی، وایشاں راز خواجہ ممشاد علو دینوری، وایشاں راز خواجہ امین الدین ابوھبیرہ بصری، وایشاں راز خواجہ حذیفہ مرعشی، وایشاں راز خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی، وایشاں راز خواجہ جمال الدین فضیل بن عیاض، وایشاں راز خواجہ عبدالواحد بن زید، وایشاں راز امام العارفین خواجہ حسن بصری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، وایشاں راز امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، وایشاں راز سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ اجمعین۔

سِلسلہ چشتیہ نظامیہ قدوسیہؒ
مُطابق کتاب ضِیاءُ القلوب

ونیز حضرت عبدالقدوس گنگوہی رااجازت طریقۂ نظامیہ اَز مُرشدِ خود شیخ دَرویش بن محمد قاسم اودہی، وایشاں رااز سیّد بڈھن بہرائچی واز سیّد اجمل بہرائچی، از سیّد جلال الدّین بخاری، از مخدوم جہانیان جہاں گشت، از خواجہ نصیر الدّین رَوشن چراغ دہلوی از سُلطان المشائخ شیخ نظام الدّین اَولیاء بن محمد بن احمد بدایُونی از خواجہ فریدالدّین شکر گنج رِضوانُ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعینؒ مذکور تا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

ذکر

(سیرت فخر العارفین سے ماخوذ)

ذکر عربی لفظ ہے۔ لغت میں اِس کے معنی ہیں ''یاد کرنا'' اور اصفیاء کرام کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں تمام عالم سے الگ ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور ایک دھیان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا بمصداق آیہ، کریمہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (سورۃ المزمل ع) یعنی: اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو اور سب سے الگ ہوکر اسی کے ہو رہو۔

موجودہ اذکار و اشغال کب سے جاری ہوئے: حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس سے لے کر زمانہ پاک حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اذکار و اشغال کی ضرورت اور ان کی تعلیم ہمارے زمانہ کے رواج کے مطابق نہ تھی۔ ان بزرگانِ دین کی صرف زیارت کرنے سے منازل طے ہو جاتے تھے جب زمانہ دور پڑا اور غفلت اور معصیت زیادہ ہوگئی تب حضراتِ مشائخ نے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کیلئے ذکر و اذکار مراقبے مشاہدے وغیرہ کے طریقے کتابوں میں شائع کئے۔

سلسلہ عالیہ کے اذکار و اشغال

ذکرِ نفی و اثبات: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو ذکرِ نفی و اثبات کہتے ہیں جس کے چار طریقے ہیں۔

(۱) قادریہ جلی (۲) ضرب خفی (۳) پاس انفاس خفی (۴) حبس دم خفی

ذکر قادریہ جلی: مرید خدمتِ شیخ میں چار زانو بیٹھے۔ اگر مرید شیخ کی خدمت میں حاضر نہیں ہے تو پھر شیخ کو سامنے تصوّر کرے اور بلند آواز سے کہے

حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہُ مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہُ نُوْر مُحَمَّدْ صَلَّی اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اگر مجلس میں مرید زیادہ ہوں تو مرید حلقہ بنا کر بیٹھیں اور سب کے سب موزوں اور بلند آواز سے بلکہ یہ ذکر کریں۔

ذکر ضرب خفی: ذاکر چار زانو قبلہ رخ ہو کر حضوری شیخ میں بیٹھے اگر مجلس میں شیخ حاضر نہیں ہے تو پھر شیخ کا تصور کرے اور بائیں گھٹنے کے نیچے جو رگ ہے جس کو ''کیماس'' کہتے ہیں اس کو اپنے داہنے پاؤں کی دو بڑی انگلیوں سے مضبوط پکڑے۔ کمر سیدھی رکھے۔ اور دونوں ہاتھ دونوں زانو پر رکھ کر اور سر کو بائیں طرف جھکا کر بائیں گھٹنے کے قریب لے جائے اور وہاں سے لفظ لَآ شروع کرے پھر سر کو داہنے گھٹنے پر لے آئے اور وہاں اِلٰہَ شروع کرے اور داہنے شانے پر ختم کر کے سر کو تھوڑا سا پشت کی جانب خم کر دے اور تصور کرے کہ ماسوا اللہ کی نفی کی اور وہاں سے لفظ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر قلب پر زور سے ضرب لگائے اور تصور کرے کہ ہستی حق کا اثبات کیا اور آتش عشق الٰہی دل میں بھڑکی۔ یہ ذکر خفی ہونا افضل ہے خیال سے دل ہی دل میں ذکر کرے زبان سے تلفظ نہ کرے اس ذکر کو ذکر چار ضربی بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ بائیں گھٹنے پر پہلی ضرب۔ داہنے گھٹنے پر دوسری ضرب۔ داہنے شانہ پر تیسری ضرب اور قلب پر چوتھی ضرب ہوتی ہے اس طرز عمل میں رمز یہ ہے کہ بائیں گھٹنے میں خطرۂ شیطانی داہنے گھٹنے میں خطرۂ نفسانی اور داہنے شانہ میں خطرۂ ملکوتی اور قلب میں خطرۂ رحمانی کے مقامات ہیں۔ ذاکر نے پہلی تین ضربوں سے گویا ان تین خطروں کی نفی کی اور چوتھی ضرب سے خطرۂ رحمانی کو دل میں قائم اور ثابت کیا شب کے وقت ذکر کرے اس حالت میں کہ معدہ نہ تو پُر ہو نہ خالی جو شخص چلہ میں ہو اس کے لئے دن اور رات برابر ہیں تاریک مقام ذکر کے

لئے زیادہ مناسب ہے۔

ذکر پاس انفاس خفی: جب سانس باہر آئے (تب ذاکر تمام کائنات اور اپنے کونفی کرے) اس وقت لَآ اِلٰـہَ دل سے کہے (سانس باہر پھینکے) اور جب سانس اندر جائے تب اللہ تعالیٰ کی ذاتِ حقیقی کو قائم اور باقی تصوّر کر کے قلب میں اسکا اثبات کرے۔ اور اس وقت اِلَّا اللّٰـہُ خیال کے زور سے قلب پر ضرب کرے (اور سانس اندر کھینچے) سر یا کسی عضو کو نہ ہلائے یہ ذکر بھی خفی ہونا افضل ہے تلفّظ نہ ہونا چاہئے ذاکر ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے چلتے بیٹھتے سوتے کام کرتے غرض یہ کہ ہر وقت پاس انفاس کا ذکر جاری رکھّے ایک دم بھی اس سے خالی نہ رہے۔

ذکر حبس دم خفی، طریقۂ اوّل: ذاکر چار زانو بطریقِ مذکورہ ورنہ جس نشست سے اسے آرام ہو بیٹھے بعدہٗ سانس کو بند کرے اور پھر کلمہ لَآ اِلٰـہَ کو ناف سے کھینچ کر امّ الدّماغ تک پہنچائے۔ اور کلمہ اِلَّا اللّٰہُ کو دماغ سے قلب پر دِل کی زبان سے ضرب کرے اور اس وقت ذاتِ وحدۃ الوجود کو قلب میں قائم اور ثابت کرے یہ ذکر بھی خفی کرے کسی عضو کو نہ ہلائے اسی طرح پہلے ایک دم میں تین ذکر کرے اور دم کو چھوڑے بعد اس کے پھر اس طرح دم بند کر کے تین ذکر کرے۔ اس طور پر جب تک کہ قلب میں اطمینان اور ذوق رہے ایک نشت مین ذکر کرتا رہے اس طریقہ سے ہر رات جتنی دیر تک توفیق ہو ذکر کرتا رہے دوسرے ہفتے ایک دم میں پانچ ذکر کرے تیسرے ہفتے ایک دم میں سات ذکر کرے اور اس ترکیب سے ہر ہفتے ایک دم میں دو دو بڑھاتا رہے جہاں تک ممکن ہو یہ ذکر خصوصاً دِن میں نماز ظہر کے بعد۔

ذکر حبس دم خفی، طریقۂ ثانی: ذاکر سانس کو بند کرے۔ اس ترکیب سے کہ

دونوں ہاتھوں کے دونوں انگوٹھوں سے دونوں کان اور پہلی انگلیوں سے دونوں آنکھیں اور دوسری دونوں انگلیوں سے دونوں نتھنے اور تیسری دونوں انگلیوں سے دونوں لب بند کرے اور سانس کو روک کر ایک ایک سانس میں حسبِ ترتیب متذکرہ بالا ذکر کرے۔

گوش بند وچشم بند ولب بہ بند گر نہ بینی نورِ حق بر من بخند

برکات ریاضت: سالک کو لازم ہے کہ بہ قلبِ سلیم بِلا لحاظ کمالِ نفسانی و مراتب باطنی ایک دھیان سے ذکر میں مشغول رہے اور ذکر میں محو و مستغرق ہو جائے اپنے کو فراموش کرے اور خود ذکر بن جائے ذاکر کو جب تک فنا حاصل نہ ہو گی اس وقت تک ذکر کا مطلب بھی حاصل نہ ہو گا ذکر کی کثرت و مداومت اور رحمتِ مولیٰ سے جب ذاکر مقامِ فنا میں پہنچے گا تب زہد، تقویٰ، توکّل، قناعت، صبر، شکر، رضا، تسلیم بِلا قصد حاصل ہو جائیں گے۔ اور قلب کے اندر انوار و تجلّیات کا ظہور ہو گا۔ اس مقام میں ذاکر کے حواسِ خمسہ ظاہری بالکل ساقط ہو جائیں گے نہ ذاکر رہے گا نہ ذکر۔ ذاکر و مذکور ایک ہو جائیں گے بندہ کا ذکر وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو جائیگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (یعنی گواہی دیتا ہے اللہ کہ نہیں کوئی موجود مگر وہ ہی اللہ) صادق آئے گا۔

یہ تصوّر یاد رکھو یار وقتِ ذکرِ ھُوْ ذکر ہو جس کا وُہی ذاکر وہی مذکور ہے۔

طریقۂ توجہ: ذکر کی تعلیم کے ساتھ شیخ مرید کو توجہ دے مگر بمصلحت جائز ہے کہ توجہ ظاہری کو موقوف رکھے توجہ کے وقت شیخ تصوّر کرے کہ ذکر کی کیفیت قلب شیخ سے قلبِ مرید میں پہنچتی اور اثر پیدا کرتی ہے۔ اور مرید تصوّر کرے کہ قلب شیخ سے فیض رحمانی اس کے قلب میں پہنچتا ہے اور اس کا قلب فیض رحمانی سے متاثر ہوتا ہے اگر رحمتِ ایزدی شاملِ حال ہے تو فوراً مرید کے

قلب میں ذکر جاری ہو جائے گا اور سرور یا جذبہ طاری ہوگا۔ اگر پہلے دن کسی مرید کے قلب میں ذکر جاری نہ ہو یا کیفیت طاری نہ ہو تو مرید کو مایوس نہ ہونا چاہئے اِنْ شَآءَ اللہُ تَعَالیٰ آئندہ اپنے وقت پر ذکر جاری ہو جائے گا اور کیفیت طاری ہو جائے گی۔

طالب کے لئے ہدایت ضروری: طالب کو چاہئے کہ اپنے ہر سانس پر بیدار اور ہوشیار رہے جب تک پاسِ انفاس کی تائید نہ ہوگی کدورتوں سے دل کا صاف ہونا دشوار ہے سوتے وقت بھی ذکر پاسِ انفاس کرتا رہے تاکہ سو جانے پر بھی ذکر جاری رہے مبتدی آخر شب میں روز آنہ گھنٹہ دو گھنٹہ یا اس سے کم (مطلب یہ کہ) جس قدر بھی توفیق ہو ذکر کرتا رہے تاکہ قلب میں چوبیس ۲۴ گھنٹے ذکر جاری رہے اور اس کا اثر قائم رہے دن رات میں ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں اور ہر گھنٹہ میں تخمیناً ایک ہزار سانس ہیں۔ پس اس حساب سے ایک دن رات میں چوبیس ۲۴ ہزار مرتبہ ذکر اِنْشَآءَ اللہُ تَعَالیٰ ہو جائے گا اور پھر کوئی سانس ذکر سے خالی نہ جائے گا اور جب رات دن سوتے جاگتے قلب میں ذکر جاری ہو جائیگا تو اُس قلب کو قلبِ ذاکر، قلبِ زندہ، قلبِ بیدار کہیں گے۔ طریقِ مذکورہ سے ذکر کے وقت کبھی بیخودی اور کبھی جذبہ طاری ہوگا پس جب تک کہ بیخودی یا جذبہ غالب رہے ذاکر کو ذکر میں کوشش کرنے کی حاجت نہیں لیکن جب بیخودی نہ رہے تو ذکر میں پھر مشغول ہونا چاہئے آخر میں وہ کیفیت سالک کی مِلک اور حال ہو جائیگی۔

ایک علاج: کثرتِ ذکر کی وجہ سے اگر ذاکر کے دماغ میں بے انتہا گرمی محسوس ہو یا مرض پیچش کی علامت نمودار ہو تو چند روز ذکر کو ترک کر کے فقط درود شریف پڑھا کرے ہر روز قریب ایک ہزار۔ جب طبیعت میں اعتدال

پیدا ہو جائے تو اپنی عادت کے موافق پھر ذکر شروع کر دے اگر کثرتِ ذکر سے ذاکر کا بدن گھلنے لگے تو غذا سے پہلے دو چار لقمے کچے گھی کے ساتھ کھا لیا کرے جس کی مقدار ایک چھٹانک ہو۔

اس سلسلۂ عالیہ کی مختصر تعلیم: اس سلسلۂ عالیہ میں عموماً اسی طور سے ذکر کی تعلیم دی جاتی ہے اور اسی پر ختم! اس لئے کہ کثرت ریاضتِ اور رحمتِ مولیٰ سے جب مرید سلوک میں ترقّی کرے گا تو خود اُس کے مراتب طے ہوتے رہیں گے۔ اور ذکر مقامِ قلب سے مقامِ روح میں سرایت کر کے یعنی ملکوت سے ذکر ترقّی کر کے جبروت میں اثر کرے گا اور خود بخود ذاکر کے قلب میں اَللّٰہُ ذکر اسمِ ذات جاری ہوگا اگر اس پر مرید نے اور ترقّی کی تو قلبِ مُدوّر یعنی اُمُّ الدِّماغ میں جس کو مقام لاھُوت کہتے ہیں ذکر ھُو آپ سے آپ جاری ہوگا۔

نسبت

ضرب سے صفائی قلب، پاس انفاس سے اجزائے قلب، اور حبسِ دم سے دفع خطرات، یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اور ان اذکار کی کثرت سے قلب میں ایک شعاعِ نوری اِنْشَاءَ اللّٰہ پیدا ہوگی جس طرح چھت کے سوراخ یا روزنِ دیوار سے روشنی آفتاب اندر داخل ہوتی ہے روشنی کا ایک تار نظر آتا ہے اسی طرح قلب کے اندر سے بھی نور کا ایک تار اوپر کیطرف نمودار ہوگا اس کیفیت کو نسبت کہتے ہیں سالک جب اس مقام پر فائز ہوگا تو خود اپنے قلب میں شعاعِ نوری مشاہدہ کرے گا اور ایک لذّت خاص اُسے محسوس ہوگی۔ حضرت

مولانا رومؒ نے اس مقام کی طرف مثنوی شریف میں یوں اشارہ کیا ہے ۔

دوزخ است آن خانہ کان بے روزن است
اصلِ دین اے بندہ روزن کردن است

مُراقبہ

مُراقبہ عربی لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں ''رقیب ہونا'' یعنی'' نگہبان ہونا' صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں غیر اللہ سے قلب کا نگہبان ہونا اور غیر اللہ کے جتنے خطرات ہیں اُن سب کو قلب سے بالکل دور کرنا اس لئے کہ وہ سب فانی ہیں بمصداق آیہ کریمہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (سورۃ الرحمٰن ع ۲) یعنی سب کچھ فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی صرف اللہؒ کی ذات صاحب اکرام اور صاحب جلال) اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار اپنے باطن میں مشاہدہ کرنے کیلئے ایک دھیان اور ایک تصوُّر میں بہ نشست قُرفصا دوزانو بیٹھنا اس کو مُراقبہ کہتے ہیں ابتداء میں طالب کو لازم ہے کہ بمصداق آیہ کریمہ: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (یعنی صبح و شام اپنے پروردگار کو یاد کرو) فجر اور مغرب کی نماز کے بعد کچھ دیر مُراقبہ کرے اور ایک زمانہ تک اس کی مداومت کرے اگر ہو سکے تو ہر نماز کے بعد تھوڑی دیر مُراقب رہے مُراقبہ کو روز بروز ترقّی دے۔ یہاں تک کہ ایک لمحہ بھی قلب سے مُراقبہ ساقط نہ ہونے پائے۔

<u>ہدایت مبتدی کے لئے:</u> مبتدی ہر قسم کا مُراقبہ مقام تاریک میں کرے اگر روشن جگہ میں ہو تو چادر میں چھپ کر یا نقاب ڈالکر مُراقب ہو چادر میں اپنے کو پوشیدہ کر کے مُراقب ہونا دونوں حالتوں میں بہتر ہے۔

اقسام مُراقبہ

مُراقبۂ برزخ شیخ

طالب دوزانو بطریق نشست قُرفصا (یعنی داہنی پشتِ پا کو بائیں پاؤں کے تلوے پر رکھ کر) بیٹھے آنکھیں بند کرے اور بمصداق آیہ کریمہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (پ ع) یعنی (جدھر پھرو گے اُدھر اللہ ہی اللہ ہے) برزخِ شیخ کو چہرۂ حقیقی سمجھ کے اور یقین کر کے صحیح ملاحظہ کے ساتھ مُراقب رہے اس وقت طالب کے قلب میں جو تجلّی پیدا ہو اس کو وہاں قرار دے۔ وہ صورت کبھی سامنے کبھی قلب کے اندر نظر آئے گی کبھی موجود ہوگی اور کبھی غائب ہو جائے گی لیکن طالب کو چاہئے کہ اپنے تصوّر سے برزخِ شیخ کو ایک لحہ بھی نہ اترنے دے مُراقبہ میں برزخِ شیخ کے علاوہ اقسام طرح کے انوار و تجلّیات ظاہر ہوں گے لیکن ان کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے صرف برزخِ شیخ ہی کو مَطمعَ نظر رکھے اور اپنے قلب کے اندر مشاہدہ کرے۔ اس کو طریقۂ رابطہ بھی کہتے ہیں اس مُراقبہ کی مداومت سے اور ظاہر میں متصف بصفاتِ شیخ ہونے سے شیخ کے جمیع کمالات مرید میں پیدا ہو جائیں گے۔

شعر

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من　　صورتش بُت معنیٔ او بُت شکن

شکر یزداں را کہ چوں او شد پدید　　در خیالش جان خیالِ حق بدید

مُراقبہ لفظِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم: سالک اپنے سر کو لفظ محمدؐ کی میم دھیان کرے گردن سے کمر تک حاء اور کمر کو میم ثانی اور کمر سے نیچے کے دھڑ کو دال خیال کرے۔ لفظ محمدؐ ہر انسان کی عین حقیقت ہے اور یہ بھی دھیان کرے کہ اسم عین مسمّیٰ ہے

اس میں سالک اپنی ہستی محمد ﷺ کی ہستی تصوّر کرے گا حضرت جامی علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں۔

محمد کش قلم چون نامور ساخت　　　زمیمش حلقۂ طوق وکمر ساخت

مُراقبۂ وحدت: شاغل مُراقبہ کی نشست سے تاروتاریک جگہ آنکھیں بند کر کے ایک دھیان میں بیٹھے اور تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولے اس وقت اس کو کچھ تجلّی محسوس ہوگی پھر آنکھیں بند کرے اور قلب کی طرف مشغول رہے اور جب تک نسبت نہ آئے اسی طرح اکثر اوقات عمل کرتا رہے۔ اِنْشَاءَاللّٰہُ تَعَالٰی نسبت آجائیگی۔

مُراقبۂ توحیدِ افعالی: لَا فَاعِلَ اِلَّا ھُوَ (کوئی فاعل نہیں مگر اللہ) کی حقیقت کو طالب اپنے قلب میں دھیان کرے یعنی اس عالم میں جتنے افعال، حرکات سکنات صادر ہوتے ہیں سب کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے اور اپنے کو اور تمام عالم کو محض آلہ تصوّر کرے۔ اور یقین کرے کہ اس کو کسی فعل کا اختیار نہیں ہے بلکہ کسی اور کی قوّت سے وہ حرکت کرتا ہے جیسا کہ قلم لکھتا ہے لیکن جب تک ہاتھ اس کو نہ چلائے اس وقت تک وہ کچھ بھی نہیں لکھ سکتا اور جب تک روح کے ارادہ سے ہاتھ جنبش نہ کرے ہاتھ کو قلم چلانے کی مجال نہیں اسی طرح اس کائنات میں جتنے افعال سرزد ہوتے ہیں حقیقتاً وہ اللہ تعالیٰ سے ہی صادر ہوتے ہیں طالب اور تمام موجودات مثل قلم اور ہاتھ کے ہیں۔

توحیدِ افعالی کے مُراقبہ میں طالب اپنے دِل میں اس تصوّر کو جگہ دے اور اس میں مستغرق رہے۔

درین نوعے از شرک پوشیدہ است　　　کہ زیدم بیازرد وعمرم نجست

شغل حضرت موسیٰ علیہ السّلام: شاغل اپنی ہستی کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ہستی تصوّر کرے اور اُمُّ الدّماغ کو کوہِ طور خیال کرے اور دل سے رَبِّ اَرِنِیْٓ (اے پروردگار! تو اپنے آپ کو مجھے دکھادے) کہتا رہے اور اُمُّ الدّماغ کی طرف جس کو قلبِ مُدوّر بھی کہتے ہیں تفکّر اور بصیرت کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی تجلّی کی طرف متوجہ رہے۔ اِنْشَآءَ اللّٰہُ کوہِ طور کی تجلّی اس مقام پر جلوہ گر ہوگی۔ بیت

شعلۂ نورِ قدم بر دلِ طورم تابید　　　سوختم خاک شدم سوزشِ جانم باقسیت

شغل معراج: طالب اپنی ہستی کو حضرت سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی تصوّر کرے اور قوّتِ خیال سے اپنے آپ کو مقامِ معراج میں کہ کمال عروج انسانی اور قرب حقّ سبحانہٗ تعالیٰ ہے پہنچا کر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا رہے اور وہاں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اَنَا اَنْتَ وَاَنْتَ اَنَا کا خطاب ہوا تھا ویسا ہی اللہ تعالیٰ سے سنتا رہے۔

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

شغل حضرت ابراہیم علیہ السّلام: طالب حسبِ قاعدہ مُراقبہ میں بیٹھے اور مانند حضرت ابراہیمؑ تمام عالم کو افِلْ (فانی) یقین کرے۔ اور آیہ کریمہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (یعنی میں نہیں دوست رکھتا فنا ہوجانے والوں کو) کے معنے کے مطابق اپنے قلب کو اٰفلاَنِ یعنی کائنات کی محبّت سے پاک کر کے بمصداق آیۂ کریمہ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (یعنی جس نے آسمانوں

اور زمین کو پیدا کیا) یقین کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی طرف بالکل متوجہ ہو جس طرح عالم ظاہر میں کسی شئے کو موجود جان کے انسان اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُسی طرح اللہ تعالیٰ کو یقین کامل سے واحدٔ موجوٗد اور باقی جان کے اس کی طرف طالب کو متوجہ ہونا چاہئے اور اپنے کو بھی افل جان کر بمصداق آیۂ کریمہ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ (میں سب سے منہ پھیر کر اس ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں) اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر جانے اور وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں) کہ حضرت ابراہیمؑ کا کلمہ ہے اپنے دل کے اندر رکھے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ۔ وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (اللہ ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے) کی حقیقت ظاہر ہوگی۔

شغل محمدی ﷺ: طالب حسبِ قاعدہ مُراقب بیٹھے اور یقینِ کامل سے تصوّر کرے کہ اپنی ہستی صورتِ ظاہری محمّدی ﷺ ہے اور اپنی ہستی باطنی اللہ جلّ شانہٗ ہے اور اپنی ظاہری نظر پرٗہ بینی پر جس کو مقام سُلْطَانًا نَصِیْرًا کہتے ہیں یا کہ دونوں ابرؤوں کے درمیانی مقام پر جس کو مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کہتے ہیں رکھے اور اس تصوّر میں اپنے آپ کو بالکل مستغرق کردے اِنْشَاءَ اللّٰہُ بابِ رحمت وا ہوگا۔

شغل دُرودشریف: طالب اپنی ہستی کو ہستیٔ محمد ﷺ تصوّر کرے اور درود شریف پڑھنے کے وقت تصوّر کرے کہ اللہ جلّ شانہٗ حضرت سَروَرِ کائنات ﷺ پر بواسطۂ جبریل علیہ السّلام صلوٰۃ وسلام بھیج رہا ہے اور طالب کی زبان جبریلؑ کا مقام ہے اس شغل کی برکت سے اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی محبت اور ذوق وشوق میں اِزدِیاد اور رحمتِ حق کا ظہور ہوگا۔

طریق دیگر: سالک اپنے سینہ کی داہنی طرف مقام روح کو اللہ تعالیٰ کا عرش تصور کرے اور بائیں طرف مقام قلب کو سرور کائنات ﷺ کا مقام سمجھے اور تصوّر کرے کہ اللہ جلّ شانہٗ عرش سے محمد رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پہنچاتا ہے اور اس درود شریف کا نور ذاتِ اطہر رسول مقبول ﷺ پر روح اور قلب کے درمیان جو راستہ ہے اُس راستہ سے پہنچ رہا ہے مُراقبہ کرنے سے وہ نُور جو رُوح اور قلب کے درمیان راستہ میں ہے، اِنشاءاللہ تعالیٰ ظاہر ہوگا۔

اُصولِ فنا: ہر شئے پر فنا ممکن ہے پس سالک جس شئے پر فنا اس کو مقصود ہو اُس شئے کو اپنی ہستی خیال کرکے مُراقب رہے اِنشآءاللہ تعالیٰ فنا حاصل ہوجائے گی جس طرح فنا فی العالم میں سالک سارے عالم کو اپنی ہستی میں ملاحظہ کرتا ہے اور اپنی ہستی کو سارے عالم میں ملاحظہ کرتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین میں سے حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ کی ہستی اپنی ہستی تصور کرکے مُراقب رہے۔ اسی طور سے جملہ خلفائے راشدین رِضوان اللہِ علیہم کی بھی فنا حاصل ہوسکتی ہے اور اگر کسی بزرگ کی خاص حالت کے ساتھ فنا مقصود ہو تو اسی حالت کے ساتھ اس بزرگ کی ہستی اپنی ہستی دھیان کرکے مُراقب رہے غیر اللہ کی محبت کم ہونے کے واسطے اکثر اوقات یہ مُراقبہ کرے کہ سالک اپنے آپ کو قبر میں مُردہ تصوّر کرے اور سمجھے کہ سارے عالم سے واسطہ منقطع ہوگیا ہے اور اب صرف رحمتِ الٰہی کا انتظار ہے۔ اِنشآءاللہ تعالیٰ رحمتِ ایزدیؔ شاملِ حال ہوگی۔

بیس ۲۰ برس سے پہلے فنا نہیں ہوسکتی: اُصولِ فنا لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کو کسی بزرگ سے محبت کم ہو تو اس طریقہ سے محبّت زیادہ ہوسکے گی ورنہ

طریقت میں تو تین ہی فنائیں مقصود ہوتی ہیں۔

(۱) فنافی اللہ (۲) فنافی الرسولؐ (۳) فنافی الشیخؒ

جو بیس ۲۰ برس کے اندر کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی طریقت میں اگرچہ **فنافی اللہؒ فنافی الرسولؐ** اور **فنافی الشیخ** اصل ہے لیکن اکثر **فنافی الشیخ** کی تعلیم کی جاتی ہے کیونکہ فنافی الشیخ کے بعد فنافی الرسول اور فنافی اللہؒ دونوں آپ ہی حاصل ہو جاتی ہیں مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول هم خدا در ذاتش آمد هم رسول ﷺ

معمولاتِ شیخ

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں معمولاتِ شیخ اِن امور کو کہتے ہیں جن کو شیخ نے اختیار کیا مرید پر اپنے حضرت شیخ کے معمولات کو اختیار کرنا واجب اور لازم ہے۔ لَا تَوْفِیْقَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اس سلسلہ عالیہ کے پیران عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک فرائض اور سنن کے بعد ذکر اور مُراقبۂ مذکورہ اور اِن معمولات میں مشغول رہنا بہتر ہے (اس وقت تک کہ فنا حاصل ہو جائے۔)

اوراد: (الف) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ گیارہ مرتبہ

(ب) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ (ت) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَ یُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۲۰ مرتبہ

سیّد الاستغفار

(ث) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ:

سیّد الاستغفار ہر نماز پنجگانہ کے اختتام اور دُعا کے بعد ایک بار پڑھنے کا معمول شریف ہے اور نماز عصر و مغرب کے درمیان کم سے کم تین بار زیادہ جہاں تک ہو سکے۔

وظیفۂ غوثیہ

(ج) اَلْمُحِیْطُ الرَّبُّ الشَّھِیْدُ الْحَسِیْبُ الْفَعَّالُ الْخَالِقُ الْبَارِیُ

اَلْمُصَوِّرُ: گیارہ مرتبہ

۴۰ چہل کاف:

(ح) کَفَاکَ رَبُّکَ کَمْ یَکْفِیْکَ وَاکِفَۃً کِفْکَا فُھَا کَکَمِیْنٍ کَانَ مِنْ کَلَکَا۔ تَکَرُّ کَرًّا کَکَرِّ الْکَرِّ فِی کَبَدٍ: تَجَلّٰی مُشَکْشَلَۃً کَلُکْلُکٍ لَکَا: کَفَاکَ مَابِیْ کَفَاکَ الْکَافُ کُرْبَتَہٗ: یَا کَوْکَبًا کَانَ تَحْکِیْ کَوْکَبَ الْفَلَکَ: جہاں تک ممکن ہو یا کم سے کم تین مرتبہ

ترجمہ چہل کاف

اے دل! جس پروردگار نے بہت مصیبتوں میں تیری کفایت (وحمایت) کی ہے وہی پروردگار، ان مصائب میں جو بھاری لشکر کی طرح گھات میں ہیں، اب بھی تیری کفایت کرے گا (۲) اُن مصائب میں تیرے لئے کافی ہوگا) جو مصائب کہ پے دَرپے (اور) سخت (اور) مضبوط رسّی (کی مانند) اور نیزہ زن مسلّح لشکر اور فربہ اور قوی اونٹ کی طرح ظاہر ہوتے ہیں (۳) اے ستارے! (اے قلبِ روشن) جو آسمانی ستارے کے مانند (منوّر اور دُرخشاں) ہے (یقین رکھ کہ) تیرا رب تیرا مولیٰ تمام پریشانیوں سے اب بھی تجھے کفایت کرے گا جیسے کہ گزشتہ پریشانیوں میں (اُس قادر وکریم نے) تیری کفایت کی وَاللّٰہُ قَادِرٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ،

حل لغات چہل کاف: وَاکِفَۃً مصیبت ناگہانی یا بلائے آسمانی۔ کِفْکَافُ روکنا پھیرنا دفع کرنا۔ کَمِیْنٍ گھات لگانا۔ کَلَکَا بڑا بھاری لشکر۔ تَکَرُّ بار بار حملہ کرتا ہے۔ کَرًّا بار بار حملہ کرنا۔ کَرَّ الْکَرِّ۔ خوب مل کھائی ہوئی۔ (اچھی طرح بٹی ہوئی) مضبوط رسّی۔ کَبَدٌ سختی ودرشتی وتکلیف۔ تَجَلّٰی ظاہر

ہوتا ہے۔ مُشَکْشَکَۃٌ مسلح نیزہ زن فوج ولشکر۔ کُلْکُلٌ خوب موٹا اونٹ۔ لَکَکٌ گتھے ہوئے گوشت والا اونٹ۔ اَلْکَاف مخفف اَلْکَافِیْ۔ کفایت کرنے والا۔ کُرْبَتٌ سختی ودشواری۔ کَوْکَبٌ۔ ستارہ۔ فَلَکٌ آسمان۔ تَحْکِیْ۔ مشابہت رکھتا ہے۔

ارشاد: ہمارے حضرت قبلہؒ کا ارشاد ہے کہ ہم چہل کاف بہت پڑھا کرتے تھے ایک پیر بھائی نے کہا (ہمارے والد ماجد) "حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ چہل کاف بہت پڑھتے تھے۔"

دُرُودشریف

(خ) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ ہمارے حضرت قبلہؒ کا ارشاد ہے کہ درود شریف بعد عصر ٹہلتے ہوئے پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہئے یا کم سے کم تین سو مرتبہ:

دُرُودشریف غوثیہ

(د) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الطَّاھِرِ الزَّکِیِّ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَ تُفَكُّ بِھَا الْکُرَبُ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَكَ رِضًی وَ لِحَقِّہٖ اَدَآءً وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ گیارہ مرتبہ:

(ذ) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ۔

معمولات شریف یہ ہیں: (۱) پچھلی رات تہجد کی نماز گزارنا (۲) فجر تک ذکر ومُراقبہ میں مشغول رہنا (۳) نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر مُراقبہ کرنا (۴) اس کے بعد تلاوتِ قرآن مجید (۵) پھر دلائل الخیرات شریف

بروایت علی حریری رحمتہ اللہ علیہ۔

ایک ارشاد: اس کے متعلق دربارِ عالی میں ایسا ارشاد ہوا ہے۔

جن مریدوں کو میرے استاد حضرت سید رضوان مرحوم و مغفور مدنی سے اجازت حاصل ہے یا ان کے صاحبزادے سے یا مولوی عبدالحق صاحب گورکھ پوری مکّی سے اجازت ہے۔ ان کو میری طرف سے بھی اجازت ہے بار دیگر مجھ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی اجازت عین میری اجازت ہے (۶) بعدہٗ دعائے حزب البحر بروایت مولوی برہان صاحب فرنگی محلی لکھنوی پڑھنا (۷) بعد اسکے نماز چاشت چار رکعتیں دو سلام کے ساتھ پڑھنی (۸) پھر دنیا کے کاموں کو دیکھنا (۹) دوپہر کو کھانا کھا کر فرصت ہو تو قیلولہ کرنا (۱۰) بعد نماز ظہر امورات دنیوی (۱۱) بعد نماز عصر تسبیح پر اوراد مذکورہ میں سے کسی ورد کو اور درود شریف کو ۳۰۰ مرتبہ شغل یا بے شغل ٹہلتے ہوئے پڑھنا (۱۲) نماز مغرب کے بعد عشا تک مُراقبہ (۱۳) عشا کے بعد کھانا کھانا مرید کو اِن معمولات پر مداومت چاہیے۔

کارکن کار بگذار از گفتار — کاندرین راہ کار دارد کار

ایک دُعا: حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا: ''ہم کبھی کبھی یہ دُعا پڑھا کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِىْ مِسْكِيْنًا وَّ احْشُرْنِىْ فِىْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ۔

دُعا نماز چاشت: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمِ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ

السَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً لِیْ مِنَ الْحَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

سورۂ مریم: سورہ مریم کا وِرد بھی آپ کا رہا ہے۔ آپ نے اس سورہ شریف کو وظیفہ کے طور پر پڑھا ہے، اور ترقّی حافظہ کیلئے سورہ یوسفؑ کا پڑھنا، آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

نماز جمعہ: جمعہ کے دن آپ خانقاہ شریف میں وضو فرما کر (حجرہ شریف میں) ۲ دو رکعت ایک سلام کے ساتھ پھر چار رکعت سنّت، ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے اس کے بعد مسجد تشریف لے جاتے۔ اوّل داہنا قدم مبارک مسجد شریف میں رکھتے پھر بایاں۔ مسجد میں تشریف لا کر دو رکعتیں ادا فرماتے (غالباً تحیۃ المسجد) اس کے بعد منبر پر تشریف لے جاتے۔ اور خطبہ ارشاد فرماتے۔ اس کے بعد نماز جمعہ (دو رکعت فریضۂ جمعہ کے بعد) پھر چار رکعت سنّت، پھر دو سنّت دو نفل ادا فرماتے۔ مسجد سے باہر تشریف لانے کے وقت اوّل بایاں قدم مبارک باہر رکھتے۔ پھر داہنا۔

عید الفطر: ارشاد فرمایا۔ ''تم نے عید الفطر کی نماز کتنی بار ہمارے ساتھ پڑھی ہے۔'' عرض کیا گیا۔ ''یاد نہیں'' فرمایا ''دو بار'' پڑھی ہے۔ ارشاد ہوا'' عید گاہ میں ہمارے ساتھ ایک علم جاتا تھا، پھر کئی علم لوگ لے جانے لگے ہم نے غور کیا، اور منع کر دیا۔ اس لیئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ نیزہ پر ایک نشان لگایا جاتا تھا۔ (جو علم کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم کیساتھ جایا کرتا تھا) پس ہم نے زیادہ کو منع کر دیا۔ ہم بہت ڈرپوک آدمی ہیں خیال رکھنا

سمجھ کر رہنا ہم بات کو بہت (سوچتے اور) بہت خیال کیا کرتے ہیں۔

نمازِ تراویح: نمازِ تراویح (بیس رکعت) آپ تمام ماہِ صیام میں ادا فرماتے اگر کوئی حافظِ قرآن اس موقع پر حاضر ہوتے تو محرابِ ختم قرآن ادا فرماتے۔ محراب جلدی ختم ہونے پر بقیہ ایّام ماہِ صیام میں سورۃ تراویح یوں ادا فرماتے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے قُلْ یَا اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ تک ایک رکعت میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ اور دوسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اس طرح دس رکعتیں ادا فرماتے اس کے بعد چھ ۶ رکعتوں میں (ہر رکعت میں) قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھتے گویا اس طرح ۱۶ رکعتیں ہوئیں اس کے بعد دو رکعتوں میں اِذَا جَآءَ اور تَبَّتْ یَدَآ اور دو رکعتوں میں سُوْرَۃُ الْفَلَقِ اور سُوْرَۃ وَالنَّاسِ پڑھ کر نمازِ تراویح کو پورا فرماتے اس کے بعد وتر با جماعت ادا فرماتے۔ اوّل رکعت میں اِنَّآ اَنْزَلْنَا دوسری میں قُلْ یَا اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰہ۔ معمول تھا۔ بعد وتر دو رکعت نماز تشفیع دالوتر کبھی بیٹھ کر ادا فرماتے اور کبھی نہیں۔

اُصولِ طریقت: ارشاد فرمایا ہمارے طریقہ کا اصول معلوم ہے کہ کیا ہے۔ (۱) فنا فی الشیخ (۲) فنا فی الرسولؐ (۳) فنا فی اللہ۔ یہ اشغال سہ گانہ اصل ہیں۔ انکے علاوہ جو اذکار و اشغال ہیں وہ سب ان کے حواشی ہیں تعلیمِ فنا ان میں بھی ہیں، مگر اسے ابھی نہیں سمجھو گے۔

لطائف: فرمایا اس سلسلہ میں لطائف وغیرہ کے جھگڑے نہیں ہیں۔ ایک شخص نے ہم سے لطائف کے متعلق پوچھا ہم نے جواب دیا۔ قادریہ شریف، چشتیہ شریف اور قدیم نقشبندیہ شریف میں لطائف کا بالکل کوئی ذکر نہیں۔

جامع اور مکمل تعلیم: ان اشغال سہ گانہ (فنا فی الشیخ، فنا فی الرسولؐ، فنا فی اللہ)

سے بہتر اور برتر دنیا میں کوئی شغل نہیں ہے (اپنے خادموں سے فرمایا) ابھی تم لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ (اس سہ گانہ) شغل اور دیگر اشغال کا نتیجہ اور اثر کیا اور کہاں تک ہے؟ دوسرے جس قدر اشغال ہیں۔ وہ سب ان تین شغلوں میں سے کسی نہ کسی میں آکر درج ہو جاتے ہیں۔

شغل آفتابی: ایک شغل آفتابی ہے۔ ''مثنوی گنج راز'' میں بھی شغل آفتابی کو لکھا ہے۔ اس کو اکثر ہنود اور مجازی لوگ کرتے ہیں۔ اور مجذوب بھی کرتے ہیں اور سالکوں میں اس شغل کا رواج نہیں سنا گیا مگر صفی پور کے مشائخ یہ شغل کرتے ہیں۔ آفتابی و ماہتابی شغل وہ کرے جو اپنے پیر و مرشد کے چہرہ کو آفتاب سے کم جانے شغل آفتابی میں شاغل فنا فی الشمس ہو جائے گا۔ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ کون شغل ذاتی اور مقصود ہے اور کون (بالذات مقصود نہیں) بلکہ (مقصود کی) استمداد و اعانت کے لئے کیا جاتا ہے۔ آفتاب میں اگرچہ روشنی ہے۔ مگر ملاحت کہاں ہے؟ ؎

نُور پیدا ہے جمالِ یار کے سایہ تلے　　شمس شرمندہ رخِ دِلدار کے سایہ تلے

اِسمِ ذات کا نقش طلائی: ''مثنوی گنج راز'' میں ایک شغل لکھا ہے۔ کہ اسمِ ذات (اَللہ) کو نقرئی یا طلائی، روشنائی سے منقّش کر کے مشق کیا کرے۔ فرمایا ''مشق اور ملاحظہ کی وجہ سے اس قدر نظر جم جائے گی کہ جس طرف نظر جائے گی، کثرت ملاحظہ سے اسی اسم کا مشاہدہ ہوگا۔ اگر چادر سفید، شکن دار پر بھی نظر پڑے گی۔ تو معلوم ہوگا کہ وہی لکھا ہے، اور ہر طرف وہی وہ نظر آئے گا''

اس شغل کی نسبت بھائی شیر علی نے عرض کیا! ''حضور نے کیا ہے''؟ ''فرمایا'' میں نے نہیں کیا۔ تمام شغل کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔ دوام

بس ایک ہی شغل کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ جب اس شغل کا کامل انکشاف کر دے گا تو تمام شغل واشغال کی ماہیت اور باریکی معلوم ہو جائے گی۔ دیگر تمام اشغال ہیچ معلوم ہوں گے۔ سب (شغل) کرنے سے ایک بھی نہ ہوگا۔ اذکار واشغال بہت ہیں۔ مگر ہم کو اپنے پیرانِ طریقت کے فرمان پر عمل کرنا چاہئے۔ اور اس فرمودہ میں جس شغل پر زیادہ ذوق وشوق معلوم ہو یا جس شغل کا اشارہ ہو۔ اس کے دوام کی سعی وکوشش کرنی چاہئے۔ مختلف اذکار واشغال کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے۔ ایک ہی ذکر وشغل کافی ہے دو ایک تو بن پڑتے نہیں ہیں۔ بہت سے کر کے کیا کریں گے ع

علم شطّا راست برتر، ذات باری بے نیاز

ریاضت صرف رضائے مولیٰ کے لئے: ارشاد ہے، کہ خواہشات نفسانی سے ریاضت کرنی گمراہی ہے محض عبادت کی نیّت سے عبادت کرنی، یہ منصب اولیاء اللہ کا ہے جو ریاضت کہ تحصیل مراتب ودرجات کے لئے ہوگی۔ وہ بالکل دنیا ہے۔ اور جو عبادت وریاضت کہ محض رضائے مولیٰ کیواسطے ہو۔ وہ ہمارا راستہ ہے۔ جس میں یہ بات نہیں، وہ سمجھ لے کہ اُس نے (خدا کا) راستہ نہیں پایا۔"

بہترین ذکروشغل: فرمایا تمام شغل میں فلاں .... شغل بہتر ہے (اور اذکار میں) ذکر نفی واثبات اولیٰ ہے۔ پاس انفاس کی مداومت اور تھوڑا ذکر چارضربی کر لیا کرے۔

نصیحت حضرت فخر العارفین قدس سرہٗ

درباب معمولات

نمازِ چاشت: فرمایا چاشت کی نماز ہم چار رکعت دو سلام کے ساتھ پڑھتے ہیں پہلی دو رکعت میں اَلْحَمْدُ کے بعد اَلَمْ تَرَ کَیْفَ اور لِاِیْلَافِ دوسری رکعتوں میں اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ یہ طریقہ ہمارے بزرگوں کا ہے۔ تم اس نماز کے فضائل ابھی نہ سمجھو گے۔ بچے ہو۔ اگر ہو سکے تو پڑھ لیا کرنا۔

نمازِ چاشت کے بعد: اگر مرید اہلِ علم سے ہے تو چاشت کی نماز پڑھ کر پھر درس و تدریس میں مشغول ہو جائے ورنہ ملازمت یا تجارت یا جس کام کے سلسلۂ معاش سے تعلق رکھتا ہے اس میں مشغول ہو جائے بیکار ہرگز نہ رہے دوپہر کو کھانا کھائے۔ اگر فرصت اور موقع ملے تو کھانے کے بعد قیلولہ کرے سو کر اٹھے تو پھر نماز ظہر پڑھ کر جس کام سے کہ سلسلہ معاش سے تعلق رکھتا ہے، مشغول ہو جائے اور مابین عصر و مغرب کچھ نہ کھائے مرض کی حالت میں عصر و مغرب کے درمیان کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں مرض کی حالت میں تو اور معمولات بھی معاف ہیں۔

تہجد کی نماز اور اس کا طریقہ: اگر ہو سکے تو نماز تہجد کے بعد ذکر و فکر کرے ہم تہجد کی نماز چار رکعت سے کم اور بارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے۔ نماز تہجد کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بارہ دفعہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھے۔ دوسری رکعت میں گیارہ بار اسی طرح ہر رکعت میں ایک ایک بار کم کرے۔ آخری یعنی بارہویں رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ ایک بار پڑھے۔

اگر تہجد کا وقت تنگ ہو گیا۔ اٹھنا دیر سے ہوا تو پھر دو ۲ رکعت کی نیت

کرے اور ہر رکعت میں تین بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے۔ اس طرح چار رکعتوں سے لے کر دس رکعتوں تک وقت کی گنجائش کا خیال رکھتے ہوئے پڑھ لے۔

مشائخ کا واجبی مُراقبہ: بعد نمازِ مغرب مُراقبہ کرنا مشائخ کے واجبات میں سے ہے۔ خواہ سفر ہو خواہ حضر۔ اتفاقاً موقع اور فرصت نہ ہونے پر کم سے کم مُراقبہ ایک ہی منٹ کے لئے سہی۔ لیکن ناغہ نہ ہو اب بیماریوں کی وجہ سے ہمارے معمولات میں کبھی فرق آجاتا ہے۔ تسلسل باقی نہیں رہتا۔ درمیان میں رفع حاجت کو جانا ہوتا ہے یا چائے وغیرہ پی لیتے ہیں۔ باقی معمول ہمارا یہی تھا۔ ابتداء میں ریاضت اور وظیفہ بہت کیا جائے۔ جب اللہ کی رحمت ہو جائے اور بات سمجھ میں آجائے تو بس صبح کو تھوڑا مُراقبہ اور ایک پارہ قرآن مجید اور عصر سے لے کر مغرب تک دُرُود شریف اور دیگر اوراد اور مغرب کے بعد عشاء تک مشغولی مُراقبہ۔

تلاوت قرآن: قرآن شریف کی تلاوت میں بہت برکت ہے انتہا میں سالک قرآنِ ناطق ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ پہلے ہم بہت کتب بینی کرتے تھے مگر بارہ سال سے اب صرف قرآنِ مجید تلاوت کرتے ہیں۔

خائف و ترساں رہنا: اگر معمول کو ادا نہ کیا جائے تو روح میں تاریکی آجاتی ہے تم ہم سے محبت رکھتے ہو۔ اسلئے کہتے ہیں کہ ہم ڈرپوک ہیں۔ پتّہ کھڑکا بندہ سرکا۔ جس طرح چیل کے اُڑنے سے اس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے اُسی طرح معمولات ترک کرنے سے سایہ کی طرح قلب پر تاریکی دوڑتی ہے۔ اگر اس کا دفعیہ مُرید نے جلد نہ کیا تو وہ تاریکی دل پر قائم ہو جاتی ہے شاید تم لوگوں کو ابھی اس امر کی تمیز نہیں ہوتی چونکہ ہم سے محبت رکھتے ہو لہٰذا ہم نے

بتا دیا ہے کہ ہمارے سلسلہ میں ریاضت کا یہ دستور العمل ہے ارشاد ہوا۔ ہمارے پیرانِ طریقت کے مذکورہ اوقات اور معمولات کی پابندی کا خیال رہے۔ طالب اگر اس کی تعمیل نہ کرے گا تو ہرگز کوئی مرتبہ حاصل نہ کر سکے گا۔

ذکر و معمولات کے لئے نصیحت و ترغیب

توجہ شیخ کا فائدہ: یہ تمام اذکار و اشغال مندرجۂ کتاب یادگار جہانگیری اُن سالکین طریقت کے لئے مفید ہوں گے۔ جنہیں اپنے شیخ اور مرشد سے توجہ عطا ہو چکی ہے۔ جو اس توجہ سے محروم ہے اس کا کشود کار کی غرض سے ان اذکار و اشغال میں کوشش کرنا محض لاحاصل ہے بلکہ نفع کے بجائے نقصان کا خطرہ ہے۔

اشغال میں تدریجی ترقی کا لحاظ: ایک مرید سے فرمایا دیکھو میری نصیحت یاد رکھنا ذکر و شغل و مُراقبہ آہستہ آہستہ بڑھانا اس طرح کہ دماغ خراب نہ ہو، یکبارگی محنت کرنے سے دماغ پر گرمی چڑھ جاتی ہے۔ پھر وہ مجذوبیت کی حالت میں آجاتا ہے (یہ مجذوب ہونا) ایک ادنیٰ درجہ کی فقیری ہے ہم مجذوبیّت کو پسند نہیں کرتے۔ اگر مجذوبیّت اعلیٰ درجہ کی فقیری ہوتی تو تمام پیغمبر علیہم السّلام مجذوب ہوتے لیکن آج تک کوئی نبی اور رسول علیہ السّلام مجذوب نہیں ہوئے)۔ دیکھو ہمیشہ قلب کی طرف دھیان رکھنا کہ دل کی حرارت وگرمی دماغ پر نہ چڑھے۔ جوش قلب میں رہے دماغ میں حرارت نہ آئے جیسا پارسال ہوا تھا کہ جب تم یہاں آئے تھے اس وقت تمہارے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ دماغ میں گرمی آرہی ہے۔ جب سر میں گرمی معلوم ہو تو سر پر پانی ڈالتے رہنا اور کام کرنا۔ دُرُود شریف کا وِرد رکھنا۔ ہمارا یہی دستور تھا۔ ہمارے

سلسلہ کے اورادواشغال ایک روز کے واسطے نہیں ہیں ۔دوام کے لئے ہیں ۔زیادتی کرنے سے نقصان پہنچ جاتا ہے ۔ ہمارے سلسلہ میں ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے جو دنیاوی کام بھی کر سکے ۔اور رفتہ رفتہ ذکر وشغل میں بھی مصروف رہے ۔زیادہ نہ ہونے پائے کہ حرج اور خرابی واقع ہو اِس سلسلہ کی تعلیم عرصہ دراز میں جا کر ختم ہوتی ہے ۔آپؒ نے اس مدت کا بھی تعین فرمایا۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ تعلیم تو از مہد تا لحدَ ہے ۔اس راہ میں سخت محنت وریاضت کی ضرورت ہے آج کل تو عموماً یہ حال ہے ذرا ذوق وشوق پیدا ہو تو فقیری کا دم بھرنے لگے ۔لوگ چاہتے ہیں کہ مرید ہوتے ہی کامل فقیر ہو جائیں ۔مصرعہ ؎

اندریں رہ بایداے دل ہمّتِ مشکل پسند

تمثیلاً فرمایا ۔اچھا تمہیں ایک قصّہ سناتے ہیں ۔رقعاتِ عالمگیری کو تم نے پڑھا ہے ۔ عالمگیر نے اپنے ایک لڑکے کو لکھا کہ تمہارا انتظامِ سلطنت بہت خراب ہو رہا ہے ۔اگر تم نے محنت نہ کی اور اچھی طرح انتظام نہ کیا تو اعلیٰ حضرت کو کیا منہ دکھاؤ گے ۔پس اسی طرح ہم اپنی حالت دیکھتے ہیں ۔کہ مجھ سے کچھ محنت ومشقّت نہیں ہوتی ۔ ہر وقت طبیعت پریشان رہتی ہے کہ ہم اپنے پیرومرشد کو کیا منہ دکھائیں گے ۔جب ہم سے محنت نہیں ہوتی ہے تو پھر ہم اپنے مریدوں سے کیا توقع رکھیں ۔یعنی جب تم محنت نہ کرو گے تو پھر تمہارے مرید کیا محنت کریں گے ۔یہ آپ کا طرز بیان تھا تا کہ نصیحت خوش گوار اور دل نشین ہو جائے ۔

ہمارے بزرگوں کی ریاضتؒ : ہمارے حضرت والد ماجد قدّس سرّہٗ کو ہماری پیدائش سے نو برس پہلے خلافت ہوئی ۔جب میں کلکتہ میں پڑھ رہا تھا اور پندرہ سولہ سال کی عمر تھی ۔ اس زمانے میں ایک بار میرے دادا پیر صاحب قبلہ کلکتہ تشریف لائے ۔یہ خبر سن کر میں قدمبوسی کے لئے گیا ۔مغرب کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ بعد

مغرب آپ مُراقبہ میں مشغول ہیں میں ایک کونے میں بیٹھ گیا جب عشاء کا وقت آیا تب آپ نے (ہوں) کہا یعنی عشاء کی اذان کا اشارہ فرمایا۔ مؤذن نے اذان دی اور پھر نماز ہوئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؒ مجھ سے باتوں میں مشغول ہوئے۔ پس میں نے اپنے دادا پیر صاحب کو پہلی بار کس حالت میں پایا (یادالہیٰ میں)

میرے والد کو خلافت دینے کے پچیس سال بعد بھی آپ کی ریاضت عبادت کا یہ حال تھا اور اس زمانے میں بھی آپ کے معمولات میں فرق نہ تھا۔ یہ راستہ بہت دشوار گذار ہے یہ راستہ بہت ہوشیاری اور چالاکی کا ہے۔ صوفی قوم بڑی ہوشیار چالاک اور بیدار مغز ہوتی ہے۔ یاد رکھنا کہ اس راستہ میں صفائی کی بے حد ضرورت ہے۔ اس راستہ میں عقلمندوں کی ضرورت ہے۔ ع

آرے طریق رندی چالاکی است وچستی

<u>چست و چالاک رہنے کی نصیحت</u>: فرمایا کام میں عبادت اور معمولات میں چُستی چاہیئے سُستی نہیں کرنی چاہیئے چُستی اس وقت پیدا ہوگی جبکہ ذوق وشوق پیدا ہوگا۔ اللہ کی محبت دل میں ہوگی اللہ سے ہمیشہ دُعا مانگنا کہ اے باری تعالیٰ تو ہمیں ہمارے کام میں چُستی عطا فرما اور سُستی کو دور کر جس کے دل میں خداؐ کا ڈر نہ ہوگا اس کے کام میں سُستی آجائے گی اور جس کے دل میں ڈر ہوگا چُستی پیدا ہوگی سُست آدمی کسی کام کا نہیں ہے یہ راستہ چُست آدمی کا ہے تاکہ دین اور دنیا کے کام عبادات اور معمولات وغیرہ میں سُستی نہ کرے بلکہ چُستی کے ساتھ سرانجام دے سکے۔

<u>راہِ خدا راہِ جاں فروشی ہے</u>: فرمایا۔ اس لڑائی میں جسے ۱۹۱۴ء کی بڑی لڑائی کہتے ہیں۔ بے شمار آدمی کام آئے۔ اور بے شمار زخمی و بیکار ہو گئے۔ لڑائی پر جانے والے یہ سمجھ کر جاتے ہیں کہ فتح کر کے آئیں گے۔ یا مر کر رہ جائیں گے۔ اگر

لڑائی کو جیت لیا اور زندہ رہے تو دنیا ہاتھ آئے گی۔ گویا ذوقِ دنیا میں جاں فروشی کرتے ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ جن کا پیشہ سپاہ گری نہیں ہے روٹی وہ بھی کھاتے ہیں لیکن ایک سپاہی فتح کے لئے (جس کا نتیجہ دنیا کی عزت ہے) اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ راہِ خدا میں جاں فروشی کرنے والے دنیا میں کتنے ہیں۔

ایک قصہ آفرینش دنیا کی ابتداء کا ہے۔ کہ ایک بزرگ پر (یاد نہیں کہ نبی تھے یا ولی) حق سُبحانہٗ تعالےٰ نے خلقتِ عالم (یعنی ابتدائے آفرینش عالم) کا ماجرا منکشف فرمایا۔ کہ جب انسان پیدا کیا گیا تو سب ارواحِ انسانی کو دس حصّوں پر تقسیم فرمایا گیا۔ اور دنیا زیب و زینت کے ساتھ ہر کے رُوبرو پیش کی گئی۔ نو حصّوں نے دوڑ کر دنیا کو قبول کر لیا صرف ایک حصّہ علیحدہ رہا دنیا قبول کرنے والوں کا شریک نہ ہوا۔

پھر اس ایک حصّہ کے بھی دس حصّہ کئے گئے۔ اور ہر ایک کے رُوبرو جنّت اور اس کی نعمتیں پیش کی گئیں۔ نو حصّوں نے جنّت اور اس کی نعمتوں کو قبول کر لیا صرف ایک حصّہ بچا رہا۔ اس کے بھی پھر دس حصّہ کئے گئے اور دوزخ اور دوزخ کا قہر و جلال دکھایا گیا نو حصے دوزخ کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے صرف ایک حصّہ ثابت قدم رہا۔ تب خلّاقِ عالم نے فرمایا۔ اے لوگوں دنیا پر تم نہیں ریجھے اور جنّت اور اس کی نعمتوں پر تم مائل نہ ہوئے۔ اور دوزخ اور اس کے قہر و جلال سے تم نہیں بھاگے۔ اے میرے بندو تم چاہتے کیا ہو۔ اور تمہارا ارادہ کیا ہے۔ ان بندگانِ حق نے جواب دیا۔ اے ہمارے پرودگار تو ہی جانتا ہے کہ ہمارا ارادہ اور خواہش کیا ہے۔

بس اس قصّہ سے سمجھ لو کہ دنیا سے محبّت کرنے والے انسان اتنے

زیادہ ہیں اور عقبیٰ سے محبت کرنے والے اتنے تھوڑے ہیں۔ اور پھر صرف خدا سے محبت کرنے والے، اُن سے بھی کم ہیں۔

خدا کی محبت کا راستہ محنت اور ریاضت کا ہے۔ آرام طلبی سے کچھ نہ ہوگا اس راستہ میں تو مرنے سے پہلے مرجانا ہوتا ہے۔

کاہلی اور بیکاری سے بچو: فرمایا۔ ایک دفعہ ہم نے اپنے فلاں مرید سے کہا کہ شہر میں جاؤ اور نوکری چاکری کرو (وہ کام میں سُست فقیری کے طالب تھے) وہ شہر چاٹگام میں پہنچے اور ایک مہینہ چکّر لگا کر چلے آئے۔ اور کہا کہ بہت تلاش اور کوشش کی لیکن نوکری نہیں ملی۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ شہر میں تم نے کتنے ملازم پیشے والے دیکھے جو نوکری کے ذریعہ سے گزارا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کئی ہزار۔ ہم نے کہا کہ پانچ روپیہ کے چپراسی اور چوکیدار سے لے کر کمشنر تک سینکڑوں آدمی تو سرکاری دفاتر میں نوکر ہیں۔ اور اس کے علاوہ آسام ریلوے کا جنرل آفس بھی اس شہر میں ہے۔ پھر جہاز بنانے کے کارخانے ہیں۔ اور بڑے بڑے سوداگروں کے کاروبار ہیں اور ہزاروں آدمی ملازمت کررہے ہیں اور ملازمت وہ چیز ہے جس کو اس شہر میں ہزاروں لوگوں نے حاصل کرلیا ہے۔ پھر ہم نے پوچھا کہ تم نے خدا کے طالب شہر میں کتنے دیکھے۔ انہوں نے کہا بس دو چار۔ ہم نے کہا کہ جس چیز کو ہزاروں لوگوں نے پایا اور حاصل کرلیا ہے۔ جب تم اس چیز کو بھی حاصل نہ کرسکے تو پھر بھلا تم فقیری کیوں کر حاصل کرسکو گے۔ جس کے طالب لاکھوں میں (تمھارے کہنے کے موافق بھی) بس دو چار ہی ہیں۔ بھلا یہ نعمتِ عظمیٰ تمھیں کیونکر مل سکے گی۔

ہمارا راستہ محنت کا ہے۔ ہم کاہلی اور سُستی سے پناہ مانگتے ہیں اور یہی دُعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ غفلت اور کاہلی اور سُستی سے بچانا۔

عُمر کے تین حصے: فرمایا۔ ہمارے پاس بہت لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور ہم سب کو دیکھا کرتے ہیں۔ کسی کتاب میں تو نہیں دیکھا۔ ہمارے خیال میں گذرا کہ عمر کے تین حصے ہیں (۱) لڑکپن تعلیم و تربیت کا زمانہ ہے (۲) جوانی محنت و مشقت اور ہر ایک کام میں کامیابی حاصل کرنے کا زمانہ ہے (۳) بُڑھاپا بیکاری کا زمانہ ہے۔ جب بُوڑھے ہو گئے تو لوگ کہتے ہیں۔ میاں اب یہ بیکار ہوئے ان سے کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔ اب ذرا خیال تو کرو کہ لوگ خُدا کو نذر میں کیا تحفہ دیتے ہیں۔

بُڑھاپا یعنی ضعیفی کا وہ حصہ جو کسی کام کا نہیں۔ میاں جوانی کا تحفہ نذر دیا جائے تو ہمت و جوانمردی کی بات ہے۔ یعنی جوانی میں عبادت و ریاضت کرنی چاہیے۔

انسان کو چاہئے کہ جوانی میں یادِ الٰہی کرے، اور اس کے ساتھ دنیاوی کاروبار بھی ہو۔ خواہ وہ ہفت اقلیم کی بادشاہی کرے مگر دل میں بجز مولیٰ کے اور کچھ نہ ہو۔ (دست بکار دِل بیار)

فرمایا۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسا ہی دیکھا اور سُنا ہے کہ ہمیشہ اور ہر حالت میں مشغولی دوام میں رہے۔ ظاہر میں خلق کے ساتھ دل سے مشغول حق کے ساتھ۔

افلاس دُور ہو جاتا ہے: فرمایا ایک بزرگ آدمی جو طریقت و شریعت کے اچھے جاننے والے ہیں۔ اور دنیاوی معاملات میں خوب ہوشیار اور چالاک ہیں۔

انہوں نے ہم سے کہا کہ فقیری تو دوسری بات ہے۔ اللہ جسے نصیب فرمائے لیکن آپ کے معاملات، شبانہ روزی اور آپ کی روش، آپ کا چلن جو اختیار کریگا اُسے انشاء اللہ تعالیٰ افلاس تو نہیں ہونیکا فرمایا جو ہماری روش اختیار کرے گا دو جہاں کی فکر سے مستغنی ہو جائیگا۔ صرف اپنے خالق کی محبّت میں بے قرار ہوگا۔ باقی دین و دُنیا کا فکر اُسے نہ ہوگا۔

<u>اُتر جانب سَر ہانہ:</u> فرمایا۔ ہمارے حضرت قبلہ والد صاحب قدّس سرّہٗ اُتر کی طرف سرہانہ کر کے آرام فرمایا کرتے تھے ہم بھی اُتر کی جانب سر کر کے سوتے ہیں۔ اندر اور باہر ہر جگہ ہمارے بچھونے اسی طرح بچھاتے ہیں کہ منہ کعبے کی طرف ہوا کرتا ہے ہم سفر میں بھی ایسا ہی کرتے ہیں جہاں ایسا نہیں ہو سکتا البتہ وہاں مجبوری ہے۔ ہم کعبہ کی طرف منہ کر کے اس لئے سوتے ہیں کہ اگر رات میں انتقال ہو جائے اور صبح بیدار ہونا نصیب نہ ہو تو موت کے وقت منہ جانب قبلہ ہو۔ زندگی کا اتنا بھی اعتبار نہیں جو کہہ سکیں کہ صبح زندہ اور بیدار ہونگے یا نہیں۔

حضرت تاج الاولیاء کے مخصوص تبلیغی مراکز

(۱) قصبہ نصیر آباد ضلع اجمیر شریف (۲) قصبہ سکندر آباد ضلع بلند شہر

(۳) لاہور شریف

پہلا تبلیغی مرکز: حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرَّہٗ کا سرفرازیٔ خلافت کے بعد تقریباً تیس سال نصیر آباد تبلیغی مرکز رہا۔ آپ سرفرازیٔ خلافت کے کچھ عرصہ بعد لکھنؤ واپس تشریف لے گئے اور وہاں سے چل کر کچھ عرصہ الہ آباد قیام فرمایا۔ وہاں پر بہت سے لوگوں کو فیضیاب فرما کر شاہجہاں پور رونق افروز ہوئے وہاں بھی بہت سے تشنگانِ حق کو سیراب فرمایا۔ وہاں سے دوبارہ نصیر آباد تشریف لے آئے اور کچھ دن قیام کے بعد پھر لکھنؤ تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ نصیر آباد کے عوام وخواص سب ہی بہت بے چین و بے قرار ہوئے اور آپکو واپس آنے کا وعدہ فرمانا پڑا۔ کچھ عرصہ لکھنؤ میں قیام فرمانے کے بعد کانپور کا عزم فرمایا۔ کانپور کے لوگ بھی کثیر تعداد میں فیضیاب ہوئے کانپور سے حسبِ وعدہ آپ واپس نصیر آباد تشریف لے آئے۔

نصیر آباد سے اس شمع نورانی کی ضیاپاشی تمام ہند کو منور کرتی رہی اور نہ صرف یہاں کے کورِ باطن باشندوں کو راہِ طریقت و معرفت سے روشناس کرایا بلکہ دُور دُور تک مئے عرفان کے چشمے جاری کر دیئے اور لاکھوں تشنگانِ حق وصداقت اور طالبانِ معرفت کو اپنے سلسلۂ عالیہ کے فیضِ عام سے سرفراز فرمایا۔ آج کوئی ایسی جگہ نہ ہوگی جہاں آپکے فیض یافتہ خدام سلسلہ عالیہ کی تعلیم وترویج اور تبلیغِ دینِ مبین میں سرگرمِ عمل نہ ہوں۔

بلا مبالغہ آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے صاحبِ فیض اور عارف باللہ تھے۔ اہلِ طریقت کے علاوہ عوام الناس مسلم اور غیر مسلم سب ہی آپ کی دُعاؤں

سے فیضیاب ہوئے جو دین کے آرزومند تھے اُنھیں دین ملا۔ اور جو دنیا کے متمنی تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا مرحمت فرمائی۔ آپ کی شب و روز کی مجالس دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی آپ اپنے وقت کے بے مثال اور صاحبِ نظر بزرگ تھے۔ ایسے صاحبِ مقام بزرگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔)

ابتداءً نصیر آباد کے لوگوں نے آپ کی تبلیغ کی سخت مخالفت کی چونکہ یہاں کے لوگ رشد و ہدایت سے بالکل بے بہرہ تھے لیکن جب آپ کی ذات قدسی صفات سے دینی اور دنیاوی نفع پہنچا تو کثیر تعداد میں لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرّف ہوکر اور راہِ ہدایت پر چل کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے اور فلاح حاصل کی۔ دعوت اِلی اللہ و تبلیغ دین اور تعلیم و تلقین سلسلہ عالیہ کا یہ عظیم الشان کارنامہ اور اس قدر روحانی فیض کا تعلق آپ کی ریاضت و مجاہدہ کی اسی زندگی کا ثمرہ معلوم ہوتا ہے۔ جو آپ نے پیران پیر دستگیر حضرت غوثِ اعظمؓ کی مکمل اتباع میں گزاری اور جس کے تصوّر ہی سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسے مادّہ پرستی کے دور میں عیال داری کے ساتھ اس قدر پاکیزہ اور ستھری زندگی اور حسنِ معاشرت کا وہ بہترین نمونہ پیش فرمایا جو اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے سلسلۂ عالیہ کی اشاعت اور تبلیغ دین متین بڑی جانفشانی و مستعدی اور سرگرمی سے فرمائی اور ہزاروں بندگانِ خدا کو دینی اور دنیاوی کامیابی سے ہمکنار کیا۔ خدمت خلق کی اس عظیم کرامت کے ظہور سے باری تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ پاک کے صدقہ میں آپ کو سرفراز فرمایا۔ آپ قُطبُ الاقطاب شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سیّدنا و مولانا شاہ نبی رضا خان قُدّسَ سِرّہٗ کے خلیفہ معظم مانے گئے۔

آپ کی مجالسِ پاک سے استفادہ ان سعادت منداور خوش نصیبوں نے کیا جواس زمانہ میں سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوکر حلقۂ عقیدت منداں میں شامل ہوئے تھے۔ قرآن مجید کے حقائق اور تصوّف کے دقیق مسائل، حقیقت وعرفان کے وجد آفریں مناظر وسحر بیانی سے سامعین پر وجد وکیف کا عالم طاری ہوجایا کرتا تھا۔ آپ کا کلام شیریں ودلکش اور پُر جوش ہوتا تھا۔ جس سے اہل ایمان کے دل محظوظ ومسرور ہوتے تھے۔ یہ مقدّس وبابرکت نشستیں عموماً ساری ساری رات جاری رہتی تھیں جو لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا آتے وہ دولت یقین وعرفان سے مالا مال ہوکر جاتے بعض معترضین تنقید ونکتہ چینی کے ارادے سے آتے لیکن کوئی اعتراض کئے بغیر مختصری صحبت میں حلقہ بگوش عقیدت ہوجاتے۔ ذہنی انتشار اور قلبی پریشانی میں مبتلا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر بے چینی وپریشانی سے نجات حاصل کرتے اور اطمینان وسکون کی زندگی پالیتے۔ اسرار ورموزِ معرفت کے بیان سے یقین ہوتا تھا کہ واہب العطایا نے ابواب علوم آپ پر کھول دیئے ہیں۔ آپ حق گوئی، حلم، تدبرّ، تواضع اور منکسر المزاجی کے پیکر تھے۔ عادت مبارک کسی مذہب کی تنقیص یا کسی مکتبۂ فکر کو برُا کہنا نہیں بلکہ دینِ اسلام ومسلک اہل سنّت والجماعت اور سلسلۂ عالیہ کی حقانیّت وخصوصیات اور خوبیوں سے آگاہ کرنا، ان کو اختیار کرنے کی افادیّت، خداوند قدّوسؒ اور اس کے محبوبؐ پاک کی محبّت کے حصول کی ضرورت، اتباعِ سنّت اور ہدایت کے راستہ پر چل کر فلاحِ دارین حاصل کرنے کے طور وطریق سمجھانا تھی۔

<u>ہدایتِ عامّہ</u>: مریدین اور وابستگان کے لئے جو چشمۂ فیض کہ آپ کی ذات اقدس سے جاری تھا اس سے دیگر تشنگانِ طریقت وطالبینِ حق بھی اپنی پیاس

بُجھاتے۔ اس کے علاوہ عام بندگانِ خداؑ کی ہدایت کے واسطے بھی آپ ہمیشہ کوشش فرمایا کرتے روزانہ صبح وشام کی نشستوں میں طریقت کے مسائل کے علاوہ ارکانِ دین یعنی نماز وروزہ وغیرہ کے مسائل اور انبیاء علیہم السّلام واولیائے کرامؒ کے فضائل ومعجزات اور کرامات کے تذکروں سے حاضرین کے ایمان واعتقاد کو تازگی بخشتے رہتے تھے۔

صد سالہ طاعتِ بے ریا سے بہتر: حقیقتاً آپ مجسّم محبّت تھے۔ آپ کے فیضان صحبت سے دلوں میں سوز وگداز پیدا ہو جاتا اور سینوں میں محبّت الٰہیؒ کی آگ بھڑک اُٹھتی۔ سینکڑوں طالبانِ حق آپ کی زیارت وصحبت کے فیض سے منزلِ مقصود پر پہنچے اور کامیاب ہوئے۔ حضرت مولانا رومؒ نے جن اولیاء اللہؒ کی صحبت کو ''صد سالہ طاعتِ بے ریا'' سے بہتر بتلایا ہے آپ کی ذات اقدس انھیں کاملین میں سے تھی۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حُسنِ معاشرت: آپؒ کی حیات طیّبہ کا ایک ایک لمحہ مخلوق خداؑ کے لئے وقف تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ مالی طور پر کبھی کسی کے لئے بوجھ نہ بنے۔ آپ کو نہ دن کو چین میسّر ہوتا تھا نہ رات کو آرام ملتا تھا۔ چونکہ ہمہ وقت طالبانِ حق کا میلہ لگا رہتا تھا۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک پُورا پُورا دن اور ساری ساری رات تشنگانِ حق کی سیرابی میں گزر جاتی لوگ دُور دراز سے آتے اور مدّتوں کے بھٹکے ہوئے پریشان حال سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال ہو کر جاتے۔ حضرات بزرگان عظام کی اتباع میں آپ نہ تو کبھی کسی حاکم سے ملاقات کیلئے اور نہ ہی کسی سرمایہ دار رئیس، نواب یا مہاراجہ کے سلام کے لئے تشریف لے گئے بلکہ بڑے بڑے جاگیردار اور حکام خود حاضری کی سعادت

حاصل کرتے اور اپنی مشکلات کا حل تلاش کرتے آپ کے کسب معاش کے ذرائع بھی خدمتِ خلق ہی کی نظر ہو کر رہ گئے تھے۔

انتہائی تنگی اور عُسرت کے دور میں بھی آپ کا قلب مبارک لالچ وطمع سے پاک رہا۔ ایک مرتبہ آپ کے متوسلین میں سے دو بھائیوں نے روپیوں کی ایک تھیلی کا نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے ان کے خلوص کے مدِ نظر وہ نذر قبول فرمالی۔ اور کچھ دیر کے بعد ان کو وہ تھیلی عطا فرمادی اور حکم دیا کہ اس رقم سے کاروبار کرو۔ کاروبار میں بددیانتی نہ کرنا اور اس حلال کمائی کو اہل وعیال پر خرچ کرنا۔ انہوں نے آپ کی نصیحت پر عمل کیا اور کامیاب ہوئے۔ سبحان اللہ! ایسی تنگی کے زمانے میں بھی آپ نے اپنے خدّام کا کتنا خیال رکھا اور انکی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دی۔ آپ کو متوسلین کا بڑا خیال رہتا تھا۔ ان کی معمولی پریشانیوں سے آپ بے چین ہو جاتے تھے۔ آپ کی دعاؤں سے ان کی پریشانیاں دور ہو جاتی تھیں۔

آپ نے ہمیشہ مخلوق کے ساتھ اللہ واسطے کا تعلق رکھا۔ اس میں آپ کی اپنی ذاتی کوئی غرض وابستہ نہ ہوتی تھی آپ غیر مسلموں سمیت سب پر شفقت فرماتے۔ کبھی کسی کی دل آزاری نہ کرتے اور نہ کسی کو اپنی آسائش کی خاطر کوئی تکلیف دینا گوارہ فرماتے۔ آپ نہایت خلیق، ہر ایک کے ہمدرد اور صاحب مروّت تھے۔ آپ کی مجالس میں غیر مسلم بھی شریک ہو کر استفادہ کرتے اور طالب دعاء ہوتے۔ آپ دعاء فرماتے۔ اور آپ کی دعاؤں سے سب فیضیاب ہوتے۔

امور دنیا میں آپ نہایت چاق وچوبند تھے۔ ہر کام اپنی نگرانی میں سرانجام دلاتے۔ رہن سہن کے نہایت سادہ اور اسلامی اصولوں کی پابندی

فرماتے۔ زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں حد شریعت سے تجاوز نہ کیا۔ نفس کشی کے متعلق آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ جب نفس شریعت کی پیروی قبول کرلے اور کوئی کام خلاف شریعت سرزد نہ ہو تو سمجھنا چاہئے کہ نفس کشی ہوگئی۔ دراصل آپ کا حسنِ معاشرت کا اصل راز شریعت کی پابندی تھا۔ آپ نے ساری زندگی صبر و شکر کے ساتھ بسر فرمائی۔ سبحان اللہ آپ کو جو چادر امانت تفویض ہوئی تھی ہمیشہ پاک وصاف اور بے داغ رہی۔ بھائی قاتل صاحب نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

یہ بات سچ ہے کہ ہم پایہ حضور ہیں کم　　پھر ان میں ایسے جو کامل بھی ہوں ضرور ہیں کم

کلام حق سے یہ ثابت ہوا ہے اے قاتل　　خدا کے بندے بہت ہیں مگر شکور ہیں کم

<u>خدا کس طرح پیدا ہوا:</u> حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک خادم امیر احمد کی معیت میں ان کے عزیز سلیم الدین حاضر خدمت ہوئے۔ انھوں نے سوال کیا کہ خدا کس طرح پیدا ہوا اور اس میں یہ قدرت کہاں سے آئی؟

حضرت قبلہ نے سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصْ کی تلاوت فرمائی۔ ترجمہ اور تفسیر بیان فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اسلام کی تعلیم نہایت پاکیزہ ہے۔ غیب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ بعدہٗ خود بخود مشاہدہ باعثِ یقین ہو جاتا ہے، اور مشاہدات ذریعہ ظہور اعمال مجوزہ اولیاء کرام ہوتے ہیں۔ سلیم الدین مطمئن ہوگئے۔ سلیم الدین پنجاب پولیس میں سب انسپکٹر تھے۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ دربار عالیہ نصیر آباد میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہو کر راہ ہدایت پر گامزن ہوئے بالآخر نظرِ التفات پڑی اور کامیاب ہوئے خلافت واجازت بھی عطا ہوئی۔

<u>پارسی کا قبول اسلام:</u> ایک پارسی جس کا نام دوراب جی تھا حضرت قبلہ کی

خدمتِ اَقدس میں اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ وہ بہت خوب صورت تھے۔ آپ نے بارگاہِ ایزدیؔ میں دُعاء فرمائی کہ اے مولائے کریم اچھی صورت تو بخش دی اچھی سیرت بھی بخش دے۔ آپ کی دُعاء قبول ہوئی اور دوراب جی نے اسلام قبول کرلیا۔ اسلامی نام سلیمان صادق رکھا گیا۔ مرید بھی ہوئے۔ مرید ہوتے ہی مصائب نے آگھیرا۔ جائیداد سے محرومی، کاروبار سے علیحدگی۔ گھر وسسرال والوں اور دیگر سب اعزاء سے قطع تعلق اور دشمنی لیکن باوجود سخت تکالیف وفاقہ کشی کے ان کے قدموں میں لغزش نہ آئی اور ثابت قدم رہے۔ بیوی کو بھی نوٹس دیدیا کہ مسلمان ہوجاؤ ورنہ علیحدگی ہوجائیگی۔ بفضلِ خدا وہ بھی ایمان لے آئی۔ دونوں میاں بیوی نے اس حال پر قناعت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اور بچوّں کو بھی صبر وشکر کی نعمت عُظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔

بعض علماء نے محمد سلیمان صادق صاحب کو تکالیف اور مصائب میں گھرا ہوا دیکھ کو دین اسلام کے رموز کچھ اس انداز سے سمجھانے کی کوشش کی کہ کسی طرح بزرگانِ عُظّام کی محبّت وعقیدت سے کنارہ کش ہوجائے جب کوئی کامیابی ہوتی ہوئی نظر نہ آئی تو پوچھتے ہیں کہ میاں حضرت نے کیا جادو کردیا کہ اسلام قبول کرلیا۔ قرآن مجید اور احادیث شریف تم نے تو نہیں پڑھیں۔ محمد سلیمان صادق صاحب نے جواباً کہا کہ میاں میں تو حضرت قبلہ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر ایمان لایا ہوں مجھے کتابوں سے کیا واسطہ۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
کوئی اندازہ کرسکتا ہے اسکے زورِ بازو کا

محمّد سلیمان صادق کے خُسر چالیس ہزار روپیہ برائے کاروبار دیتے رہے۔ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ کی خدمت مبارک میں بھی پیش کیا کہ حیدرآباد میں

کام کرانے کے واسطے یہ روپیہ دیا جاتا ہے حضرت قبلہ نے بھی اجازت دیدی مگرانہوں نے خود حضرت قبلہ کی قربت چھوڑ کر دور جانا گوارہ نہ کیا۔

اہلیہ محمد سلیمان بسلسلۂ زچگی ہسپتال میں داخل تھیں اوران کی والدہ ان کے پاس ٹھہری ہوئی تھیں۔ موقعہ پاکراہلیہ موصوفہ نے ہسپتال کے ایک مسلمان ملازم کو بلا کر بچّہ کے کانوں میں اذان واقامت کہلادیں۔ خوشدامن کو معلوم ہوگیا۔ بہت ناراض ہوئیں۔ اہلیہ موصوفہ چونکہ اپنے ارادہ میں پکّی اورایمان میں اٹل تھیں ان کی والدہ ہرطرح معذور رہیں۔

ایک مرتبہ محمد سلیمان صادق کی علالت کے موقعہ پران کی خوشدامن ان کے پاس موجود تھیں۔ یہ بہت کمزور ہوگئے تھےاور صحتیاب ہونے کی بھی توقع نہ رہی تھی۔ دوران گفتگو اپنی خوشدامن صاحبہ سے کہا کہ اگر میرا انتقال ہوجائے تو بچّوں کو اپنے یہاں لے جانے اور پارسی بنانے کی کوشش مت کرنا۔ یہ ہرگز ممکن نہ ہوسکے گا چونکہ میں تو ان کو حضرت قبلہ عالم کے سپرد کرجاؤں گا۔

محمد سلیمان صادق صاحب نے قبول اسلام اور حضرت قبلہ کے دستِ مبارک پر بیعت سے مشرّف ہونے کے ساتھ ساتھ ہی اسلامی تعلیم ظاہری وباطنی کا آغاز کیا۔ دونوں علوم کی تکمیل بڑے ذوق وشوق اور لگن کے ساتھ کی۔ آپ نے روحانیت کے میدان میں قدم رکھا اور عبادت وریاضت اور مجاہدہ وتزکیہ نفس اور صبر وشکر کی دشوار گزار منازل بھی پیرومرشد کی خصوصی توجہ والتفات اور دعاؤں سے بہت تیزی سے طے ہوئیں اوراجازت و خلافت سے مشرّف ہوئے۔ حضرات کے صدقہ میں خداوند تعالیٰ نے آپ کو درمیان خلفاء مقام خاص عطا فرمایا۔ جب حضرت قبلہ نے نصیر آباد سے

سکندر آباد ضلع بلند شہر کے لئے رختِ سفر باندھا تو محمد سلیمان صادق شاہ صاحب کو وہاں پر اپنا جاں نشین مقرر فرمایا حالانکہ اس وقت آپ کے وہاں اور کئی خلفاء بھی موجود تھے۔ آپ نے تمام اہل سلسلہ کو ہدایت فرمائی کہ انھیں آپ کا قائم مقام سمجھیں۔ اس فیصلہ کا سب نے بہت خوشی خوشی خیر مقدم کیا۔ محمد سلیمان صادق شاہ صاحب کو تمام راجپوتانہ اور خاص طور سے احمد آباد میں تبلیغ دینِ حق اور اشاعت و ترویج سلسلۂ عالیہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے توسّل سے ہزارہا بندگانِ خداؔ نے حضرت قبلہ کے فیوض حاصل کئے اور ہدایت پائی۔

زندگی مل گئی : بھائی ہادی علی شاہ صاحب خلیفہ سلسلۂ عالیہ کی ملاقات اسٹیشن ماسٹر ریلوے اسٹیشن آگرہ سے ہوئی۔ انھوں نے حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ کی ان سے تعریف کی۔ اس وقت آپ کا قیام نصیر آباد میں تھا۔ اسٹیشن ماسٹر صاحب دیدار کے خواہش مند ہوئے اور کشاں کشاں نصیر آباد پہنچے چونکہ پتہ ٹھیک معلوم نہ تھا۔ تانگہ والے نے ایک صاحب امام مسجد کے پاس جو پیر صاحب مشہور تھے پہنچا دیا۔ امام صاحب کے یہاں انہوں نے کھانا کھایا۔ کچھ دیر بعد حضرت قبلہ کے متعلق ان سے دریافت کیا اور حاضری کی خواہش ظاہر کی امام صاحب نے انھیں اپنے ہی یہاں آرام کرنے کا مشورہ دیا اور آگاہ کیا کہ وہ تو بدعتی اور مشرک بنا دیتے ہیں اسٹیشن ماسٹر صاحب نے کہا کہ کچھ بھی ہو میں ان سے ضرور ملوں گا۔ بہر حال وہ دربار شریف پہونچ گئے۔ دو تین یوم حاضر خدمت رہے۔ مرید ہوئے اور اعلان کیا کہ یہاں مُردے زندہ ہوتے ہیں میں مُردہ تھا مجھے زندگی مل گئی ہے۔

تعزیہ داری : ایک صاحب منشی رحیم بخش نصیر آباد دربار شریف میں حاضر

تھے۔ دورانِ گفتگو تعزیہ داری کو بدعت کہا۔ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا کہ اگر بدعت ہے تو بدعتِ حَسَنہ ہے۔ منشی صاحب نے کہا لوگ وہاں جا کر بیٹا مانگتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تعزیہ سے کوئی بیٹا نہیں مانگتا بلکہ حضرت امام حُسینؑ سے مانگتے ہیں یعنی ایسی ہستی سے جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطہ اپنا دین و دنیا سب قربان کردی اور اس کے عشق میں جان دیدی۔ تم ایسی ہستی سے کچھ مانگنا، ان کے وسیلہ سے دعاء کرنا بدعت کہو اور خود ایک لالہ مہاجن سے روزانہ کی حاجتوں میں روپیہ پیسہ مانگتے رہو وہ بدعت نہیں۔ منشی رحیم بخش لاجواب ہوگئے۔

حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ تعزیہ داری کے مخالف تھے۔ ایام محرم الحرام میں دیوار مسجد پر بیٹھے ہوئے تھے۔ تعزیوں کا ادھر سے گذر ہوا آپ اٹھے اور سجدہ کیا لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ بدعت آپ نے کیوں کی۔ فرمایا میں مجبور تھا کہ حضرت امام حُسینؑ خود تشریف فرما تھے۔ اگر یقین نہیں تو دیکھ لو جس کا ہاتھ پکڑا دیدار نصیب ہوا متعدد لوگوں کو زیارت کرائی۔

صحبتِ شیخ اور فہم طریقت: صوفی واحد علی مرید و خلیفہ صوفی اللہ بخش نصیر آبادی بمبئی سے اپنے چند مریدوں کے ہمراہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ دربارِ عالی میں حاضری دے کر اجمیر شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ صوفی واحد علی کو کم از کم چودہ پندرہ برس ہوئے کہ خلافت عطا ہوئی لیکن ان کی یہ پہلی حاضری تھی اسی وجہ سے فہم طریقت کچھ بھی نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ بلا صحبت کے فہم طریقت ناممکن ہے۔

نیب کے میٹھے پتے: حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ نے الٰہ آباد میں قیام کے دوران کا

واقعہ بیان فرمایا کہ محرّم شریف کے زمانہ میں لوگوں نے اصرار کیا کہ کربلا شریف تک تشریف لے چلیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ وہاں پہنچ کر ایک عجیب بات دیکھی جو آج بھی موجود ہے یعنی کہ ایک نیب کا درخت احاطہ، درگاہ شریف میں قربِ نالہ استادہ ہے اس کا ایک گُدّھا یعنی ٹہنا نالے کی طرف ہے اور دوسرا کربلا شریف کی طرف۔ لوگ کربلا شریف کی طرف والے ٹہنے میں سے شاخیں توڑ توڑ کر پتیاں کھا رہے تھے۔ اس کی وجہ معلوم کی گئی۔ لوگوں نے کہا کہ کربلا شریف کی طرف جو گُدّھا ہے اس کے پتّے میٹھے ہیں۔ چنانچہ ایک ٹہنہ توڑ کر ہم مکان پر لے آئے پتّے چکّھے جو واقعی میٹھے تھے۔

عورت کنواں سے بخیریت باہر آئی: حضرت قبلہ قُدّسَ سِرّہٗ نے ایک واقعہ ریاست جودھپور کا بیان فرمایا کہ ایک شخص اپنی منکوحہ بیوی کو تکالیف پہنچایا کرتا تھا اور اس کا تعلق ایک دوسری عورت سے تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ دوسری عورت کو بھی اپنے مکان میں لے آیا۔ دونوں عورتوں میں بڑی کشمکش رہنے لگی۔ منکوحہ عورت نے آخر کار تنگ آکر اپنے آپ کو ایک روز کنویں میں گرا کر مرنے کا ارادہ کر لیا۔ کنویں پر پہنچ کر اسے خیال آیا کہ تو بڑے پیر صاحب کے سلسلہ میں مرید ہے اور حرام موت مر رہی ہے۔ مگر غصّہ میں کنویں میں گر گئی۔ پولیس وہاں سے تین چار میل کے فاصلہ پر تھی اطلاع ملنے پر پولیس آگئی۔ ایک کٹھولا کنویں میں ڈالا گیا۔ اور ایک آدمی غوطہ خور بھی اتارا گیا۔ اس نے پانی میں غوطہ لگایا بڑی تلاش کے بعد اس کی لاش ملی جس کو کٹھولے پر رکھ کر اوپر کھینچا گیا۔ عورت زندہ تھی دریافت پر عورت نے بیان کیا کہ جس وقت وہ گری ایک بزرگ اُسے اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے چنانچہ عدالت نے فیصلہ میں یہی لکھا کہ جب ایک روحانی طاقت نے اس کو

بچانے میں مدد کی ہے ہم بھی بری کرتے ہیں۔

ہندو مسلم تصادم: حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ نے اجمیر شریف کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ہندو کثیر تعداد میں باجا بجاتے ہوئے دربار شریف حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے سامنے جمع ہوگئے مسلمان بھی کافی تعداد میں جمع ہوگئے۔ چیف کمشنر بھی پہنچ گیا اور اس نے گولی چلانے کا حکم دیدیا۔ گولی چلائی گئی لیکن ایک بزرگ درگاہ شریف کے دروازہ پر رومال ہلا کر گولیوں کا رخ ہنود کی طرف کررہے تھے۔ بہت ہندو مرے اور مسلمان سب صحیح سلامت رہے۔ یہ خبر اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔

پٹکا کمر اور ستون دونوں کے پار: طالب حسین صاحب فرخ آبادی کا واقعہ بیان فرمایا۔ وہ قوم سے جاٹ تھے مسلمان ہوگئے۔ آریہ سماجی آئے دریافت کیا کہ تم مسلمان ہوگئے ہو۔ کہا ہاں آپ گاڑھے کا کرتہ و تہبند استعمال کرتے تھے۔ ہندوؤں نے کہا معلوم ہوا ہے کہ تمھارے پیغمبر حضرت محمدؐ صاحب کے کمر نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ہوگی انھوں نے کہا کہ یہ عقل میں آنیوالی بات ہے۔ آپ نے کہا ہوسکتا ہے۔ پوچھا کیسے۔ کہا میری کمر میں ڈال کر کوئی چیز نکالو۔ ایسا کیا گیا جب نکل گئی تو انہوں نے کہا کہ نظر بندی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ نظر بندی ہے آپ فوراً مسجد کے ستون سے کمر لگا کر بیٹھ گئے کہا اب نکالو۔ نکالا گیا تو پٹکا کمر اور ستون دونوں میں سے پار ہوگیا۔

محفلِ سماع کی مخالفت: فرمایا نصیر آباد کا واقعہ ہے کہ ایک ہندو سب انسپکٹر ہماری محفل کو دیکھ کر مخالف ہوگیا کہ کنٹونمنٹ کی حدود میں یہ بے ضابطگی ہے۔ ۹½ بجے شب کے بعد گانا بجانا خلاف قانون ہے۔ چونکہ محلہ وہابیوں کا تھا کچھ لوگوں کو اپنا ہم خیال پایا اور ایک محضر نامہ تیار کیا گیا کہ ہم سب لوگ

اہلِ محلہ اس گانے بجانے سے پریشان ہیں ملازمین کنٹونمنٹ ہیں کام میں ہرج واقع ہوتا ہے اس کے علاوہ مولانا معین الدّین سے جو اجمیر شریف میں تھے فتویٰ حاصل کیا کہ یہ چیز مذہبی اصول میں داخل نہیں۔ یہ معاملہ تقریباً ۲ ماہ تک چلتا رہا۔ حضرت قبلہ قُدّسَ سَرّہٗ نے ایک روز سب انسپکٹر انچارج اللہ نور خان کو بلوایا اور ان سے اسکے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے دانستہ لاعلمی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ میرا تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر ان سے کہد ینا کہ راتوں کا سونا اور کھانا پینا دشوار ہوجائیگا۔ محفل تو بجائے شب کے دن میں ہوجایا کرے گی مگر وہ سوچ لیں۔ اس کے بعد وہ لوگ خاموش ہوگئے اور سب کاروائی ختم کرنا پڑی۔

امتحان میں کامیابی: ہمارے ایک پیر بھائی اکرام الحق سکنہ بیاور نے بیان کیا کہ انہوں نے کئی مرتبہ دسویں جماعت کا امتحان دیا لیکن کامیاب نہیں ہوتے تھے آخر مجبور ہوکر ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم قُدّسَ سَرّہٗ کے پیر مبارک پکڑ لئے اور درخواست کی ''حضور میرے لئے فرمادیں کہ تم پاس ہوجاؤ گے'' بڑے اصرار کے بعد آپ نے ان کی کامیابی کے واسطے فرمادیا کہ تم پاس ہوجاؤ گے اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ اقدس پر حاضری دیدینا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے انھیں دسویں جماعت کے امتحان میں کامیابی عطا فرمائی۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مریدوں کی خبر گیری: اکرام الحق صاحب نے پاس ہونے کی خوشی میں دربار عالی نصیر آباد حاضری کا ارادہ کیا اور ایک دن شام کو بعد نماز عصر ۳۲ میل کے سفر پر پیدل روانہ ہوگئے، سامنے سے کوئی تین آدمی لاٹھیاں لئے آتے

ہوئے نظر آئے۔ تینوں ان کے پاس سے گزر گئے اور تقریباً سو گز چل کر ٹھہر گئے۔ ایک نے انھیں آواز دی کہ ٹھہر جاؤ۔ وہ انکے قریب آیا اور دوسرے دو آگے چلے گئے۔ اس نے معلوم کیا کہ کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ شکار کے لئے جا رہا ہوں۔ پوچھنے لگا کہ بندوق کہاں ہے۔ انہوں نے کہا بندوق وہیں سے مل جائے گی کیونکہ ان کے بڑے بھائی منگلیا داس تھانہ کے انچارج تھے۔ اس نے کہا کہ اسے بھی اجمیر شریف جانا ہے۔ وہ سیدھا چلا جائیگا اور وہ نصیر آباد والی سڑک پر مُڑ جائیں۔ یہ نصیر آباد والی سڑک پر مُڑ گئے۔ وہ بھی واپس لوٹا اور یہ کہتے ہوئے ساتھ ہولیا کہ اس سڑک پر ڈکیت ہوتے ہیں کئی باراتیں لُٹ چکی ہیں لہٰذا تمہیں کچھ دور تک پہنچا دوں۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ دو تین گھنٹے چلنے کے بعد اس نے کہا کہ وہ چلیں وہ پیشاب کریگا۔ کچھ دور چلنے کے بعد انہوں نے مُڑ کر دیکھا تو وہ شخص غائب تھا۔

فجر کی اذان کے وقت اکرام الحق صاحب نصیر آباد پہنچ گئے۔ دربار شریف حاضر ہوئے دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرَّہٗ محفل خانہ کے سامنے چبوترے پر ٹہل رہے تھے۔ انہوں نے ایسا محسوس کیا کہ جیسے آپ انھیں کا انتظار فرما رہے تھے۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور ان کے لئے کھانا بھجوایا۔ وہ کھانا کھا کر سو گئے۔ شام کو بعد نماز عصر جب آپ دوسری نشست کے واسطے محفل خانہ میں تشریف لائے تو وہ قدم بوس ہوئے اور اپنی کامیابی کے متعلق پیش کیا۔

اکرام الحق صاحب نے اپنے ایک دوست اور پیر بھائی صوفی محمد حسین صاحب کے متعلق بیان فرمایا کہ صوفی صاحب جو کہ بیاورہی کے رہنے

والے تھے اور ریلوے پولیس چوکی نصیر آباد پر تعینات تھے اکثر و بیشتر دربار عالیہ میں حاضری سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس کو ملازمت سے استعفا دینے کے لئے فرمایا اس کی اطلاع اس نے اپنی بیوی کو کی تو وہ رونے لگی اور کہنے لگی کہ گھر کا خرچ کیسے چلے گا۔ استعفا دینے پر سپرینٹنڈینٹ پولیس نے جو کہ انگریز تھا استعفا کا سبب معلوم کیا۔ اس نے بتلایا کہ اس کے پیر صاحب کا حکم ہے۔ استعفا منظور ہوگیا۔ تقریباً دو ماہ بعد چوکی کے قریب ڈکیتی کی واردات ہوئی جس میں سب پولیس والے ملوث ہوئے اور صوفی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بچا دیا۔

صوفی صاحب ملازمت چھوڑ کر بیاور چلے آئے اور ذریعہ معاش کے لئے عدالت کے باہر عرائض نویسی شروع کردی۔ عرضیاں لکھوانے والے اس قدر آنے لگے کہ آمدنی پہلے سے کہیں زیادہ ہونے لگی۔ انہوں نے اپنا مکان بھی بنوالیا۔ اس طرح آپ کی نظرِ کرم سے صوفی صاحب کی عزّت محفوظ رہی اور حلال روزی میں بھی خوب اضافہ ہوا۔

حضرت قبلہ کی توجہ کا اثر: ایک دفعہ رام سر میں حضرت قبلہ عالم کی دعوت ہوئی۔ وہاں تقریباً پچاس افراد سلسلۂ میں داخل ہوئے ان کو آپ نے آٹھ آٹھ دس دس آدمیوں کو ایک ساتھ تعلیم دلوائی۔

جب وہ لوگ قطاروں میں بیٹھ گئے تو حضرت قبلہ ان کے درمیان سے ایک دفعہ اِدھر سے اُدھر اور دوسری دفعہ اُدھر سے اِدھر گذر گئے اور صرف ''ہوں'' کو لمبا کر کے ضرب لگائی جس کے نتیجہ میں تمام نوآموز مریدوں کو کیفیت ہوگئی اور سب پر وجد طاری ہوگیا۔

آپ کی خواہش اور مشیت ایزدیؒ: ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے کہ حضرت تاج الاولیاء

کا پہلی بار چک ۸R/۱۴ میں تشریف لانے کا پروگرام بنا۔ راستہ میں اوکاڑہ میں ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب نے آپ کو ٹھہرالیا۔ کافی لوگ بیعت ہوئے۔ ان میں ایک علم الدّین نامی کافی مالدار اور صاحب وقار آدمی تھا اس نے بھی حضرت قبلہ کی دعوت کی چونکہ علم الدّین صاحب کا شہر میں کافی اثرورسوخ تھا۔ لہٰذا ہر فرقہ کے لوگوں کو مدوع کرلیا جن میں مرزائی وشیعہ اور اہل حدیث وغیرہ سب ہی شامل تھے آپ نے فرمایا۔ ''میرا خیال ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کا بالکل نہیں ہے۔ دیکھئے خداؔ کو کیا منظور ہے'' جب کھانا لگایا جارہا تھا۔ تو آہستہ آہستہ ہوا چلی جو کچھ دیر بعد آندھی کی شکل اختیار کرگئی۔ ساتھ ہی بارش بھی شروع ہوگئی اور مجمع منتشر ہوگیا۔ بعد میں اہلِ سلسلہ کو ایک جگہ اور شہر کے باقی لوگوں کو دوسری جگہ الگ مکان میں کھانا کھلایا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ کی خواہش کے مطابق انتظام کرادیا۔ اور حضرت کا منشاء پورا ہوا۔

اُن کی ہے بات بات میں ایک بات

آپ کے تصرّف سے حضرت خواجہ غریب نوازؒ اجمیری کی شفقت!

ملک عالم خاں صاحب اے ڈی سی نوجوانی کے عالم میں مستان شاہ صاحب کے پاس آیا اور کچھ بیماری کا ذکر کیا۔ مستان شاہ نے اسے رہبور منڈی حکیم قدرت اللہ سے علاج کرانے کا مشورہ دیا۔ فیروز پور اسٹیشن پر پہنچ کر اسے حضرت قبلہ کی خدمت میں نصیر آباد شریف حاضری دینے کا خیال آیا اور بغیر ٹکٹ سفر کرتے ہوئے نصیر آباد شریف پہنچ گیا۔ حضرت قبلہ نے حسب معمول نوازش فرماتے ہوئے حکم دیا کہ ٹونک میں حکیم عتیق اللہ صاحب کے

پاس جا کر علاج کراؤ اور ان کے ہاں مت ٹھہرنا۔ سرائے میں قیام کرنا۔ ملک صاحب کو حکیم صاحب نے کچھ وجوہات کی بناء پر سرائے میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی۔ اپنے پاس ہی ٹھہرایا۔ علاج ۲۱ دن کا تھا۔ اکیس ۲۱ دن کے بعد حکیم صاحب نے علاج کا اثر دریافت کیا تو ملک صاحب نے جواب دیا کہ کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ اس پر حکیم صاحب سخت برہم ہوئے اور کہا بوریا بستر سنبھالو اور چلے جاؤ ملک صاحب ان کی ناراضگی پر ان کے گھر سے روانہ ہوئے اور اسی سرائے میں چلے گئے جس میں حضرت قبلہ نے ٹھہرنے کو کہا تھا۔ سرائے میں سامان رکھا ہی تھا کہ کیمل پور کے وکیل رفیق احمد صاحب کا لڑکا وہاں آ گیا اور ملک صاحب کا سامان اُٹھوا کر اپنی کوٹھی میں لے گیا دوسرے دن ٹونک کی اسلامی ریاست میں ملک صاحب نے عیدالاضحیٰ منائی اور پھر حضرت قبلہ تاج الاولیاء کی خدمت میں نصیر آباد چلے آئے۔ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حالات عرض کئے۔ آپ نے فرمایا ''حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں حاضری دے کر چلے جانا۔ ملک صاحب نے بارگاہ خواجہ غریب نوازؒ میں حاضری دی اور آنکھیں بند کر کے دستہ بستہ کھڑے ہو گئے۔ تو دیکھا کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سامنے جلوہ افروز ہیں ملک صاحب نے آنکھیں کھولیں تو آپ غائب تھے۔ دوبارہ آنکھیں بند کیں تو پھر موجود تھے اس بار ملک صاحب حضور خواجہ غریب نوازؒ کے قدموں میں گر گئے تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا۔ جاؤ بیٹا ٹھیک ہو جاؤ گے'' چونکہ ملک صاحب حضرت قبلہؒ کی وساطت سے اجمیر شریف حاضر ہوئے تھے لہذا حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے بھی خصوصی توجہ سے نوازا۔

برکتِ طعام: نصیر آباد شریف میں تقریباً تیس برس حضرت قبلہ کے قیام کے

دوران ہر سال عرس شریف ہوتا رہا۔ عرس شریف پر نصیر آباد شریف کے لوگوں کی دعوتِ عام ہوتی تھی اور کبھی کھانا کم نہیں پڑتا تھا۔ ایک سال حسبِ معمول کھانا کھلایا جارہا تھا۔ لوگ گروہ در گروہ آکر کھانا کھاتے اور چلے جاتے۔ کھانا کھانے کے دوران مستان شاہ نے یہ محسوس کیا کہ روٹی ضرورت سے کم ہیں لہٰذا کچھ دیر کے لئے کھانا روک دیا گیا۔ اسی دوران حضرت قبلہ عالم اتفاقاً باہر تشریف لے آئے اور کھانا بند ہونے کی وجہ دریافت فرمائی جو عرض کی گئی۔ آپ تنور پر کلو نامی نانبائی کے پاس تشریف لے گئے باتیں ہوتی رہیں اور اس طرح تقریباً پانچ منٹ وہاں ٹھہرے واپسی پر آپ نے فرمایا ''کھانا شروع کرادو'' دیکھا تو اسٹور میں اور تنور پر ہر جگہ روٹیوں کے ڈھیر ہی ڈھیر تھے۔ سب لوگ سیر ہو کر کھا گئے اور کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے: نصیر آباد شریف میں جس محلّہ میں آپ سکونت پذیر تھے زیادہ آبادی اہلِ حدیث کی تھی۔ حسبِ معمول سماع کی محفلیں منعقد ہوا کرتی تھیں چھاؤنی کے علاقہ میں اس قسم کی محافل کا انعقاد ممنوع تھا اہلِ حدیث صاحبان نے موقع پاکر افسران متعلقہ کو درخواست گزاری کہ ایک پیر صاحب یہاں اقامت پذیر ہیں جو تمام رات رقص و سرور کی محفلیں گرم رکھتے ہیں اور ان کی وجہ سے اہلِ محلّہ بہت بیچین ہیں۔ حضرت کو حکمنامہ کے ذریعہ مجسٹریٹ نے طلب کیا۔ حکمنامہ پر آپ نے لکھ بھیجا کہ جسے کچھ دریافت کرنا مطلوب ہے وہ یہاں آجائے مجھے وہاں جاکر کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔

مخالفین تو موقع کی تلاش میں تھے ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ پیر صاحب نے خلاف شرع و قانون فعل پر پشیمانی کے اظہار کے بجائے افسر کی

حکم عدولی کی ہے اور الٹا افسر کو بلا بھیجا ہے۔ لوگ بڑی بے تابی سے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے۔

دوسرے دن مجسٹریٹ صاحب خود تشریف لائے حضرت قبلہ عالم حسب معمول چبوترے پر چہل قدمی فرما رہے تھے اچانک مجسٹریٹ صاحب نے وہاں جا کر پوچھا ''کیا پیر صاحب آپ ہی ہیں'' آپ نے اثبات میں جواب دیا، نگاہ اُٹھائی اور مجسٹریٹ صاحب کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھ کر فرمایا ''کوئی حکم'' اس پر مجسٹریٹ صاحب خاموشی سے واپس چلے گئے اور قانونی طور پر محافل سماع کے انعقاد کی تحریری اجازت دیدی اس واقعہ سے درخواست دہندگان بہت شرمسار ہوئے اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔

مولوی صاحب فیضیاب ہوئے: مستان شاہ صاحب نے بیان کیا کہ موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ کے مولوی عمر دین چک ۴۴ تحصیل اوکاڑہ میں مدرس تھے مست طبیعت تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کی موت دربار شریف میں حضرت قبلہ عالم کے سامنے واقع ہو اور وہیں دفن کیے جائیں۔ مولوی صاحب عرس شریف کے موقع پر نصیر آباد حاضر ہوئے۔ ایک شب انھوں نے کھانا نہ کھایا۔ اس کا سبب پیٹ میں خرابی بتلائی۔ رات کو سو رہے۔

صبح کو دیکھا گیا کہ ان کا سر چارپائی سے نیچے لٹکا ہوا تھا۔ مستان شاہ صاحب نے ان کے منہ میں پانی ڈالا تو کُلّی کر دی۔ دوبارہ پانی ڈالا گیا تو پھر کُلّی کر دی۔ ان کا سر اچھی طرح چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ ڈاکٹر کو بُلایا گیا ڈاکٹر صاحب نے ایک انجکشن لگایا اتنے میں حضرت قبلہ قُدس سرہٗ بھی تشریف لے آئے دیکھتے ہی دیکھتے ان کا وصال ہو گیا۔ تجہیز و تکفین کے دوران ان کے چہرہ پر سرخی نمودار ہوئی۔ حضرت قبلہ نے مولوی صاحب کے جنازے کو کاندھا بھی دیا

اور نصیر آباد ہی کی سرزمین میں وہ دفن ہوئے اس طرح ان کی تمنا پوری ہوئی آپ کی معمولی توجہ سے مولوی صاحب کامیاب ہوئے۔

برادرِ شیخ کی تعظیم اور باطنی فیض: حضرت قبلہ عالم قدس سرہ' نے فرمایا کہ آپ کے پیرومرشد اسد جہانگیری فخر السالکین حضرت شاہ محمد نبی رضا خان قدس سرہ' کے بھائی جناب عنایت حسین صاحب آپ کی حیات مبارکہ میں تحصیلدار تھے اس زمانہ میں انھوں نے درویشی کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ آپ کے وصال شریف کے بعد انھیں محسوس ہوا کہ دریائے رحمت ان کے گھر میں ٹھاٹھیں مارتا رہا باہر کے ہزاروں لوگ فیضیاب ہوئے اور وہ یونہی محروم رہے اِدھر اُدھر پھرتے پھراتے رہے۔ آپ کے پیر بھائیوں میں سے کچھ صاحبان نے آپ کو مرید کرنے کی کوشش کی مگر انھیں کامیابی نہ ہوسکی۔ آپ ان سب سے بدظن ہوکر اپنے پیرومرشد کے غائبانہ اشارہ پر اپنے چچا پیر قبلہ حکیم سید سکندر شاہ صاحب کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ حضرت قبلہ سکندر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اگر ایک بار آپ نصیر آباد ہو آئیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ عنایت حسین صاحب نصیر آباد چلے آئے۔

ان دنوں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا عرس تھا۔ حضرت قبلہ قدس سرہ' بھی عرس شریف میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے لہذا وہ بھی اجمیر شریف چلے گئے۔ چونکہ ان کا آپ سے تعارف نہ تھا اس لئے وہاں ملاقات نہ ہوسکی۔ حضرت قبلہ قدس سرہ' کی نصیر آباد واپسی کے کچھ دیر بعد جناب عنایت حسین صاحب بھی تشریف لے آئے ابھی آپ آرام کے لئے اندر گئے ہی تھے کہ باہر سے ان کا پیغام ملا اگرچہ کافی تکان تھا تاہم

اپنے حضرت قبلہؒ کے بھائی کی تعظیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے باہر تشریف لے آئے ان کے لئے گدی لگوائی گئی اور اس پر تشریف رکھنے کے لئے کہا گیا مگر انہوں نے کہا کہ میں یہاں کچھ حاصل کرنے آیا ہوں گدی پر بیٹھنے نہیں آیا آپ نے فرمایا ''گدّی پر تشریف رکھیں میرے پاس جو کچھ آپ کا حصہ ہے سب مل جائے گا، دوران گفتگو میں گدّی پر بیٹھ گیا مگر پھر گدّی خالی کردی اور ان سے کہا کہ میں تو آپ کا ذکر خیر کرتا رہتا ہوں اگر میں گدّی پر بیٹھ گیا اور آپ نیچے بیٹھے رہے تو یہ لوگ کیا سمجھیں گے کہ اپنے پیرومرشد کے بھائی کو نیچے بٹھایا اور خود گدّی پر بیٹھ گئے ۔ مگر عنایت حُسین صاحب باوجود اصرار گدّی پر تشریف رکھنے کے لئے رضامند نہ ہوئے'' آپ نے انھیں ایک ماہ اپنے پاس قیام کرنے کو کہا چنانچہ وہ ایک ماہ آپ کے پاس ٹھہرے رہے۔ اسی دوران صوفی محمد حُسین بھی نصیرآباد آ گئے۔ حضرت قبلہ فخرالسالکین شاہ محمد نبی رضا خان قُدِّسَ سِرَّہُ العَزِیز کے متوسلین میں سے وہ واحد شخص تھے جو فیض سے محروم رہے تھے۔ ان کے علاوہ سب لوگ کامیاب ہوگئے تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ جناب عنایت حُسین شاہ صاحب سے بیعت کرلیں۔ انھوں نے کہا ''حسب الحکم بیعت تو کرلیتا ہوں مگر تصوّر آپ ہی کا کروں گا۔'' میں نے کہا ''چلو ایسا کرلینا۔''

ایک ماہ قیام کے بعد عنایت حُسین شاہ صاحب چلے گئے۔ انھیں رخصت کے وقت حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرَّہٗ نے تعلیم وتلقین کی اجازت دیدی واپس جاکر انھوں نے تعلیم وتلقین کا سلسلہ شروع کردیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں بے شمار لوگ ان کی وساطت سے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ کچھ دن بعد حضرت سیّد سکندر شاہ صاحب قبلہ نے انھیں بلا بھیجا اور دریافت

کیا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا۔ جناب عنایت حُسین شاہ صاحب نے کہا ''جناب بظاہر تو کچھ نہیں ہوا'' جو کچھ ہوا باطنی طور پر ہوا۔

لکھنؤ شریف میں حضرت قبلہ عالم شاہ نبی رضا خانؒ کے عرس کے موقع پر وہاں ایک اور بزرگ بھی موجود تھے جن سے حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ صبح کو عنایت حُسین شاہ کی سجادہ نشینی کا اعلان کردو۔ فرمان کے مطابق اعلان کردیا گیا۔

صوفی محمد حُسین صاحب جو کہ نصیر آباد میں جناب عنایت حُسین شاہ صاحبؒ سے سب سے پہلے مرید ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ بھی کامیاب ہوگئے۔

حضرت تاج الاولیاءؒ کی دعا بہت گرانمایہ تھی: ایک دفعہ نصیر آباد شریف دوران حاضری مستان شاہ نے عرض کیا ''غریب نواز پنجاب میں رواج ہے کہ وہاں کے پیران عظام سائلوں کے سامنے دُعا کردیتے ہیں فرمایا'' پنجاب چل کر اس رواج کو دیکھیں گے'' آنجناب جب مستان شاہ کے غریب خانہ چک ۱۳/۸-R تشریف لائے تو اکثر لوگ ملتجیٔ دعا ہوئے آپ نے ان کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعاء کردی اور فرمایا'' دعا کا یہ طریقہ ہمیں بہت پسند آیا۔ اس طرح ہم بری الذمہ ہوجاتے ہیں کیونکہ دعاء کرانے والے کو ہماری طرف سے اطمینان ہوجاتا ہے کہ ہم نے ان کے سامنے دعاء کردی۔ آگے قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے''۔

کسی پیر بھائی کو حقیر نہ سمجھو: ہمارے ایک پیر بھائی شفیع میاں ہمارے پیرو مرشد۔ حضرت تاج الاولیاء کے انتہائی عاشق صادق مرید تھے۔ حضرت قبلہ عالم کی خدمت اقدس میں حاضری کے وقت ایسے محو اور مدہوش ہوتے کہ گھر

بار اور عزیز و اقارب کی کوئی فکر نہ ہوتی۔ انہیں اپنی بیوی کے فوت ہونے کی خبر ملی تب بھی نہ گئے پھر لڑکا فوت ہوا تو بھی دربار شریف کو نہ چھوڑا۔ آپ نے فرمایا تمھارے گھر میں ماتم ہو رہا ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو۔ شفیع میاں نے عرض کیا ''حضرت خود مار بھی رہے ہیں اور جلا بھی رہے ہیں۔ میں تو یہاں بیٹھا تماشہ دیکھ رہا ہوں۔''

شاید کسی خلیفہ نے شفیع میاں کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ حضرت قبلہ نے نورِ باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ کسی خلیفہ کو یہ گمان نہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے عام پیر بھائیوں سے بہتر ہے میں جانتا ہوں کہ کچھ مرید خلفاء سے بہتر ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرَّہٗ نے بھائی شفیع میاں صاحب کا نام لے کر فرمایا کہ وہ اکثر خلفاء سے بہتر ہیں۔

<u>دوسروں کے آرام کا خیال</u>: نصیر آباد میں عرس شریف کے موقع پر تقریباً ۲ بجے رات تک محافل سماع منعقد ہوا کرتی تھیں۔ حضرت قبلہ کا وہ زمانہ کچھ عجیب زمانہ تھا سلسلۂ عالیہ کے تمام لوگ بڑے صاحبِ حال اور باذوق تھے ایک شب محفلِ سماع ختم ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے مل کر کچھ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے جس سے لوگوں پر وجد و حال ہو گیا تقریباً پون گھنٹہ محفل دوبارہ جمی رہی۔ حضرت قبلہ نے دروازہ کھولا دروازہ کھُلتے ہی شفیع میاں نکل بھاگے حضرت قبلہ نے فرمایا ''اب تو لوگوں کو آرام کرنے دو'' مستان شاہ نے عرض کیا ''غریب نواز یہ لوگ سال کے بعد یہاں اکٹھے جمع ہوتے ہیں اور ذوق و شوق پورا کرتے ہیں'' اس پر حضرت قبلہ نے فرمایا ''اگر ذوق و شوق پورا کرنا ہے تو بوریا بستر اٹھاؤ اور جنگل میں چلے جاؤ۔ وہاں جنگل میں لوگوں کو تو تکلیف نہ ہوگی۔''

سبحان اللہ! آپ کو دوسرے لوگوں کے آرام کا کس قدر خیال رہتا تھا۔

احترام مدینہ طیّبہ : اجمیر شریف میں عُرس شریف کے موقع پر ایک عرب نوجوان مدینہ طیّبہ سے اجمیر شریف آگئے آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو نوجوان نے عرض کیا ''مدینہ شریف کا رہنے والا ہوں'' حضرت قبلہ مدینہ طیّبہ کا نام سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس سے گلے ملے۔ آپ اس سے اسقدر اخلاق سے پیش آئے کہ وہ آپ سے جدا ہونا ہی نہ چاہتے تھے جس وقت وہ نوجوان اُٹھتے یا کہیں سے لوٹ کر آتے تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ نوجوان نے عرض کیا۔ حضور! میں آپ کے بیٹوں کے ہم عُمر ہوں گا جب مجھے دیکھ کر آپ کھڑے ہوتے ہیں مجھے شرم محسوس ہوتی ہیں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا ''یہ تمہارا احترام نہیں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا احترام ہے۔ چونکہ تم انؐ کی پاک سرزمین سے آئے ہو۔ حضرت قبلہ کی زبانِ پاک سے یہ الفاظ سن کر وہ زار و قطار رونے لگے اور عرض کی کہ حضور میرے لئے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دُعا فرما دیں۔

تصُرف حضرت تاج الاولیاء قُدّس سرّہٗ : ایک شب نصیر آباد محلّہ دھوبیاں میں ماسٹر محمد بخش آرمی کنٹریکٹر کے مکان پر کچھ لوگوں نے محفلِ سماع میں حال و قال کی مخالفت میں گفتگو کی۔ ماسٹر محمد بخش کے یہاں مکرمی بھائی مولانا نور محمد شاہ صاحب اور ڈاکٹر محمد عمر صاحب جو کہ سلسلہء عالیہ کے مریدین میں سے تھے موجود تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ پیر صاحب کے یہاں محفل سماع میں جو ان کے مریدوں کو وجد ہوتا ہے وہ ایک ڈھونگ ہے۔ مولانا نور محمد شاہ صاحب اور ڈاکٹر صاحب نے مخالفین سے کہا کہ تم بزرگوں کے معاملات و تصُرفات کو نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ حق پرست ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیبِ

پاک احمد مجتبٰے محمد مصطفٰے ﷺ کی محبت میں مست و بے خود ہو جاتے ہیں۔ ان کو غلط و بُرا نہیں سمجھنا چاہیے۔ دورانِ گفتگو ماسٹر شمس الدّین نے بھی ان لوگوں کی تائید کی اور بھائی مولانا نور محمد شاہ صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ میاں اگر تمھارے پیر صاحبِ کامل بزرگ اور صاحبِ تصرف ہیں تو آج جو محفلِ سماع دربار شریف میں منعقد ہو رہی ہے میں خود تمھارے ہمراہ چل کر شرکت کرتا ہوں۔ اگر مجھے کیفیت ہوگئی تو میں سمجھوں گا کہ جو کچھ وہاں ہوتا ہے وہ سچ ہے اور پیر صاحبِ کامل اور صاحبِ تصُّرف بزرگ ہیں۔

یہ لوگ ماسٹر شمس الدّین کو ہمراہ لے کر محفل شریف میں حاضر ہو گئے۔ بعد قدم بوسی مولانا نور محمد شاہ صاحب نے حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ حضور ماسٹر شمس الدّین حال کے خلاف ہے اور کہتا ہے کہ پیر صاحب کی محفل میں مجھے اگر کیفیّت ہو جائے تو میں مان لوں گا کہ مریدوں کے وجدہ وحال میں حقانیت ہے اور پیر صاحبِ کامل اور صاحبِ تصُّرف بزرگ ہیں۔ محفلِ سماع شباب پر تھی۔ حضرت قبلہ کو ماسٹر شمس الدّین کی یہ حرکت ناگوار گزری۔ آپ نے نور محمد صاحب سے فرمایا کہ ماسٹر سے کہدو کہ یہاں سے چلا جائے۔ یہاں بازی گر کا تماشہ نہیں کہ اسے دکھائیں۔ کچھ دیر بعد حضرت قبلہ نے مولانا نور محمد شاہ کو طلب فرمایا اور دریافت کیا کہ ماسٹر شمس الدّین محفل میں ہے یا چلا گیا۔ مولانا نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس غزل کے ختم ہونے پر قوالوں کو روک دینا اور تم لوگ خدّام سلسلۂ عالیہ یہ غزل پڑھنا۔

نہ مفلس جانیو زردار ہوں میں

گدائے احمدِ مختار ہوں میں

یہ پہلا ہی شعر پڑھا جا رہا تھا کہ ماسٹر شمس الدّین کی حالت دگرگوں ہونے لگی وہ ماہئ بے آب کی طرح زمین پر تڑپنے لگے۔ ماسٹر صاحب بڑے جسیم آدمی تھے کئی آدمی مل کر بھی ان کو نہ سنبھال سکے۔ ایک پہلوان میرو نام کا بھی موجود تھا جس نے عرض کیا کہ حضور اس غلام کو اجازت عطا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میرو یہ اکھاڑہ اور ہے لیکن اس کے اصرار پر آپ نے اسے سنبھالنے کی اجازت دیدی۔ میرو نے ماسٹر کو سنبھالنے کی کوشش کی اور وہ اس کو سنبھالنے کے بجائے خود گر گیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا بس میرو ہار گئے۔ وہ پہلوان آپ کے قدموں میں گر گیا اور عرض کی کہ حضور واقعی آپ کا اکھاڑہ زبردست ہے۔

حضرت قبلہ نے ماسٹر کو سنبھالا۔ اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ ماسٹر ہوش میں آیا اور حضرت قبلہ کے پیروں پر گر کر بہت رویا اور گستاخی کی معافی کا خواستگار ہوا۔ حالتِ وجد میں ماسٹر نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے تھے۔ اس نے اپنی واسکوٹ کی جیب سے نوٹوں کی جو گڈیاں نکال کر نذر کرنا چاہی تھیں۔ حضرت قبلہ نے وہ گڈیاں اور واسکوٹ اُتروا کر مسند شریف پر رکھوالیں۔ ماسٹر کے ہوش میں آنے پر آپ نے واسکوٹ اور نوٹوں کی سب گڈّیاں واپس فرمادیں حالانکہ ماسٹر نے بہت اصرار کیا اور عرض کرتا رہا کہ حضرت میں نے تو یہ نذر کر دیئے تھے۔

ماسٹر شمس الدّین نے ہوش میں آنے کے بعد لوگوں سے کہا کہ خُدا جانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ سب نے اس سے یہی کہا کہ وجد و حال کے بارے میں اب تم خود فیصلہ کرو کہ یہ دُرست ہے یا نہیں۔ ماسٹر نے اعلان کیا کہ میں مشاہدہ کر کے قائل ہو گیا کہ یہ سب حق ہے اور حضرت قبلہ کامل اور صاحبِ

تصرّف بزرگ ہیں۔اس نے مخالفین کو متنبہ کیا کہ اگراب کسی نے حضرت قبلہ یاان کے مریدین کی مخالفت میں کچھ کہاتو اچھانہ ہوگا۔ماسٹر صاحب حضرت قبلہ کے دستِ مبارک پر بیعت سے سرفراز بھی ہوئے۔

چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے سچائی کبھی
میاں آؤ یہ ہے عشقِ حقیقی دیکھتے جاؤ

دوبارہ ملازمت مل گئی: محمّد یعقوب انسپکٹر صفائی کنٹونمینٹ آفس نصیر آباد ملازمت سے علیحدہ کردیئے گئے حضرت قبلہ تاج الاولیاء کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر ملتجی ہوئے کہ وہی ملازمت دوبارہ دلادی جائے۔حضرت قبلہ نے یعقوب میاں کو سمجھایا کہ اس ملازمت کے بجائے کوئی دوسری ملازمت پسند کرلیں آپ دُعافرمائیں گے اور انشااللہ کامیابی ہوجائیگی۔یعقوب میاں اسی نوکری کے لئے بضدرہے۔آپ نے فرمایا کہ کچھ اور مانگ لومگر وہ اسی ملازمت کے خواہش مندرہے۔آخرکار آپ نے فرمایا کہ ہم دُعاکرتے ہیں۔ آپ کی دُعا بارگاہِ ایزدیؑ میں مستجاب ہوئی اور یعقوب کودوبارہ وہی ملازمت مل گئی۔تمام بستی اور محکمہ کے لوگ ناممکن چیز کے ہونے پر حیران رہ گئے۔اللہ والوں کی زبان سے جوبات نکلتی ہے وہ منجانب اللہ ہی ہوتی ہے اوراثر رکھتی ہے۔

سرکاراجمیر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے حکم سے بیعت

محمد شفیع صاحب دہلوی مصر میں زیرِ تعلیم تھے۔انھوں نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو خواب میں دیکھا۔آپ نے فرمایا کہ محمد شفیع ہمارے قریب نصیرآباد میں ایک بزرگ ہیں۔ان سے تم جاکر فیض حاصل کرو۔ان بزرگ کی شبیہ مبارک بھی خواب میں دکھائی گئی۔محمد شفیع صاحب مصر سے اجمیر

شریف بارگاہِ حضرت خواجہ غریب نوازؒ میں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ ان کے ایک عزیز ریلوے پولیس افسر ریلوے اسٹیشن نصیر آباد پر تعینات ہیں۔ دربار حضرت خواجہ غریب نوازؒ میں حاضری دے کر وہ نصیر آباد پہنچے اور اپنے عزیز کے یہاں قیام کیا انکے عزیز نے محمد شفیع صاحب سے مصر سے نصیر آباد آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے اپنا خواب بیان کیا اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے حکم کی تعمیل کی خواہش کا اظہار کیا۔

محمد شفیع صاحب نے اپنے عزیز سے دریافت کیا کہ کیا کوئی بزرگ یہاں نصیر آباد میں رونق افروز ہیں۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور بتلایا کہ ان کا ذکر خیر اور تعریف تو بہت سنی ہے لیکن ابھی تک زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوسکا ہے۔ محمد شفیع صاحب اپنے عزیز کے ہمراہ حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا آپ سنتے رہے اور فرمایا کہ میاں کہیں اور تلاش کرو شاید کوئی اور بزرگ ہوں۔ محمد شفیع قدم بوس ہوئے اور عرض کی کہ حضور وہ بزرگ آپ ہی ہیں جن کی زیارت مجھے خواب میں کرائی گئی تھی۔ اب آپ مجھے اپنی غلامی میں لے لیجئے تا کہ میری بے چینی ختم ہو۔ ان کے اصرار پر آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اچھا آؤ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے حکم کی تعمیل کرلو۔ ان کو بیعت کیا گیا اور ذکر و فکر کی تعلیم دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد نصیر آباد ہی میں مقیم رہ کر حاضرِ خدمت ہوتے رہے اور بعدہٗ دہلی چلے گئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے حکم سے خلافت

نصیر آباد شریف دربارِ عالیہ میں ۱۹۲۴ء کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا منشا مبارک خدام میں سے سیّد ہادی علی و

عبدالقیوم اور صوفی الٰہی بخش کو خلافت عطا فرمانے کا تھا۔اعلان و عطائے خلافت سے پہلے آپ نے دُعا فرمائی۔ دُعا کے وقت شہنشاہِ ولایت سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ نور محمد کو بھی خلفاء کی فہرست میں شامل کرلیا جاوے۔ چاروں کو خلافت واجازت عطا فرمائی گئی۔ خلافت کے بعد نور محمد شاہ صاحب کو سلسلۂ عالیہ کی تبلیغ و ترویج کے لئے حیدرآباددکن جانے کا حکم ہُوا۔ وہاں کے مسلمان بُت سامنے رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔ نور محمد شاہ صاحب نے بہت سے لوگوں کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کیا اور ان کو دینِ اسلام کی صحیح تعلیم دی۔ واپسی پر وہاں سے بیس سیر وزنی چاندی کے بُت ہمراہ لائے اور حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں پیش کئے بعدازاں انہیں بمبئی جانے کا حکم ہوا۔ وہاں جاکر بھی انہوں نے کثیر تعداد میں متلاشیانِ حق کی رہبری کی۔

<u>شراب چھڑادی</u>: مستان شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ قُدس سرّہٗ کی خدمتِ اقدس میں ایک شاعر بوقت عصر اجمیر شریف سے حاضر ہوئے اور اپنے معاملات نہایت مؤثر انداز میں پیش کئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمھارے لئے دُعا کروں گا۔ مجھ سے ملتے رہنا اور میرے حضرت کی شان میں کوئی منقبت لکھنا۔ کچھ عرصہ بعد وہ دوبارہ حاضرِ خدمت ہوئے اور حضرت قبلہ داداصاحب مدظلہٗ العالی کی شانِ اقدس میں ایک عُمدہ منقبت آپ کے حضور نذرانہ کی صورت میں پیش کی۔ خوش ہوکر آپ نے ان کی درخواست پر انھیں بیعت سے مشرّف فرمایا۔

رخصت ہوتے وقت شاعر موصوف نے مؤدبانہ گذارش کی "حضور عرصہ دراز سے بلا کا شراب نوش ہوں، اور اس عادت کو ترک کرنا میرے

اختیار کی بات نہیں'' آپ نے فرمایا ''ہمارے سامنے مت پینا انشاء اللہ یہ بُری عادت چھوٹ جائے گی'' موصوف چونکہ ایک عرصہ سے شراب استعمال کررہے تھے۔ اوراس کے بہت زیادہ عادی ہوچکے تھے بھلا بغیر پئے کیسے رہ سکتے تھے گھر پہنچ کر شراب نوشی کا اہتمام کیا۔ جام میں شراب لی اور پینے کے لئے جیسے ہی جام اُٹھانے لگے۔ سامنے آپ کی نورانی شبیہ مبارک نظر آئی اورآپ کا فرمان ''ہمارے سامنے مت پینا'' یاد آیا فوراً موصوف نے ہاتھ کھینچ لیا۔ کچھ دن بعد آپ کو دور سمجھتے ہوئے پھر موصوف نے شوقِ شراب نوشی پورا کرنا چاہا لیکن آپ کا سراپا مبارک پھر سامنے آیا اور وہی جُملہ ''ہمارے سامنے مت پینا'' یاد آتے ہی ہاتھ روک لیا نظرِ غیوّر کا پڑنا تھا کہ تمام حواسِ غالبہ کافور ہوگئے اور پھر کبھی خیالِ شراب نے تکلّف نہ کیا اور موصوف کی دُنیا ہی بدل گئی۔ خلافت و اجازت بھی عطا ہوئی اور حضرت قبلہ عالم قدّس سرّہٗ کے خصوصی کرم سے سلسلہ عالیہ کی خوب اشاعت ہوئی۔

اِرشاداتِ عالیہ حضرت فخرالعارفین قدس سرہٗ العزیز

بیعت: بیعت عربی لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں فروخت ہونا اور صوفیائے کرامؒ کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں۔

ارادت لانا، مرید ہونا ع کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

اس کا طریقہ یہ ہے

شیخ مرید کو اپنے سامنے دوزانو بٹھائے اور یہ خطبہ پڑھے۔

(مرید کو نہ پڑھائے)

خُطبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡكَ لَہٗ وَ نَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَجَاھِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِہٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ

بعد اس کے مرید اپنے دونوں ہاتھوں سے شیخ کے داہنے ہاتھ کو پکڑے۔ اگر مرید عورت ہے تو پردے میں بیٹھے اور چادر کے ایک سرے کو شیخ اپنے ہاتھ میں لے اور دوسرا سرا مریدہ پردہ کے اندر ہی تھامے اور شیخ یہ پڑھے۔

یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ؏

وَنَفَعَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ ۔

اس کے بعد مرید کو شیخ یہ پڑھائے۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِمَا جَآءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَلٰى مُرَادِ اللّٰهِ وَاٰمَنْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَبِمَا جَآءَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلٰى مُرَادِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ تَبَرَّأْتُ مِنْ جَمِيْعِ الْاَدْيَانِ وَالْعِصْيَانِ وَاَسْلَمْتُ الْاٰنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الطَّاهِرِ الزَّكِىِّ صَلٰوةً تُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتُفَكُّ بِهَا الْكُرَبُ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَ لِحَقِّهٖ اَدَآءً وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ ''

بعد اس کے مرید سے اس طرح کہلوائے۔ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر، فرشتوں پر، چار کتابوں پر، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں پر، تقدیر پر، نیکی پر، بدی پر، موت پر، حساب پر، حشر پر، بہشت پر، دوزخ پر، پل صراط پر، میزان پر۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سب احکام میں نے قبول کئے اور سب گناہوں سے توبہ کی، اللہ تعالیٰ اس توبہ کو قبول کرے اور اس پر ہمکو ہمیشہ رکھے۔

<u>اس کے بعد شیخ پوچھے:</u> ہم نے تم کو طریقہ قادریہ شریف میں مرید کیا۔ تم نے قبول کیا'' اور مرید جواب دے ''میں نے قبول کیا اس طرح تین مرتبہ شیخ

پوچھے اور مرید جواب دے۔

اگر نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، فردوسیہ یا ہمارے اس سلسلۂ عالیہ کے کسی اور طریقہ میں بیعت کرنے کی مرید خواہش ظاہر کرے تو شیخ اسی طریقہ میں اس کو مرید کرائے لیکن یہ خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ زمانۂ موجودہ کی بے بنیاد رسم کے مطابق ایک ہی ساتھ چار پانچ طریقوں میں مرید نہ کرائے بلکہ ایک طریقہ میں مرید کرائے۔

اس سلسلۂ عالیہ قادریہ میں ان سات طریقوں میں بیعت لینے کی بھی ہمارے پیرانِ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے اجازت ہے۔

(۱) قادریہ رزّاقیہ شریف (۲) قادریہ سہروردیہ شریف (۳) چشتیہ نظامیہ شریف (۴) چشتیہ صابریہ شریف (۵) نقشبندیہ ابوالعلائیہ شریف (۶) سہروردیہ شریف (۷) فردوسیہ شریف

اگر کوئی شخص صرف توبہ کرنی چاہے تو اس کو فقط سیّد الاستغفار اور دُرُود شریف پڑھائے۔ ایجاب وقبول نہ کرائے۔

اگر کوئی شخص مرید ہونا چاہے اور تنگیٔ وقت یا اور کسی وجہ سے شیخ موافق دستور بیعت نہیں لے سکتا تو شیخ صرف اتنا پوچھے ''ہم نے تم کو قادریہ شریف میں مرید کیا۔ تم نے قبول کیا؟'' اور مرید کہے ''میں نے قبول کیا'' اور توبہ کراتے وقت مرید سے صرف یہ کہلوائے ''ہم نے سب گناہوں سے توبہ کی۔''

چند نصائح

(۱) سالک کے لئے فرائض اور واجبات کا ترک کسی حال میں جائز نہیں۔ لیکن مجذوب مستثنٰی ہے اس لئے کہ وہ مکلّف ہی نہیں۔

(۲) خلافِ شریعت اور خلافِ طریقت کوئی کام مرید کو نہیں کرنا چاہیے۔ سماع' وجد اور سجدہ تحیہّ (جو کہ بمنزلہ سلام اور قدم بوسی کے ہیں) کے علاوہ اور کسی مسئلہ میں علمائے ظواہر حنفیہ سے صوفیائے کرامؒ کا اختلاف نہیں۔

(۳) مسئلہ سجدہ میں اس سلسلہء عالیہ کے پیرانِ عظام نے یوں فرمایا ہے ''سجدہ دو قسم کا ہے (۱) سجدۂ عبادت (۲) سجدۂ تحیہّ یعنی سجدۂ تعظیمی۔ سجدۂ عبادت غیر اللہ کے لئے مطلق ممنوع ہے۔ لیکن سجدۂ تحیہّ غیر اللہ کے لئے (بشرطیکہ مسجود صنم یعنی بُت نہ ہو) جائز سمجھتے ہیں اور وہ بمنزلہ سلام تعظیم و تکریم کے ہے علمائے ظاہری میں سے بھی بہت بزرگ سجدۂ تحیہّ کو غیر اللہ کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔

(۴) اس بات سے واقف رہنا چاہیئے کہ خانقاہ کے اندر شیخ کو جس طرح سلام کرنا جائز ہے اسی طرح سلام کی نیّت سے سجدہ کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن راستہ پر بازار میں اور دُور کے مقام سے شیخ کے مکان کی طرف سجدہ کرنا ممنوع ہے۔

(۵) ان اعمال و افعال کو اختیار نہ کرے جو شرع میں جائز نہیں اور ان کو اپنے شیخ سے بھی نہ دیکھا ہے۔ مرید کو اپنے شیخ کے طریقہ اور دستور کے مطابق ہی چلنا چاہیے۔ دوسرے طریقوں کے رنگ اور روپ اختیار نہ کرے۔

(۶) کوئی فضول اور کھیل تماشے کا کام نہ کرنا چاہیے۔

(۷) وضو اور بے وضو ہر حال میں ذکر کرنا جائز ہے۔ مگر اولیٰ یہ ہے کہ باوضو ذکر کرے اور باوضو رہے۔

(۸) حالتِ جنابت میں ذکر لسانی جائز نہیں۔ اور ذکر قلبی اگر ازخود جاری ہو تو حرج نہیں۔

(۹) ہر نماز کو اس کے وقت پر اور باجماعت ادا کرے۔

(۱۰) جن مسائل میں اختلاف ہے ان میں اپنے پیرانِ عظام کی رائے کے موافق عمل کرے۔

اَدب و تعظیم بزرگان

اَدب و تعظیم: طریقت و تصوّف یکسر راہ ادب و تعظیم ہے۔ ہر زمانہ میں حضرات بزرگان دین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تعلیم ادب میں اصرار واہتمام فرمایا ہے۔ ادب کو محمود اور ہر ایک سوء ادب کو مذموم ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔ ع ''بے ادب محروم گشت از فضلِ رب'' اس باب میں دربار عالیٔ جہانگیری میں جو ارشادات ہوئے اور سیرت فخر العارفین میں درج کیے گئے، بندرگان خدا علی الخصوص سالکینِ طریقت کی نفع رسانی کے خیال سے لکھے جاتے ہیں۔

اقسامِ ادب: فرمایا۔ ایک ادب عوام کا ہوتا ہے۔ ایک ادب خواص کا۔ اور ایک ادب خواص الخواص کا (سالک کا) جو مقام ہوگا ویسا ادب اللہ کی رحمت سے قلب میں پیدا ہو جائے گا۔

صحابہؓ کا طریق ادب: فرمایا ''حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے (بارگاہِ رسالت) کے ساتھ آداب و تعظیم و محبّت کے واقعات جو کتابوں میں (مستند اور صحیح روایتوں کی شکل میں) مذکور ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضراتِ صحابہؓ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام، احترام سلاطین سے بڑھ کر کیا کرتے تھے۔ بلکہ حضراتِ صحابۂ کرامؓ تو آپؐ پر جان قربان کردینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ کتاب[1] ''تیسیر الواصول الی جامع الاصول'' کی حدیث مطول، متعلق، غزوۂ حدیبیہ میں، عروہؓ بن زبیرؓ سے

---

[1] نیز ملاحظہ ہو زرقانی ج ۲ ص ۱۹۳

مروی ہے کہ عروہ بن مسعود مقام حدیبیہ میں کفارہ مکہ کی طرف سے امیر وفد ہوکر آنحضرتؐ (روحی فداہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے دربارِ رسالت کے آداب۔ اور حضرات صحابہؓ کے تعظیم ومحبت کے طریقے اور ان کی جان نثاری اور جان بازی کے حالات دیکھے تو وہ حیرت میں رہ گیا۔ اور واپس جاکر اس نے حلف کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے بیان کیا۔

حدیث : فرجع عروہ الیٰ اصحابہٖ فقال ایْ قوم و اللّٰہ ! لقد ووفدت علی الملوك ووفدت علی کسریٰ و قیصر و النّجاشی واللّٰہ ان رأیت ملکا قط یعظمہٗ اصحابہ ما یعظمہٗ اصحاب محمّدٍ محمّداً واللّٰہ ان یتخم نخامۃً اِلّا وقعت فی کفّ رجل منھم فدلك بھا وجھہ، وجلدہٗ واذاامرھم وابتدروا امرہ۔ واذا توضأ کادوایقتتلون علیٰ وضوئہ واذا تکلّم خفضوا اصواتھم عندہٗ وما یحدون النظر الیہ یعظیماً لہ!!

ترجمہ حدیث جب عروہ اپنی قوم کی طرف لوٹا تو اس نے اپنی قوم سے کہا اے قوم ! خداؑ کی قسم میں بے شبہ بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ اور کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے دربار میں نے دیکھے ہیں۔ خداؑ کی قسم، میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا۔ کہ اس کے اصحاب، اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں۔ جیسی تعظیم کہ اصحابؓ محمدؐ، محمدؐ (صلعم) کی کرتے ہیں۔ خداؑ کی قسم (آنحضرت ﷺ بلغم نہیں تھوکتے ہیں۔ مگر یہ کہ آپؐ کے اصحابؓ اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ بس (لینے والا) اُس فضلۂ دہن (مبارک) کو (تبرکاً) اپنے چہرہ پر اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب آپؐ

کوئی حکم کرتے ہیں تو (آپؐ کے صحابیؓ اس کی بجا آوری میں جلدی کرتے ہیں اور (دوڑ پڑتے ہیں) اور جب آپؐ وضو فرماتے ہیں تو مائع مغسولِ وضو (آبِ وضو) کو زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ اُس کے (ہاتھوں ہاتھ) لینے کے لئے (یکبارگی) ہجوم کرتے اور ایک دوسرے پر (اس طرح مضطربانہ وبے قرارانہ) سبقت کرتے ہیں کہ اندیشہ ہوتا ہے (اس تبرک کے لئے) قتل ہوجائیں گے۔ اور جب آپؐ کلام فرماتے ہیں، تو آپؐ کے قریب کے اصحابؓ اپنی آوازیں پست کردیتے ہیں (تاکہ ان کی آوازیں آوازِ حضورؐ سے اونچی نہ ہونے پائیں) اور یہ (اصحابؓ ہیبت، محبت اور فرطِ تعظیم سے) آپؐ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے ہیں۔

صحابۂ کرامؓ کے تعظیمی واقعات کا ثبوت، دیگر احادیث سے: (۱) ایک بار حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سرِ اقدس کو حضرت امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا علی علیہ السّلام کے زانو پر رکھے ہوئے استراحت فرما رہے تھے کہ (سورج غروب ہونے اور) نماز عصر کا وقت اختتام پر پہنچنے لگا۔ (قریب تھا کہ جناب امیر المومنین کی نماز قضا ہوجائے) مگر آپؓ نے حضرت رسالت مآبؐ کی رعایت ادب سے نماز عصر کا قضا کرنا بہتر تصور فرمایا اور اپنے زانو سے آپؐ کا سر مبارک نہ ہٹایا، کہ مبادا اس جنبش سے حضوؐر بیدار ہوجائیں (۲) آنحضرت روحی فداہٗ مقام حدیبیہ میں تھے کہ آپؐ کے حکم سے حضرت عثمانؓ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ کفّار نے کہا کہ ہم آنحضرتؐ کو داخلۂ مکّہ کی اجازت نہیں دینگے تم آگئے ہو اس لئے تمھیں اجازت ہے کہ عُمرہ کرلو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عُمرہ نہ کروں گا۔ (اب مقامِ غور ہے کہ) نماز عصر کا پڑھنا فرض ہے، اور طواف صرف بیت اللہؐ کے دیکھ

لینے سے واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں جلیل القدر اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک نے تو آپ کی رعایت ادب سے فرض کا قضا ہونا۔ دوسرے نے واجب کا ترک ہونا گوارا کرلیا! (۳) جان کا بچانا بھی فرض ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ہنگام ہجرت اسے تو برداشت کرلیا' کہ زہریلے جانور کے کاٹنے سے جان جاتی رہے۔ مگر اسے گوارا نہ کیا کہ ذرا جنبش و حرکت کریں اس خوف سے کہ آنحضرت روحی فداہ جو جنابِ صدیق اکبرؓ کے زانو پر سرِ اقدس رکھے ہوئے۔ خوابِ استراحت میں تھے۔ ان کے حرکت کرنے سے کہیں بیدار نہ ہو جائیں (۴) ایک صحابیؓ نے آپ ؐ کی دعوت کی اور بکری ذبح کی ان کے لڑکوں نے اسے دیکھا۔ اور باپ کی نقل کرتے ہوئے بکری کی بجائے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو ذبح کرڈالا۔ مگر ان صحابیؓ نے اِس حادثۂ موت کو پوشیدہ رکھا۔ کسی کو خبر نہ ہونے دی، کہ محبوبِ خدا اس گھر میں تشریف لا رہے ہیں۔ اس حادثہ کی اطلاع ہوگی، تو آپ ؐ کے قلب مبارک پر صدمہ گزریگا اور آپکے تشریف لانے کی خوشی میں ہلاکت اولاد کی مطلق پروانہ کی۔ اور آپ ؐ کی رعایت اَدب میں فرق نہ آنے دیا۔ یہ تھا، حضرات صحابہؓ ئے کرام کا اَدب کہ دنیا میں اِس سے بڑھکر رعایتِ ادب کی مثال نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ حدیث شریف میں تصریح کے ساتھ موجود ہے (آخر اس گھر میں آپ ؐ تشریف لائے اور آپ ؐ سے احیائے موتیٰ کا معجزہ، قدرت کاملہ الہیہ سے ظہور میں آیا۔ (۵) دربارِ رسالت ؐ میں ادب حضراتِ صحابہ ؓ کی یہ شان تھی، کہ آپ ؐ کے سامنے حضرات صحابہؓ اس طرح بے حس و حرکت بیٹھے رہتے تھے۔ کہ پرندے آن کر اُنکے سروں پر بیٹھ جاتے تھے۔ آنحضرت ؐ کی طرف پیٹھ نہیں کرتے تھے۔ اور آپ ؐ کے جسم پاک کو بے وضو نہیں

چھوتے تھے۔(۶) آپؐ حجامت فرماتے تو صحابہؓ آپؐ کے موئے مبارک اور ناخن شریف زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔ ان تبرّکات کو (بعنایت تعظیم و احترام اپنے پاس رکھتے تھے۔)'' (۷) ارشاد فرمایا۔ دمِ مسفوح (خون) کی حرمت قرآن مجید سے ثابت ہے: مگر باستثنائے دم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ پاک ہے۔ اس کا اثبات کیونکر ہوا؟ تعامل صحابہؓ سے!۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک روز حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا۔ اور جسم اطہر سے جو خون نکلا۔ وہ ایک پیالہ میں لے لیا گیا۔ آپ نے یہ پیالہ ایک صحابیؓ کو دے کر فرمایا کہ اسے ایسی جگہ ڈال دیا جائے۔ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔ یہ صحابیؓ تھوڑی دُور چلے۔ اور ٹھہر گئے۔ چاروں طرف دیکھا، اور پھر فوراً اسے پی لیا۔ اور آ کر عرض کی، یارسولؐ اللہ مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی۔ جہاں لوگوں کی نظر اس خون پاک پر نہ پڑتی۔ اس لئے میں نے اُسے پی لیا (کہ یہاں ہر نظر سے محفوظ ہو جائیگا) آپؐ نے سُنا اور کچھ نہ فرمایا:۔ حالانکہ فضلات (شریعت میں) نجس ہیں۔ لیکن یہ فرطِ محبت میں پاک ہو گئے۔ (مثل اس کے اور بہت واقعاتِ ادب احادیث شریف میں مذکور ہیں) ارشاد ہوا۔ ''یہ سمجھ لو کہ انبیاءؑ اپنی اُمّت سے اور اولیاءؒ اپنے مریدوں سے ازدیادِ اعتقاد و محبّت کے خواہاں ہیں۔ اس لئے امورِ ممنوعہ جو بعض صحابہؓ سے فرطِ محبّت میں صادر ہوئے اُن پر آپؐ نے کسی قسم کا تشدّد نہیں فرمایا۔ (کہ مقصود حضراتِ صحابہؓ ادب و تعظیم تھی)۔

<u>مرتبہ بقدر محبّت و اعتقاد ہے</u>: جس امتی کو اپنے نبیؐ سے۔ اور جس مرید کو اپنے پیر سے اعتقاد و محبّت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا درجہ (بقدر ترقی محبت و اعتقاد) خداؒ کے یہاں بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مقبولِ خداؒ (اور محبوبِ بارگاہِ کبریا) ہو جاتا ہے۔ (سیر الاولیاء میں حضرت محبوب الٰہی کا یہ ارشاد نقل

کیا گیا ہے۔ جناب سلطانِ مشائخؒ نے اندازہ محبت خداؑ کی میزان، محبت شیخ کو فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ مبارک یہ ہیں۔ ''مرید را محبتِ حق جل و علیٰ بر اندازۂ پیر خود حاصل می شود'' یعنی مرید کو حق تعالیٰ بزرگ و برتر کی محبت اپنے پیر کی محبت کی مقدار سے ہی حاصل ہوتی ہے سالک کو جتنی اپنے شیخ سے محبت ہے اسی قدر خدا سے محبت ہے۔)

''حضرات انبیاء علیہم السّلام (بندوں کا) خدا سے علاقہ پیدا کرنے کے لئے، اور انھیں مقبول بنانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے:۔ حقیقتاً جیسا ادب اور جیسی محبّت و تعظیم کہ صحابہؓ کرام نے حضرت رسالت مآب ﷺ کی فرمائی ہے۔ آج تک دنیا میں کسی اُمتی نے اپنے نبی کی اور کسی مرید نے اپنے شیخ کی نہیں کی اور نہ آئندہ امید ہے (کہ دنیا میں کسی ہستی کی اس درجہ تعظیم ہوگی۔)''

اِن واقعات سے یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ کہ محبّت و اعتقادِ شیخ (برحق) میں جہاں تک مبالغہ کیا جائے کم ہے۔ حضرت مولانا رومؒ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔ ے

از خدا خواہیم توفیقِ اَدب   بے اَدب محروم گشت از فضلِ رب

بے اَدب تنہا نہ خود را داشت بد   بلکہ آتش درہمہ آفاق زد!

آدابِ شیخ: آدابِ شیخ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ مرید کو چاہئے کہ شیخ کی خدمت میں باوضو رہے۔ جو کچھ کہ شیخ کی جانب سے ارشاد ہو۔ اُسے گوشِ ہوش کے ساتھ سُنے۔ اگر شیخ کوئی سیال یا رقیق شے، مثلاً پانی یا شربت یا چائے تبرکاً عطا فرمائیں تو اس کو اسی وقت شیخ کے رُوبرو کھڑے ہو کر پی لے۔ چار چیزیں ہیں جنھیں تعظیماً کھڑے ہو کر پینا چاہئے (۱) آبِ زم زم (۲) سبیل کا پانی

(۳) آبِ بقیہ وضو (۴) اور پیرو مرشد کی عطا کی ہوئی سیال (رقیق) شے"۔

پیر کا ادب: فرمایا حجرِ الاسود کو ایک ہاتھ سے نہ چھونا چاہئے اور بیت اللہ کو بھی اور پیرو مرشد کے جسم کو بھی۔ ان سب کو دونوں ہاتھوں سے چھونا چاہئے۔ بیت اللہ اور پیرو مرشد کی طرف پیٹھ کرنی منع ہے۔ بے وضو نہ قرآن مجید کو چھونا چاہئے نہ پیرو مرشد کے جسم کو۔ اگر پیر کوئی جامہ یا کپڑا مرید کو عطا فرمائے تو مرید کو چاہیے کہ اس کو شیخ کے روبرو اسی وقت ایک بار پہن لے شیخ اگر کوئی دُعا مرید کو تعلیم فرمائے تو اُسے ایک بار شیخ کے رُوبرو پڑھ لے اور پھر یاد کر کے سُنا دے۔ پیرو مرشد سے سوال بہت کم کرے محض ضرورت کے مادہ میں ان سے پوچھے اور کچھ طلب نہ کرے۔ اگر مرید (کسی تعلیم کے) لائق اور قابل ہوگا تو پیر مجبوراً اُسے تعلیم کرے گا یہ (حضرات مشائخ) اپنے فرائض کو خوب جانتے ہیں۔"

نیست نسیان وفراموشی بہ ذاتِ پاکِ دوست

ہمارے ایک پیر بھائی نہایت مقدّس تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت پیرو مرشد قدّس سرّہٗ سے کوئی بات دریافت کی۔ آپ نے فرمایا ابھی تم نہ سمجھو گے اور (وہ بات) نہیں بتائی وہ کہتے تھے کہ پھر میں نے کچھ دریافت نہ کیا۔ اور دنیاوی کاموں کے لئے پیر کو دق نہ کرے۔ دنیاوی کام رسمِ دنیاوی کے مطابق جو مناسب سمجھ میں آئے (حکمِ خداؑ اور رسولؐ کے مطابق) کر لیا کرے اس کے لیے پیر کو تکلیف نہ دے بس اطلاع دے کر طالبِ دُعا ہو۔

خدمتِ شیخ میں تحفہ: فرمایا "یہ بھی آدابِ شیخ سے ہے کہ جب خدمتِ شیخ میں حاضر ہو تو کوئی چیز تحفہ اور نذر کے طور پر خدمتِ شیخ میں لے جائے۔ ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ کے مرید نہایت غریب آدمی تھے اور انہیں

اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ذوق بھی تھا اور آدابِ شیخ سے واقف تھے۔ غربت کی وجہ سے تحفۃً اور ہدیۃً کوئی چیز اپنے شیخ کی خدمت میں نہیں لاسکتے تھے۔ اور خالی ہاتھ آنے کو خلافِ ادب بھی سمجھتے تھے۔ پس انھوں نے (یہ طریقہ اختیار کیا کہ) کُلُوخِ استنجا بنالئے جب خدمتِ شیخ میں حاضر ہوتے تو مٹی کے یہ ڈھیلے لے آتے۔'' (اُن کی طرف سے یہ ہی نظر مقبول تھی)

<u>خدمتِ شیخ میں جاہل ہوکر رہنا:</u> فرمایا ''شیخ کے سامنے اپنے آپ کو جاہل سمجھنا یہ بڑی بات ہے۔

<u>مرید بے چون وچرا:</u> ایک حکایت ارشاد فرمائی '' دو طالب علم تھے، جو ایک بزرگ کی خدمت میں مرید ہونے کے ارادہ سے گئے انھوں نے فرمایا '' ہم لوح محفوظ میں دیکھ کر کہتے ہیں کہ تمہارا نام ہمارے مریدوں میں نہیں ہے۔ مولانا عبدالرّحیم کے مریدوں کے زمرہ میں ہے۔ یہ طالب علم مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا بہت بڑے عالم بھی تھے انھوں نے طالب علم سے پوچھا کہ آپ نے سرورِ کائنات صلعم کو دیکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں دیکھا۔ اس سوال وجواب کے بعد مولانا نے فرمایا 'اچھا بیت المقدس میں جاؤ اور حضرت سرورِ کائنات صلعم کو دیکھ کر چلے آؤ۔ طالب علم فوراً روانہ ہوگئے اور یہ دریافت نہیں کیا کہ حضرت کی پیدائش تو مکہ معظمہ میں ہوئی اور وفات مدینہ منورہ میں آپ مجھے بیت المقدس میں کیوں بھیج رہے ہیں۔ وہ سیدھے بیت المقدس میں پہنچے اور حضرت سلیمان علیہ السّلام نے جس مسجد کو جنوں اور دیوؤں سے بنوایا تھا اس میں گئے۔ جوں ہی اس مسجد میں قدم رکھا ان پر انکشاف ہوگیا اور دیکھا کہ عرش وکرسی سب جگہ حضرت سرورِ کائنات صلعم جلوہ افروز ہیں۔ جب ہی تو کسی نے کہا ہے ؎

ع ''محمدؐ سرِ وحدت ہیں کوئی رمز اُنکی کیا جانے۔''

قطبِ وقت کا ادب: ''پیر و مرشد (اگر) قطبِ وقت (ہے تو اُس) کے سامنے کتاب کا دکھانا گناہ ہے'' فرمایا ایک دفعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمر فاروقؓ نے ایک کتاب پیش کی اور عرض کیا کہ اس میں بہت اچھی اچھی باتیں لکھی ہیں۔ پھر اس کتاب (توراۃ) میں سے پڑھنا شروع کر دیا۔ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی اس وقت خدمتِ پاک میں حاضر تھے انہوں نے چہرہ مبارک کو دیکھا سمجھ گئے کہ آپؐ ناراض ہیں (اور پسند نہیں فرماتے کہ آپؐ کے اُمتی آپؐ کے سامنے کتاب پیش کریں) پس حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا، ''اے عمرؓ کیا کرتے ہو؟'' اور دونوں نے کھڑے ہو کر اور ہاتھ باندھ کر آپؐ سے معافی کی خواستگاری کی۔

آنحضرت صلعم روحی فداہٗ نے فرمایا ''حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو آج وہ بھی ہماری پیروی کرتے۔'' (عہدِ رسالت کا یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا) قطبِ وقت کے رُوبرو کتاب پیش کرنی اور دلیل و ادلہ کو دکھانا طریقت میں منع ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تو لاعلم ہیں۔'' معاذ اللہ ہم نے معلوم کرایا اور پھر یہ شعر پڑھا۔

اپنے مولیٰ کے قدم کے سایہ کے نیچے جیوں
اور مرنا (ہو) تو اُن کے آستانہ پر مروں
زندگی و موت ہو ان کی رضا کیواسطے

قطبِ وقت کی ہر چیز کا ادب: سیر الاولیاء میں ہے کہ عوارف کا ایک نسخہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے پاس تھا۔ اور آپؒ عوارف میں سے کچھ فوائد بیان فرما رہے تھے۔ بیان کرنے میں کچھ آپؒ کو تکلف ہوا (حضرت

محبوب الٰہیؒ خواجہ نظام الدّینؒ اولیاء فرماتے ہیں کہ) میں نے عوارف کا ایک اور نسخہ شیخ نجیب الدّینؒ متوکّل کے پاس دیکھا تھا۔ مجھے وہ فوراً یاد آ گیا اور حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ شیخ نجیب الدّینؒ متوکّل رہنما کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ میری یہ بات حضرت کے قلبِ مبارک پر گراں گزری۔ ایک ساعت کے بعد زبان مبارک پر جاری ہوا کہ اس سے شاید یہ مُراد ہے کہ درویش کو غلط نسخہ کو صحیح کرنے کی قوّت نہیں ہے (حالانکہ) مجھے اس بات کا خیال تک نہ تھا کہ یہ الفاظ آپ کس کے حق میں فرما رہے ہیں۔ کیونکہ میں نے یہ بات اگر قصداً کہی ہوتی تو اپنے اوپر گمان لے جاتا جب آپ نے دو تین بار یہی الفاظ فرمائے تو ۔۔۔۔۔۔۔۔ میں جھٹ اٹھا اور سر برہنہ کر کے حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کیا خدا کی پناہ! جو میری یہ مُراد ہو میں نے تو مخدوم کے کتب خانہ کے نسخہ کو دیکھا تھا لہٰذا اس کی بابت گذارش کی۔ اسکے سوا میرے دل میں اور کوئی بات نہ تھی۔ ہر چند میں نے معذرت کی لیکن آپ کے چہرۂ مبارک پر اسی طرح نارضامندی کا اثر دیکھتا تھا اور میں وہاں سے اٹھ کر روتا ہوا باہر آیا جس غم واندوہ کا لشکر مجھ پر اس دن ٹوٹ پڑا تھا ایسا غم واندوہ کسی کو نہ ہو۔ میں نہایت ہی بے قراری اور حیرانی کی حالت میں چلتے چلتے ایک کنویں پر پہنچا جی میں آیا کہ اپنے تئیں اس کنویں میں ڈال دوں مگر میں نے اپنے دل میں نے کہا کہ اس طرح مرجانا آسان ہے لیکن ۔۔۔ (نارضامندیٔ شیخ کی) تلافی نہ ہوگی۔ حضرت کے ایک فرزند خواجہ شہاب الدّین تھے انہوں نے میرے معاملہ کو ایک نہایت بہتر اور مؤثر طریقہ پر پیش کیا ارشاد ہوا بلالو! میں حاضر ہوا اور آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ بہت کچھ شفقت و مہربانی فرمائی۔ دوسرے دن خلعتِ لباس خاص سے مجھے مشرّف

فرمایا اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ میں نے یہ باتیں تمھارے کمالِ حال کے لئے کی تھیں کہ پیر مرید کے لئے مشاط ہے۔ (حضرت محبوبِ الٰہیؒ نے اس طرز سے ادبِ شیخ کی تعلیم فرمائی ہے۔ نیز یہ کہ شیخ قطبِ وقت کی ہر چیز کا ادب چاہیئے بے ادبی اس کی کسی چیز کی روا نہیں ہے۔

عظمتِ شیخ کے جاننے والے: ہمارے حضرتؒ نے فرمایا تم لوگ پیر و مرشد کی حقیقت کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہو۔ حضرت مولانا رومؒ، حضرت خواجہ اویسؒ قرنی حضرت امیر خسروؒ یہ حضرات تھے جنہوں نے عظمتِ شیخ کو جانا تھا۔

جانتے یہ لوگ تھے بے شبہ عظمت پیر کی　　　ہوں اویسؒ قرنی یا خسروؒ مولائے رومؒ

فرمایا! جس کو پیر و مرشد مل گئے۔ اسے دنیا میں کس چیز کی ضرورت ہے۔

عرفانِ خداؑ کے بعد عرفانِ شیخ: فرمایا ''جب ہم نے اپنے پیر و مرشد کا چہرہ دیکھ لیا تو ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم نے صاحب میاں کے باپ سے کہا کہ خُداؑ کو پہچان کر پھر پیر کو پہچاننا ہوتا ہے۔ (یہ سیر من اللہؑ کی طرف اشارہ فرمایا ہے سالک جب سیرِ الی اللہؑ سیر فی اللہؑ طے کر کے واصل بالحق ہوا۔ اس وقت کامل طریقہ سے اس کو حقیقتِ شیخ کا انکشاف ہوتا ہے۔

فہم کن، واللہؑ اعلم بالصّواب　　　در بشر روپوش گشت است آفتاب

خدمتِ اقدس میں بعض مریدین کے، واقعات جن پر نصیحت فرمائی گئی: آپ کے ایک مرید صاحب ایک بار وضو کر رہے تھے۔ اس وقت آپ تشریف لے آئے یہ مرید صاحب اہتمامِ وضو میں مشغول رہے تعظیماً کھڑے نہیں ہوئے اور آپؒ ان سے باتیں کرتے رہے۔ اسی حال میں ان کا وضو تمام ہوا اور اس وقت اس مسئلہ میں آپ نے کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ ایک روز آپ کے یہ مرید اور دوسرے بہت سے لوگ، جبکہ آپ خاصہ تناول فرما رہے تھے، دستر خوان پر

حاضر تھے کہ طشت و آفتابہ ہاتھ دھونے کے لئے لایا گیا۔ پہلے حضرت قبلہ کے دست پاک دھلوائے گئے۔ اس کے بعد ان مرید صاحب کا نمبر آیا۔ مگر اسی دستر خوان پر اُن کے ایک استادِ مکرم بھی ان سے کچھ فاصلے پر موجود تھے۔ حضرت قبلہ نے ہاتھ دھلانے والے سے فرمایا۔ شاگرد سے پہلے استاد کے ہاتھ دھلوانا تعظیماً و ادباً مناسب ہے۔ مولوی عبداللطیف صاحب ان کے استاد ہیں پہلے ان کے ہاتھ دھلواؤ۔ پھر یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ "ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت امام زفرؒ وضو کر رہے تھے۔ ان کے استاد حضرت امامِ اعظم ابی حنیفہ رحمت اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ مگر امام زفرؒ اتمامِ وضو میں مشغول رہے۔ اپنے استاد حضرت امام اعظمؒ کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے خیال کیا کہ وضو کو پورا کر لیں۔ اس کے بعد تعظیم کو اٹھیں چنانچہ وضو پورا کرنے کے بعد اٹھے۔ صاحبین اور امام زفرؒ یہ سب امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ یہ بہت بڑے مرتبہ کے فقیہہ اور مجتہد ہوئے۔ مگر صاحبینؒ کو زیادہ مقبولیت ہوئی اور اقوال صاحبینؒ مفتی بہ قرار پائے اور امام زفرؒ کے اقوال غیر مفتی بہ رہے حالانکہ یہ بھی بڑے فقیہہ اور مجتہد تھے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام زفرؒ سے چونکہ وقت وضو اپنے استاد حضرت امام اعظمؒ ترک تعظیم ظاہر ہوئی اس لئے انھیں مقبولیت نہ ہوئی۔ اور ان کے اقوال غیر مفتیٰ بہ رہے۔ اب یہ مرید صاحب اپنی غلطی پر آگاہ ہوئے کہ اتمام وضو کی بجائے ان کو تعظیم بجالانی تھی۔

<u>خدمتِ شیخ میں اپنے آپ کو فقیر حقیر نہ لکھے:</u> ایک شخص نے بانس بریلی سے خط بھیجا، اس میں اپنے نام کے ساتھ لفظ "فقیر حقیر" لکھا تھا۔ اس پر ارشاد ہوا۔ "تعلیماً ان کو لکھدیا جائے۔ کہ یہ سب الفاظ مشائخ اور اپنے شیخ کی

خدمت میں لکھنے زیبا نہیں ہیں۔ ''بندۂ درگاہ'' (یا مثل اس کے دوسرے الفاظ وہ بھی بے ساختہ اور) بے تکلّف لکھا کریں (تکلف اور بناوٹ سے ایسے الفاظ بھی نہ لکھیں) بدیع العالم بھی اپنے آپ کو ''فقیر حقیر'' لکھا کرتے تھے۔ (جبکہ یہاں خط بھیجتے تھے) ہم نے انھیں بھی سمجھا دیا تھا!''

آدابِ شیخ میں بناوٹ نہ ہو: مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب مرحوم کا ایک عریضہ خدمت مبارک میں پیش ہوا تھا، جوانہوں نے اپنے قلم سے لکھ کر روانہ کیا تھا۔ اُس میں صرف مولائے من کا لفظ بطور القاب لکھا تھا۔ کوئی اور لفظ نہ تھا۔ اسے آپؒ نے پسند فرمایا، ارشاد ہوا۔ '' حکیم صاحب کے اس لکھنے میں سادگی ہے، بیساختہ پن ہے تکلف اور بناوٹ نہیں ہے، اوراس سے بوئے سوختہ جگری آتی ہے! پیر کو مولیٰ سمجھنا یہ ہی سب کچھ ہے اور بڑی بات ہے۔ ذرّہ بھلا آفتاب کی حقیقت کو کیا جان سکتا ہے۔ اور ذرّہ آفتاب کی کیا توصیف (اور کیا مدح وثنا) کرسکتا ہے۔

بقطرہ کے خبر منتہائے بحرِ عمیق   بذرّہ کے نظر اوج مہرِ عالمتاب

آدابِ شیخ کی رعایت برادرانِ طریقت کے باہمی برتاؤ میں لازمی ہے:

دربار شریف میں ایک دفعہ ایک پیر بھائی نے اپنے دوسرے پیر بھائی کو اپنی ٹوپی اور اپنا کرتہ تبرک کے طور پر دیا، خدمتِ اقدس میں اس واقعہ کی اطلاع کی گئی تو آپؒ نے اسے ناپسند فرمایا اور ٹوپی اور کرتہ دینے والے سے تعلیماً ارشاد ہُوا! کیا سمجھ کر دیا؟ کیا تم نے اپنے آپ کو اس قابل سمجھا'' (کہ تمھاری کوئی چیز تمھارے پیر بھائی کے لئے تبرک ہوجائے) اور لینے والے سے فرمایا! تم نے کیوں لیا؟ اس کے بعد ارشاد ہُوا'' خلفاء اگر کسی کو کچھ دیں تو یہ اور بات ہے'' منشائے مبارک یہ سمجھ میں آیا کہ اس قسم کے افعال جن سے اپنی

بزرگی کا کسی طرح اظہار ہوتا ہو، بُرے افعال ہیں اور بارگاہِ شیخ میں رہ کر ایسے افعال ظاہر ہونے، یہ بات خلافِ ادب ہے اور ایسے پندار اور خودنمائی کا مذموم ہونا تو بہرحال ظاہر ہے۔

خدمتِ شیخ میں بے محل لفظ اَعُوْذُ بِاللّٰہ نہ کہو: فرمایا ”مولوی امید اللہ (مرشد آبادی) نے ایک دفعہ ہمارے سامنے بے محل اور بے موقع کہا اَعُوْذُ بِاللّٰہ (شیطان سے اللہ کی پناہ) ہم نے کہا آپکا کہنا بے محل تھا اور آپ نے بے موقع کہا۔ ہم نے انہیں حدیث شریف پڑھ کر سنائی۔ انہوں نے غیر مقلدین کے یہاں پڑھا ہے اور پڑھایا بھی ہے اس لئے حدیث سے انکو اچھی واقفیت ہوگئی ہے۔ ہم نے کہا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ (ازدواج مطہّرات میں سے) فلاں بی بی کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت انہوں نے اَعُوْذُ بِاللّٰہ پڑھا۔ (اِس ترکِ ادب پر آپؐ نے یہ کیا کہ انھیں) آپؐ نے طلاق دیدی۔ آپ کا طلاق دینا اُن کیلئے (ظاہر ہے کہ) کتنی بڑی اور کتنی بُری بات ہوئی۔ ہم نے اور بھی دلیلیں بیان کیں اور کہا اگرچہ قرآن مجید میں اعوذ باللّٰہ کا پڑھنا وارد ہوا ہے لیکن ان بی بی کا پڑھنا بے محل تھا۔ استغفار پڑھنے کو ہم بھی بتلاتے ہیں۔ (اور ہر نماز کے بعد سید الاستغفار کا پڑھنا ہمارے معمولات مشائخ سے ہے) مگر مولوی امید اللہ کا پڑھنا بے محل اور بے موقع تھا!“ (اس ارشاد سے معلوم ہوا۔ کہ روبروئے حضرت شیخ بے محل اعوذ باللّٰہ نہ پڑھا جائے کہ ترکِ ادب ہے)۔

شیخ کی خدمت میں سینہ زنی نہ کرو: آپؒ کی خدمت میں آپؒ کے ایک مرید نے اپنے ایک پیر بھائی کے قصور کے معافی مانگتے ہوئے بہت گریہ وبکا کی‘ اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ کوٹا۔ ارشاد ہوا! فقیر کو بس اپنی ذات کا خیال

چاہیے نہ کہ دوسرے کا، تم نے ہمارے سامنے دو ہتڑ کا ہاتھ اپنے سینہ پر مارا کیا تمھیں یہ خیال نہیں کہ یہ فعل خلافِ شرع ہے!'' اس ارشاد کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے روبُرو افعال خلافِ شرع ترکِ ادب ہیں! اس میں دو مصیبتیں ہیں۔ ایک فعل خلافِ شرع کا گناہ دوسرے ترک ادبِ شیخ کا وبال)۔

مدح خلافِ شریعت پر ناراضی: ایک بار حضوری میں مجلس سماع برپا تھی، قوال نے ایک غزل گائی جس میں مضمون آداب شریعت کے خلاف تھا، فی الفور موقوفی سماع کا حکم ہوا۔ اور محفل سے اُٹھ کر آپ اسی وقت حجرہ شریف میں تشریف لے گئے۔ بعد میں نصیحتاً ارشاد ہوا۔ ''ایسی غزل جو خلاف آدابِ شریعت ہے، ہمارے رُوبرو کیوں گائی گئی۔ تمہیں خیال نہیں (کہ مدح شیخ بھی دائرہ شریعت وطریقت سے باہر نہ ہونی چاہیے) ہماری طبیعت خراب اور بدمزہ ہوگئی۔'' وہ قوال بہت نادم ہوئے۔ آئندہ معافی کی خواستگاری کی آپ نے آئندہ کے لئے نصیحت فرمائی اور معاف کردیا۔

تعظیمِ شیخ اپنے اپنے ذوق کے موافق ہو: ایک شخص دربار شریف میں لوگوں کو پیر ومرشد کی تعظیم وآدب کے دستور وقاعدے، اپنے ذوق کے مطابق بہت اصرار اور شد ومد سے بتلایا کرتے تھے۔ وہ لوگوں سے کہتے کہ احاطۂ خانقاہ شریف میں جوتی پہن کر چلنا بے ادبی ہے، لوگ جوتیاں پہن کر اس احاطہ میں نہ چلا کریں۔ یا برہنہ چلا کریں۔ اس پر ارشاد ہوا'' یہاں کوئی کسی کو کسی بات کے لئے منع نہ کرے۔ تم جس طرح چاہو (موافق شریعت وطریقت) اپنے پیر ومرشد کی تعظیم کرو۔ دوسرا جس طریقہ سے چاہے (دائرۂ شریعت وطریقت میں رہ کر) اپنے شیخ کا احترام کرے۔ (یہاں کسی پر کوئی اپنا حکم جاری نہ کرے۔ نہ اپنے ذوق کی پابندی دوسروں سے کرائے) ایک حکایت

ارشاد فرمائی۔

ایک نگاہ نے پرندہ کو مارا : اجمیر شریف کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ، صاحبِ تصرّف! حضرت خواجہ بزرگؒ کے مزار شریف کے سامنے حاضر تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ پرندہ گنبد مبارک پر آ کر بیٹھ گیا۔ یہ انہیں ناگوار گزرا۔ اور جی میں خیال کیا کہ یہ جانور بے ادب ہے اور پھر اُس جانور کو ایک تیز نگاہ سے دیکھا اُن کے تصرّف سے وہ جانور مر کر فوراً نیچے گر پڑا مگر (نتیجہ یہ ہوا کہ) اِن بزرگ کا حال سلب ہوگیا۔ (روحانیت حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے) ارشاد ہوا کہ تم کون تھے؟ کہ تم نے اس جانور کی نسبت ایسا خیال اور یہ تصرّف کیا وہ بھی ہمارے طالبین میں سے تھا، تم نے یہ کیا کیا؟

سنّتِ مشائخ سے تجاوز نہ ہو: اس حکایت کے بعد فرمایا ہمارے حضرت والد صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کے سامنے یہاں جو دستور (اور قاعدے) تھے بدستور ہم اُن سب کو (برقرار) رکھیں گے۔ (نہ کمی ہونے دیں گے نہ زیادتی ہمیں تو بس سنت پدری چاہئے ہمارے لئے وہ (سنّتِ شیخ) ہی بہت اچھی ہے! ہمارے حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے وقت میں لوگ یہاں احاطہ خانقاہ کے اندر جوتہ پہنتے تھے اب بھی پہنیں گے (انہیں کوئی ممانعت نہ کی جائے)۔

احاطۂ خانقاہ میں جوتی پہنی جائے: پھر آپؒ کا مریدوں کے لئے یہ ارشاد عام نافذ ہوا جو لوگ کہ ہمیشہ جوتہ پہننے کی عادت رکھتے ہیں احاطۂ خانقاہ میں جوتہ پہنا کریں جو ایسا نہ کرے گا نافرمان ہوگا البتہ دائرہ شریف (اندرون خانقاہ میں) لوگ جوتی پہن کر نہ آئیں کہ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ خانقاہ کے اندر مصلّے کے بغیر فرش زمین پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے ہیں اور احاطۂ خانقاہ (بیرونی) کا یہ حال ہے کہ یہاں گائے اور بکری وغیرہ جانور آتے جاتے ہیں

یہاں جوتیاں پہن کر چلنا چاہئے اور اجمیر شریف کی مثال یہاں اس لئے مطابقت نہیں رکھتی کہ اجمیر شریف میں تمام احاطۂ درگاہ کا فرش پختہ ہے۔ اور صرف آیندگان دروندگان کے لئے ہے (یہاں ابھی فرش پختہ نہیں ہے) اور گائیں اور بکریاں بھی یہاں سے گزرتی ہیں)۔ جس روز سے کہ یہ فرمان صادر ہوا۔ تمام لوگ اس وقت سے جوتیاں پہننے لگے۔

پیر بھائی پر غصہ نہ کرو: آپؒ کے ایک خلیفہ کسی معاملہ میں ایک بار اپنے ایک مرید کی وجہ سے اپنے ایک پیر بھائی پر غصہ اور ناراض ہو گئے آپؒ نے اشارتاً انہیں اس بات سے روکا مگر انہوں نے اس اشارہ وحکم کی تعمیل میں تاخیر کی غصہ اور ناراضی کی لہر گزر گئی تب خاموش ہوئے اس پر بعض غلاموں سے ارشاد ہوا۔

حضرت عمرؓ کا ادب: ایک صحابیؓ نے اہل عرب میں یہ مشہور کر دیا کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم اس سال حج کا قصد وارادہ رکھتے ہیں حالانکہ اُس وقت آپؐ نے قصدِ سفر نہیں فرمایا تھا جب بارگاہِ رسالت میں یہ اطلاع پیش ہوئی تو اس بات پر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا۔ اور انہوں نے کہا یہ شخص منافق ہے (جس نے ایسی غلط خبر لوگوں میں پھیلا دی)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ منافق نہیں ہے ان الفاظ کا آپؐ کی زبان مبارک سے نکلنا تھا، کہ حضرت عمر فاروقؓ کا غصہ فوراً فرو ہو گیا۔ (زمانِ رِسالت کا یہ واقعہ بیان کر کے ہمارے حضرتؒ نے فرمایا)۔ ''اگر شیخ غصہ کرنے سے روکے، اور جس بات سے غصہ پیدا ہوا ہے اس کا تدارک کر دے، تو مرید کا غصہ فرو ہو جانا چاہئے، اگر ایسا نہ ہوا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ شیخ کا حکم نہیں مانا اپنے مرید کی وجہ سے پیر بھائی کی بے تعظیمی کو (بزرگانِ سلف سے) کہاں دیکھا ہے؟ اگر

تمہارا کوئی مرید کہے کہ آپ کے فلاں پیر بھائی نے آپ کے بارے میں ایسا کہا ہے یا یہ کہ آپ کا فلاں پیر بھائی ایسا ہے تو کہہ دینا کہ وہ ہمارے پیر کے صحبت یافتہ ہیں اور ہم کوئی حاکم نہیں پس اُن کے بارہ میں ہم کوئی حکم نہیں کر سکتے۔

تعظیم پسندی سے خبردار! فرمایا: تم لوگوں نے شیر کی تصویر دیکھی ہے، شیر (کے قہر و جاہ و جلال) کی حقیقت کو نہیں دیکھا ہے۔ (اس لئے شیر کا) ڈر اور خوف نہیں ہے۔ یعنی اولیاء اللہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو ہمیں بہت ڈر لگتا ہے کہ جب تم اپنے پیر کی خدمت میں بے ادبی کرو گے تو یہ دیکھ کر تمہارے مرید تمہارے ساتھ ایسا ہی کریں گے تم لوگوں نے سمجھا ہے کہ چلو وہاں جائیں اور خوب شور و غل اور خوب مجلس کریں (کیا یہ ہی فقیری ہے؟) یاد رکھنا کہ پیران طریقت کیساتھ بے ادبی کرنے سے اللہؐ اور اللہؐ کے رسولؐ ناراض ہو جاتے ہیں۔

پیرانِ عظام کی درگاہوں کا ادب: ہم اگر کسی درگاہ پر گئے تو اسطرح گئے کہ کسی نے جانا بھی نہیں اور اپنے آپ کو ایسا سمجھا اور ایسا ہی ظاہر بھی کیا کہ وہاں جیسے کہ اور دس مرید اور غیر مرید حاضر ہیں ان میں ایک (مرید) ہم بھی ہیں اپنی شیخی نہیں دکھائی جب ہم اجمیر شریف گئے تو ہمیں کسی نے بھی نہیں جانا کہ یہ کون ہیں؟ جب نبی رضا خاں نے لوگوں سے کہا کہ یہ ہمارے پیر و مرشد ہیں اس وقت لوگوں نے ہمیں جانا جب ہم غازی پور سے حضرت اجمیر شریف کے سفر پر جانے لگے، تو لوگوں نے اس سفر میں ہمارے ساتھ چلنے کو کہا لیکن ہم نے منظور نہیں کیا، اور کہا کہ ہم تن تنہا جائیں گے۔ تم لوگ علیحدہ جاؤ، ہمارے ساتھ نہ جاؤ۔" (ارشاد فرمایا) اپنے پیرانِ طریقت کی درگاہوں میں

(مریدانہ اور خاموشی کے ساتھ) اس طرح جانا چاہئے کہ کوئی نہ جانے (کہ کون آئے اور کون گئے؟) اور وہاں عوام الناس کی طرح رہے اگر کوئی مرید ساتھ جانا چاہے تو کہہ دینا چاہئے کہ تم اپنے طور پر جاؤ اور درگاہ میں ہم سے کوئی مطلب نہ رکھنا یعنی وہاں ہماری تعظیم وتکریم ضروری نہیں ہے مولانا محمد حسین مرحوم الہ آبادی کے اجمیر شریف میں بہت مرید ہیں کیونکہ الہ آباد کے بہت لوگ اجمیر شریف میں رہتے ہیں مگر وہ درگاہ میں جب آتے تو اس طرح آتے کہ اپنا بیگ اٹھالیا اور کسی سے کچھ مطلب وسروکار نہ رکھا۔ درگاہ اجمیر شریف میں مسند وتکیہ لگا کر بیٹھنا ہرگز نہیں چاہئے۔ بس عوام کی طرح رہنا چاہئے۔ ہمارا شیخ ہونا یہ ہمارے گھر میں ہے۔ (پیران عظام کی درگاہوں میں اور) پیر ومرشد کے سامنے نہیں ہے۔ آفتاب کے سامنے شمع کی روشنی نہیں چاہئے!

__زیارت طمانیت کے ساتھ ہو:__ فرمایا۔ "میں زیارت کرنے اُس وقت تک نہیں جاتا، جب تک کہ اطمینان نہیں ہوتا۔ تم بھی اس وقت زیارت کو جانا۔ جبکہ خواہش ہو۔ تکلف سے نہ خواہش زیارت کو پیدا کرنا۔ نہ خواہش (زیارت) کو تکلف سے دور کرنا۔ ہمارے ایک مرید سفر حج سے واپس آئے تو انہیں لینے کے لئے کچھ لوگ شہر گئے ہم نے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ ہماری طرف سے اُن سے کہہ دیا جائے کہ پہلے اپنے مکان پر جائیں۔ جب روح میں اطمینان آجائے۔ تب آکر ہم سے ملاقات کریں۔

__حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرزِ زیارت:__ ایک حدیث بیان فرمائی۔ کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قافلہ سفر سے آیا۔ اس قافلہ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم تو فوراً ہی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے۔ اور بعض اصحاب رضی اللہ عنہم وضو

کر کے، اور اطمینان کر کے کچھ دیر بعد خدمت مُبارک میں باریاب ہوئے۔ آپؒ نے دونوں کے فعل کو بہتر فرمایا۔

صاحبِ مقام: ارشاد ہوا۔ ''صاحبِ حال تو ایسا کر سکتا ہے کہ اپنے جوش و خروش میں فوراً چلا آئے۔ صاحبِ مقام کا یہ کام نہیں ہے۔ اور صاحبِ مقام اُسے کہتے ہیں کہ (غالب حال ہو مغلوب حال نہ ہو) اس کا فعل اس کے اختیار میں ہو!

پیر اور دادا پیر میں سے پہلے کِس کو سلام کرے؟ فرمایا۔ ''اگر ایک ایسی محفل ہو جہاں پیر اور دادا پیر، اور چچا پیر موجود ہوں اور مرید آئے، اور یہ آنے والا مرید اس محفل کے کسی بزرگ کو نہیں پہچانتا تو سلام پہلے کس کو کرنا چاہئے؟ اس کا جواب ارشاد ہوا کہ آنے والے مرید نے اگر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا تو گویا شریعت کا حکم ادا کر دیا۔ پھر سلام کے بعد اگر وہ اپنے پیر کی قدم بوسی کرے تو پیر کو کہنا چاہئے یہ تمہارے دادا پیر ہیں ان کی قدمبوسی کرو۔ اور کسی (یعنی چچا پیر) کی قدمبوسی کرنے کو پیر نہیں کہے گا۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا ''مستفیض میاں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ایک محفل ہے جس میں بہت لوگ ہیں۔ ہم بھی ہیں ایک اور بزرگ بھی ہیں جو کُرسی پر تشریف فرما ہیں۔ مستفیض میاں نے ہماری قدمبوسی کی، ہم نے اُن بزرگ کی طرف اشارہ کر کے مستفیض سے کہا کہ تم ان کی بھی قدمبوسی کرو۔ انہوں نے ان بزرگ کی جو شبیہ بیان کی وہ ہُو بہو ہمارے حضرت پیر و مرشد والد صاحب قُدِّسَ سِرَّہٗ کی تھی۔''

خصوصیتِ سلام کی حدیث: ارشاد ہوا ''حدیث میں وارد ہے کہ حضرت رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے مگر آپؐ کو پہچانتے نہ

تھے انہوں نے صحابہؓ سے کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' اور پھر دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں صحابہؓ نے آپ کی جانب اشارہ کیا۔ اس کے بعد آپ کو پہچان کر اس شخص نے کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ''
اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ خصوصیت سلام کی خاص کیلئے جائز ہے۔

<u>علاج آنکھوں کی روشنی کیلئے</u>: یہاں شرفاء میں عام طور پر والدین کی قدم بوسی کا رواج ہے۔ ہم بھی اپنے والدین کی قدم بوسی کیا کرتے تھے۔ تم بھی سلام کی بجائے والدین کی قدم بوسی کیا کرو۔ اگر آنکھوں کی روشنی کم ہو جائے تو والدہ کے پاؤں بھی آنکھوں سے لگایا کرو۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نور عطا فرمائے گا اور ہمیشہ آنکھوں میں بصارت قائم رہے گی۔''

<u>جو تعظیم زندگی میں درست ہے وہ ہی بعد وفات جائز ہے</u>۔ ''جن بزرگوں کی جتنی تعظیمات ان کی زندگی میں جائز ہیں اُن کے مرنے بعد بھی اسی طرح جائز رہیں گی'' (حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے مدلّل اور بالتصریح یہ مسئلہ لکھا ہے۔)

<u>احترامِ سادات و مشائخ</u>: فرمایا ''یاد رکھنا ہم سادات اور مشائخ کی بہت حرمت و تعظیم کرتے ہیں ہمیں تم سے محبّت ہے اسلیئے کہے دیتے ہیں کہ مشائخ کی عزّت و تکریم کرنا خواہ کوئی ہو اور کیسا بھی ہو (سادات و مشائخ میں سے کوئی) ہمارے پاس آئیگا تو ہم سے جہاں تک ہو سکے گا ہم اسکی خاطر داری کریں گے۔ مولوی عبدالغفور صاحب (یوسف پوری) مرتاض اور مردم شناس آدمی تھے۔ ایک دفعہ ہم ان سے طریقت کا ایک مسئلہ پوچھنے کیلئے گئے مگر اُن کی تقریر سُن کر طبیعت منقبض ہوئی اور بغیر پوچھے چلے آئے۔ ہماری نسبت جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم ابوالعلائی ہیں تو انہوں نے ملنے کا اشتیاق

ظاہر کیا۔ وہ خود آنا چاہتے تھے مگر چونکہ وہ سن رسیدہ آدمی تھے ہم نے کہلا بھیجا کہ آنے میں آپکو تکلیف ہوگی ہم خود آپکے پاس آئیں گے۔ چنانچہ ہم ان کے پاس چلے گئے۔ وہ ہمیں بہت دیر تک دیکھتے رہے اور کہا کہ تمہاری روح پر تمہارے شیخ کی روح حاوی ہے جو کچھ تم سے ظاہر ہو رہا ہے یہ سب انکا تصرف ہے۔ (حضرت قبلہؒ نے اس کے بعد فرمایا) فی الحقیقت ہم کیا ہیں؟ اور ہم کیا کر سکتے ہیں؟ کیا عبادت اور کیا ریاضت محض ہمارے حضرت کی دُعا ہے۔''

<u>تمام جہان کے بزرگوں کا احترام</u>: ارشاد فرمایا۔''اگر تُم عرش پر بھی جانے آنے لگنا'' جب بھی تمام بزرگوں کا نہایت ادب کرنا۔ خواہ وہ ہمارے سلسلہ کے ہوں خواہ غیر سلسلہ کے ہوں۔ ہم نے تمام جہاں کے بزرگوں کا نہایت ادب کیا ہے!'' فرمایا اگر میرا کوئی مرید عرش پر بھی جانے آنے لگے، تو جب تک وہ میرے بزرگوں کی راہ وروش اختیار نہ کرے گا مجُھے اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہوگا!''

<u>تعظیم سجّادہ نشین وصاجزادگان</u>: ارشاد فرمایا کہ جو سجّادہ نشین ہیں ان کی تعظیم انکا ادب ہر وقت ملحوظ رہے ان کی بے توقیری سے حضرات مشائخ سلسلہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ناراض ہو جاتے ہیں۔ ایک حکایت بیان فرمائی۔ ایک صاجزادہ تھے ان کے والد صاحب کے بہت خلفاء تھے ان خلفاء کی علمیّت اور ترقیٔ فقر کا شہرہ بہت زیادہ تھا ان میں سے بعض نے صاجزادہ سجّادہ نشین کی نسبت جن کے علم و فضل کا زیادہ شہرہ نہ تھا زبان کھولی اور ان کی نسبت تحقیر کے الفاظ کہے۔ پس ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے آقا زادہ کی تحقیر کی تھی ان کی خلافت سلب ہوگئی۔'' فرمایا'' صاجزادگان کسی آستانہ کے ہوں جب ان سے ملاقات ہو تو ان کا ادب کرنا اگر کچھ (وِردٗ وظیفہ یا حکم)

فرمائیں سن لینا مگر عمل اس بات پر کرنا جو ہم سے معلوم ہوئی ہو!'' ارشاد فرمایا۔ '' ایک صاحبزادہ تھے' اپنے بزرگ والد کی وفات کے بعد طالبِ حق ہوکر اپنے والد کے ایک مرید اور خلیفہ کی خدمت میں گئے ان خلیفہ صاحب نے اپنے پیرو مرشد کے صاحبزادہ کو شکاری کُتّوں کی خدمت سپرد کی جس خدمت کے انجام دینے میں وہ ہمیشہ مشغول رہا کرتے۔ ایک بار صاحبزادہ صاحب شکاری کُتّوں کو لئے جنگل کی طرف چلے اور ایک کُتّے کے گلے کی رسّی اپنی کمر سے باندھ لی تاکہ کُتّا اگر زور کرے تو ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔ اتفاقاً ایک جانور جنگل سے نکلا اور کُتّے نے اس جانور پر حملہ کیا۔ انہوں نے ہر چند اپنے آپ کو سنبھالا اور روکا مگر کُتّا طاقتور تھا سنبھل نہ سکے اور گر پڑے رسّی جو کمر سے بندھی ہوئی تھی جلدی میں اُسے بھی کھول نہ سکے، کُتّا بھاگا تو یہ بھی زمین پر گھسٹتے ہوئے چلے گئے۔ بدن چھِل گیا اور صدمہ پہنچا۔ رات کو ان خلیفہ صاحب نے خواب میں اپنے پیرو مرشد کو دیکھا۔ فرمایا (کیا) تم نے ہمارے لڑکے کو غیر مناسب خدمت تو سپرد نہیں کی، مگر ہم نے تم سے ایسی خدمت نہیں لی تھی۔' (ہمارے حضرت نے فرمایا) ایک بار صاحب میاں کے والد صاحب نے ہم سے کہا کہ صاحبزادگان بھاگل پور شریف آپ سے تعلیم و تلقین چاہتے ہیں اس بات کو سن کر ہم نہایت متردد ہوئے، غور کیا (تو معلوم ہُوا کہ ہم ایسا کر سکیں گے) بعض بزرگوں نے اپنے مخدوم کے صاحبزادگان کو تعلیم و تلقین کیا ہے اور یہ جائز اور درست ہے، مگر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ بہت غور کرنے پر ایک رات ..... '' یہ معلوم ہُوا کہ اگر طلب صاحبزادگان ہوگی تو اس پر ہم کہہ سکتے ہیں، کہ یہ امانت آپ کے بزرگوں کی ہے قبول کیجئے، اب اِن کو اختیار ہے، قبول کریں یا نہ کریں، (یعنی عمل کریں یا نہیں) ایک بار ہمیں

خبر ملی کہ فلاں صاحب جو ہمارے لئے قابلِ تعظیم ہیں، یہاں آنے کا ارادہ رکھتے ہیں، ہم بہت تردّد میں پڑ گئے یا اللہ! کیا ہوگا؟ ہم کیا تعظیم و تکریم کر سکتے ہیں؟ اور ہم کیا جانتے ہیں؟ اللہ کا کرنا ایسا ہُوا کہ یہ صاحب تشریف نہ لا سکے۔

خلافت یافتہ پیر بھائی کے رُوبرو توجّہ نہ دی جائے: ایک صاحب کا دستور تھا کہ اپنے مرید کو توجہ دیتے اور کوئی خلافت یافتہ پیر بھائی موجود ہوتا تو اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے اس کے متعلق ارشاد ہوا۔ ''یہ کیا بات ہے کہ آپ لوگ اپنے خلافت یافتہ پیر بھائی کے سامنے اپنے مرید کو توجہ دیتے ہیں جس پیر بھائی کو خلافت ہے اُس کا لحاظ اور ادب کرنا چاہئے، خاص وقت میں۔ اگر کسی کو توجہ دے، تو وہ جدا بات ہے، جب ہم غازی پور میں تھے، تو وہاں کے شیخ و مشائخ کے سامنے ہم کسی کو مرید نہیں کرتے تھے مرید کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی تھی، کہ مبادا خیال کریں، کہ اپنی مشیخت جتاتے ہیں، ہمیں تو اپنے حضرتؒ کے آستانہ کے خلفا (حقیقۃً جو آپ ہی کے خلفا تھے مگر تواضعاً جن کو آپ اپنے حضرت کے آستانہ کے خلفا فرمایا کرتے تھے) کے سامنے مرید کرتے اور توجہ دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ لوگ ہم سے کس بات میں کم ہیں مگر کیا کریں، بہت ضبط کر کے (مرید) کرتے ہیں! (فرمایا) مثنوی شریف کے پانچویں دفتر کی یہ حکایت ہم نے فلاں صاحب کو سنائی تھی، مگر وہ نہ سمجھے، اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے، کہ تمہاری چار آنکھیں ہیں، اور تم شیخی کی خرید و فروخت میں مصروف ہو۔ پس تمہیں معرفتِ الٰہی کیونکر نصیب ہو سکتی ہے اُلّو کو تو خواب میں بھی ویرانہ نظر آتا ہے! (منشائے مبارک یہ تھا، کہ طالبِ جاہ و شہرت ہونا، یہ رَوِشِ عارف نہیں ہے)

<u>خلفاء کے لئے</u>: ارشاد فرمایا۔ ''خلفاء کو چاہئے کہ آپس میں محبت واتحاد کے ساتھ رہیں۔ مگر زیادہ صحبت ویکجائی نہ رکھیں، اس سے نقصانات پیدا ہوتے ہیں! تم تین خلفا عرصہ تک یکجا رہے۔ ایک جگہ، ایک ساتھ عرصہ تک رہنا، اس میں محبت کا تعلق (جو باہم خلفاء میں ہونا چاہئے) تعظیم وتکریم کے ساتھ باقی نہیں رہتا ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے ایک مرید چاٹگام میں رہتے تھے بعد میں وہ کلکتہ رہنے لگے، اگر کبھی آپؒ کی خدمت میں آتے تو ایک شب قیام کرتے اور صبح تشریف لے جاتے تھے۔

<u>معتوبِ الٰہیؒ سے برتاوا</u>: فرمایا ''اصحاب طریقت سے جو پیر بھائی قابلِ احترام ہو اور اخوت طریقت کے مراسم آپس میں برتے گئے ہوں، اگر خداؐ اور رسولؐ اور پیر ومرشد اُس سے ناراض ہوجائیں، (پناہ بخداؐ) تو پھر اس شخص کے ساتھ برادرانِ طریقت کیسا برتاوا رکھیں گے؟'' خود ہی جواب میں ارشاد فرمایا'' حضرت رسول مقبول ﷺ کے وقت میں یہ دستور تھا کہ جب کسی شخص پر خداؐ اور رسولؐ کی ناراضی مقتدیٰ کے ذریعہ سے معلوم ہوجاتی، تو صحابہ کرامؓ اُس شخص کے ساتھ سلام وکلام ترک کردیتے تھے اور حضرت رسول مقبول صلعم خود بھی سلام وکلام ترک فرمادیتے تھے۔ طریقت کی باتیں اور کسی قسم کا برتاوا اس کے ساتھ نہیں کرتے تھے۔ حضرت سرورِ کائناتؐ کے زمانہ کے بعد مشائخ کا یہ دستور تھا کہ جس شخص پر خُداؐ کی ناخوشی، اور ناراضی مقتدیٰ کے ذریعہ سے معلوم ہوتی تو اس شخص سے طریقت کی باتیں اور ہر قسم کا برتاوا ترک کردیا کرتے تھے مگر شریعت کے احکام سلام کلام مصافحہ وغیرہ ترک نہیں کرتے تھے۔ جب مقتدیٰ سے معلوم ہوجاتا کہ خُداؐ خوش ہُوا تو اب طریقت کے برتاوے اور طریقت کی باتیں پھر کرنے لگتے ورنہ نہ کرتے۔ غزوہ تبوک کے

موقع پر حضرت سرورِ کائنات صلعم کے زمانہ میں تین شخصوں کو ایسا حادثہ پیش آیا تھا کہ تین صحابیوں (کعب بن مالکؓ، بلال بن امیہؓ، مرارہ بن ربیعؓ) نے شرکتِ جہاد میں آنحضرتؐ کا اتباع نہیں کیا تھا اور جنگ میں بچھڑ گئے تھے اس بات پر اللہؐ اور اللہؐ کے رسول علیہ صلی اللہ اُن سے ناراض ہو گئے آنحضرتؐ نے فرمایا اب ان کے بارے میں وحی کا انتظار کیا جائے گا۔اس عرصہ میں دُنیا ان پر تنگ ہو گئی تھی، (سب نے حتّٰی کہ اہل واقربا نے بھی چھوڑ دیا تھا) پچاس روز کے بعد سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی برأت ہوئی۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ۧ

اور ان تین (لوگوں) کو بھی، جو (انتظار وحی میں) ملتوی رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین، باوجود فراخی، ان پر تنگی کرنے لگی، (پشیمانی قصور نے ان کے نفوس کو پگھلا ڈالا) اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آگئے اور سمجھ گئے کہ (اہل واقربا بھی دیکھتے ہیں اور منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں) اب خُداؐ (کی گرفت) سے اس کے سوا اور کہیں پناہ نہیں پھر خداؐ نے اُن کی توبہ قبول کر لی تاکہ (آئیندہ کیلئے بھی) توبہ کئے رہیں، بے شک اللہؐ بڑا ہی توبہ قبول کرنیوالا اور مہربان ہے۔"

اس آیت کے نازل ہونیکے بعد پھر ان کے ساتھ، سب کا برتاوا حسب دستور سابق ہونے لگا۔

اگر شیخ کا ناراض ہونا سُنے: فرمایا" بتاؤ کہ تمہارا کوئی معزز اور معتمد پیر بھائی یا

کوئی اور شخص تم سے اگر کہے کہ تمہارے پیر تم سے ناراض ہیں تو تم کیا جواب دو گے! اسکے جواب میں لوگ خوب حیران ہوئے۔ کسی سے معقول جواب بن نہ پڑا۔ فرمایا ''ہم سمجھائے دیتے ہیں کہ پیر و مرشد کا (ناراض ہونا سُنو تو اس) بات کا خیال نہ کرنا اور ذرّہ برابر خطرہ بھی دل میں نہ لانا اگر ذرّہ برابر بھی خطرہ دل میں پیدا ہوا تو بڑی مشکل ہو جائے گی، اس وسوسہ (وخطرہ)، سے فوراً ایک حجاب اور ایک پردہ پیر و مرید کے درمیان پڑ جائے گا (پس) فوراً یہ جواب دینا چاہئے کہ ہم تو جان و دل سے پیر پر فدا ہو چکے۔ ہمیں پیر کی ناراضی اور رضا مندی سے (بھلا) کیا کام؟ ہمیں تو بس اپنی رضا مندی سے کام ہے، ہم اپنے پیر سے بہ دل و جان خوش اور راضی ہیں۔ اب ہم پر خوش یا ناراض ہونا، یہ ان کا فعل ہے۔ ہم ان کے حاکم نہیں ہیں۔ اور غلام آقا پر حکومت کس طرح کر سکتا ہے؟ ہمیں تو اپنے فعل کا خیال رکھنا ہے، (کہ ہمارا کوئی فعل اللہ ؐ اور اللہ ؐ کے رسول ؐ اور پیر و مرشد کے خلاف نہ ہو) ہمارے پیر و مرشد اپنے فعل کے مختار ہیں۔ (کہ ہم سے راضی ہوں، یا ناراض) اس جواب سے وسوسہ انشاء اللہ کبھی پیدا نہ ہوگا۔ ارادت مرید کا کام ہے، پیر کا نہیں، ہاں مرید اپنے افعال و حرکات میں غور کر سکتا ہے، اگر کسی فعل، میں کسی پیر کی حکم عدولی معلوم ہو، تو نادم و شرمندہ ہو کر فوراً بارگاہِ ایزدیؐ میں حضور قلب کے ساتھ توبہ استغفار کرے، اور اپنے کام میں ثابت قدمی کی اللہ ؐ سے دعا مانگے۔ یہ ضرور نہیں ہے، کہ پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی خواستگار ہو، بلکہ صادق اعتقاد کے ساتھ یہ سمجھے، کہ (قدرت کاملہ الہیہؐ سے) میرا پیر ہر جگہ موجود ہے، (خداؐ نے اُسے میرا نگہبان مقرر فرمایا ہے) اگر کسی کے کہنے، پر عمل کرے گا تو تردّد میں (اور مشکل میں) پڑ جائے گا۔ (تمثیلاً

فرمایا) اگر کوئی لڑکا (پاؤں) پھسل کر گر جاتا ہے تو وہ ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہوتا ہے، اُس کا گرنا اپنی خواہش سے تو نہیں ہوتا۔ اِسی طرح (مرید سے) بھول یا غفلت سے اگر کوئی لغزش ہو جائے، تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے، اور کہے، اے پروردگار! یہ قصور مجھ سے قصداً سرزد نہیں ہوا، تو معاف فرما اور پھر یقین کرلے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اسے معاف کردیا کیونکہ وہ غفور اور رحیم ہے!''

وسوسہ سدّ راہِ خدا ہے: ارشاد ہوا ''وسوسہ طریقت میں بہت بڑا سدّ راہ ہے، وسوسہ امراضِ قلبیہ میں سے ایک سخت مرض ہے، اس سے دماغ میں گرمی ہو جاتی ہے۔ اور (صاحبِ اجازت کے دماغ میں اگر گرمی آجائے تو اس) گرمی کا اثر معتقدین اور مریدین پر بھی پڑتا ہے، اور اُن کے دماغ بھی گرم ہو جاتے ہیں اور وہ کامیابی سے رہ جاتے ہیں اور اس وقت ذکر وفکر، مُراقبہ، مشاہدہ اور ورد ووظیفہ سے کچھ نصیب نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ وسوسے ہی قلب کو گھیرے رہتے ہیں اور ''اطمینان'' (جس کے بغیر کشود کار نہیں ہے) نصیب نہیں ہوتا۔

فلاں شخص کو وسوسے نے خراب کر رکھا ہے، وہ ہمیں لکھا کرتے ہیں۔ ہمارا قصور معاف کردیجئے۔ انہیں یہ خیال ہو گیا ہے کہ ہمارے پیرو مرشد اور پیران طریقت، اور خداؐ ورسولؐ ہم سے ناراض ہیں۔ اس ''وسوسہ'' کی وجہ سے اُن کے کارہائے دین ودنیا سب خراب ہو رہے ہیں۔

ادب حضرات مشائخ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ: کتاب سیر الاولیاء مطبوعہ محبّ ہند صفحہ ۳۳۷ پر سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہیؒ نظام الدّین اولیاء رحمت اللہ

علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک وقت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہُ العزیز نے مولانا بدرالدین اسحٰق کو آواز دی۔ مولانا بدرالدین اسحاق نماز پڑھتے تھے نماز توڑ کر فوراً لبیک کہا اور حاضر خدمت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الشیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ایک وقت حضرت رسول مقبول ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک صحابیؓ کو آپؐ نے آواز دی (بلایا) ان صحابیؓ نے فوراً لبیک نہیں کہا۔ نماز پڑھتے تھے نماز پوری کر کے دیر کے بعد حاضر ہوئے۔ حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جب خداؐ اور خداؐ کا رسولؐ بلائے فوراً آ جانا چاہئے۔ اس کے بعد سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہیؒ نے فرمایا کہ فرمانِ شیخ مثل فرمانِ رسول ﷺ ہے۔

ادبِ حضرت مخدومؒ: قطبِ عالم حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھویؒ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت کا میرا درجہ اگر انتہائی بلندی پر پہنچے کہ عرشِ معلّٰی سے میرا سر لگ جائے تب بھی سر اپنے حضرت پیر و مرشد کے آستانہ (چوکھٹ) پر ہی رہے گا۔

ارشاد فرمایا کہ ان واقعات سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ادب و تعظیم اور اتباعِ شیخ میں جہاں تک کوشش کی جائے کم ہے۔

مثنوی مولانا رومؒ

از خداؐ خواہیم توفیقِ ادب ‏ ‏ ‏ بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ‏ ‏ ‏ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

یعنی ہم خداؐ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔ بے ادب خداؐ کے فضل و کرم سے محروم ہے بے ادب تنہا خود کو بد اور بُرا نہیں بناتا بلکہ جہاں میں بے ادبی کی آگ پھیلاتا ہے۔

حضرت فخر العارفین قدس سرہ العزیز کے چند فتاوے

آپ کے بہت سے فتاوے مختلف مسائل پر نہایت مدلّل، جامع اور مانع ہیں جو قلم مبارک سے نکلے جنہوں نے علماء کو آپ کے علم و فضل کا معترف بنایا

دستور مبارک فتووں کے بارہ میں یہی رہا کہ کوئی نقل نہیں رکھی جاتی۔ قلم برداشتہ تحریر فرما دیئے جاتے، اور سائلوں کے حوالہ کر دیئے جاتے۔ کوشش کی گئی مگر ان کا کوئی معتد بہ حصّہ میسّر نہ آیا۔ تاہم حضور کے بعض فتوے جو نصیب ہو سکے وہ یہ ہیں۔

حکم طاعون: طاعون کے بارہ میں غازی پور کے مریدین نے آپ کی خدمت میں تار بھیجا کہ شہر میں طاعون ہے شہر خالی ہو گیا۔ آج مولوی ابوالخیر بھی چلے گئے۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ جواب عطا ہوا "تم لوگوں کو ہر چہار طرف جانے کی اجازت ہے، جہاں چاہو جا سکتے ہو!"

حاضرین دربار شریف سے وضاحۃً ارشاد فرمایا "جہاں طاعون ہو وہاں جانا نہیں چاہئے اور جہاں طاعون ہو وہاں سے دوسری جگہ نہ جانا چاہئے لیکن۔ جب اور لوگ چلے جائیں اس وقت جا سکتے ہیں۔"

افیون بطور دوا: عرض کی گئی کہ اگر کسی دوا میں افیون شامل ہو۔ تو اس دوا کا استعمال جائز ہوگا یا نہ ہوگا۔ فرمایا "مُسکر سیال شے مثلاً شراب، قاطبۃً اور قطعاً حرام ہے، مُسکر غیر سیال جیسے کہ افیون ہے قدر سکر پر، اگر نہ پہنچے، تو دوا کھانی جائز ہے، (قدر سکر پر وہ بھی حرام ہے) اور یہ استعمال افیون خواہ منفرداً (تنہا) ہو، خواہ مرکباً (دوسری چیزوں میں ملا کر) ہو (ہر حال میں) جائز

ہے۔ مگر افیون پانی میں گھول کر استعمال نہ کی جائے (کہ پھر اُس کے لئے مُنتکِر غیر سیّال کا حکم باقی نہ رہے گا)۔

جماعتِ ثانیہ اور علم غیب: خادم علی صاحب نے عرض کی کہ "میرے بھتیجے مولوی عبدالحمید مستند دیو بند جماعت ثانیہ کو نا جائز کہتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے بارہ میں کیا ارشاد ہے؟"

فرمایا بیت اللہ شریف میں چار مصلّے ہیں (صدیوں سے بالا تفاق جمہور علماء نے انہیں جائز رکھا ہے) شافعی مصلّے پر جب نماز ہو جاتی ہے، تو پھر اس کے بعد دوسرے مصلّوں پر یکے بعد دیگرے نماز ہوا کرتی ہے۔

جب کعبہ شریف میں جماعت ثانیہ جائز ہوئی تو اور مسجدوں میں "جماعت ثانیہ" بطریق اولیٰ جائز ہے۔ جماعت ثانیہ کے لئے البتہ جگہ کی تبدیلی ضروری ہے۔ دوسری جماعت کا امام پہلے امام کے مقام پر کھڑا نہ ہو۔

علم غیب کے بارہ میں ارشاد ہُوا۔ مشکوٰۃ کی کتاب الایمان فصلِ اوّل میں حدیث جبریلؑ حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مع اصحابؓ تشریف فرما تھے کہ ایک بدوی صورت کے شخص آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوالات کئے اور آپؐ نے جوابات دیئے۔ جب وہ بدوی (جو در حقیقت حضرت جبریلؑ تھے) چلے گئے۔ تو آپؐ نے صحابہؓ سے پوچھا، تم جانتے ہو کہ یہ کون شخص تھے حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ اللّٰہُ و رسولہٗ اعلم (اللہؐ اور اللہؐ کے رسولؐ زیادہ جاننے والے ہیں)

قاعدہ یہ ہے کہ واو حرف عطف، اللہؐ اور رسولہٗ، معطوف اور معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے۔ گویا حضرات صحابہؓ نے بالا تفاق "زیادہ

جاننے والے" کی نسبت جس طرح اللہؑ کی ذات پاک کی طرف کی۔ اسی طرح، رسول مقبولؐ کی ذات مقدس کی طرف نسبت کی۔

پس اس مسئلہ میں ہمارا وہ ہی اعتقاد ہے جو صحابائے کرامؓ کا تھا!

زیارتِ قبر: سائل نے عرض کی معترضین کہتے ہیں کہ زیارت کے وقت روبہ قبلہ ہوکر زیارت کرنیوالے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ رُوبہ مزار اور پشت بہ جانب قبلہ اس ہئیت سے کھڑے ہوتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

ارشاد ہوا۔ "نماز کا قبلہ بیت اللہؑ (کعبہ مکرمہ) ہے، اور دُعا کا قبلہ وقتِ دعا آسمان ہے۔ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہونے کا حکم ہے، اور دُعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھانے کا کسی سمت خاص کی قید نہیں۔ لہٰذا جائز ہے۔ البتہ زیارت قبر کے آداب سے یہ ہے کہ زیارت کرنے والا صاحب مزار کے داہنی طرف کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھے۔"

پہلوانوں کی کُشتی کا حکم: فرمایا۔ "بعض علماء کُشتی کو حرام بتاتے ہیں اور زانو کے اوپر کپڑا چڑھانے والے اور کاچھا مارنے کو، تارکِ فرض اور فاسق خیال کرتے ہیں، اُن کے خیال سے تو شاید ہی کوئی ہوگا جو فسق سے بچا ہو، اگر ران کا کھولنا موجبِ حرمت وفسق ہے، تو کاشتکاروں کا ہل جوتنا مچھلی کا (تالاب میں گھس کر) شکار کرنا، اس ملک کے رواج کے مطابق یہ کام، اور ان کے مثل جو کام، ہیں وہ سب کے سب لوگوں کے لئے حرام ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ان حالتوں میں لوگوں کی پوری رانیں کھل جاتی ہیں۔ شاید معترضین یہ نہیں جانتے کہ ستر کی فرضیت میں کتنے مذاہب ہیں؟"

فرمایا۔ "ستر میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک مرد کے لئے ناف سے گھٹنے تک ستر ہے اور امام شافعی فخذ (ران) تک ستر میں شمار کرتے ہیں

اور گھٹنے کو شمار نہیں کرتے۔ اور امام مالک محض الیتین (چوتڑ) اور سبیلتین، کو ستر کہتے ہیں۔ ران اور گھٹنے ان کے نزدیک ستر میں داخل نہیں ہیں۔

پس ران اور گھٹنے کا ستر ہونا مختلف فیہ ہوا۔ اور مذہب امام مالکؒ یعنی چوتڑ وغیرہ کا ستر ہونا، متفق علیہ ہوا۔ (لہٰذا) متفق علیہ پر عوام کی رفتار کافی ہے، مختلف فیہ پر خواص عمل کرینگے۔ جیسے کے علماء اور صلحاء ورنہ ران کے کھولنے سے آدمی فاسق ہو جائے تو شافعی اور حنبلی مذہب کے لوگ اور خود امامین بھی فاسق ہو جائیں گے۔ (معاذ اللہ) ایسے مختلف فیہ مسائل میں کسی کو جھٹ فاسد کہہ دینا ٹھیک نہیں ہے۔

کشتی کا جواز حدیث سے: حدیث میں آیا ہے کہ ایک زبردست پہلوان تھا، اس نے حضرت رسول مقبول صلعم سے شرط کی کہ اگر آپؐ نے اُسے کشتی میں زیر کرلیا تو وہ ایمان لے آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کشتی کی۔ اور آپؐ نے کئی دفعہ اُسے پچھاڑا اور زیر کیا۔

متفق علیہ اور مختلف فیہ مسئلے: فرمایا۔ "شریعت میں دو قسم کے مسائل ہیں۔ (۱) متفق علیہ (۲) مختلف فیہ۔ مسائل متفق علیہ وہ ہیں کہ جن کے سب دلائل یک طرفہ ہوتے ہیں۔ یعنی جملہ، دلائل سے ایک ہی حکم ثابت ہوتا ہے، مثلاً فرضیت صوم وصلوٰۃ کے لئے جس قدر احکام ہیں اُن سے فرضیت ہی ثابت ہوتی ہے۔ عدم فرضیت نہیں۔ اسی طرح حرمتِ زنا و خنزیر کے لئے جتنے حکم ہیں سب سے حرمت ہی ثابت ہوتی ہے، کسی ایک حکم سے بھی حِلّت ثابت نہیں ہوتی۔ اس قسم کے مسائل کو متفق علیہ کہتے ہیں۔

مختلف فیہ مسائل وہ ہیں کہ جن کے دلائل دو طرفہ ہوتے ہیں۔ یعنی ان دلائل سے جواز وعدم جواز دونوں پہلو نکلتے ہیں، مثلاً قرأتِ خلف الامام

(یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھنی) سماع، سجدۂ تعظیمی ، وغیرہ ، بعض دلائل ہیں کہ جن سے ان مسائل کا جواز ثابت ہوتا ہے اور بعض سے عدم جواز۔ اس طرح کے مسائل کو مختلف فیہ کہتے ہیں۔ مختلف فیہ مسائل میں جس پہلو کو اختیار کیا جائے۔ وہ شرع ہے۔ مختلف فیہ مسائل کے دونوں جانب کے قائل اور معتقد خلافِ شرع نہیں کہے جاسکتے۔ اس لئے کہ دلائل شرعیہ دونوں فریق رکھتے ہیں ایسے مختلف فیہ مسائل کے کسی فریق کو از روئے شریعت ہرگز کافر، ملحد، زندیق اور گمراہ نہیں کہا جاسکتا۔

ایک شخص پابند شرع اور خلاف شرع متفق علیہ مسائل کی پابندی اور خلاف کرنے کے اعتبار سے ہی ہوسکتا ہے۔ ورنہ حنفی کے نزدیک شافعی اور شافعی کے نزدیک حنفی خلافِ شرع ہو جائیں گے۔ پس جو لوگ کہ مختلف فیہ مسائل کے کسی فریق کو خلافِ شرع یا کافر وغیرہ کہہ بیٹھتے ہیں، یہ ان کی لاعلمی، یا حسد یا تعصب محض پر مبنی ہے، اور یہ شانِ دین داری کے سراسر خلاف ہے۔

مختلف فیہ مسائل میں اطمینان اور یقین کتب بینی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہ صرف رحمتِ الٰہیؒ اور مشائخ کبار کے فیضانِ صحبت سے ہی ہوسکتا ہے۔ اسے خوب یاد رکھنا چاہیے۔

<u>متابعت امام مقتدی کیلئے:</u> جب حضرت قبلہؒ کا جسم شریف کبرسنی کی وجہ سے بھاری ہوگیا۔ اور رکوع، سجدہ وغیرہ کے ارکان تکلّف اور دیر سے ادا ہونے لگے۔ تو نماز جماعت میں یہ ہوتا کہ بعض مقتدی آپ سے پہلے رکوع میں جھک جاتے یا آپ سے آگے سجدہ میں چلے جاتے۔ ارشاد ہوا۔ ’’امام سے پہلے سجدہ میں نہ جانا چاہئے اور نہ جلدی کرنی چاہئے۔ امام کے ساتھ ساتھ یا امام کے بعد جانا چاہئے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جب حضرت رسول مقبول

ﷺ کا جسمِ اطہر بھاری ہوگیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے جسم کے بھاری ہونے کی وجہ سے ارکان ادا کرنے میں جلدی نہیں ہوسکتی، سجدہ وغیرہ میں امام سے آگے نہ جانا چاہیئے۔''

قیام میلاد شریف: محفلِ میلاد شریف کے قیام کے جائز یا ناجائز ہونے کو، فریقین میں سے ہر ایک اپنے اپنے قیاس، اور دیگر دلائل سے ثابت کرتا ہے کیونکہ اس باب میں کوئی نصِ قرآنی نہیں ہے۔ اب اُن اہل اسلام کیلئے کیا چارۂ کار ہے جو کم پڑھے لکھے یا بالکل ناخواندہ ہیں اور مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں۔ اس بارہ میں ہمارے حضرت قبلہ'' کا ایک عام فہم ارشاد ہے جس ارشاد سے شرفیاب ہونے کے بعد ہر فرد بشر اور ہر مرد مسلم سمجھ سکتا ہے کہ اسکے حق میں کیا بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا۔'' قیام میلاد شریف کے متعلق دو گروہ ہیں ایک گروہ قیام کو جائز اور مستحسن سمجھتا ہے اور دوسرا گروہ ناجائز کہتا ہے خداؑ کے نزدیک دونوں میں سے ایک حق پر ہوگا۔ قیامت میں دونوں گروہ پیش ہونگے، اگر ناجائز کہنے والا گروہ جھوٹا نکلا تو بے ادبی میں سزایاب ہوگا اور اگر جائز کہنے والا گروہ غلط نکلا تو ادب کرنیکے جرم میں سزایاب ہوگا۔ لہٰذا ادب کر کے سزا پانا، بے ادبی کر کے سزا پانے سے بہتر ہے!''

فرمایا۔'' گنج مراد آباد کے شاہ فضل الرحمٰن صاحب کے پاس ایک شخص جا رہے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ قیام میلاد شریف کے متعلق ان سے دریافت کرنا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا، سائل سے کہہ دینا کہ (مسئلہ) قیام محفل میلاد شریف مُحلِّ ادب ہے، مَحلِّ بحث نہیں!'' فرمایا۔ فلاں جماعت کے علماء علی العموم بے ادب اور گستاخ ہیں۔ عظمتِ انبیاءؑ و اولیاءؒ اُنکے قلوب میں نہیں انکے بحث و مُجادلہ کا خاتمہ ہمیشہ تعظیم

انبیاءؑ واولیاءؒ میں ہوتا ہے کہ خداؒ کے نزدیک جنکی عظمت ہے۔(اور جن کا ادب موجبِ رضائے حق ہے۔

لقطہ کا حکم: ارشاد ہوا کہ۔"لقطہ (یعنی کسی کی گری پڑی چیز زمین سے اٹھائی جائے اور اعلان پر مالک اسکا نہ ملے) غیر کی ملکیت کا احتمال باقی رہنے کیوجہ سے صاحبِ تقویٰ کو نہ کھانی چاہئے مگر جو لوگ کہ صاحبِ کمال اور مقتدائے وقت ہیں۔ انہیں فتوے پر عمل کرنا چاہئے، یعنی کھالینا چاہئے، ورنہ عوام سمجھیں گے کہ ناجائز ہے۔

امامت: اگر دو شخص، علم، حَسَبْ، قرأت، صلاحیت، وَرَع، عمر، وغیرہ میں برابر ہوں تو امامت کون کریگا؟ ارشاد فرمایا۔ اس مسئلہ میں فقہا کا اتفاق ہے کہ دونوں میں سے جسکی زوجہ زیادہ خوبصورت ہو وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ اس میں راز ہے کہ اس شخص میں تسکین وطمانیتِ نفس حاصل ہونیکی وجہ سے عفّت زیادہ ہوگی۔

دوسرا تبلیغی مرکز: حضرت قبلہ تاج الاولیاء قُدِّس سِرّہٗ کی مسافرانہ زندگی کا آغاز اپنے وطن مالوف لکھنؤ کو خیر باد فرما کر نصیر آباد چھاؤنی کو مسکن قرار دینے پر ہوا۔ آپ نے تقریباً تیس سال یہاں پر قیام فرمایا۔ اس مدت میں حضور نے تبلیغ دین اور اشاعتِ طریقت نہایت جانفشانی و مستعدی اور سرگرمی سے فرمائی۔ یہاں سے بھی نقلِ سکونت کی ہدایت ہوئی اور آپ نے پھر رختِ سفر باندھا تو ایسے ہی ایک دوسرے مقام پر سکونت ہوئی اور آپ نے سکندر آباد ضلع بلند شہر یو۔پی کو اپنے قیام کے لئے پسند فرمایا۔ اس خدمت کی سعادت سے اس خادمِ بارگاہ کے چچا قبلہ مولوی علیم الدّین شاہ صاحب اور والد بزرگوار قبلہ طفیل احمد شاہ صاحب مشرّف ہوئے اِسے حُسنِ اتفاق کہیے یا

منشائے الٰہی کہ یہاں کے عامۃ النّاس کی بھی وہی کیفیت تھی جو ابتدائے قیام نصیر آباد لوگوں کی اس دوسرے تبلیغی مرکز سکندر آباد میں تقریباً دس سال آپ کا قیام رہا تو یہاں کے لوگوں کی بھی دُنیا بدل گئی اور یہاں بھی رشد و ہدایت اور شریعت و طریقت کے چشمے جاری ہو گئے۔ آپ نے بتائیدِ غیبی قیام اختیار فرما کر چند ہی روز میں وہاں ایک عظیم انقلاب بپا کر دیا آپ کے مخالفین ہر چند کوشاں رہے مگر آپ کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئے۔ وہم و شکوک کے قلعے مسمار ہوتے چلے گئے۔ سکندر آباد اہلِ محبّت کا مرجع و مرکز بن گیا۔ لاتعداد افراد آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہوئے اور روحانی تسکین کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ فیضیاب ہونیوالے افراد صرف قصبہ سکندر آباد یا اضلاع بلند شہر و میرٹھ و دہلی اور علی گڑھ وغیرہ ہی کے نہ تھے بلکہ اندرون و بیرونِ برصغیر ہند کے گوشہ گوشہ سے تعلق رکھنے والوں نے ہدایت پائی۔ کچھ عرصہ بعد سکندر آباد سے بھی کُوچ کا اشارہ ہوا اور آپ نے جالندھر کے سفر و قیام کا اظہار فرمایا۔ مسلمانان سکندر آباد نے ہر چند ارادۂ سفر ملتوی کرانے کی سعی کی مگر انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا مختصر سامان ریل گاڑی پر بعد میں بھیج دیا جائے اور خود معہ اہل و عیال بذریعہ موٹر کار جالندھر روانہ ہونے کا قصد فرمایا۔ آپ جیسے ہی موٹر میں سوار ہوئے بہت سے وابستگان موٹر کے سامنے لیٹ گئے کہ انہیں روندتے اور کچلتے ہوئے گذر جائیں۔ آپ کے بغیر جینا کیا جینا ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو تسلّی اور تشفّی دی اور واپسی کا وعدہ فرمایا۔ آپ جالندھر تشریف لے گئے اور پنجاب کے دیگر چند اضلاع کے دورہ پر بھی خدام کی نہایت مخلصانہ اور عاجزانہ درخواست پر تشریف لے گئے پنجاب سے واپسی پر آپ کا قیام پاکستان آمد کے وقت تک سکندر آباد ہی میں

رہا۔

مجاہدانہ سرگرمیاں: حضرت قبلہ تاج الاولیاء قُدس سرّہٗ ساری زندگی اُس ہر تحریک کے مخالف رہے جس سے مسلمانوں کو ادنیٰ سا بھی نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا تھا۔ چنانچہ ۲۱-۱۹۲۰ء میں جب خلافت کا طوفان امڈ رہا تھا اور اکثر علماء وزعماء اس سیلاب میں بہتے چلے جا رہے تھے حضرت قبلہ اس وقت بھی ہندوؤں کے ساتھ اشتراکِ عمل کو مسلمانوں کے لئے انتہائی مضرت رساں جانتے تھے بالآخر وقت آنے پر ہر ذی ہوش کی آنکھیں کھلیں اور ہندوؤں کی منافقت سے ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک نتائج سامنے آئے۔ تقسیم ہند سے قبل پھر کانگریس نے زور پکڑا مگر حضرت قبلہ مسلم لیگ ہی کی حمایت میں رہے ۱۹۴۷ء کے بلووں میں ہندوؤں نے کئی بار بھاری تعداد میں سکندر آباد کے مسلمانوں کے محلّوں پر حملہ کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔ حضرت قبلہ قُدس سرّہٗ نے روحانی پیشوائی کے ساتھ ساتھ بحیثیت ایک آزمودہ کار جرنیل مسلمانوں کے محلّہ جات میں تشریف لے جا کر مورچہ بندیاں کرائیں، مستورات اور بچّوں کی محافظت کے لئے ضروری تدابیر اختیار فرمائیں اور مسلمانوں میں مدافعت اور حریّت کا والہانہ جذبہ پیدا فرمایا۔ ہندو بلوائی ہر موقع پر خوفزدہ واپس جاتے رہے اور مسلمانوں کے محلّوں میں داخل ہونے کی بھی جرأت نہ کر سکے۔

قیام پاکستان پر جن مسلمان فوجی ملازمین نے اپنی ملازمت حکومت پاکستان کے سپرد کیں ان کو یہ رعایت دی گئی تھی کہ ہر فوجی اپنی یونٹ کی حفاظت میں اپنے کچھ اعزہ کو پاکستان لے جا سکتا تھا۔ مکرمی بابو امیر احمد شاہ صاحب ہیڈ کلرک نے حضرت قبلہ عالم کی معیّت میں دربار شریف کے تمام

حضرات کو اپنی یونٹ کے ساتھ پاکستان لانے کا انتظام کیا۔ جب سکندر آباد کے مسلمانوں کو پتہ چلا کہ حضرت قبلہ پاکستان تشریف لے جا رہے ہیں تو وہ دربار شریف میں جمع ہو گئے اور آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور آپ کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہندوؤں کے مظالم سے محفوظ رکھا ہوا ہے اگر آپ تشریف لے گئے تو ہمارا کیا حشر ہو گا ہمارے قصبہ میں ہندوؤں کی بھاری اکثریت کے علاوہ قرب و جوار میں بھی سب ہندوؤں ہی کے دیہات ہیں جو چند بار ہماری آبادی پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن آپ کی دعاء سے ہمیشہ نا کام رہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے وسیلہ سے آئندہ بھی ہماری حفاظت فرمائے گا۔ آپ نے ان کی درخواست منظور فرما کر اپنی پاکستان روانگی ملتوی فرما دی۔

خادم کی ہندوستان سے ہجرت: حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ نے بابو امیر احمد صاحب کو حکم دیا کہ وہ اس خادم کو اپنے ہمراہ پاکستان لیتے جائیں۔ وہ بلند شہر غریب خانہ پر تشریف لائے اور میرے پاکستان جانے کے متعلق آپ کے حکم کی اطلاع کی میں برسرِ روزگار تھا۔ بلند شہر راشن کے محکمہ میں بحیثیت انسپکٹر تعینات تھا حسبِ معمول شام کو دفتر سے گھر پہنچا تو اپنے متعلق پاکستان جانے کے حکم سے مطلع ہوا۔ بہر حال اگلے ہی روز ایک دن کی رخصت لے کر دربار شریف حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا ''تم پاکستان چلے جاؤ'' میں نے عرض کیا'' حضور تنہا جانا ہے یا معہ بچّوں کے۔'' فرمایا کہ بچّے بھی ہمراہ لے جاؤ۔ میں بلند شہر پہنچ کر رات ہی کو راشننگ آفیسر سے ملا۔ ایک ماہ کی رخصت منظور کرائی اور اگلے روز صبح سویرے جس ٹرین سے بابو امیر احمد صاحب جا رہے تھے معہ بچّوں کے متھرا جہاں ان کی پلٹن تھی روانہ ہو گیا۔ میری

ملازمت کا تعلق صوبائی حکومت سے تھا جس کی پاکستان منتقلی ممکن نہ تھی لہٰذا پاکستان پہنچ کر ذریعہ معاش کا بندوبست بھی کرنا تھا۔ ماہِ فروری ۱۹۴۸ء میں کراچی پہنچ کر ہندوستان کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ کراچی میں جب ذریعہ معاش کی تلاش میں نکلا ملازمت مل گئی۔ رہائش کی بھی کوئی پریشانی نہ ہوئی ایک عزیز کے پاس ان کی سرکاری رہائش گاہ میں مقیم رہا۔ کچھ عرصہ بعد مرکزی حکومت کی ملازمت اور رہائش گاہ دونوں مہیا ہو گئیں۔ دینی اور دنیاوی حالات متواتر بہتر ہوتے چلے گئے۔

۱۹۴۲ء میں خادم کو بیعت کی سعادت حاصل ہوئی اور ۱۹۴۸ء میں معہ بچوں کے ہندوستان سے پاکستان بھیج کر ہجرت کی سنت ادا کرائی گئی۔ حالانکہ ضلع بلند شہر میں ہندو مسلم فسادات بھی نہیں ہوئے تھے البتہ ماحول بہت خراب ہو گیا تھا۔ ملازمت کے علاوہ زرعی زمین اور باغات وغیرہ گزرِ اوقات کے لئے موجود تھے۔ ترکِ وطن کرنے کی بھی کوئی مجبوری نہ تھی، اور نہ ہی پاکستان جانے کے متعلق آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا تھا۔ البتہ کفّار اور مشرکین کی اسلام دشمنی عروج پر تھی ہجرت محض دین کی خاطر کرائی گئی۔ پاکستان بھیجے جانے کی دیگر مصلحتیں دربارِ شریف اور سلسلۂ عالیہ کے مستقبل کے حالات و معاملات سے ظاہر ہوئیں۔

گائے کی قربانی: سکندر آباد کا واقعہ ہے کہ عید الاضحےٰ کے موقع پر منشی رحیم بخش کے لڑکے نے قربانی کی گائے کو سجا کر بازار میں گشت کرایا اس پر ہندوؤں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ عید کی صبح وہ لوگ جمع ہو گئے اور یہ طے کیا کہ اس گائے کو ہر قیمت پر حاصل کرنا ہے اور ذبح نہیں کرنے دینا ہے۔ معاملہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فیصلہ

فرمایا کہ گائے کو نماز عید سے قبل ہی ذبح کر دیا جاوے چونکہ جو چیز نظر اللہ ہو چکی وہی ذبح ہونی چاہئے گائے ذبح کر دی گئی۔ نماز سے واپسی پر دیکھا گیا کہ بہت سے ہندو لاٹھیاں لئے ہوئے بازار میں موجود تھے۔ حضرت قبلہ قدس سرہ' نے لوگوں کو تعینات کیا کہ فساد نہ ہونے پائے چنانچہ ایک جگہ پر پنچایت ہوئی اور جھگڑا ختم ہو گیا۔

موت کا وقت ٹل گیا: مکرمی بھائی غلام محمد صاحب چکوال میں تین ماہ مسلسل بیمار رہے علاج معالجہ سے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آپ پر نزاع کی حالت طاری تھی اطبا اور عزیز و اقارب سب مایوس ہو چکے تھے خاموش سسکیاں جاری تھیں کہ آپ خود اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا "فکر دی کوئی گل نہیں۔ جناں پہنچ پیا اے۔"

آپ بالکل تندرست ہو گئے۔ بھائی صاحب نے واقعہ بیان کیا "جس وقت ملک الموت میری روح قبض کرنے کے لئے آگے بڑھے اسی وقت حضرت قبلہ تاج الاولیا قدس سرہ' بھی تشریف لے آئے اور فرمایا حضرت عزرائیلؑ انہیں چھوڑ دو ابھی ان کا وقت نہیں آیا" حضرت ملک الموتؑ تشریف لے گئے۔

بفضلِ تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ عاجلہ عطا ہوئی اور اس واقعہ کے تقریباً ۴۵ سال بعد تک بھائی غلام محمد شاہ صاحب بقید حیات رہے۔

شفا بیمار: اس بندۂ درگاہ کے ماموں جناب عبدالحق صاحب جو کہ حضرت قبلہ قدس سرہ' کے خدام میں سے تھے ایک مرتبہ سخت علیل ہوئے صحت یاب ہونے کی اُمید نہ رہی۔ حضرت قبلہ والد صاحب کو ایک آدمی بھیج کر بلوایا گیا آپ بجائے ماموں صاحب کے پاس تشریف لے جانے کے سکندر آباد دربار شریف میں حاضر ہو گئے اور ان کی علالت کے متعلق حضرت قبلہ قدس

سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔

چند یوم کے بعد واپسی کی اجازت ملی۔ واپسی پر والد صاحب قبلہ کا خیال ہوا کہ ماموں صاحب کے پاس جانے سے قبل مکان جا کر یہ معلوم کیا جائے کہ آپکی روانگی کے بعد کوئی دوسری اطلاع تو انکی علالت کے متعلق نہیں ہوئی چونکہ آپ دربار شریف میں کئی دن حاضر رہے علاوہ ازایں گھر پر یہ کسی کو علم بھی نہیں تھا کہ آپ ماموں صاحب کے پاس پہنچے ہی نہیں۔ یہ معلوم ہونے پر کہ آپ کے جانے کہ بعد کوئی اطلاع نہیں ملی آپ ماموں صاحب کے یہاں موضع ہردے پور تشریف لے گئے تو کیا دیکھا کہ وہ غسل صحت کر رہے ہیں۔ حضرت قبلہ قُدِّسَ سرہ کی دعائے ماموں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے صحتِ کاملہ وعاجلہ عطا فرمائی۔

خواب: حضرت قبلہ قُدِّسَ سرہ نے فرمایا کہ لوگوں نے حضرت دادا قبلہ عالمؒ کو خواب میں دیکھا کہ ایک تختِ مُرَصَّعْ پر جلوہ افروز ہیں اور تخت خلا میں اُڑ رہا ہے۔ آپ کے ہمراہ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ آپ کا گزر جہاں جہاں مقامات آبادی پر ہوتا جاتا ہے اشارہ فرماتے جاتے ہیں۔ لوگوں نے جو خدمت میں ہمراہ تھے۔ دریافت کیا کہ آپ یہ اشارہ کیا فرماتے ہیں ارشاد ہوا کہ ہم اپنے آدمیوں کو چن رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن لوگوں کا داخلِ سلسلہ ہونا مقدر ہو چکا ہے ان کا رشتہ گویا ازلی ہے۔ اللہؐ جسے نصیب کرے۔

دست بوسی: منشی قربان علی نے قاضی رضی الدّین صاحب کی بے چینی ظاہر کرتے ہوئے عرض کیا کہ وہ دست بوسی پر بھی اعتراض کرتے اور کفر بتلاتے ہیں کہتے ہیں۔ کہ سوائے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں حضرت قبلہ نے فرمایا بھلا جو فعل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے جاری ہوا کفر کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ تو امت کے واسطہ سنت ہوا اس کو کفر کہنا قاضی صاحب کی لاعلمی کا ثبوت ہے۔

احسن طریقہ: سیّد مصطفےٰ علی پولیس ہیڈ کانسٹیبل خادمِ سلسلہ عالیہ نے قاضی صاحب کی نسبت عرض کیا کہ وہ انھیں قبر پرست کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا حیات النّبی ہونا قرآن مجید سے ثابت نہیں اس پر دیوانجی نے انھیں جاہل کہہ دیا۔ اس پر بہت چیں بجبیں ہوئے۔ منشی برکت علی سب انسپکٹر انچارج بھی اس وقت تھانہ میں موجود تھے۔ اور سیّد عبدالشکور کنٹرول انسپکٹر بھی تھے انہوں نے کہا کہ اولیاء اللہؒ سے عقیدت رکھنا احسن طریقہ ہے۔

پیر پرستی کی تکمیل: حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کچھ لوگوں نے ہمیں تعزیہ پرست وقبر پرست اور پیر پرست کے خطابات دیئے ہیں۔ ایک مرتبہ حکیم محمد سعید صاحب سکندر آبادی کو مولوی علیم الدین خاں صاحب خلیفہ سلسلہ عالیہ نے غزلیات جو بموقع عرس شریف پڑھی جاتی تھیں ان کی اصلاح کے واسطہ کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میرا مذاق دوسرا ہے آپ کے پیر صاحب کے یہاں کی تمام غزلیات کا رنگ پیر پرستی ہوتا ہے کسی عقیدت مند سے درستگی صحیح ہوسکتی ہے۔ مولوی صاحب کی زبانی سُن لیا گیا۔ دوسری دفعہ حکیم صاحب جب حاضر خدمتِ اقدس ہوئے اتفاق سے حضرت دادا صاحب قبلہ عالمؒ کی فاتحہ عرس کا انعقاد ہو رہا ہے۔ حکیم صاحب نے دریافت کیا کہ عُرس شریف تو ہو چکا تھا یہ دوسرا عُرس کیسا ہے فرمایا ''یہ دادا صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا عُرس ہے اور پہلے میرے حضرتؒ کا عرس تھا یعنی یہ پیر پرستی کی تکمیل ہے۔ اُس ذاتِ بابرکت کی یاد ہے کہ جس نے ہمارا دین اور دنیا سنواری تھی کہ ہمیں

خدا تک پہنچا دیا۔ اس کے شکریہ میں ہم۔ جس قدر بھی ان کو یاد کریں احسان کا بدلہ نہیں ہو سکتی۔'' حکیم صاحب دم بخود تھے۔

جہادِ اکبر: منشی عبدالکریم پینشنر منصرم نے ''مُوْتُوْقبلَ اَنْتَ مُوْتُوْ'' پڑھا حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ نے حضرت جنید بغدادیؒ کا واقعہ ارشاد فرمایا کہ آپؒ سے کسی نے سوال کیا کہ کُفّار سے جہاد کر کے شہید ہونا جہادِ اکبر ہے یا اصول طریقت پر عمل کر کے فنائیت حاصل کرنا جہادِ اکبر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک کشتہ دستِ کفّار ہے اور ایک بدستِ یار ہے۔ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ کون افضل ہے۔

فضیلت: حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ نے آیت شریف لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ کا ترجمہ بیان فرمایا کہ اس کو آسان طریقہ پر اس طرح سمجھ لو۔ باقی اس کے اصل معنی بعید از عقولِ متوسّطہ ہیں پھر کسی موقع پر سمجھا دیے جائینگے۔ فرمایا کہ جیسے ہمارے بہت سے خلفا ہیں تو باعتبار خلافت و کام وغیرہ ان میں کوئی فرق نہیں دوسری آیت شریف تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ایک رسولؑ کو دوسرے رسول پر فضیلت دی پہلی آیت شریف میں فرمان ہوتا ہے۔ کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہ کرو دوسری آیت شریف میں فرمان ہوتا ہے۔ ہم نے ایک رسول کو دوسرے پر فضیلت دی ہے تو جس طرح باعتبار خلافت ہمارے خلیفہ سب خلیفہ ہیں ان سے بیعت ہونے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح رسولوں پر ایمان لانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ بات ہم جانتے ہیں کہ ان کے مراتب کیا ہیں یعنی کوئی کلیم اللہ کوئی روح اللہ اور کوئی صفی اللہ وغیرہ وغیرہ ہیں۔

حضرت تاج الاولیاء کی بے نیازی: جس زمانہ میں آپ کا قیام مبارک سکندر آباد شریف میں تھا کچھ جائیداد بصورت زمین برائے کاشت خریدنے کی تجویز پیش ہوئی۔ محترم مولوی علیم الدین شاہ صاحب اور مستان شاہ صاحب وغیرہ کا مشورہ تھا کہ تین مربعہ زمین دیہات میں خریدی جائے لیکن آپ اس تجویز سے متفق نہ ہوئے۔ پھر سکندر آباد کے مضافات میں کچھ زمین خریدنے کا خیال ہوا رقبہ پسند کرلیا گیا اور رقم کا بھی بندوبست تھا مگر چونکہ حضرت قبلہ رضامند نہ تھے اس لئے کوئی نہ کوئی رکاوٹ درمیان میں حائل ہوتی رہی۔ زمین بیچنے والے بھی رضامند تھے اور خدام بھی خریداری کے حق میں تھے لیکن باوجود انتہائی کوشش کے رقبہ کی خریداری نہ ہوسکی۔ مکرمی مستان شاہ صاحب نے اپنے گھر جانے کی اجازت کے لئے پیش کیا۔ فرمایا ''کل چلے جاؤ'' پھر محترمہ والدہ ماجدہ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا زمین کے فوائد بیان کئے گئے اور خریداری کے حق میں متفق کرنے کے لئے دلیلیں پیش کی گئیں۔ ''انہوں نے فرمایا اچھا خریداری کرلی جائے اور حضرت قبلہ قدس سرہ' کو بھی رضامند کرلیا۔ صبح کو جب آپ باہر تشریف فرما ہوئے تو زمین کی خریداری کی اجازت مرحمت فرمادی۔

اسی صبح تقریباً دس بجے مکرمی مولوی علیم الدّین شاہ صاحب اور مستان شاہ صاحب کچہری چلے گئے اور ایک بجے دن تک زمین کی رجسٹری و انتقال اور دیگر قانونی کاروائی سے فارغ ہوکر دربار شریف حاضر ہوگئے جہاں تو تین ماہ کی کوشش بے نتیجہ رہی اور اب چند گھنٹوں میں تمام کام ختم ہوگیا یہ تھا آپ کی رضامندی کا اثر۔

پھر حضرت قبلہ قدس سرہ' شام کو آراضی پر تشریف لے گئے اور ختم

شریف کی شیرینی وغیرہ تقسیم ہوئی۔ آپ نے مستان شاہ صاحب کو حکم دیا کہ وہ آلو کی کاشت کے لئے زمین تیار کرائیں اور پھر چلے جائیں۔ دوسرے دن قصبہ کے زمینداروں سے ہل اور بیل وغیرہ منگوا کر زمین تیار کرائی اور اگلے روز انہیں واپسی کی اجازت ہوگئی۔

سات سال تک زمین سے پیداوار حاصل ہوتی رہی مگر حضرت قبلہ نے فرمایا ''یہ زمین میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ بن کر حائل ہورہی ہے اسے بیچ دیا جائے۔'' زمین بیچ دی گئی تقریباً بیس من تمباکو کٹا ہوا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ بھی ساتھ ہی دیدیا گیا مکی کی فصل کے پانچ سو روپے الگ ملتے تھے وہ بھی نہ لئے گئے گویا زمین ایک بَلا تھی جس سے آپ نے جان چھڑائی۔

یہ تھا آپکا غنا اور توکّل۔

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے۔

سماع اور جلیل القدر اولیائے کرام: محترم ماموں بشیر احمد شاہ صاحب متمنی تھے کہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ ان کے گاؤں ہردے پور تشریف لائیں۔ سکندر آباد شریف میں وَرُودِ مسعود کے تین چار سال بعد وہاں تشریف لے گئے وہاں کی اکثریت سماع کے خلاف تھی۔ مکرم ماموں صاحب نے ان سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ حضرت قبلہ کے تشریف لانے پر یہ مسئلہ حل کرا دیا جائیگا آپ کے تشریف لانے پر کئی علماء اور معززین عوام کی معیت میں آپ کی قیام گاہ پر آدھمکے۔ اُن کی آمد کی اطلاع پر آپ باہر تشریف لائے اور دریافت فرمایا ''مولوی صاحبان کیا معاملہ ہے؟ مولوی صاحبان نے کہا'' ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے'' آپ نے فرمایا'' تم میں سے ایک آدمی آجاتا اور مسئلہ پوچھ لیتا اس قدر لوگوں کے اجتماع، اس قدر کتابوں کی نمائش اور ہنگامے کی

کیا ضرورت تھی‘‘۔ خیر کہئے۔ مولوی صاحبان نے کتابیں ترتیب دیں اور سماع کے جواز کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ’’سماع کے بانی مبانی ہم نہیں ہیں۔ یہ ہمارے بزرگوں کا فعل ہے۔ وہی بزرگ آپ کے بھی بزرگ ہیں کیا آپ خواجہ غریب نوازؒ۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ حضرت خواجہ بحر و بر فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت محبوب الٰہیؒ کو اپنا بزرگ نہیں مانتے؟ یہ ان بزرگوں کا فعل ہے جسے ہم بھی اختیار کر رہے ہیں۔

کیا آپ ان جلیل القدر اولیائے کرام کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں اور ان کے فعل کو آپ غلط کہیں گے یا صحیح؟ مولوی صاحبان کتابیں اُلٹنے پلٹنے لگے اور جہاں جہاں نشانیاں لگائی ہوئی تھیں وہ صفحات کھولے تو بالکل صاف و شفّاف تھے۔ یہ دیکھ کر مولوی صاحبان کو بڑی حیرت ہوئی اور کوئی جواب نہ دے سکے اس پر ایک سِن رسیدہ معزّز بزرگ بولے کہ آپ لوگ مُبیّنہ بزرگان کو بزرگ تو مانتے ہیں مگر انکے فعل کو غلط سمجھتے ہیں۔ آپ صریح غلطی پر ہیں اور یہ سب آپ کی شرارت ہے۔ مولوی صاحبان شرمسار ہوئے اور واپس چلے گئے۔

فیض کرامت: فسادات کے زمانہ مین ایک دن سکندر آباد شریف کے مسلمان آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہونے کی خبر آپ کو دی۔ آپ نے مسلمانوں کے محلوں میں گشت فرمایا اور کئی حفاظتی تدابیر زیر تجویز آئیں۔ آپ نے فرمایا ’’خبر دار بھی رہو اور اللہ تعالیٰ تمھارا حافظ و ناصر ہے۔‘‘ دوسرے دن صبح سویرے یہ خبر مختلف اطراف سے آنی شروع ہوئی کہ سکندر آباد کی حفاظت کے لئے ایک بہت بڑی فوج متعین ہے جس کے کمانڈر حضرت قبلہ عالم ہیں۔

اس خبر سے ہندوؤں میں خوف و ہراس پھیل گیا یہ خبر آپ کی خدمت میں بھی پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا ''ایسی باتیں کرنے کا کیا فائدہ۔'' اسی دن شام کو آپ کی مجلس میں ایک چرواہا حاضر ہوا اور آپ کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگا۔ وہ بولا کہ حضرت آپ نے ہم لوگوں کو بچالیا۔ میں فلاں گاؤں میں گیا تھا وہاں کے ہندو کہہ رہے تھے کہ رات کو حضرت قبلہ نے کہیں سے فوج منگوائی تھی اور ہمیں گاؤں سے نکالنا چاہتے تھے۔ جب اس سے یہ کہا گیا کہ حضرت قبلہ تو یہیں تھے وہ کوئی اور صاحب ہوں گے۔ چرواہے نے بتایا کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ حضرت قبلہ تو فوج کے آگے آگے تھے اور ان سب لوگوں نے آپ کو پہچانا تھا۔ اس واقعہ سے ہندو اور سکھ بہت خوف زدہ ہوئے اور اس کے بعد سکندر آباد کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

<u>ملازمت میں ترقّی اور تنزّل:</u> ایک مرتبہ سکندر آباد میں ایک تحصیلدار صاحب حاضر خدمتِ اقدس ہوئے اور عرض کیا غریب نواز! بندہ نے کئی خیراتیں اور میلاد شریف بھی کیے ہیں لیکن مال افسر کے عہدہ پر ترقّی نہ ہوسکی۔ آپ نے فرمایا ''تم مال افسر ہو جاؤ گے'' تحصیلدار صاحب نے عرض کیا کہ وہ ایک روز قبل کمشنر صاحب سے ملے تھے انہوں نے کہا تھا کہ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا ''تم مالیات کے کمشنر صاحب سے ملو'' تحصیلدار صاحب ایک ممبر اسمبلی کے ہمراہ کمشنر مالیات سے ملے۔ افسر مجاز نے انہیں حکم دیا کہ فلاں علاقہ میں بندوبست شروع ہے تمہیں وہاں مال افسر تعینات کیا جاتا ہے چنانچہ وہ حضرت کی دعا سے مال افسر بن گئے۔ دُعا اس بات پر خوش ہو کر کی گئی تھی کہ تحصیلدار صاحب کا ایک بارہ سالہ بچّہ تہجد گزار تھا۔ ارشاد فرمایا ''تمہارے بچّہ کی ریاضت ہمیں بہت پسند آئی اور اسی لئے تمہارے حق میں

دعا کی گئی۔''

چار سال کے عرصہ تک بندوبست رہا۔ اس دوران وہ حضرت قبلہ قدّس سرّہٗ کو بھول گئے اور من مانی کاروائیاں کرنے لگے۔ لوگوں سے ناجائز طور پر رقوم حاصل کیں اسی بنا پر ان کی معزولی افسر مال سے تحصیلدار کی جگہ پر ہوگئی۔ اس وقت اسے خیال آیا کہ اسکی ترقّی حضرت قبلہ کی دعا سے ہوئی تھی لہٰذا پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ حضور میں تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تمام حاضرین مجلس کو باہر چلے جانے کا حکم ہوا۔ سب چلے گئے مگر مستان شاہ بیٹھے رہے اس نے ان کو بھی باہر جانے کو کہا۔ اس کے اصرار پر وہ بھی باہر چلے گئے۔ تحصیلدار صاحب نے اپنا معاملہ پیش کیا کہ اس کے اخراجات زیادہ ہونے کے سبب بغیر رشوت اور بدعنوانیوں کے گزارہ نہیں چل سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا ''ہم نے دعا اس لئے نہیں کی تھی کہ تم رشوت لیتے رہو اگر باز نہ آؤ گے تو ضرور تحصیلدار ہی رہو گے اور اگر بچے رہے تو مال افسر رہو گے اس نے عرض کیا کہ حضور میری توبہ ہے اب میں رشوت نہیں لوں گا۔ اس کی توبہ قبول ہوئی اور وہ مال افسر ہی رہا۔

<u>مسلم لیگ کی کامیابی</u>: سکندر آباد شریف کا واقعہ مستان شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مسلم لیگ کے چند نمائندے جن میں لیاقت علی خاں صاحب کے مینیجر بھی تھے حاضر خدمت ہوئے۔ مستان شاہ صاحب نے کہا کہ جنہیں ضرورت ہوتی ہے وہ خود حاضر ہوا کرتے ہیں۔ دو تین دن کے بعد لیاقت علی خاں خود بھی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ حضور کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ جدوجہد کر رہی ہے جس کی کامیابی کے لئے آپ جیسی برگزیدہ ہستی کی سرپرستی ضروری ہے۔ ہم لوگ اسی وجہ سے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ووٹ

بھی دیں اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے دعا بھی فرمائیں۔آپ نے فرمایا اچھا بھئی ہمارا ووٹ اور دعا دونوں تمہارے ہی لئے ہیں۔

چند روز بعد کانگریسی نمائندے بھی حاضر ہوئے اور ووٹ کے لئے التجا کی۔

آپ نے فرمایا ''ہم تو ووٹ کا مسلم لیگ والوں سے وعدہ کر چکے ہیں'' انہوں نے عرض کیا حضور! پھر ہمارے لئے دعا ہی فرمادیں۔ فرمایا ''ہماری دعا ووٹ سے زیادہ قیمتی ہے اور زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔لہٰذا ہم نے دعا بھی مسلم لیگ ہی کے لئے کردی ہے کانگریسی ناکام ونامراد واپس لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلم لیگ کامیاب ہوئی۔

عالم خواب میں علاج: نور ماہی سکنہ ملوٹ ضلع جہلم نے بیان کیا کہ میرے گلے کے پاس ایک پھوڑا نکل آیا جس میں سخت تکلیف کے باعث میں بہت پریشان تھا۔شب میں عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت تاج الاولیاء جامع مسجد میں تشریف فرما ہیں۔آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں میں بیماری زیادہ ہے اس لئے ہم یہاں آئے ہیں۔میں نے عالم خواب ہی میں عرض کیا کہ حضور میرے گلے کے پاس پھوڑا ہے جس کی وجہ سے بہت تکلیف ہے۔ارشاد ہوا ''پھوڑے پر گُل عباسی کے پتّے باندھ دیا کرو'' صبح سے میں نے اس پھوڑے پر گُلِ عباسی کے پتّے باندھنے شروع کردیئے اس علاج سے پھوڑے کو مکمل طور پر آرام ہوگیا اب تک اس قسم کی بیماری کا علاج میں یہی کیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شفا ہو جاتی ہے۔

تم بھی میاں میر بن سکتے ہو: مکرمی مستان شاہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ تاج الاولیاء قدس سرہٗ پنجاب سے واپس سکندرآباد تشریف لے

جا رہے تھے وہ اور صوفی احمد رضا بھی آپ کے ہمراہ تھے جب گاڑی لاہور سٹی اسٹیشن سے چل کر میاں میر ریلوے اسٹیشن پر رکی تو صوفی صاحب نے عرض کیا ''حضور! میاں میر صاحبؒ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔'' ان کا مزار شریف ادھر ہی ہے۔ آپ خاموش رہے صوفی صاحب نے دوبارہ وہی جملہ دہرایا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا ہم نے تمہاری بات پہلی مرتبہ ہی سُن لی تھی بار بار دہرانے سے کیا فائدہ۔ میاں میر صاحبؒ اپنے زمانہ میں ''میاں میر'' تھے اب زمانہ ہمارا ہے تم بننا چاہو تو تم بھی ''میاں میر'' بن سکتے ہو۔

سبحان اللہ حضرت قبلہ تاج الاولیاء کی کیا شان تھی اور کس قدر بلند مقام تھا کہ آپ میاں میرؒ صاحب جیسے بلند مرتبہ بزرگ بنا سکتے تھے۔

دوبارہ دیدار سے نوازا: مکرمی مستان شاہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ تاج الاولیاء قُدِّسَ سِرَّہٗ ایک مرتبہ موضع پادشاہان ضلع جہلم تشریف لے گئے وہ بھی ہمراہ تھے۔ پادشاہان کے مولوی محمد ابراہیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پھر بھی کبھی ملاقات نصیب ہوگی؟ فرمایا ''کیوں نہیں، انشاء اللہ ضرور ہوگی'' تقریباً چھ ماہ بعد مولوی صاحب نے عالمِ رویا میں دیکھا کہ موضع پادشاہان میں تالاب کے نزدیک محفل سماع کا بندوبست کیا جا رہا ہے پھر حضرت قبلہ تاج الاولیاء قُدِّسَ سِرَّہٗ محفل میں تشریف لائے اور محفل سماع شروع ہوگئی۔ محفل شریف کے اختتام پر حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ نے مولوی صاحب کو اپنے پاس بلا کر فرمایا ''مولوی صاحب ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے دوبارہ ملاقات ہوگئی'' پھر ارشاد ہوا کہ آدمی جب چاہے ملاقات ممکن ہے۔

لعابِ دہن سے شفا: میاں شاہ محمد صاحب سکنہ کھائی ضلع جہلم کا بیان ہے کہ

ان کے ہاتھ پر ایک اذیّت ناک بیماری ظاہر ہوئی ان کے ہاتھ پر آبلے سے پڑ جاتے اور اُن سے غلیظ سا پانی بہنے لگتا کافی علاج کرایا مگر آرام نہ ہوا۔ بیماری کافی تکلیف دہ تھی۔ ایک دن وہ پریشانی کے عالم میں سو گئے۔ عالم رویا مین دیکھا کہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرّہٗ تشریف لائے اور فرمایا ''شاہ محمد کیوں پریشان ہو؟'' عرض کیا ''حضور! اس بیماری نے پریشان کر رکھا ہے۔ آپ نے اسی وقت عالم خواب ہی میں اپنا لعابِ دہن اس کے ہاتھ پر لگا دیا۔ صبح اٹھا تو ہاتھ بالکل ٹھیک تھا۔

وہ کریم ہی جو ٹھہرے تو کرم کا کیا ٹھکانہ

روضۂ اطہر جناب سرورِ کونینؐ کی زیارت: صوفی غلام قادر صاحب سکنہ ملوٹ ضلع جہلم نے بیان کیا کہ مستان شاہ صاحب جب پہلی دفعہ موضع ملوٹ تشریف لے گئے تو ان کے چھوٹے بھائی محمد زماں مرحوم و مغفور نے ان سے بیعت کر لی۔ ان کے والد بزرگوار مسمّی محمد خاں نے سخت مخالفت کی۔ انہوں نے مستان شاہ صاحب کے مریدوں کو لعنت و ملامت بھی کی۔

کچھ عرصہ بعد ان کے والد بزرگوار نماز عشاء کے بعد مکان کی چھت پر سو رہے تھے۔ انہوں نے بلند آواز سے ذکر شریف اللہ اللہ شروع کر دیا اور چارپائی سے نیچے گر پڑے اور ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ گھر اور گاؤں کے لوگ جمع ہو گئے تقریباً ۱۵ منٹ تک ان کی یہی حالت رہی آنکھیں کھولنے پر اپنے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم دیکھ کر بولے کہ کیا تماشہ ہے؟ اس پر سب لوگ چلے گئے۔ ان کے پڑوسی مسمّی غلام جوڑے دار نے اس واقع کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے والد صاحب سے بہت کوشش کی انہوں نے تقریباً دو ماہ تک مسلسل انکو مجبور کیا آخرکار والد صاحب نے اُس رات

کے واقعہ کا انکشاف کیا کہ انہوں نے عشاء کی نماز چھت پر ادا کی اور وہیں لیٹ گئے۔ انہیں نیند آگئی اور عالم رویا میں انہیں ایک نورانی صورت سفید ریش بزرگ نظر آئے۔ انہوں نے ان کو روضۂ اطہر جناب رسول مقبول ﷺ پر پہنچا دیا۔ جس وقت ان کی نگاہ گنبد خضریٰ پر پڑی ان کی زبان سے بے ساختہ اللہ اللہ کا ذکر شریف جاری ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد جب ان کے والد کو حضرت قبلہ تاج الاولیاء کی زیارت نصیب ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ عالم رویا میں انہیں روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف کرانے والے یہی بزرگ تھے اور یہ سب انہیں کا تصرف تھا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے روحانی فیض سے وہ بھی مستان شاہ صاحب سے مرید ہوگئے۔

سارا گھر منور ہوگیا: صوفی غلام قادر سکنہ ملوٹ ضلع جہلم نے بیان کیا کہ ان کی والدہ صاحبہ نے ایک شب خواب دیکھا کہ آسمان سے چاند اتر کر ان کے گھر آگیا ہے اور ان کے گھر کا کونہ کونہ منور ہوگیا ہے اس خواب کے تین روز بعد حضرت قبلہ تاج الاولیاء قدس سرہ کی ان کے یہاں تشریف آوری ہوئی اور ان کے خاندان کے تمام افراد کو اپنے روحانی فیض سے سیراب فرما کر مستان شاہ صاحب سے بیعت ہونے کا حکم فرمایا۔ اس طرح حضرت قبلہ قدس سرہ نے مستان شاہ صاحب سے بے شمار مرید کرائے اور دیگر خلفاء سے بھی سلسلہ عالیہ کی بہت اشاعت کرائی۔ آپ خلفاء کے علاقوں میں خود بیعت نہیں فرماتے تھے۔ اگر دربارِ عالی میں بھی کسی علاقہ کا کوئی فرد مرید ہونے کے لئے حاضر ہوتا تو اسے متعلقہ خلیفہ سے جا کر بیعت ہونے کا حکم فرماتے۔

خواب میں علاج: عبدالعزیز برنی خیاط بیان کرتے ہیں کہ جب وہ دہلی میں تھے ان کی لڑکی کی آنکھوں میں سخت تکلیف ہوگئی کافی علاج معالجہ کے

باوجود کوئی افاقہ نہ ہوا۔ مریضہ کو تکلیف کے پیشِ نظر حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرَّہٗ کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ اس نے سرکار تاج الاولیا قُدِّسَ سِرَّہٗ کی جانب رجوع کیا اور یاد کرتی کرتی سوگئی۔ عالم رویا میں حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ نے اسے زیارت کا شرف بخشا اور ایک پیالہ میں پانی عطا فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اسے پی لو اور آنکھوں پر بھی لگالو۔ اس نے تعمیل ارشاد کی۔ بیدار ہونے پر اس کی آنکھیں بالکل درست تھیں۔

<u>کٹھن دور میں دستگیری:</u> عبدالعزیز خاں ہی نے بیان کیا کہ تقسیم ہند کے وقت وہ دہلی کے محلّہ پہاڑ گنج میں مقیم تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ ان کے محلّہ پر حملہ ہونے والا ہے۔ لوگ خوف زدہ حالت میں اپنے چھوٹے موٹے ہتھیار لے کر مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے انہوں نے غنودگی کی حالت میں دیکھا کہ حضور تاج الاولیاء تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں ''اٹھو تمہارا چلنے کا وقت آگیا انہوں نے بیدار ہوکر اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیا اور چل کھڑے ہوئے کچھ اور لوگ بھی ان کے ہمراہ چل دئے۔ جب وہ چوک میں پہنچے تو دیکھا کہ سکھوں کا ایک گروہ ان پر حملہ کے لئے تیار ہے۔ وہ گھبرا گئے۔ اچانک دو فوجی جوان ہاتھوں میں اسٹین گن لئے نمودار ہوئے انہوں نے سکھوں کو للکار کر کہا کہ خبر دار اگر ان لوگوں کی طرف آنکھ اٹھائی اس پر سکھوں کے گروہ کو ان پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ یہ لوگ کیمپ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں انہیں حضرت قبلہ تاج الاولیاء قُدِّسَ سِرَّہٗ کا سراپا اپنے آگے آگے نظر آیا وہ پیچھے پیچھے چلتے رہے اور اس طرح بحفاظت کیمپ میں پہنچ گئے بچے بھوک کے سبب بہت پریشان تھے۔

عبدالعزیز خاں نے بچّوں کو صبر کی تلقین کی اور کھانا جلد ملنے کا دلاسا

دیا شب میں پھر سرکار تاج الاولیاء قدس سرہ' تشریف فرما نظر آئے۔ان کے کیمپ میں نزدیک ہی ایک تنگ و تاریک کوٹھری تھی اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "وہاں دو بوری راشن کی پڑی ہیں اٹھالو" صبح کو اس نے اپنے چچازاد بھائیوں کو اس کوٹھری سے بوریاں اُٹھانے کے لئے بھیجا۔وہ بوریاں اُٹھا کر لے آئے۔ایک بوری میں چنے اور دوسری میں گڑ تھا۔انہوں نے چنے اور گڑ کھائے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

انہیں دوسرے روز ایک دوسرے کیمپ میں لیجایا گیا جو کہ درگاہ معلّٰی حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاءؒ کے قرب میں تھا۔اگلے روز صبح انہیں دہلی اسٹیشن پر لایا گیا۔ایک اسپیشل ٹرین جو کہ اس وقت تیار کھڑی تھی ان لوگوں نے اس میں سوار ہونے کی کوشش کی لیکن انکو روک لیا گیا اور کہا گیا کہ یہ لوگ دوسری اسپیشل ٹرین سے جائیں گے۔اللہ تعالٰی کی قدرت کے اس اسپیشل پر حملہ ہُوا اور سب مسافر شہید کر دیئے گئے۔

ان لوگوں کو دوسری اسپیشل سے بھیجا گیا۔انہوں نے راستہ میں دیکھا کہ ان کی گاڑی پر ایک بہت ہی باریک چلمن پڑی ہوئی ہے یہ لوگ گاڑی کے اندر بیٹھے باہر سے گولے پھٹنے اور بندوقوں سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنتے تھے لیکن حضرت قبلہ عالم قدس سرہ' کی دُعا سے اس گاڑی کے کسی مسافر کو گزند نہیں پہنچی اور یہ سب لوگ بعافیت لاہور پہنچ گئے۔اس طرح اس بے سروسامانی کے کٹھن دور اور پرخطر سفر میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ' نے ان کی مدد و دستگیری اور حفاظت فرمائی۔

جابجا فیض رسانی: مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سب انسپکٹر مُتوطّن بریلہ خورد نزد کلانور اکبری تحصیل ضلع گورداس پور حال سکنہ خلجیان تحصیل

نارووال ضلع سیالکوٹ نے بیان کیا کہ میں ۱۹۴۰ء میں نیو دہلی چھاؤنی میں بحیثیت کانسٹیبل ٹریفک ڈیوٹی پر مامور تھا اور ہر جمعرات کو حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاءؒ کے مزارِ اقدس پر حاضری دیتا تھا۔ وہیں درگاہ شریف پر ان کا تعارف محمد رمضان و عبدالحمید اور پیر محمد وغیرہ خدّام سلسلۂ عالیہ سے ہوا۔ ان کی درزی کی دُکان واقع پچکوئیاں روڈ نئی دہلی پر ان کا بہت آنا جانا ہو گیا۔ ایک روز عبدالعزیز خاں اور عبدالحمید نے دربار عالیہ شکوریہ سکندر آباد حاضری کا پروگرام بنایا۔ میں بھی اتفاقاً ان کی دکان پر پہنچ گیا اور ان کے ہمراہ جانے کو تیّار ہو گیا۔ بغیر چھٹی لئے ان کے ساتھ سکندر آباد شریف کے لئے روانہ ہو گیا۔ شام کو میری ڈیوٹی تھی لیکن بغیر کسی کو بتائے یا اجازت لئے غیر حاضر رہا۔ میں اس دربار عالیہ میں حاضر ہونے چل دیا جہاں لوگوں کی تقدیریں بدل جاتی تھیں۔

جب ہم لوگ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے تو بڑے صاجزادہ حضرت حکیم علاؤ الدّین شاہ صاحب سے معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ بلند شہر تشریف لے گئے ہیں۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ہم بلند شہر ہی چلے جاتے حضرت قبلہ صاجزادہ صاحب نے فرمایا کہ یہ وقت وہاں جانے کا نہیں۔ راستہ خطرناک ہے اور سورج بھی غروب ہونے والا ہے۔ مگر ہمارا شوق ضد کی حالت اختیار کر گیا اور ہم لوگ کھانا کھا کر بذریعہ تانگہ بلند شہر کیلئے روانہ ہو گئے۔ کوچوان اپنا تانگہ اور گھوڑا چھن جانے کے خطرہ سے بہت خائف تھا چونکہ اس علاقہ میں اکثر و بیشتر ایسی وارداتیں ہوتی رہتی تھیں۔ وہ کہتا جارہا تھا ''آج میرا تانگہ گھوڑا ضرور کوئی ڈاکو چھین لے گا'' تقریباً تین میل سفر کے بعد تانگہ سے کچھ فاصلہ پر ایک انسانی پیکر ساتھ ساتھ چلتا ہوا نظر آیا ہم سب

کی نظریں اس پر مرکوز تھیں۔ جوں جوں خطرناک جگہ قریب آ رہی تھی کوچوان زیادہ حراساں ہوتا جا رہا تھا اور ہم لوگ بھی دیدہ و دانستہ ایسی حرکتیں کر رہے تھے جن سے یہ ظاہر ہو کہ ہمارے پاس اسلحہ ہے آخر کار خطرناک جگہ پر پہنچ کر وہ پیکر بہت ہی قریب ہو گیا ہم لوگ کو چوان کو تانگہ تیز چلانے کی تاکید کر رہے تھے اور وہ خود بھی خوف کی وجہ سے تانگہ نہایت تیزی سے چلا رہا تھا۔

چند ہی منٹ میں ہم خطرناک جگہ سے گزر گئے وہ پیکر بھی آہستہ آہستہ دور ہوتا چلا گیا اور ابھی بلند شہر تقریباً چار ۴ میل کے فاصلہ پر تھا کہ وہ ہماری نظروں سے بالکل غائب ہو گیا۔ ہم لوگ جب بلند شہر حضرت مولوی علیم الدّین شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی کوٹھی پر پہنچے تو محفلِ سماع ہو رہی تھی اور میرِ مجلس حضرت قبلہ تاج الاولیاء قدس سرہٗ مسند شریف پر رونق افروز تھے۔ اہلِ دل اور صاحب ذوق وشوق وابستگان جمال جہانگیری پر پروانہ وار نثار ہو رہے تھے۔ عبدالحمید اور عبدالعزیز نے دیوانہ وار حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی قدم بوسی کی اور میں نے بھی ان کی نقل کی۔ حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے فرمایا ''بہت تکلیف اٹھانی پڑی'' اس وقت تو میری سمجھ میں کچھ نہ آیا لیکن آپ کی زبانِ مبارک سے اپنی تکلیف اور پریشانی کے متعلق سن کر حیرت ضرور ہوئی۔ غور و فکر کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ دورانِ سفر حضرت قبلہ قدس سرہٗ ہی کی ذاتِ اقدس نے ہماری حفاظت فرمائی۔ یہ پہلی عظیم الشّان کرامت تھی جو مرید ہونے سے قبل میں نے دیکھی کہ بیک وقت آپ بلند شہر میں بھی موجود رہے اور دورانِ سفر میلوں ساتھ ساتھ چل کر ہماری حفاظت بھی فرمائی۔

سرکشی کا خاتمہ: مرزا یعقوب بیگ نے مزید بیان کیا کہ اگرچہ میں والدین کی

صحبت کے اثر سے بچپن ہی سے نماز وروزہ کا پابند تھا۔ قدرے غربا پروری کی طرف بھی طبیعت مائل تھی تاہم طبیعت میں سرکشی اور غرور کا عنصر نمایاں تھا۔ چونکہ میرے والد بزرگوار اولیاء کرام کے معتقد اور ماننے والے تھے لہٰذا مجھے بھی اپنے پیرومرشد کے آستانہ واقع بدوملہی لے جایا کرتے تھے اسی وجہ سے مجھے بھی اولیا کرام سے دلچسپی ہوگئی تھی۔ اُن دنوں میرے والد صاحب کے پیر صاحب کے پوتے وہاں کے سجّادہ نشین تھے جن کی عادات وخصائل مجھ کو اور میرے والد دونوں کو پسند نہ تھیں اس لئے مجھ کو ان سے بیعت ہونے کی کبھی ترغیب نہیں دی گئی البتہ میرے والد صاحب نصیحتاً فرمایا کرتے تھے۔

''بناں مرشداں راہ نہ ہتھ آوے = ڈھداں باجھ نہ رجھدی کھیر میاں''

مجھ کو بچپن ہی سے پیرومرشد کی تلاش تھی۔ اس غرض سے میں کئی بزرگوں سے ملا لیکن مطمئن نہ ہوا اور طبیعت کی سرکشی کی وجہ سے ان کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ میں بے شمار آستانوں پر حاضر ہوا لیکن ناکام ونامراد واپس ہوا مگر جب میں عبدالعزیز خاں اور عبدالحمید کی ہمراہی میں حضرت قبلہ قُدّس سِرّہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ کی پہلی ہی نظر مبارک کا پڑنا تھا کہ مجھ جیسے سرکش کو دردِ دل سے روشناس فرمادیا خلیفہ مجاز محترم مولوی علیم الدّین شاہ صاحب رئیس بلند شہر کے دولت کدہ پر مجھ پر دردِ عشق ومحبت کا وہ زبردست دورہ پڑا کہ جس نے بحالت وجد محوِرقص کردیا وہ پگڑی کہ جس کے طُرّہ کا ٹیڑھا ہونا بھی میں برداشت نہ کرسکتا تھا مستوں کے پیروں کے نیچے روندوا ڈالی اور اس طرح میری سرکشی اور تکبّر کا خاتمہ کردیا گیا۔

اختتام محفل پر میں اسی جگہ سوگیا اور یہ خیال تک نہ آیا کہ کپڑوں کی استری خراب ہوجائے گی یا قیمتی کوٹ میں شکنیں پڑ جائیں گی۔ یہ حضرت تاج

الاولیاء قُدِّسَ سِرَّہٗ کی پہلی ہی نظر کا اثر تھا کہ مجھ جیسے سرکش اور راشی پولیس والے کو انسانیت کے سانچے میں ڈھال دیا۔ صبح نماز کے وقت میں سو رہا تھا نماز کی جماعت بھی وہیں ہونی تھی ۔ مستان شاہ صاحب نے مجھے جگانے کی کوشش کی تو میں نے غنودگی ہی میں کہا'' بابا مجھے سونے دو'' تو مستان شاہ صاحب نے کہا'' بابا اٹھو نماز پڑھو'' میں نے کہا'' میں تو یہاں نماز چھوڑ روزے بھی بخشوانے آیا ہوں''۔

یہ سن کر حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ نے فرمایا اس کو سونے دو، نماز کا انتظام دوسری جگہ کرلو آپ کے اس فرمان سے میں اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً اٹھ کر وضو کیا سنتیں پڑھیں اور نماز با جماعت ادا کی ۔ بعد ازاں ہمراہیوں کے ساتھ ٹہلنے کے لئے باہر نکل گیا۔

تنبیہ: تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد میری طلبی ہوئی ۔ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ کرسی پر رونق افروز تھے اور بہت سے خدّام دست بستہ حاضرِ خدمت تھے میں بھی آکر پیچھے مودّب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا نام لے کر پکارا اور فرمایا'' چھُٹی لے کر آئے ہو'' میں نے عرض کیا'' نہیں حضور'' اس پر آپ نے وہ قانونی نکات بیان فرمائے جو صرف ایک قوانین سے واقف پولیس والا ہی جان سکتا ہے اور خوب ڈانٹا ارشاد ہوا'' ہمیں ایسے مریدین کی ضرورت نہیں اپنی اور ہماری عزت کا خیال نہ رکھیں ۔ حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرَّہٗ کی ملازمت کے اُصول وضوابط اور نظم ونسق سے کما حقہ، آگاہی اور تحمل و بردباری اور بندہ پروری کے اظہار سے مرزا یعقوب بیگ اپنی حماقت پر شرمسار ہوا۔

آپ نے دریافت فرمایا'' وضو ہے! میں نے عرض کیا جی حضور'' آپ نے مجھ جیسے کم عقل اور غیر ذمہ دار کو سلسلہ عالیہ میں داخل کر کے اپنی

غلامی میں قبول فرمالیا اور حکم دیا کہ ناشتہ کر کے فوراً بھاگ جاؤ اور جتنی جلد ہو سکے اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو جاؤ۔

ڈیوٹی پر جلد پہنچنے میں حکمت: بیعت ہونے کے بعد میں نے جلدی جلدی ناشتہ کیا تیزی سے اڈّے پر پہنچا اور بس میں دہلی کے لئے روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچ کر وردی پہنی اور ڈیوٹی پر چلا گیا۔ ڈیوٹی پر حاضر ہونے کے تھوڑی دیر بعد انسپکٹر صاحب آ گئے۔ انسپکٹر صاحب نے کہا میں تمہاری چیکنگ کے لئے آیا ہوں چونکہ سارجنٹ نے تمہاری شکایت کی تھی کہ تم کئی دن سے غیر حاضر تھے۔ تمہارا ڈیوٹی پر موجود ہونا ثابت کرتا ہے کہ تم غیر حاضر نہیں تھے اور تمہارے خلاف غلط رپورٹ کی گئی تھی۔

حاضری کے فیض: مرزا یعقوب بیگ نے اور واقعہ بیان کیا میں ۱۹۴۴ء میں عرس شریف کے موقع پر ایک خاص ڈیوٹی پر مامور تھا جہاں ہر روز صبح و شام افسران بالا سے واسطہ پڑتا تھا۔ ان دنوں میرے بیوی بچّے بھی دہلی میں میرے ہمراہ رہ رہے تھے۔ بچّی بیمار تھی۔ میں تھانہ سے گھر آیا۔ سائیکل خوب صاف کی اور تیل وغیرہ بھی دیا۔ بیوی نے پوچھا ''آج سائیکل بہت صاف کر رہے ہو'' میں نے کہا آج سے سکندر آباد میں عرس شریف شروع ہے۔ شاید چھُٹی نہ مِل سکے اس لئے سائیکل ساتھ لے جا رہا ہوں۔ محفلِ سماع ختم ہونے پر اس پر واپس آ جاؤں گا۔ کل بچّی کو ہسپتال بھی لے جاؤں گا افسرانِ بالا کو پتہ بھی نہ لگے گا اور عرس شریف میں حاضری بھی ہو جائے گی۔

سکندر آباد پہنچ کر اس نے خود کو بہت چھپایا مگر سب سے پہلے بھائی گلزار صاحب نے مجھے دیکھ لیا ان کو سب بات بتا کر اخفائے راز کی تاکید کی۔ جب چادر شریف کے بعد محفل سماع کا آغاز ہونے لگا تو حضرت قبلہ قدّس

سِرّہٗ کا حکم ہوا ''تمہاری جگہ لوگوں کے پیچھے نہیں آگے ہے'' تعمیل حکم کی گئی اور میں آگے جا کر بیٹھ گیا۔ اختتامِ محفلِ سماع کے بعد برادرانِ طریقت غلام محمد شاہ صاحب اور مستان شاہ صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا اور ان کی وساطت سے اجازت لینے کے لئے عرض کیا گیا مگر انہوں نے جواب دیا کہ یہاں دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ صبح خود اجازت لے لینا۔ اسی کشمکش میں تین دن گزر گئے اجازت کے لئے درخواست کی گئی جو منظور نہ ہوئی سات دن بعد اجازت ملی۔ جب گھر پہنچا تو بچّی بالکل تندرست تھی۔ بیوی نے بتایا کہ تین چار دن ڈاکٹر خود دوائی پہنچاتا رہا۔ جب سات یوم کی غیر حاضری کے بعد تھانہ پہنچا تو ڈیوٹی محرّر نے پوچھا ''یار رات تم کہاں تھے؟'' حالانکہ میں مسلسل سات دن تک غیر حاضر رہا۔ میں ان سات دنوں میں حضرت قبلہ عالم قدّس سِرّہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر رہا اور اُدھر صبح و شام میری حاضری ڈیوٹی پر بھی ہوتی رہی۔ یہ سب آپ کے تصرّفات تھے۔

مفرور ملزم کی بازیابی: مرزا صاحب نے ۱۹۴۴ء کا ایک اور واقعہ بیان کیا کہ وہ تھانہ قرول باغ دہلی میں بحیثیت سپاہی تعینات تھا۔ ایک دن صبح کے وقت اس کی نگرانی میں سے ایک ملزم فرار ہو گیا وہ بہت پریشان ہوا۔ فوراً ہی تھانہ انچارج کو بھی مطلع کر دیا جس نے تمام ملازمین کو تلاش میں روانہ کر دیا مگر ملزم کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اسی پریشانی کے عالم میں اس نے مسجد کا رُخ کیا وہاں بیٹھ کر وہ ذکر و فکر میں مشغول ہو گیا اسی حالت میں اسے غنودگی طاری ہو گئی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک صوبیدار مع ایک حولدار اور چار فوجی سپاہیوں کے موجود ہیں اور ان کے پاس عہدہ کے مطابق اسلحہ بھی ہے صوبیدار نے اس کو مخاطب کر کے کہا ''جاؤ بھئی تم آرام کرو ہم ملزم تمہارے پاس لیکر آئیں گے'' یہ دیکھ

کر طبیعت کو کسی قدر سکون ہوا۔ دو رکعت نماز نفل ادا کر کے تھانہ واپس چلا آیا۔

اس دن تقریباً ۴ بجے شام کو وہ تھانہ کے گیٹ پر کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہی مفرور ملزم سفید لباس میں ملبوس اس کی طرف چلا آ رہا تھا۔ وہ قبل اس کے کہ اپنی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے گرفت میں لیتا وہ خود اسکے پاس آ گیا اور پوچھا ''اسٹیشن کو کونسا راستہ جاتا ہے؟'' اس نے کہا ''ذرا اور آگے آؤ بتا دیتا ہوں۔ وہ بولا ''صبح سے پوچھتا پھر رہا ہوں کوئی راستہ ہی نہیں بتاتا۔ وہ فوجی جو سڑک پر جا رہے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ وہ آدمی جو سامنے کھڑا ہے وہ تمھیں صحیح راستہ بتا دے گا۔'' جب اس نے سڑک کی طرف دیکھا تو کوئی فوجی نظر نہیں آیا۔ معاً یاد آیا کہ وہی فوجی ہوں گے جو ملزم کی تلاش میں گئے تھے اور وہی اسے میرے پاس بھیج گئے ہیں۔ اس نے اسے فوراً گرفت میں لے کر افسران بالا کے سامنے پیش کر دیا۔ ہندو تھانیدار کو جب اس واقعہ کی تفصیل کا علم ہوا تو وہ بہت زیادہ مُتحیّر و مُتاثر ہوا اور مرزا صاحب کی بہت عزت کرنے لگا۔ یہ سب حضرت تاج الاولیا ہی کا فیض تھا۔

<u>ہندو تھانیدار سے کام لیا:</u> مرزا صاحب موصوف ہی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک ایسا مقدمہ درج ہوا جس کی تفتیش کے سلسلہ میں پٹنہ جانا پڑتا تھا مگر جو بھی افسر وہاں جاتا ناکام ہو کر واپس آ جاتا۔ لہٰذا بحیثیت سپاہی باجازت ایس ایس پی اس کی تفتیش مرزا صاحب کے سپرد کی گئی۔ جب اس نے پٹنہ پہنچ کر تفتیش مکمل کر لی اور ملزم بھی گرفتار ہو گیا تو تمام متعلقہ کاغذات گم ہو گئے۔ کافی تلاش کے بعد بھی کاغذات نہ ملے۔ اس کے پاس خرچ بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس صورت میں اس نے پولیس دفتر سے قرض لیا اور ارادہ کیا کہ بجائے واپس گھر

جانے کے کلکتہ جاکر روپوش ہو جائے۔شام کو اپنے سلسلہ عالیہ کے تمام بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی دعائیں مانگیں اور وہاں کے سجّادہ نشینوں سے بھی دعائیں کرائیں خواب میں حکم ہوا'' واپس جاؤ'' واپسی پر راستہ میں سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کے مزارات پر حاضریاں دیں۔لکھنؤ شریف جناب دادا پیر حضرت نبی رضاؒ شاہ صاحب کے مزارِ اقدس سے تو خوب لپٹ لپٹ کر رویا اور رات وہیں گزاری۔آگرہ میں حضرت قبلہ میر ابوالعلاؒ کے مزار شریف پر بھی حاضر ہوا اور دہلی واپس پہنچ کر بھائی عبدالعزیز صاحب کی وساطت سے حضرت پیر و مرشد قبلہ تاج الاولیاءؒ کی خدمت اقدس میں بھی پیش کرایا تو جواب ملا'' حیرت کی بات ہے۔اچھا بھلا پڑھا لکھا عقلمند اور شادی شدہ ہے لیکن بچپن کیوں نہیں جاتا'' پھر فرمایا'' ہمارے نزدیک تو اگر وہ سو سالہ بوڑھا بھی ہو جائے تو بچّہ ہی رہے گا۔

ادھر سکندر آباد شریف میں یہ کلمات فرمائے جارہے تھے اور ادھر تھانہ قرول باغ دہلی میں تھانہ دار اپنے ہاتھ سے یہ رپٹ لکھ رہا تھا'' یعقوب بیگ کانسٹیبل بعد تفتیش مقدمہ نمبر فلاں بروقت فلاں پٹنہ سے آیا اور تکمیل شدہ کاغذات میرے حوالے کئے۔''

جب محرّرِ تھانہ نے یہ رپٹ پڑھی تو کہا'' پنڈت جی!ایک مسلمان کو بچانے کے لئے اپنے گلے میں پھندا ڈال لیا ہے'' مگر تھانیدار نے کہا'' جو کچھ میں کر رہا ہوں بہتر ہی ہوگا نہ تو اسے کچھ ہوگا اور نہ ہی کچھ مجھے ہوگا۔'' ایسا ہی ہوا۔اُس کے بعد نہ تو کوئی باز پرس ہوئی اور نہ ہی کوئی سزا ملی۔

<u>ستائیس برس قبل فیصلہ فرمادیا:</u> مرزا یعقوب بیگ نے بیان کیا کہ دہلی میں اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اس نے اپنے موجودہ گاؤں سے نصف

میل کے فاصلہ پر ایک جگہ بہت بڑا اور کم از کم پانچ چھ فٹ اونچا چبوترا بنایا۔ وہ اتنا وسیع تھا کہ اس پر دو تین سو آدمی بیٹھ سکتے تھے اور تمام چبوترا ایک ہی سفید چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا اور وہ اس کے اوپر اِدھر اُدھر پھر کر یہ دیکھ رہا تھا کہ کہیں کوئی سلوٹ یا کجی تو نہیں رہ گئی۔ دریں اثناء ایک دوسرے گاؤں کا آدمی جو وہاں سے گزر رہا تھا اس نے پوچھا ''یہ کیا بنایا ہے؟'' میں نے کہا ''چبوترا بنایا ہے'' اس نے پوچھا ''کس مقصد کے لئے''؟ میں نے کہا ''یہاں محفلِ سماع کراؤں گا'' اس نے کہا ''یہ زمین تو کھتریوں (ہندوؤں) کی ہے'' اتنے میں اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ اپنے کمرہ واقع چوکی پولیس دھولہ کنواں نئی دہلی میں لیٹا ہوا تھا۔

اس نے اسی وقت حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضری کا ارادہ کیا یہ بغیر کسی رخصت کے سائیکل پر دربار عالیہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ ۳۷ میل کا سفر تقریباً دو گھنٹے میں طے کر کے سورج نکلنے سے پہلے ہی دربار شریف پہنچ گیا۔ حاضری کی استدعا کی تو معلوم ہوا کہ سگِ دربارِ عالی کی آمد کا پہلے سے علم تھا۔ قدم بوسی کی سعادت حاصل ہونے کے بعد جب اس کی نگاہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ کے چہرہ انور پر پڑی تو آپ مسکرا رہے تھے۔ اور فرمایا ''تم راتوں کو بھی آرام نہیں کرتے جو واقعہ تم نے دیکھا کیا بذریعہ خط اطلاع نہیں کر سکتے تھے'' پھر فرمایا کوئی بس اس وقت بھی دہلی سے آتی ہے۔''؟ میں نے عرض کیا ''جس پر حضور کی نظرِ کرم ہو جائے اسے بس کی حاجت نہیں رہتی۔ اس کیلئے زمین سکڑ جاتی ہے۔''

اتنے میں چائے آگئی۔ حکم ہوا چائے پی لو۔ تعمیل حکم کی گئی۔ فرمایا بتاؤ کیا واقعہ دیکھا؟'' حالانکہ آپ میرے خواب اور دیگر حالات سے بخوبی

واقف تھے'' میں نے مفصّل خواب بیان کیا۔ فرمایا ''وہ زمین تمھاری ہے جہاں چبوترا بنایا گیا تھا۔ اس نے عرض کیا ''حضور وہ رقبہ ایک ہندو کا ہے جو مُزارِع کو بھی اس شرط پر کاشت کرنے دیتا ہے کہ وہ میرے والد بزرگوار غلام قادر اور چچا مرزا رحمت علی کو وہاں سے گزرنے بھی نہ دے''۔ آپ جوش میں آگئے اور فرمایا ''کیا کہا وہ رقبہ ہندوؤں کا ہے۔ یہ کونسی بڑی بات ہے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بات بھی بڑی نہیں ہے۔ وہ رقبہ تمہارا ہے'' میں نے پھر اپنی کم عقلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ''حضور وہ رقبہ اب تک تو ہندوؤں کا ہے''۔ آپ نے دُرُشت لہجہ میں فرمایا ''میاں مرزا خاں وہ رقبہ تمھارا ہے۔'' بعدہ فرمایا ''کوئی اور بات کہنی ہے؟'' عرض کیا ''نہیں حضور'' آپ نے فرمایا ''اچھا جاؤ بس سے چلے جانا تاکہ ڈیوٹی پر پہنچنے میں تاخیر نہ ہو۔''

حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کا فرمان اس کی سمجھ سے بالاتر تھا اس نے بہت غور کیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان وجود میں آیا اور تبادلہ آبادی ہوا تو مرزا صاحب کی جدّی زمین موضع بریلہ خورد ضلع گورداس پور سے بذریعہ کلیم پاکستان منتقل ہوگئی اور وہ زمین جہاں خواب میں اس نے چبوترہ بنایا تھا اور اس کے اردگرد والی زمین ان تینوں بھائیوں کو الاٹ ہوگئی۔

۱۹۶۹ء میں اس کے گاؤں میں اشتمالِ اراضی ہُوا۔ آخری فیصلہ کے مطابق وہ چبوترہ والی جگہ اور اس کے اردگرد والا چھ ایکڑ پر مشتمل رقبہ زمین اس کو ملا اور جانبِ مشرق خواب میں جہاں کھڑے ہوکر دوسرے گاؤں کا آدمی چبوترہ کے متعلق سوال کرتا ہوا دیکھا تھا اور جس زمین کو وہ ہندوؤں کی ملکیت بتا رہا تھا اس زمین پر سرکاری سڑک بنائی گئی۔ یہ تھی وہ زمین جس کا فیصلہ مرزا صاحب

کے حق میں حضرت قبلہ نے تقریباً ستائیس برس پہلے فرمادیا تھا۔ جب کہ پاکستان کا وہم گمان بھی نہ تھا۔ آپ کی وسیع النظری کا اندازہ کون لگا سکتا ہے ستائیس برس بعد پیش آنے والے حالات کی تفصیل سے آپ کس قدر آگاہ تھے۔ سبحان اللہ۔

منصب کی ترقی: مرزا صاحب ۱۹۴۶ء کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ میرے ساتھی ترقی پانیوالے ہیں چونکہ انہوں نے ہیڈ کانسٹیبل کا کورس پاس کر لیا تھا اور میں ترقی سے ناامید تھا چونکہ میں نے کورس پاس نہیں کیا تھا۔ حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا پہلے تمہاری ترقی ہوگی پھر تمہارے ساتھی کامیاب ہونگے میں حیران تھا کہ یہ کیسے ہوگا۔

کچھ دن بعد ایس ایس پی کا پولیس فائرنگ کے مقابلہ کا ایک حکم جاری ہوا میں نے بھی مقابلہ میں حصہ لینے کے لئے اپنا نام لکھا دیا تقریباً ایک ماہ مقابلہ جاری رہا۔ حضرت قبلہ قدس سرہ کی دعا سے میں بہت اچھے نمبر حاصل کرتا رہا۔ آٹھ سپاہی فائنل میں آئے۔ بعدہ ایس ایس پی نے اعلان کیا کہ وہ ایک دائرہ بناتے ہیں جو پانچ نشانے اس دائرہ میں لگائے گا اس کو فوراً ہیڈ کانسٹیبل بنادیا جائے گا۔ حضرت قبلہ کے کرم سے میں مقابلہ میں اوّل آیا اور اسی دن ترقی مل گئی۔

مشکل کشائی: مرزا صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ میں ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران بے سروسامانی کی حالت میں پرانا قلعہ کیمپ دھلی میں بمعہ اہل وعیال چلا گیا ڈیڑھ ماہ کے قریب گزر گیا لیکن پاکستان روانگی کی باری نہ آتی تھی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ آخر کار حضرت قبلہ قدس سرہ کی ذات

گرامی کی طرف رجوع کیا اسی دن حکم ہوا کہ تیار ہو جاؤ مگر میرے پاس بالکل، پیسے نہ تھے اور کیمپ سے خارج ہونے کے لئے خرچ درکار تھا۔ پریشانی کی حالت میں وہ رات اور اگلا دن یونہی گزر گیا دوسری شب پھر حکم ہوا ''تیار ہو جاؤ'' اس پر بھی میری وہی کیفیت رہی۔ تیسری شب عالم رویا میں حضرت قبلہ قدس سرہ' تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے مجھے ہمت اور حوصلہ سے کام لینے کی ہدایت فرمائی۔ صبح کو ایک اجنبی آیا اور خرچ کا بندوبست کر گیا اگلے روز پاکستان جانیوالی اسپیشل سے ہم سوار ہو گئے راستہ کی مشکلات دور ہوتی گئیں اور چوتھے دن بخیر و عافیت لاہور پہنچ گئے۔ اسطرح حضرت قبلہ قدس سرہ' نے بے سروسامانی کی حالت میں میری مشکل کشائی فرمائی اور ہمیں ایمان و عزت کی سلامتی کیساتھ ہندوستان سے پاکستان پہنچا دیا۔

خدام کے شفیق: حضرت قبلہ تاج الاولیاء قدس سرہ' العزیز کے سکندر آباد میں دس سالہ قیام کے دوران حسب معمول سالانہ اعراس اور وقتاً فوقتاً فاتحہ کا سلسلہ جاری رہا ان محافل شریف میں کثیر تعداد میں اہل سلسلہ حضرات اور دیگر معتقدین برصغیر ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے آکر شرکت کرتے اور فیوض پاتے۔ شرکاء کے قیام و طعام اور لنگر شریف وغیرہ کے تمام انتظامات کی سعادت حضرت قبلہ والد طفیل احمد شاہ صاحب کو حاصل رہی۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ قبلہ والد صاحب پریشانی کے عالم میں گھر سے سکندر آباد دربار شریف کے لئے چل دیئے۔ بلند شہر سے روانگی میں کافی تاخیر ہوگئی۔ حضرت قبلہ روحی فداہم کا معمول دوپہر کا کھانا تناول فرما کر نماز ظہر سے قبل کچھ دیر قیلولہ فرمانا تھا۔ اس روز آپ بغیر کھانا تناول فرمانے کے لئے بھی نہیں اٹھے اور تقریباً ڈیڑھ بجے تک تنہا مردانے میں تشریف فرما رہے

دونوں صاحبزادگان مکرمیاں حضرت حکیم علاؤ الدین شاہ صاحب اور حضرت عبدالرؤف شاہ صاحب بہت پریشان سڑک پر کھڑے ہوئے متفکر تھے کہ آج یہ نئی بات کیا ہے۔ آپ کو آتے دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم نے ہی حضرت قبلہ کو روکا ہوا ہے۔ آپ جا کر قدمبوس ہوئے اور سکون پایا۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا ''بہت دیر کردی ہم تمہارے انتظار میں تھے''۔

دوسری روایت: حضرت قبلہ والد صاحب نے بیان فرمایا کہ سکندر آباد میں دربارِ عالیہ کی کچھ زرعی زمین تھی اس میں کاشت ہوتی تھی ایک مرتبہ قبلہ والد صاحب حاضری کے لئے جا رہے تھے اور یہ شعر وردِ زبان تھا۔

چلا ہے اے دلِ ناشاد طلب پر شادماں ہوکر
زمینِ کوئے جاناں رنج دیگی آسماں ہوکر

حضرت قبلہ عالم اس وقت کھیتوں ہی پر رونق افروز تھے۔ خدّام نے عرض کیا ''حضور بہت دیر ہو رہی ہے، کھانے کا وقت ہوگیا ہے'' آپ نے فرمایا ''طفیل میاں آرہے ہیں'' تقریباً آدھا گھنٹے بعد جب وہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان ہی کا انتظار تھا۔

ایک واقعہ: حضرت قبلہ والد صاحب نے بیان فرمایا کہ عرس شریف کے موقع پر ایک شب انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ صبح سویرے ہی حضرت والدہ ماجدہ صاحبہ نے طلب فرمایا اور کچھ مٹھائی عطا فرمائی اور فرمایا کہ حضرت قبلہ نے حکم دیا ہے کہ طفیل میاں کو کچھ کھانے کو دیدیں، اس نے رات کھانا نہیں کھایا۔

ایک خواب: حضرت قبلہ والد صاحب نے بیان کیا کہ داخلِ سلسلہ ہونے کے تقریباً دو سال بعد وہ اور قبلہ چچا علیم الدین شاہ صاحب نصیر آباد دربارِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ پہلی ہی شب حضرت قبلہ عالم نے اپنے سامنے کا بچا ہوا

کھانا قبلہ چچا صاحب کے لئے بھجوایا۔ اس کا والد صاحب کو بہت احساس ہوا۔ اسی شب عالم رویا میں آپ نے دیکھا کہ آپ اور چچا صاحب دونوں ایک جنگل میں سفر کر رہے ہیں۔ ناگاہ شیر کے دہاڑنے کی آواز سُنائی دی۔ والد صاحب قبلہ خوفزدہ بھاگ کر چچا کے آگے ہو گئے لیکن فوراً خیال آیا کہ اُنکو اپنی زندگی سے چچا صاحب کی زندگی زیادہ عزیز ہے لہٰذا پھر پیچھے ہو گئے۔ شیر بہت قریب آچکا تھا۔ انہوں نے چچا صاحب سے کہا کہ سامنے درخت پر چڑھ جائیں۔ یکایک حضرت قبلہ عالم کی کھانسی کی آواز سنائی دی مولوی صاحب نے کہا ''گھبراؤ نہیں حضرت قبلہ عالم تشریف لے آئے۔'' شیر غائب ہو گیا۔ والد صاحب قبلہ نے بڑھ کر حضرت قبلہ عالم روحی فداہٗ کو اپنے کاندھوں پر لے لیا اور دربار شریف پہنچایا۔ معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ عالم کا التفاتِ خاص دونوں خادموں پر تھا کچھ عرصہ کے بعد ان ہی دونوں اصحاب کے ہمراہ آپ مستقل قیام کے لئے سکندر آباد تشریف لے آئے۔

حضرت قبلہ والد صاحب نے بیان فرمایا کہ اجازت و خلافت سے مشرف ہونے پر قبلہ مولوی علیم الدّین شاہ صاحب کو چوبیس ربیع الاوّل شریف کی تاریخ عطا ہوئی۔ یہ ہمارے دادا قبلہ و کعبہ حضرت نبی رضا خاں صاحب قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیزُ اسد جہانگیری کے وصال شریف کی تاریخ ہے۔ اس پر مولوی صاحب ماہانہ فاتحہ محفلِ سماع اور لنگر شریف وغیرہ کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ قبلہ والد صاحب اس تاریخ پر حضرت قبلہ عالم کو لینے کے لئے دربار شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ اکثر رضامند نہ ہوتے اور فرماتے کہ علیم الدّین کے کمرہ کو جو بڑے کمرہ سے ملحق ہے بند کر دیا کر و اس میں فاتحہ کے وقت کوئی نہ جائے۔ یہ ہدایت مولوی صاحب کے علم میں لا دی گئی۔ اس

پر عمل شروع ہوگیا۔ کمرہ کے دروازوں میں اوپر کی جانب شیشے لگے ہوئے تھے۔ فاتحہ کے دوران کچھ خواتین نے شیشوں سے کمرے میں جھانکا تو حضرت قبلہ روحی فداہم تشریف فرما نظر آئے۔ انہیں بڑا تعجب ہُوا کہ حضرت قبلہ عالم کب تشریف لے آئے اور بند کمرے میں کیوں تنہا رونق افروز ہیں۔ صبح یہ بات مردوں کے علم میں لائی گئی۔ اسکے بعد ملحقہ کمروں کے دروازے بھی بند کردیئے جاتے تھے تاکہ اس کمرہ میں کوئی جھانک نہ سکے۔

مندرجہ بالا واقعات کے علاوہ بے شمار دیگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کی شفقت و مہربانی عام طور پر سب کے لئے تھی۔ آپؒ مرید و غیر مرید اور مسلم و غیر مسلم سب کے شفیق تھے۔ آپؒ کے غائبانہ تصرّفات سے بھی خدّام خوب فیض یاب ہوتے تھے۔

راضی برِضا: حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ خدّام کے علاوہ سب لوگوں کی تکالیف اور پریشانیوں سے متاثر ہوتے تھے۔ جب بھی آپ سے دُعا کیلئے درخواست کی جاتی آپ دُعا فرمادیتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لوگوں کی پریشانیاں دُور ہوجاتیں لیکن آپ اپنے اور اہل و عیال کے معاملات میں ہمیشہ راضی برضا رہے۔ محترم صاحبزادہ عبدالستار صاحب تیغؔ سجّادہ نشین اوّل برائے علاج بمبئی تشریف لے گئے۔ مکرمی بھائی امیر احمد صاحب تیمارداری کیلئے حاضرِ خدمت تھے۔ جب آپ کی حالت بہت تشویشناک ہوئی تو امیر احمد صاحب کا ایک عریضہ دربار شریف میں موصول ہُوا جس میں دُعا کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ حضرت محترمہ والدہ ماجدہ صاحبہ نے حضرت والد صاحب قبلہ کو طلب فرمایا اور خط حضرت قبلہ روحی فداہٗ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ تعمیلِ حکم کی گئی۔ آپ نے خط ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا

’’ہمیں اس سلسلہ میں مجبور نہ کیا جائے ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ راضی ہیں۔ چند روز بعد حضرت سجادہ نشین صاحب کا وصال ہو گیا۔

برکتِ طعام: حضرت قبلہ والد صاحب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عرس شریف کے موقع پر قصبہ کے بہت سے لوگ جو سلسلۂ عالیہ سے وابستہ بھی نہیں تھے لنگر شریف کا وقت ختم ہونے کے قریب باہر دروازے پر جمع ہو گئے۔ اس کی اطلاع اُنہیں باورچی خانہ میں دی گئی کھانا پکانے والے باورچی بھی جا چکے تھے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ لوگوں کی تعداد کافی ہے اور کچھ لوگ کھانا کھا رہے ہیں جبکہ روٹیاں بہت تھوڑی بچی ہیں۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے کپڑا اُٹھا کر روٹیاں دیکھی ہیں اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اور فوراً یہ معاملہ قبلہ بھائی عبدالرؤف شاہ صاحب کے ذریعہ حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں پیش کرا دیا۔

حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا کہ روٹیوں کے پاس سے اس شخص کو ہٹا دو۔ روٹیاں کپڑا سے ڈھکی رکھیں اور کسی کو کھانا کھانے سے نہ روکیں۔ چنانچہ کافی دیر تک کھانا چلتا رہا اور سب لوگوں نے کھانا کھایا۔ کھانے میں اس قدر برکت ہوئی کہ صبح کو ناشتہ میں چائے کے ساتھ بھی بچی ہوئی روٹیاں ہی استعمال ہوئیں۔

حضرت سیّدنا امیر ابوالعلاؒ کے حکم سے بیعت:

حضرت قبلہ والد صاحب نے فرمایا کہ ان سے مکرمی بھائی ضیاء الحسن صاحب جو کہ ہفت زبان اعلیٰ تعلیم یافتہ اور صوبہ یوپی کے اسلامیہ مدارس کے انسپکشن آفیسر تھے بیان کیا کہ باوجود کافی دینی معلومات، اعلیٰ تعلیمات اور عہدہ کے

انہیں سکونِ دل میسّر نہ تھا۔ خُدا طلبی کے جذبۂ صادق کے تحت انہوں نے حضرت سیدنا امیر ابو العلاءؒ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی اور شب میں وہیں مقیم رہے۔ انہیں حکم ہوا کہ وہ نصیر آباد حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرَّہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں۔ وہ نصیر آباد حاضر ہوئے بیعت سے مشرّف ہوئے اور تسکین پائی۔ کچھ عرصہ بعد سکندر آباد شریف میں حضرت دادا صاحب قبلہؒ کے عرس شریف کے موقع پر خلافت واجازت سے بھی مشرّف ہوئے۔

ایک خط: مکرمی بھائی مولانا ضیاء الحسن شاہ صاحب نے بوقتِ وصال اپنے صاجبزادے کو طلب کیا اور فرمایا کہ میری بیماری کا عریضہ حضرت قبلہ روحی فداہم کی خدمتِ اقدس میں پیش کردو اور دُعا کے لئے درخواست کرو۔ ابھی صاجبزادہ صاحب خط تحریر کرہی رہے تھے کہ مولانا صاحب نے فرمایا کہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ تشریف لے آئے ہم جا رہے ہیں سلامٌ علیکم خدا حافظ۔ صاجبزادہ کی تحریر کردہ یہی خط دربار شریف میں آپکے وصال شریف کی اطلاع کے سلسلہ میں پیش ہوا۔

حضرت تاج الاولیاء کے بعض ارشاداتِ عالیہ جن سے مسائل تصوف ثابت ہیں

(دورانِ قیام سکندر آباد)

دَعوت اِلَی الخَیر

(۱) وَلتَکُن مِنکُم اُمَّۃٌ یَدعُونَ اِلَی الخَیرِ ٥

(سورہ آل عمران ۱۱ع)

(ترجمہ) اور تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بُلائے۔

ہم نے یہ آیت شریف جو دعوت اِلَی الخیر کی طرف مسلمانوں کو مستعد بناتی ہے، سُنائی لفظ مِنکُم نے یہ بتا دیا کہ قوم میں ایک گروہ رہنا چاہئے کیونکہ سب کے سب اس کام کو انجام دینے کے لئے نہیں نکل سکتے وہی مخصوص گروہ اس کام کو انجام دے۔ دعوت اِلَی الخیر سے مُراد دعوت اِلَی الاسلام یا دعوت اِلَی الکَلِمَۃُ الحَقّ ہے اور خیر کے معنی بھلائی کے ہیں سب سے بڑی بھلائی بندوں کا تعلّق خُداؐ سے وابستہ کر دینا ہے ابتدائے اسلام کا زمانہ تو وہ تھا کہ ہر ایک مسلمان کے اندر روح دعوت اِلَی الاسلام ایسی پھونکی گئی تھی کہ وہ سب کے سب ہی داعیانِ اسلام تھے اور اس جوش و تڑپ کو لے کر دنیا کے مختلف ممالک اور شہروں اور جزیروں میں نکل گئے اور تھوڑے ہی دِنوں میں دُنیا میں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا یعنی اسلام کا نام دنیا کے ملکوں میں روشن کر دیا۔ ہر ملک اور شہر میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اس کے بعد ایسا زمانہ آیا کہ بادشاہوں اور امراء کی توجہ دعوت اِلَی الاسلام کی طرف سے کم ہو گئی اور وہ اپنے تعیشات میں پڑ گئے۔ علماء کی توجہ بھی زیادہ تر فروعی اختلافات میں صرف ہونے لگی پھر بھی بہت سے خداؐ کے بندے ان تمام جھگڑوں و قضیوں سے الگ

ہوکر اس کام میں لگے رہے۔ بہت سے وہ بزرگ جن کے ناموں پر آج ہزار رہا لوگ قربان ہوتے ہیں ان کی یہ عزّت محض اسلام کی خدمت گزاری سے ہوئی وہ درحقیقت رُوحانی بادشاہ تھے۔ جب دنیاوی بادشاہوں نے دعوت اِلیٰ الاسلام کا کام چھوڑ دیا تو ان رُوحانی بادشاہوں نے یہ کام اپنے ذِمہ لے لیا اور حقیقتاً اُنہیں کا کام بھی تھا۔ کیا خوب کہا کسی شاعر نے ؎

پیو بغداد میں اجمیر میں کلیر میں دلّی میں
بہت بافیض ہیں چاروں یہ میخانے محمدؐ کے

ایک حدیث شریف

ارشاد فرمایا کہ ہمیں ایک حدیث شریف جو حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شان میں ہے یاد آئی۔

اِنَّ النَّبِیَّ قَالَ النظرُ اِلیٰ وَجہِ عَلِیٍّ عِبادَۃٌ ص فرمایا حضرت بنی اکرمؐ نے کہ ''حضرت علی علیہ السّلام کے چہرے کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔ یہ حدیث شریف حضرت علامہ بدخشیؒ نے ''میزان الابرار'' میں مختلف اسناد سے نقل فرمائی ہے۔ یعنی طبرانیؒ حاکمؒ ابنِ مسعودؓ اور عمرانؓ بن حسینؓ ابوبکر صدیقؓ۔ عثمانؓ بن عفان۔ معاز بنؓ جبل۔ جابرؓ بن عبداللہؓ انسؓ۔ ثوبانؓ ابوہریرہؓ اور خجندیؒ ابن اسمال حضرت اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ان الفاظ میں فرماتی ہیں۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ اِبتِ اَبَا بَکْرٍ یکثُرُ النَّظَرِ اِلیٰ وَجْھِہٖ عَلِیٍّ فَقُلتَ یَا اَبِیْ رَاَیْتُکَ تُکثرُ النَّظَرِ اِلیٰ

وَجْهِ عَلِیٍّ یَا بِنْتُ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمْ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْھِہٖ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌO

ترجمہ: جناب امُ لمؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے چہرۂ مبارک کی طرف کثرت سے دیکھا کرتے تھے۔ میں نے کہا ابّا جان میں دیکھتی ہوں کہ آپؓ جناب علی کرم اللہ وجہہٗ کے چہرۂ مبارک کی طرف کثرت سے دیکھا کرتے ہیں۔ فرمایا اے بیٹی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سنا ہے کہ علیؓ کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ غرض مختلف صحابہؓ سے مختلف اوقات میں یہ حدیث شریف صحیح اسناد سے روایت ہے۔ اسی طرح کیمیائے سعادت میں حضرت امام غزالیؒ سے مرفوعاً روایت ہے۔

مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْرَاٰ الْحَقَّ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ الْحَقَّ۔ (ترجمہ) جس نے مجھے دیکھا پس خداؒ کو دیکھا جس نے مجھ سے محبّت کی اس نے حق تعالیٰ سے محبّت کی۔

یہ احادیث فرما کر ارشاد فرمایا نہ ہم محدّث ہیں نہ مفتی نہ مدرس نہ ہمارے پاس کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ہمیں تو جو کچھ پہنچا ہے اپنے بزرگوں سے پہنچا ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ووافی ہے۔ ضروریاتِ دین کے متعلق جتنی نصوص اور روایات معتبرہ اور مصدّقہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں عطا فرمادی ہیں اور ان کے سمجھنے کی فراست وبصیرت ان ہی کے طفیل حاصل ہوگئی ہے۔ ہمارا کوئی کام خلافِ شریعت نہیں ہوتا ہم ہر حیثیّت سے نصوص اور احادیث پر نظر ڈالتے ہیں اور ان کی کنہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس کے بعد اس کے مفید یا غیر مفید ہونے سے جانچتے ہیں۔ مفید حکم کو قبول کر لیتے ہیں خواہ اس کی سند ہم

تک نہ پہنچے۔ اس کا مفید ہونا کیا کم سند ہے یہ جو احادیث ہم نے تلاوت کی ہیں۔ ان کے مفید ہونے کا ہم بیان کرتے ہیں۔

جہاں تک الفاظی حیثیت پر ہم غور کرتے ہیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کی شانِ ارفع و اعلیٰ ظاہر ہوئی ہے جس سے ہم کو عقیدہ کا فائدہ پہنچتا ہے۔ حالانکہ آج دونوں حضرات بقید حیات چشمی اس عالم میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کی محبت ہمارے سب امور میں مفید اور ہماری ترقیٔ مدارج کا سبب ہے۔ یا یوں سمجھو کہ شرح صدر اور کشف کا باعث ہے۔ ہمارے ہاتھ سے کچھ جاتا نہیں ہے۔ یہ ان کی ناسمجھی اور نافہمی ہے انہوں نے ہر شئے کو محدود کر دیا ہے۔ الفاظ کی بندشوں اور کوتاہ نظری نے محروم کر دیا ہے۔ لوگ ہر حکم کو اصولوں پر جانچتے ہیں اور خسارہ میں رہتے ہیں۔ اگر اس راز کا افشاء ان پر ہو گیا ہوتا اور اس بھید سے واقف ہو گئے ہوتے۔ تو اچھے نتائج سے مستفید ہوئے ہوتے اور کبھی زبان سے لعن طعن نہ نکالتے!

''فقیری''

ارشاد عالی ہوا کہ خدا جانے لوگوں نے فقیری کو کیا سمجھا ہے اور لوگ فقیروں میں کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بات ایک عجیب معمہ بن کر رہ گئی ہے۔

سنو! فقیری کہتے ہیں کہ اپنے مولائے جلّ شانہٗ کے سوا بندہ کی کچھ مراد اور طلب نہ رہے۔ یہ دولت یعنی اپنی مرادوں کو حق تعالیٰ کی مرادوں میں فانی کر دینا ولایت کے خاصہ کے حاصل ہونے سے وابستہ ہے جو فنا و بقائے اتم و اکمل پر موقوف ہے۔ فقیری ولایت ہے اور ولایت ظلِّ نبوّت ہے اس نکتہ کو ہزاروں صوفیوں میں سے کوئی ایک سمجھتا ہے۔ اور اس معمہ کا بھید اُسی پر کھلتا ہے۔

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند　　　ہزار نکتۂ باریک تر ز مو ایں جاست

بالوں سے باریک تر اِس میں ہزاروں نکتے ہیں اگر کوئی سر منڈا لے تو قلندر نہیں ہو جاتا۔ ہم نے اسی کو فقیری سمجھا ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے اسی لئے ہم بار بار تم کو سمجھاتے اور بتاتے ہیں۔ کہ ہم ہر بات کو اتباعِ سنّتِ نبوّت میں کرتے ہیں۔ جب ولایت ظلِّ نبوّت ہے تو اس کے خلاف کسی بدعت اور جدّت کی گنجائش باقی نہیں رہتی شعر ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا

نمی یافت جز در پئے مصطفیٰؐ

یعنی سعدیؒ محال ہے کہ راہ صفا سوائے سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہیں اور مل سکے یہ دولتِ سرمدی ہر ایک کے نصیب میں کہاں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ　　　(سورۂ بقرۃ) ع ۹/۱۳

(اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے جسے چاہیں مخصوص فرمائیں)

نبوّت اور ولایت میں فرق: بظاہر نبوّت اور ولایت میں نمایاں فرق معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آثارِ نبوّت میں سوائے صحو و بیداری اور ہوشیاری کے سُکر کا نشان اور شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ برعکس ازیں ولایت میں سُکر کی حالت بہت نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک نکتہ ہے غور سے سُنو اور سمجھو۔

انبیاء علیہم السّلام کی توجہ بالکل خلق کی طرف ہوتی ہے۔ اور اولیاءؒ کی توجہ کُلی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ نبوّت کا فرض رُشد و ہدایت اور اصلاحِ خُلق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنوار کر اور آراستہ کر کے مبعوث

کیے جاتے ہیں۔ یعنی ان کی توجہ اور نگاہ ہر وقت خُلق کی طرف ہے، لٰہذا صحو، ہوشیاری، بیداری درکار رہے۔ اولیاءاللہؒ کو اپنے کو سنوارنا اور آراستہ کرنا پڑتا ہے۔ اور توجہ اللہ کی طرف کرنی پڑتی ہے۔ وہ تب ہی اپنی ہوا و ہوس اور مرادوں سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ اور اُن انعامات کی تکمیل اعمال قبیحہ و عاداتِ قبیحہ کا ترک اخلاق و عاداتِ حَسنہ کے اختیار کرنے کے بعد جب اُس سے آراستہ ہو جاتے ہیں تو نزول کرتے ہیں۔ اور مقامِ محمودی پر آکر ٹھہر جاتے ہیں۔ اب ان کی توجہ بالکل خَلق کی طرف ہوتی ہے۔ چونکہ وہ خدمتِ خَلق پر مامور ہیں اور صحیح مقام ولایت یہ ہی ہے اور یہ ظلِّ نبوت ہے۔ ان مقاموں کا طے کرنا سوائے سُکر اور مدہوشی کے پورا نہیں ہو سکتا لیکن جن کی تعلیم صحیح اور شیخ کامل ہے۔ ان مقامات کو جو سُکر میں پورا ہوتے ہیں دوسرے لوگوں پر ظاہر بھی نہیں ہونے دیتے اور مثل صحو کے پورا کرا دیتے ہیں۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے

مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

فقیری فقر سے ہے جس کے معنی ہے محتاج کے اور غنی اس کی ضد ہے فقیر اپنی تمام احتیاجوں کا ملجاء و ماوا صرف خداوند تعالیٰ کو جانتا ہے چونکہ اس کے پہلے ماسوا کی نفی اور اللہ کا اثبات ہے یعنی ذکر لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور ولایت کی انتہا اور اس کی ابتدا اسی کلمہ شریف پر ہے۔ یہ ایک ایسی کیفیت اس پر صادر ہوتی ہے جو مٹائے سے نہیں مٹتی اور اس کیفیت کا اثر تمام عبادات اور ریاضات و مجاہدات پر یکساں ہے۔ صحیح فرمایا حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب قُدِّس سِرَّہُ العزیز نے کہ بڑی فقیری یہ ہے کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلے۔ جب یہ فقیری ہاتھ آجاتی ہے۔ تو پھر سمجھ جاتا ہے کہ۔

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ
علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
علم فقیہہ و حکیم فقر مسیحؑ و کلیمؑ علم ہے جویائے راہ فقر ہے دانائے راہ
فقر مقامِ نظر علم مقامِ خبر فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ

علامہ اقبالؒ نے فقر کی تعریف کی ہے اور اس کے شعور اور امتیاز کے لئے مقابلتاً علم کو پیش کیا ہے حالانکہ مُعترف الاشیاء باضدادہا (چیزوں کو ان کی ضد سے پہچانا جاتا ہے) یعنی علامہ نے ضد کو چھوڑ کر حاصل سے بحث کی۔ پہلے تو بتایا کہ جسے فقر حاصل ہو جاتا ہے تاج و تخت و سپاہ معجزانہ طور سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ فقر سرداروں کا سردار اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ یہ ہے بلند مرتبہ اور اب ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے تو بتلاتے ہیں کہ علم سے عقل و خرد کی پاکی حاصل ہوتی ہے اور فقر عفتِ قلب و نگاہ کرتا ہے جس کے ثمرے اوپر بیان ہوئے۔ عالم سے زیادہ فقیہہ اور حکیم ہو سکتا ہے۔ لیکن فقیر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے معجزات حاصل کر لیتا ہے۔ علم صرف متلاشیٔ راہ ہے اور فقر راستے سے واقف ہے۔ اس لئے فقر میں یقینِ کامل ہونا شرط ہے۔ علم میں صرف ظن ہی ظن ہے۔ فقر کی راہ صرف مستی یعنی سُکر سے طے ہوتی ہے۔ اس لئے ثواب ہے اور علم سے اس کو لگاؤ اور واقفیت نہیں لہٰذا گناہ ہے (ہم نے ابھی بتایا کہ فقر کی شاہراہ مستی ہے لیکن اس کا ضبط کرنا بہتری ہے۔ اس لئے ان معاملات کو اسرار اور راز کہتے ہیں اور پوشیدہ رکھتے ہیں۔ حضرت عبدالحق ردولویؒ فرماتے ہیں۔

منصورؒ بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد
دریں جا شیراں اند کہ دریا را بخورند و آواز نہ برآمد

یعنی حضرت منصورؒ بچّہ تھے ظرف چھوٹا تھا جو ایک قطرے سے چلّا اُٹھے۔ یہاں شیر ہیں کہ دریا کے دریا پی ڈالتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔

یہ اظہار پوشیدگی تو بڑی بات ہے یہاں تو الف ب کا سبق بھی نہیں لیکن باتیں نصوص حکم کی ہو رہی ہیں۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے کلّی تعلیم اور شیخ کامل کا ہونا بھی اسکا سبب ہے ایک نگاہ کے پڑنے سے مدہوش ہو گئے۔ ہمیں تو وہی فقیری پسند ہے جو اتباعِ سنّت میں ہو اور شیخِ کامل کی وساطت سے پوری ہو۔ ہمیں ایک مثال یاد آئی سُنو!

شیخ مثل کھونٹے کے ہے یعنی مرکز ہے۔ رسّی سے جانور کو باندھ دو۔ لاکھ اچھلے کودے شوخیاں کرے اور خوف کرے لیکن کھونٹا اگر مضبوط ہے تو اسی سے بندھا رہے گا اگر کھونٹا مضبوط نہیں ٹوٹ گیا یا اختیار میں نہیں رہا تو آوارہ ہو گیا۔ دونوں حالت کا نتیجہ آوارگی ہے۔ نفسِ انسان آوارگی پسند ہے اگر وہ کسی کے حُکم کا پابند نہیں ہے تو اس کے لئے بہائم کا اُصول ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے جس سے سوائے زندیقیت اور الحاد کے کچھ حاصل نہیں۔ فقر کے متعلق علامہ اقبالؒ کی ایک نظم یاد آئی وہ بھی سُن لو۔

اِک فقر سکھاتا ہے صیّاد کو نخچیری — اِک فقر سے کُھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری
اِک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری — اِک فقر سے مٹّی میں خاصیّتِ اکسیری
اِک فقر ہے شبّیریؑ اس فقر میں ہے میری — میراثِ مسلمانی سرمایۂ شبّیریؑ

<u>فقیری آسان نہیں:</u> اس فقیری کا ہاتھ آنا آسان نہیں۔ خداؑ کی رحمت شاملِ حال ہو، شیخ کامل کی توجہ اور شفقت ہو تب کہیں اس دُشوار گُزار راہ سے گزرتا ہے۔ لیکن اپنی کوششِ بلیغ اور جرأت بھی کچھ نہ کچھ کام کرتی ہے۔ اچھا اقبالؒ صاحب کے چند شعر اور سُن لو۔ اس فقیری کو بتلا رہے ہیں۔

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہرِ یک دانہ یک رنگی و آزادی اے ہمّتِ مردانہ
یا سنجر وطغرل کا آئینِ جہانگیری یا مرد قلندر کے اندازِ ملوکانہ
یا حیرت فارابی یا تاب وتبِ رومیؒ یا فکرِ حکیمانہ یا جذبِ کلیمانہ
یا عقل کی روباہی یا عشق ید للّٰہی یا حیلۂ افرنگی یا حملۂ ترکانہ
یا شرعِ مُسلمانی یا دَیر کی دربانی یا نعرۂ مستانہ کعبہ ہوکہ بتخانہ
میری میں فقیری میں شاہی میں غلامی میں کچھ کام نہیں بنتا بے جرأتِ رندانہ

مقولہ: فقیری کے سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں ایک ضرب المثل 'مقولہ' یاد آیا جو ہر کام کی کامیابی کا راز ہے۔ اور خصوصیت سے ہمیں فقیری پر مناسب بنتا ہے۔ 'مقولہ' سُرت وپھرت اور جرأت ہے۔ یہ چیز تمھارے سامنے ہندی لباس میں آئی ہے۔ اور ہم پیش کر رہے ہیں لیکن ماخذ اس کا قرآن پاک کے وہ جواہر ریزے ہیں جو تمام دنیا میں بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ ہر زمانہ میں زبان زدِ عام رہا ہے اور لوگ فائدہ اٹھاتے رہے ہیں یہ رحمت اللعالمینؐ کا صدقہ اور قرآن پاک کا اعجاز ہے ہم اس 'مقولہ' کو قرآن پاک سے تطبیق کرتے جاویں گے۔

معاتران گرہ زلف یار باز کنند!
شب خوش است بہ ایں قصہ اش دراز کنند

دوستو! آؤ یار کی زلفِ گرہ گیر کھولو رات اچھی ہے اِس قصہ کو دراز کرلو۔ خداؐ کی صداقت ایک ہے۔ اگرچہ ہر طرح کے ماحول اور زبانوں میں پیش کی جاوے میں یقین دلاتا ہوں کہ دنیا میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی کامیابی بھی دنیا کا کوئی وجود کوئی روح اور خدائی کا کوئی ذرّہ اس آسمان کے نیچے حاصل نہیں کرسکتا جب تک وہ اس پروگرام پر عمل نہ کرے جو اس نے دنیا کے سامنے

پیش کیا ہے۔ اگرچہ قرآن کریم میں اس کے تفصیلی بیانات ہیں لیکن یہ ایک نہایت چھوٹا سا بیان ہے جس کی نسبت تاریخ اسلام کے ایک بہت بڑے امام حضرت شافعیؒ نے فرمایا تھا کہ اگر قرآن مجید کے یہ چند جملے ہی نازل ہو جاتے تو تمام کرۂ ارض کی ہدایت کے لئے کافی تھے۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ

ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی بے شک انسان خسارے میں ہے۔

مقصد و مراد: غور کرو فقیری کیا ہے ایک مقصد ہے جو کامیابی چاہتا ہے مُراد چاہتا ہے آپ مقصد اور مُراد کے ڈھونڈنے والے ہیں آپ مقصد کے عشق میں مبتلا ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا قران کریم کا ہر اچھے مقصد کے لئے یہ اعلان نہیں ہے کہ اس آسمان کے نیچے نوعِ انسان کے لئے جستجوؤں کیلئے امیدوں کے لئے بڑی بڑی ناکامیاں ہیں بڑے بڑے گھاٹے ٹوٹے ہیں لیکن دُنیا کی اس عام نامُرادی سے کون انسان ہے۔ کون جماعت ہے جو بچ سکے اور ناکامیابی کی جگہ کامیابی پاسکتی ہے اور ناامیدی کی جگہ امید آشیانہ اس کے دل میں بنا سکتی ہے۔ وہ کون انسان ہیں کہ جو دُنیا میں اِن شرطوں کو قولاً و عملاً یعنی جتنا جہاں تعلق، دھیان اور سوچ بچار کا ہے۔ وہاں اِن شرطوں کو اپنے اندر پیدا کرلیں۔ جب تک یہ پیدا نہ ہوں گی اس وقت تک نہ کوئی فرد کامیاب ہوسکتا ہے نہ قوم نہ ملک حتیٰ کہ ہوا میں اُڑنے والے جانور بھی کامیابی نہیں پاسکتے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا: پہلی شرط قرآن مجید کی زبان میں ایمان ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا! تم جب ہی کامیابی پاسکتے ہو جب تمہارے دلوں کے اندر دماغ کے اندر رُوح کے اندر وہ چیز پیدا ہو جائے جس کا نام قرآن مجید کی

بولی میں ''ایمان'' ہے ایمان کے معنی عربی میں زوال شک کے ہیں۔ یعنی کامل درجہ کا بھروسہ کامل درجہ کا اِقرار تمھارے دل کے اندر پیدا ہو جائے اور تمھارے دماغ اس کا کامل تصوُّر نہ کرلیں۔ اللہؐ کی صداقت پر اللہؐ کی سچائی پر اللہؐ کے اُصولوں پر جس وقت تک کامل درجہ کا یقین تمھارے دل کے اندر پیدا نہ ہوگا کامیابی کا کوئی دروازہ تمھارے لئے نہ کھلے گا۔ شک کا ایک کانٹا بھی تمھارے دل کے اندر چبھ رہا ہے۔ تو تم کو اپنے اوپر موت کا فیصلہ صادر کرنا چاہیے۔ تم کو کامیابی نہیں ہوسکتی۔ سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ تمھارے دل کے اندر ایمان، اطمینان، یقین، جماؤ، تمکُّن اور اقرار پیدا ہو لیکن کیا محض دل کا یہ کام دماغ کا یہ فعل، تصور کا یہ نقشہ کامیابی کو پورا کردے گا۔ نہیں ایک شرط پوری ہوئی اس کا نام سُرت ہے۔

وَعَمِلُو االصّٰلِحٰتِ: اس کے بعد دوسری منزل آتی ہے۔ جب تک دوسری منزل کامیابی کے ساتھ پوری نہ کرلو گے اس ایک منزل سے کامیابی نہیں ہوسکتی اس کا نام قرآن مجید کی بولی میں عَمِلُو االصّٰلِحٰتِ ہے۔ یعنی وہ کام جو اچھائی سے کیا جاوے۔ جس کام کو صحیح اور احسن طریقہ کے ساتھ کرنا چاہیے۔ جو طریقہ اس کے لئے اچھا ہوسکتا ہے ہشیاری سے غفلت کو دُور کر کے جلدی سے کاہلی کو دُور کر کے اس کام کو انجام دینا یہ ہے پھرت۔ اس کے سب پہلو نمایاں ہیں۔ قرآن پاک کا یہ اُصول تو عام ہے کہ ایمان کے معنی ہیں۔ وہ یقین، اطمینان اور کامل اقرار جو عمل سے پہلے پیدا ہوتا ہے وہ جو طریقت میں عدم کے مقامات کی طرف چلنا پڑتا ہے لیکن وہ عدم سالک کے دماغ میں سمجھ اُن اشیاء کی جو عدم میں موجود ہیں موجود رہے۔ یہ پہلی منزل ہوئی جو حدیث میں ایمان کہلاتی ہے۔ بالکل جیسے وہ عمل دماغ ہے اور وہ عمل تصور و یقین ہے

اس بنا پر سب سے پہلی منزل ایمان کی ہے یعنی تمہارے اندر سچّا ارادہ سچّا عزم پیدا ہو دماغ و دل کا کام کرکے پہلی منزل ختم کرکے نہ ٹھہر جاؤ بلکہ وہ صحیح طریقہ وہ عمل جو اس کام کے انجام دینے کا ہے پورا کرو۔ یہ سُرت اور پُھرت دو منزلیں پوری ہوگئیں۔ اب ایک منزل اور باقی ہے۔ اپنی ہمّت کو آزمالو کہ اس کے لئے تمہارا قلب تیار ہے کہ نہیں۔ تمہاری کمر ہمّت مضبوط ہے کہ نہیں اگر نہیں تو ممکن ہے کہ یہ آخری منزل تمہارے لئے سودمند نہ ہو۔

قرآن مجید نے فرمایا کہ ایمان اور عمل صالح ان کے اندر پیدا ہوں لیکن یہ نہ ہو کہ طریقت کی زنجیر کی صرف ایک کڑی سے اپنے کو درست کرلیا۔ کیا ایک کڑی پورا کرنے سے زنجیر کا کام پورا ہوگیا؟ نہیں قرآن شریف وجود مانتا ہے۔ زنجیر کی کڑیوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ جب تک سب کڑیاں درست نہ ہوجائیں۔ جب تک سب شرطیں پوری نہ ہوجائیں کامیابی نہیں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ؏ : اب آخری منزل تمہارے سامنے آگئی۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ؏ یعنی تَوَصی حق کے ساتھ تَوَصی صبر کرو۔ تَوَصی حق اور تَوَصی صبر کی کڑیاں اس طرح سے باہم ملی ہوئی ہیں کہ جُدا نہیں کیا جاسکتا۔ حق کی راہ میں کوئی قدم نہیں اُٹھ سکتا۔ جب تک وہ قربانیوں کے لیے قدم نہ اُٹھائیں۔ گردن سولی کے لئے پیش نہ کریں، ہاتھ زنجیروں سے بندھنے کے لیے تیار نہ ہوں، تم میں ہمّت نہ ہو جرأت نہ ہو جذبہ نہ ہو تو یہ منزل کیسے پوری ہوسکتی ہے۔ بہت دشوار گزار ہے۔ جان جوکھوں کا معاملہ ہے' احقاق حق اور صبر ہی کامیابی کا راز ہے حق کی صداقت کا زبان پر لانا سچّائی کا اعلان ایک قیامت کا برپا ہونا ہے۔ مشکلات در مشکلات رونما ہوتی ہیں مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں آدمی

تاویلوں اور بہانوں میں امن تلاش کرتا ہے کبھی شریعت کا سہارا پکڑتا ہے۔ کبھی عقل کو اختیار کرتا ہے۔ اگر قلب مضبوط ہے ایمان کامل ہے۔ جرأت رونما ہوتی ہے تیسری منزل طے ہوجاتی ہے۔ جان اور مال کی بازی لگانی پڑتی ہے یہ ہے جرأت۔ اب تم نے سُرت' بُھرت' جرأت کا مسئلہ سمجھ لیا ہوگا۔ یہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے کہ اس نے اِیمان وعمل صالح' حقّ اور صَبر سے پورا کر دیا۔

ہمّت و جرأت اور صبر و استقلال کا نمونہ ''واقعہ کربلا''

اب ذرا جرأت کی سُنائیں سُنو! سب سے زیادہ عبرتناک روح فرسا استقلال کی مثال اور ہمت و جرأت کا نمونہ تاریخِ دنیا میں سبق آموز ہمارے لیے واقعہ حضرت امام حُسین علیہ السّلام کا ہے۔

سُنو! یزید تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہے۔ تمام ممالک محروسہ کے لئے فرمان جاری ہو چکا ہے کہ بیعتِ اِطاعت کرو۔ حضرت امامؑ اس کی عادات وخصلات اور افعال قبیحہ سے واقف' اسکے فسق و فجور سے باشعور' اس وقت اطاعت اللہؒ اور اطاعت غیر اللہؒ کا سوال درپیش ہے۔ اپنے نانا کا فرمان

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ ۝ یعنی اللہؒ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی'' پر عمل پیرا ہونے کا سال ہے بیعت نہیں فرماتے۔ چونکہ آپؑ نبی مرسلؐ کے نواسے قوی القلب نورِ ایمان سے منوّر ہیں اور یہ سب باتیں ذہن میں ہیں۔ یہ یقین بھی پیدا کراتی ہیں کہ سب مسلمان ہمارے ساتھ ہیں یہ ایک فطری فعل ہے۔ اس ذہنی تصوّر کا وجود کوفیوں کے ہزارہا خطوط کا آنا ہے جو سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔ حضرت امامؑ اپنے بھائی جناب مسلمؑ کو کوفہ بھیجتے ہیں اور انکے دو نابالغ صاحبزادے

بھی جاتے ہیں لوگ جوق درجوق آتے ہیں اور بیعت شروع کی جاتی ہے۔ حضرت مسلمؓ خط بھیجتے ہیں اور سب حال تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت امامؑ مدینہ سے بمعہ اہل وعیال اور عزیز واقارب سفر فرماتے ہیں اب یزید کو علم ہوتا ہے۔ وہ بادشاہِ وقت ہے اپنی سلطنت کی بربادی کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے فوراً بزورِ سلطنت مدبرانِ سلطنت کو حکم دیتا ہے کہ اہلیانِ کوفہ بغاوت پر آمادہ ہیں اس کا فوراً انسداد کیا جائے۔ جب حکومت کا دباؤ پڑتا ہے سب لوگوں کے پیر استقلال سے ڈگمگا جاتے ہیں اور ثبات ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ حضرتِ مسلمؓ شہید ہو جاتے ہیں اور وہ دونوں نابالغ شہزادے بھی از راہِ ظلم شہید کردیئے جاتے ہیں۔ جنابِ امامؑ کو اثنائے راہ اس کا علم ہوتا ہے۔ آپؑ اپنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں کہ اب جان کی بازی ہے۔ جس کو جان دینا ہے ہمارے ساتھ آئے اور جس کو جان پیاری ہے چلا جائے۔ غرض بہت سے لوگ چلے جاتے ہیں اور صرف باختلافِ رائے ستر نفوس باقی رہ جاتے ہیں۔ اب حضرت امامؑ مع ستر نفوس کے نرغۂ دشمنان میں ہیں جن کی تعداد ہزاروں کی ہے۔ عشق اور عقل کا امتحان آگیا۔ جرأتِ مردانہ کا وقت آ گیا' اور استقلال دکھانے کا موقع ہے۔

آں راز کہ در سینہ نہاں است نہ وعظ است   برادر تواں گفت بہ ممبر نہ تواں گفت

یعنی وہ بھید جو سینہ میں پوشیدہ ہے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وعظ نہیں ہے۔ اس کی تصدیق تختۂ دار پر ہو سکتی ہے نہ کہ ممبرِ مسجد پر۔

عقل اور عشق: حضرت امام عالی مقام علیہ السّلام کے دل ودماغ پر دو چیزیں مسلط ہیں۔ ایک عقل اور دوسرے عشق۔ عقل جان کی بربادی' اہل وعیال کی مصیبت' مستورات کی پردہ دری' بے یار وغمگسار دشتِ کربلا کی مصیبت۔

شریعت کی تاویل بتاتی ہے کہ جان کا بچانا فرض ہے' ان سب کو برباد نہ کریں کوئی حیلہ شرعی نکال لیجئے۔ عشق کہتا ہے کہ جان و مال' عزت وجاہ سب محبوب پر قربان' نہ اپنی فکر نہ بچوں کی پرواہ نہ عزیز واقارب سے واسطہ سب قربان کردیئے جائیں لیکن محبوب ہاتھ سے نہ جائے۔ اس امتحان گاہ کا موازنہ اقبالؒ کی زبان سے سنو۔ ؎

ہر کہ پیماں باھوالموجود بست   گردنش از بند ہر معبود رُست

جس کسی نے اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا تمام معبودوں کی بند سے گردن چھڑالی۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ ؎

مومن از عشق است وعشق از مومن است
عشق را ناممکن' ناممکن است

مومن عشق سے ہے اور عشق کا وجود مومن سے ہے۔ ہمارے نزدیک جو ناممکن ہیں وہ عشق کے نزدیک ممکن ہیں۔ عشق کی تعریف کے بعد فرماتے ہیں۔ ؎

عقل در پیچاک اسباب وعلل   عشق چوگاں باز میدانِ عمل

عقل اسباب اور علتوں کے گورکھ دھندے میں پھنسی ہوئی ہے اور مکاری کا جال بچھاتی ہے عشق میدانِ عمل میں علتوں اور اسبابوں سے واسطہ منقطع کرکے چوگان کھیلتا ہے۔ ؎

عقل را سرمایہ از بیم وشک است   عشق را عزم ویقین لاینفک است

یعنی عقل کا سرمایہ شک اور خوف ہے عشق کا سرمایہ ارادہ اور یقین نہ مٹنے والا ہے۔

آں کند تعمیر تا ویراں کند   ایں کند ویراں کہ آباد آں کند

عقل تعمیر کرتی ہے لیکن نتیجہ بربادی ہے عشق کا برباد کرنا بھی آبادی کا سبب ہے۔

عقل محکم از لباسِ چون و چند　　　عشق عریاں از لباسِ چون و چند

عقل کا استحکام چون اور چند پر ہے۔ عشق چون اور چند کے لباس سے عُریاں ہے

؎ عقل گوید شاد شو آباد شو　　　عشق گوید بندہ شو آزاد شو

عقل کہتی ہے خوش رہو آباد رہو عشق کہتا ہے محبوب کا بندہ بنو اور آزاد ہو جاؤ۔

؎ آں نہ شنیدی کہ ہنگام نبرد　　　عشق با عقل ہوس پرور چہ کرد

وہ تُو نے سنا نہیں کہ واقعہ کارزارِ کربلا میں عشق نے عقلِ ہوس پرور کے ساتھ کیا سلوک کیا اور عشق نے ہر بات میں عقل کو مات دے کر حیلہ، فریب، مکر اور تاویل کو نہ چلنے دیا۔

؎ آں امامِ عاشقاں پسرِ بتولؓ　　　سروِ آزاد دبستانِ رسولؐ

وہ عاشقوں کے امام حضرتِ فاطمہؓ کے صاحبزادے، باغِ رسولؐ کے آزاد سرو۔

؎ اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر　　　یعنی ذبح عظیم آمد پسر

اللہ اللہ بائے بسم اللہ کی (ب) باپ تھے یعنی حضرتِ اسماعیل علیہ السّلام کو جو قربانی کے لئے پیش کئے گئے تھے لیکن بیٹے کی عظیم قربانی قبول ہوئی۔

؎ عزم او چوں کوہساراں استوار　　　پائیدار و تند سیر و کامگار

ان کا ارادہ مثل پہاڑوں کے مضبوط، پائیدار، نہایت پختہ اور مقصد ور یہ ہے نمونہ قوی القلب اور مستحکم الایمان اور جرأت کا۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ؕ

وہ جسے چاہتا ہے عزّت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلّت دیتا ہے، اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جرأت حضرت ابراہیم علیہ السّلام: دوسرا واقعہ جرأت کا سنو اور سبق آموزی

کرو۔ نمرود کی خدائی جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے مٹانی شروع کر دی تو وہ بے حد مشتعل ہوا اور آپے سے باہر ہو گیا اور تجویز کیا کہ آپؑ کو آگ میں جلا دیا جائے۔ کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کر کے آگ لگائی گئی۔ اب فکر دامنگیر ہوئی کہ ان کو آگ میں کس طرح ڈالا جائے جس کے شعلے کی لپٹ دُور دُور تک جا رہی تھی۔ شیطان نے فوراً انسانی جسم میں ظاہر ہو کر بتلایا کہ جھولا بنا کر بذریعہ جھوٹا آپؑ کو آگ میں ڈال دیا جائے اس تجویز پر عمل کرنے کی تیاری کی گئی اور آپؑ کو جھولے میں بٹھا کر جھوٹا دیا گیا اس کیفیت اور حالت کو دیکھ کر تمام مَلاء الاعلیٰ میں شور وواویلا شروع ہو گیا۔ چونکہ خِلّت یعنی دوستی سے نواز گیا تھا۔ اس بے نیاز ذات پاک کو دیکھو کہ کیا ارشاد ہوتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو حکم ہوتا ہے جاؤ پوچھو اگر بچنا چاہتے ہو ہم اب بھی بچالیں۔ جس وقت جھوٹا آگ کے نزدیک پہونچ چکا حضرت جبرئیل علیہ السّلام حاضر ہو کر فرماتے ہیں کہ آپ خداوند تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ آپ کو آگ سے بچالیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا استقلال ہمت و جرأت دیکھو دریافت فرماتے ہیں۔ کیا خداوند تعالیٰ ہمیں نہیں دیکھ رہے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے کہا ہاں دیکھ رہے ہیں۔ تو فرمایا اگر ان کی مرضی یہی ہے کہ میں جل جاؤں تو جلنے سے محفوظ رہنا نہیں چاہتا پھر کیا تھا حکم ہوا۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○

ترجمہ۔ (اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی حضرت ابراہیمؑ پر ہو جا۔) وہی آگ گلزار بن گئی۔ یہ نتیجہ ہے جرأت مستحکم الاعلیٰ کا عقلی تاویلات وغیرہ سب ختم ہے

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق　　عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

پھر فرمایا قرآن پاک میں ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ

ترجمہ:۔ (جب ابراہیم علیہ السّلام کی ایسے امور کے ذریعہ آزمائش کی جا چکی اور ان کو پورا پایا تو فرمایا۔)

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

ترجمہ:۔ (میں تجھے لوگوں کے لئے ضرور پیشوا بنانیوالا ہوں۔)

اب خیال کیجئے جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام اس طرح نوازے گئے اور ان کا رُخ سوائے باری تعالیٰ کے کسی طرف نہ تھا۔ مگر فطرتِ انسانی دیکھو اور جذبۂ پدری دیکھو۔ عرض کیا۔

قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ

ترجمہ:۔ (کہا کہ اور میری اولاد) ارشاد ہوا کہ

قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

ترجمہ:۔ (یعنی فرمایا میرا وعدہ ظالموں کے لیئے نہیں ہے۔ صرف وہ مستفیض ہوں گے جو تیری پیروی کرتے ہوں گے جنہوں نے تیری پیروی نہ کی ظالموں میں داخل ہو گئے۔)

وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

ترجمہ:۔ (اللہ تعالیٰ جسے چاہیں سیدھے راستے کی ہدایت فرمائیں)

<u>فقیری میں تقلید</u>: ہمارے حضرت دادا قبلہ و کعبہ قدس سرہُ العزیز کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے دُنیا سنواری دین بھی سنوار لیا' جس نے دُنیا بگاڑی دین بھی بگاڑ لیا' اس لئے کہ دونوں ایک ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ علماء ظاہر سے دنیا کو اتنا نقصان نہیں جتنا کہ نافہم درویشوں اور مصنوعی فقیروں سے۔

جب ہم نصیر آباد میں تھے ایک درویش ہم سے ملنے کے لیے آئے جو ایک خوبصورت ساڑھی پہنے ہوئے گوٹے کی ٹوپی اوڑھے ہوئے اور کامدار جوتا پہنے ہوئے تھے۔ نوجوان خوبصورت آدمی تھے اور پڑھے لکھے بھی تھے۔ ہم نے دریافت کیا کہ آپ کا سلسلہ کہاں سے ہے تو کہنے لگے رامپور شریف سے ہے۔ ہماری گدی کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ ہم نے دریافت کیا کہ آپ کے شیخ بھی اس لباس میں رہتے ہیں یا تمھیں اس کے پہننے کا حکم دیا ہے۔ کہنے لگے نہیں۔ حضرت! یہ سب میری خود آرائی ہے۔ کبھی کوٹ کبھی پتلون کبھی ایسا کبھی اور طرح کا۔ ہم خاموش ہو رہے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے کسی کتاب کا حوالہ دیکر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا یہ قول کہ ''قال چہ مقال چہ' ہجر چہ وصال چہ' پیش کر کے ہم سے مطلب پوچھا ہم نے کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر سوال کیا۔ ہم خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پھر ہم سے دریافت کیا۔ ہم نے کہا کہ یہ آپ نے کیا چہ چہ مچا رکھی ہے۔ اس سے آپ کو کیا فائدہ۔ کوئی کام کی بات دریافت کرو۔ پھر ہم نے کہا فقیری چند رموز و نکات معلوم کر لینے کا نام نہیں ہے۔ اور چند شطحیات بزرگوں کے کہتے پھرنا بھی درویشی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فقیری اور درویشی کسی اور چیز کا نام ہے۔ اصلاحِ نفس اور دوسروں کے لئے نمونہ بننا ضروری ہے اور یہ بغیر فنائیت کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ باطن کی کیفیات کو تو ہر شخص نہیں دیکھ سکتا۔ ظاہری طرز، روش، رفتار و گفتار تو شیخ کی سی اختیار کی جاوے تا کہ ہر عامی اور جاہل بھی سمجھ سکے۔ فقیری میں تقلید بڑی ضروری اور لازمی چیز ہے۔ بغیر اس کے کچھ نہیں بنتا۔

صحبت کا اثر

حضرت قبلہ عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمہیں شیخ سعدیؒ کی ایک نظم سناتے ہیں غور سے سنو اور فائدہ اٹھاؤ۔

گلِ خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوب بدستم
بدو گفتم کہ مشکے یا عنبری کہ خوشبوئے تو دل آویز و مستم
بگفتہ من گلِ ناچیز بُودم ولے من مُدّتے یا گل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہمچناں خاکم کہ ہستم

فرمایا یہی حال ہمارا ہے یہ کسی کی جوتیوں کا طفیل ہے۔ یہ کسی کی صحبت کا شرف ہے۔ یہ کسی کے لطف و کرم کا نمونہ ہے۔ یہ کسی کی شفقت و عنایت کا کرشمہ ہے یہ نظم ہمارے حسب حال ہے۔ ہمیں بہت پسند ہے حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں کہ حمام کی خوشبو دار مٹی یعنی کھلی جسے مل کر نہاتے ہیں ایک روز میرے محبوب کے ذریعہ سے مجھ تک پہنچی میں نے اس سے دریافت کیا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری دل کو لُبھانے والی خُوشبو سے میں مست ہو رہا ہوں۔ جواب دیا کہ میں ایک ناچیز مٹی ہوں لیکن ایک مدّت تک پھول کے ساتھ رہی ہوں۔ ہمنشین کی خُوشبو مجھ میں اثر کر گئی وگرنہ میں تو وہی پہلے والی مٹی ہوں۔

اب ذرا غور کرو ہم ایک گنہگار آدمی ہیں ایک ناچیز شخص ہیں ہماری ذات میں جو کچھ پایا جاتا ہے۔ لوگ ہمیں جو کچھ سمجھتے ہیں ہم سے مخلوق کی جو کچھ خدمت ہو رہی ہے۔ لوگوں کی وابستگی جو کچھ ہمارے ساتھ ہے یہ سب ''مدّتے یا گل نشستم کا نتیجہ ہے'' یہ سب ''جمال ہمنشیں درمن اثر کرد'' کا کرشمہ ہے ورنہ ہم تو آج بھی ''وگرنہ ہمچناں خاکم کہ ہستم'' کے مصداق

ہیں۔ یہ نسبت کا صدقہ ہے اور فنائیت کا تصدّق ہے۔ یہ اس شاہراہ پر چلنے کا نتیجہ ہے جو قُربِ ایزدی جلّ شانہ، کی طرف جاتی ہے جو مدارجِ عروج کی شاہراہ ہے۔ منازلِ ظلمانی اور مناسکِ نورانی کے قطع ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ دل کی بیداری، چشمِ نگراں کا حصول ہے۔

<u>طالب شیخ کامل</u>: لیکن سنو! ان منازل کا طے کرنا اور ان مدارج پر عروج کرنا شیخ کامل مکمل راہ داں، دراہ بیں اور راہ نما کی توجّہ اور تصرّف سے وابستہ ہے۔ اور جس کی نظر امراضِ قلبی کو شفا بخشنے والی اور اس کی توجّہ ناپسندیدہ حرکات اور بداخلاقی کو دُور کرنے والی ہو۔ پس طالب کو چاہیئے کہ اوّل شیخ کامل کی طلب کرے فضل خداوندیؐ سے اگر شیخ کامل مِل جائے تو شیخ معروف کو نعمت عظمیٰ تصوّر کرکے اپنے آپ کو اس کا غلام بنادے اور ہمہ تن اس کے تصرّف کے تابع ہو جائے۔

شیخ الاسلام ہرمریؒ فرماتے ہیں کہ ''الٰہیٰ یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پالیا۔'' اور جب تک ان کو نہ پہچانا تجھ کو نہ پایا۔'' اپنے اختیار کو کُلّی طور پر شیخ کے اختیار میں گم کردے۔ اور اپنے آپ کو تمام مرادوں اور آرزؤں سے خالی کر کے کمر ہمّت کو اس کی خدمت میں باندھے اور جو شیخ اس کو بتائے یا تعلیم کرے اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جان کر اس کو بجالانے کے لیے دل و جان سے کوشش کرے شیخ متقدا اگر اس کی استعداد ذکر سمجھے گا تو اس کو حکم دے گا۔ توّجہ اور مراقبہ کے لئے مناسب تصوّر کرے گا تو اس طرف اشارہ کرے گا۔ اگر صرف محبّت کو کافی تصور کریگا اور مناسب سمجھے گا تو اس کا امر کرے گا۔

<u>محبّتِ شیخ</u>: غرض شیخ کی محبّت حاصل ہونے کے بعد شرائطِ راہ میں کسی شرط کی

فکر کرنے کی حاجت نہیں ہے جو کچھ طالب کے حال کے موافق ہوگا فرمادیا جائیگا۔ راہِ سلوک کے طے کرانے میں بزرگوں کی روحانیت کو بہت دخل ہے انھیں وسیلہ بنانا پڑتا ہے۔ کیونکہ عادتِ الٰہیؒ اسی طرح ہے۔ بغیر شیخ کے تصرّف اور توجہ کے کچھ نہیں بنتا۔

اصحابِ باطن: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے حضرت قبلہ وکعبہ مولائی مُرشدی آرام فرمارہے تھے۔ ایک صاحب نے کچھ اعتراض کیا حضرت جوش میں آکر بیٹھ گئے اور آنکھیں سُرخ ہوگئیں (جوش میں اکثر ایسا ہوتا ہے) فرمانے لگے ہاں جس کے سر پر یہ جوتیاں پہنچ جائیں گی۔ دنیا اس کی عزّت کرے گی۔ حضرت نے اپنی توجّہ اور تصرّف کو ان الفاظ میں ادا فرمایا جس کا کرشمہ ہم آج دیکھ رہے ہیں۔ کما قال عارف رومیؒ۔

خاصانِ خداؐ خداؐ نہ باشند لیکن از خداؐ جدا نہ باشند

خاصانِ خداؐ خداؐ نہیں ہوتے لیکن خداؐ سے جدُا بھی نہیں ہوتے۔

یہ شاہراہ جو ہم نے تم کو بتلائی ہے اصحابِ باطن کی ہے۔ اولیاء اللہؒ کی ہے علمائے راسخین کی ہے۔ اور یہ مذہب کا عملی پہلو ہے۔ یہی فقیری ہے۔ علمائے ظاہر اور صوفیا کے منصب کا اظہار ہم حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی تحقیق کی روشنی میں کرتے ہیں۔

علماء ظاہر اور مشائخ احکام شرع میں برابر ہیں۔ احکامِ شرع کے ثابت کرنے میں معتبر کتاب وسُنّت ہے اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماعِ امّت بھی حقیقت ہے۔ احکام جو کہ مثبت ہیں ان چار شرعی دلیلوں کے سوا کوئی ایسی دلیل احکام ظاہر کے لیے نہیں جو ثابت کرسکے۔ الہام حلّت اور حُرمت کو ثابت نہیں کرتا اور باطن والوں کا کشف فرض اور سنّت کو ثابت نہیں کرتا۔ ولایت

خاصہ والے لوگ اور عام مومنین مجتہدوں کی تقلید میں برابر ہیں۔ ان کے کشف والہام ان کو زیادتی نہیں بخشتے اور تقلید سے باہر نہیں نکالتے۔

حضرت ذوالنونؒ اور حضرت بُسطامیؒ، حضرت جُنیدؒ اور حضرت شبلیؒ زید، بکر، عمر اور خالد کے ساتھ جو عوام مومنین میں سے ہیں۔ احکام اجتہادیہ۔ مجتہدوں کی تقلید کرنے میں مساوی اور برابر ہیں۔ ہاں ان بزرگواروں کی زیادتی اور امور میں ہے۔ کشف و مشاہدات کے صاحبِ تجلّیات اور انوار کے مالک یہی لوگ ہیں جنہوں نے محبوب حقیقی کی محبت کے غلبہ کے باعث ماسوائے اللہؐ سے تعلق دور کرلیا اور غیر اور غیریت کی دید و دانش سے آزاد ہوگئے ہیں۔ اگر ان کو کچھ حاصل ہے تو قربِ حق تعالیٰ حاصل ہے۔ اور اگر واصل ہیں تو حق تعالیٰ کی صفات کے ساتھ واصل ہیں۔ عالم میں رہ کر بے عالم ہیں اور باخود ہوکر بے خود ہیں۔ اگر جیتے ہیں تو اُس کے لئے اگر مرتے ہیں تو اسکے لیے اُسی کی محبت کے غلبے کے باعث عالم کے ہر ایک ذرہ کے آئینہ میں محبوب اور مطلوب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ہر ذرہ کو اس کے تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کا منبع معلوم کرتے ہیں۔ ان کے حالوں کا کیا حال بیان کیا جائے جو بے نشان ہیں ان کا پہلا قدم ماسوا کا نشان ہے۔ ان کے دوسرے قدم کی نسبت کیا کہا جائے کہ انفس و آفاق سے باہر ہے ان کا الہام سچا اور درست ہے۔ ان کے اکابر علوم واسرار کو بلا واسطہ اصل سے اخذ کرتے ہیں۔ جس طرح مجتہد اپنی رائے اور اجتہاد کا تابع ہے۔ یہ لوگ بھی معارف اور توحید میں اپنی فراست اور الہام کے تابع ہیں۔

علمِ لدُنی : حضرت خواجہ محمد پارسا قدُس سرہُ العزیز فرماتے ہیں کہ علمِ لدُنی کے فیضان میں حضرت خضرؑ کی روحانیت کا واسطہ ہے۔ بظاہر یہ بات ابتداء

اور متوسط حال کے مناسب ہوگی۔ کیونکہ منتہی کا معاملہ اور ہے جیسے کشف صریح اس پر شاہد ہے۔ پس معلوم ہُوا کہ علوم و معارف احکامِ شریعہ کے ماسوا ہیں جن کے ساتھ اہل اللہؒ مخصوص ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ خواص اہل اللہؒ حق تعالیٰ کی ذات وصفات افعال و معارف میں بعض ایسے اسرار اور حقائق کو سمجھ لیں جن پر بظاہر شریعت ساکت ہے۔ حرکات وسکنات میں حق تعالیٰ کا اِذن یا عدم اِذن معلوم کرلیں اور مرضی یعنی پسندیدہ اور غیر مرضی یعنی ناپسندیدہ کو جان لیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض کا ادا کرنا ناپسند معلوم ہوتا ہے اور ان کے ترک کرنے کا اِذن پالیتے ہیں کبھی نیند کو بیداری سے بہتر سمجھتے ہیں۔ احکامِ شریعہ اپنے اپنے اوقات پر موقوف ہیں۔ احکام الٰہیؒ ہر وقت ثابت ہیں۔ قس علیٰ ہذا۔

؎ تیری مسجد میں واعظ خاص ہیں اوقات رحمت کے
ہمارے میکدے میں رات دِن رحمت برستی ہے

اس فرق کو معلوم کرتے ہوئے اس روشنی میں حضرت مرشدی ومولائی قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز کے اس ارشاد کو ملاحظہ فرمایئے۔ فقیر کا ایک دن کا منڈا ہُوا عالم ظاہر سے بہتر ہے۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا ؎

لائق دوست نبود ہر سرے بارِ عیسیٰؑ نکشد ہر خرے

دوست کے لائق ہر سر نہیں ہوتا۔ ہر گدھا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی سواری کا نہیں ہوتا۔

"وسیلہ"

لفظ وسیلہ عربی زبان میں مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً امام حضرت راغبؒ سے اس کے معنی اَلتَّوَصُّلُ اِلَی الشَّیْءِ بِہٖ رَغْبَۃً یعنی رغبت کے ساتھ کسی چیز تک پہنچنا۔ لسان العرب میں وسیلہ کے معنی مرتبہ، درجہ اور قربت کے ہیں وَعَمِلَ فُلَانٌ اِلَی اللّٰہِ وَسِیْلَۃِ یعنی ایسا عمل کیا جس کیساتھ اسکا قرب حاصل کیا گیا اور وسیلہ کے معنی پہنچنے اور قرب کے بھی ہیں اور حدیث شریف میں دُعائے اذان میں آتِ مُحَمَّدِنِ الْوَسِیْلَۃَ یعنی لائے ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو وسیلہ ابن جریر نے فرمایا۔

اُطْلُبُوا الْقُرْبَۃَ عِنْدَہٗ یعنی اس کا قرب مانگو۔ ان تمام معنی ومطالب سے یہی واضح ہوتا ہے کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیئے کوئی ذریعہ اختیار کرو اور وہ ذریعہ یقیناً پیر ہے۔ اس راہبر کو پیرِ طریقت کہتے ہیں اور یہ بغیر قیامِ نسبت کے ممکن نہیں۔ نسبت کے لئے محبّت لازمی ہے اس لئے مندرجہ بالا آیات اس کی مصداق ہوں گی کہ ہم کسی نسبتی بزرگ کا دامن پکڑ لیں۔

روایت: حضرتِ عمرؓ سے روایت ہے کہ بارش کی دُعا کیلیۓ جناب حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا۔ مخصوص احکامات اکثر عمومیت رکھتے ہیں۔ دُرِ منشور میں حضرت سیوطیؒ نے صادقین سے مراد جناب حضرت علیؑ کے لیے ہیں اور پیرانِ طریقت حضرت علیؑ کے پیرو ہیں۔

ہم نے تمھاری خاطر اس مسئلہ پر از روئے قرآن اور احادیث آثار صحابہؓ واقوال بزرگانِ دین سے روشنی ڈالی ہے۔ ورنہ ہمارے لئے تو سراج السالکین حضرت فخر العارفین قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز مورد نسبت کا ارشاد گرامی کافی ووافی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے راستے کے سب جھاڑ جھنکاڑ صاف

کر دیئے ہیں۔ چلے آؤ ہمارے پیچھے، چلے آؤ ہمارے پیچھے۔

کیفیت: یہ ایک قلبی کیفیت ہے جس کا اظہار الفاظ و معنی میں نہیں سما سکتا۔ جو لوگ اس نکتہ سے آگاہ ہیں اس پر عامل ہیں خداوند جلّ و علیٰ کی رحمت اور تاجدار مدینہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مستفیض ہو چکے ہیں وہ خوب واقف ہیں اس سے زیادہ اظہار مناسب نہیں خوب فرمایا مولانا رومؒ نے۔

تن زجاں و جاں زتن مستور نیست

لیک کس رادیدِ جان دستور نیست

اور قرآن پاک میں مجاہدہ اور ریاضت کی تحریص اسی نسبت کے لئے ہے اور یہی ذریعۂ فلاح ہے اور ہمارے لئے کافی ہے وما علینا الاّ البلاغ۔

مسئلہ بیعت

حضرت قبلہ نے مسئلہ بیعت پر روشنی ڈالی کہ اسلام میں اس کی کیا اصلیت ہے اور یہ کہاں تک ضروری ہے اور اس کی کیا غرض ہے حضرت قبلہ نے سب سے پہلے چھبیسویں پارہ حٰمٓ کی سورۃ الفتح تلاوت فرمائی جس کے پہلے رکوع میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۠

ترجمہ:۔ یعنی وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ جلّ شانہٗ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر جو کوئی عہد توڑتا ہے وہ اپنی جان کے نقصان کے لیے عہد توڑتا ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے خدا سے عہد کیا ہے پورا کرتا ہے تو وہ اسے عنقریب اجرِ عظیم دے گا۔

بیعتِ رضوان: یُبَایِعُوْنَ جس کے معنی بیچنا، فروخت کرنا بلکہ بیع اور شراء خرید و فروخت دونوں پر بولا جاتا ہے۔ بایع الخلیفہ کے معنی خلیفہ کے لیے طاعت کرنے کا عہد کرنا ہے۔ یہاں جس کا بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت الرضوان ہے جو حدیبیہ میں درخت کے نیچے ہوئی۔ یہ بیعت اس بات کی تھی کہ حضور اکرم کی محبت کو نہ چھوڑیں گے۔ گو موت بھی قبول کرنی پڑے یا یہ کہ قریش سے بھاگیں گے نہیں۔ اور آیت شریفہ کے نزول سے پہلے یہ بیعت ہو چکی تھی یہاں فرمایا کہ بدل طاعت کا عہد تجھ سے نہیں اللہ سے ہے۔ گویا اصل اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں واسطہ ہیں جیسا کہ فرمایا۔

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ

ترجمہ:۔ جس نے رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت کی پس اس نے اللہ جل شانہٗ کی اطاعت کی۔

یَدُاللّٰہِ کے معنی ابن جریر نے دو طرح کیے ہیں۔ ایک یہ کہ بیعت کے وقت اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا۔ یعنی وہ نبی کریمؐ سے بیعت کر کے گویا اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے تھے۔ دوسرے یَدُ سے مراد قوّت ہے یعنی یہ کہ نصرت رسول اکرمؐ میں اللہ تعالیٰ کی طاقت ان کی طاقتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ بیعت اسی ہاتھ پر کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے جسم لازم نہیں آتا۔ بلکہ یہ صرف کنایہ ہے۔ مفردات راغب میں اولیاء اللہؒ کو یَدُ اللہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ رسول کریمؐ کا ہاتھ اوپر تھا۔ اس لئے فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ فرمایا اس لئے کہ اس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔ حدیث:۔

لَا یَزَالُ الۡعَبۡدُ یَتَقَرَّبُ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحۡبَبۡتُہٗ کُنۡتُ سَمۡعَ الَّذِیۡ یَسۡمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیۡ یُبۡصِرُہٗ۔ وَیَدَہُ الَّذِیۡ یَبۡطِشُ بِہٖ ۝

ترجمہ:۔ یعنی بندہ جب نوافل کے ذریعہ سے میرا تقرب حاصل کر لیتا ہے۔ تو میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اور میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ (بخاری شریف)

پھر سورہ فتح رکوع ۲ سے تلاوت فرمائی۔ لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡهِمۡ وَاَثَابَهُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا ۝

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے

بیعت کر رہے تھے۔ اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ پس ان پر تسکین نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت فرمائی۔

یہ بیعت ایک خاص غرض کے لئے تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اطمینان خاطر حاصل ہوگیا۔ اور ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سَکِینَت ہوئی دل مضبوط ہوگئے۔ خوف وحزن جاتا رہا۔

اب ذرا خیال کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر بیعت لینا حالانکہ وہ نہ صرف سچّے دل سے مسلمان تھے۔ بلکہ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ نذر کر چکے تھے۔ اور بارہا اپنی جانیں اور مال اور سر بھی خدا کی راہ میں پیش کر چکے تھے۔ بتاتا ہے کہ بعض اوقات خاص ضرورت سے بیعت کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لی گئی۔ سورۂ توبہ رکوع ۱۴ میں ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض میں ان کیلئے بہشت تیار کی ہے۔ اور آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ ؕ

یعنی سودا ہے سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے۔ خوش ہو جاؤ۔

وَذٰلِکَ ھُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ؕ

اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

حدیث شریف : قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ بَایِعُوۡنِیۡ اَنۡ تُشۡرِکُوۡا بِاللّٰہِ

شَیْأً وَّلَا تُسْرِفُوْ اوَ لَا تَزِنُوْ اوَلَا تَقْتِلُوْ اوْ لَادِ کُمْ وَلَا تَالُوْ بُھْتَانٍ وَّتَفْتَرُوْ ابَیْنَ اَیْدِ یْکُمْ وَارْحمُکُمْ وَلَا تَعْصُوْ فِیْ مَعْرُوْفٍ اوْفِ، مِنْکُمْ حَاجِزَہٖ عَلَی اللّٰہِ وَعَنْ عَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْاءً تَعُوْ قَبُ فِی الدُّنْیَافَھُوَکَفَارَتُ لَہٗ وَمَنْ عَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ لَمْ لِیَفْتَرَ اللّٰہَ لَھُوَاِلَی اللّٰہِ وَمَنْ شَاءَاَنْ عَنْہُ وَمَنْ شَاءَعًا فِتَیْنٍ ۝

ترجمہ :۔ یعنی حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے اس بات کی بیعت کرو یعنی اس بات کا عہد کرو کہ خداؑ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے ۔ نہ چوری کرو گے نہ زنا کرو گے ۔ نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے ۔ کسی پر بہتان نہ باندھو گے جس کو تم اپنے ہاتھ اور پیروں سے بناتے ہو۔ امر معروف میں خداؑ کی نافرمانی نہ کرو گے۔ پس تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کیا اس کا ثواب خداؑ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کا مرتکب ہوا۔ اس کو اس کی سزا دنیا میں مل گئی تو یہ سزا اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائیگی اور جس نے کسی فعل کا اس میں سے ارتکاب کیا اور خداؑ نے اس کے جرم کی پردہ پوشی کی تو یہ خداؑ کے حوالے ہے۔ وہ چاہے تو اس گناہ کو بخش دے یا اس کی سزا دے۔ (کتاب الایمان بخاری)

(''یہ ہیں وہ آیات اور حدیث جن میں بیعت کا ذکر ہے'')

اب اس مسئلہ پر اسلامی دنیا کا رواج دیکھو جو تواتر کی حد کو پہنچ گیا ہے۔ سب سے پہلی بیعت بعد وصال نبی کریم ﷺ بنی شقیقہ میں سیّد نا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دست مبارک پر حضرت عمر فاروقؓ نے کی بعد اس کے باقی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے اور یہ بیعت سیدنا مولانا حضرت علی کرم اللہ

وجہہ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السّلام اور ان سے حضرت امیر معاویہؓ پھر بنی اُمیہ سے بنی عباس میں منتقل ہوگئی ایک بعیت حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کی اور پھر اُنہی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اور پھر حضرت سیّدنا امام حُسینؑ نے اپنے والد بزرگوار سے۔ پھر حضرت زین العابدینؒ نے کی وقیس علیٰ ہذا جو آج تک چار خاندانوں چودہ خانوادوں میں مشہور چلی آرہی ہے۔ یہاں اس موقعہ کو ملحوظ رکھئے کہ جس کا بیان سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السّلام کے متعلق کیا گیا ہے۔ جب ثابت ہوگیا کہ بیع کے معنی فروختگی کے ہیں جس کا استوار ایک عہد کے ذریعہ کیا جاتا ہے یہ بیعت مختلف اغراض اور مختلف حالتوں میں کی جاتی ہے ایک بیعتِ ایمان، دوسری بیعتِ جہاد، تیسری بیعت تعلیم علم رُشد اور چوتھی بیعتِ اطاعت ہے۔

بیعتِ ایمان: بیعتِ ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا مصداق ہوجانا گذشتہ گناہوں سے توبہ۔ آئندہ کے لئے احتیاط سنِ بلوغ کو پہنچ کر شیخِ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کرنا۔ شرط ایمان اقرار ما بیعانی کا پورا کرنا۔ شیخ کامل کی شرط تصدیق بالقلب کا پورا کرنا ہے۔ گو ادنیٰ ہی درجہ کا حاصل ہو یہ دونوں شرائط ایمان پوری کرنا۔ مثلاً ایک بچہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اس کی پرورش مسلمانوں کے طریقے پر ماں باپ نے کی۔ قرآن پاک احادیث شریفہ اور فقیہوں کے احکام کے مطابق ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے نماز روزہ، تلاوت۔ عادات، خصلات، ادب، اخلاق سب کچھ سکھا دیا گیا سنِ شعور کو پہنچ کر اس کے دل میں طلبِ حق پیدا ہوئی یا تو پیر کامل گھر میں موجود ہے اس سے پوری ہوگئی یا باہر کے شیخ کامل کی طرف رجوع ہونا پڑا تاکہ

ایمان کا اقرار اور تصدیق ہو جائے اس کو کامل بیعتِ ایمان کہتے ہیں۔

طلبِ حق:۔ طلبِ حق پیدا ہونے سے مُراد ہے کہ روح جو عالم قدس کی یعنی انوار تجلّیات کے وطن کی چیز ہے، ظلمتوں اور کدورتوں سے گھبرا کر نور کی تلاش میں شغول ہوئی اس کی وجہ سے قلب میں جوش اور تڑپ پیدا ہوئی۔ رہبرِ کامل کی طرف رجوعیت شروع ہوئی۔ یہاں ایک نکتہ اور یاد رکھو۔ حُسن ایک بہتر چیز ہے یہ کسی عورت، لڑکا، جانور، زر اور مال وغیرہ میں پایا جاوے اس کو دیکھ کر انسان میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور اس چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ (سعی اور کوشش کرتا ہے۔ اپنے قبضہ اقتدار میں رکھنا چاہتا ہے۔) یہ نفس کی خواہش مجاز ہے لیکن جب روح میں ہیجان اور قلب تڑپ نور کی طرف ہوتی ہے تو یہ خود اس طرف کھنچتا ہے اور اسی میں جذب ہونا چاہتا ہے یہ حقیقت ہے کہ دونوں میں محبت ہی کی کارفرمائی ہے۔

بیعتِ اطاعت:۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ایک بیعتِ اطاعت ہے جو بفحوائے اولی الامر کی بیعتِ اطاعت میں داخل ہے۔ یہ اسلام اور غیر اسلام دونوں میں رائج ہے۔ ایک بیعت تعلیم علم رُشد ہے جس کا تذکرہ سورۂ کہف میں ہے۔ یہ ہے بیعت کی حقیقت اور اس کی غرض اب تم خود غور کر لو کہ ضروری ہے، لازمی ہے، فرض، واجب، سنّت یا مستحب ہے۔ ہم نے ان مسائل پر بہت غور خوض کیا ہے اور پھر کشفی حالتوں میں بھی معائنہ کیا ہے۔

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومیؒ کبھی پیچ و تابِ رازیؒ

بعض نے بیعتِ شریعت اور بیعتِ طریقت کی مختلف اقسام لکھی

ہیں۔ بیعتِ طریقت کو تین طرح پر بیان کیا ہے۔ بیعتِ توبہ، بیعتِ توکّل، اور بیعتِ ترکِ کسب اور ان کے فوائد علیٰحدہ علیٰحدہ بیان کیے ہیں لیکن ہماری تحقیق وہی ہے جو اوپر گزری۔

مسئلہ تجدیدِ بیعت:۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم نصیر آباد میں تھے تو ہمارے پاس امیر احمد اکبر پور والے پہنچے۔ دو چار روز قیام کیا۔ کچھ ہم سے سوالات کیے۔ ہم نے جوابات دیئے۔ آخر انھوں نے ہمارے ہاتھ پر توبہ کرلی۔ دو چار دن کے بعد ہمارے پاس سے چلے گئے جب اکبر پور واپس پہنچے تو ان کے پیر میاں شکور اللہ صاحب عثمان پوری بھی اکبر پور آگئے۔ انہوں نے یہ سنا کہ امیر احمد نے کسی دوسرے شخص سے بیعت کرلی ہے۔ جلسے میں بیٹھے ہوئے میاں شکور اللہ صاحب نے اس طرح تمہید کی کہ میاں آپ لوگ دور رہتے ہیں کسی کے بہکانے پھسلانے میں نہ آجانا کہ کوئی یونہی پھانس لے ایک صاحب بول اٹھے کہ امیر احمد نے کسی دوسری جگہ بیعت کرلی ہے۔ میاں صاحب بہت خفا ہوئے۔ امیر احمد کو بہت بُرا بھلا کہا اور ہمیں بھی مغلظات کا نشانہ بناتے رہے یہاں تک کہ امیر احمد صاحب ضبط نہ کرسکے اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ یہ واقعہ ہمیں بھی سنایا گیا۔ ہم نے کہا پیر صاحب بیکار خفا ہوئے۔ ہم تو اپنے مریدوں سے کہہ دیتے ہیں کہ اگر تمھاری تسکین ہمارے یہاں نہیں ہوئی ہے تو دوسری جگہ چلے جاؤ۔ ہم مطلقاً بُرا نہ مانیں گے۔ اور اسی طرح تمھارے ساتھ پیش آئیں گے۔

مکتوب حضرت مجدّد الف ثانیؒ: ہمیں ایک مکتوب حضرت مجدّد الف ثانیؒ کا یاد آیا کہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ باوجود حیات پیر اگر طلبِ حق کے واسطے کسی دوسرے پیر کے پاس جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے اس کا

جواب یہ تحریر فرمایا کہ مقصود اللہ تعالیٰ ہے اور پیر وسیلہ ہے غرض طلبِ حق کے لئے طالبِ خداؑ اپنی ہدایت کا راستہ دوسرے پیر کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی محبت میں اور خداؑ کی محبت میں یکسو پائے تو جائز ہے کہ زندگی پیر میں بغیر اس کی اجازت کے دوسرے پیر کے پاس چلا جائے اور طلبِ ہدایت کرے۔ مگر چاہیئے کہ پیرِ اوّل کا انکار نہ کرے۔ اور سوائے نیکی کے اس کو یاد نہ کرے۔

دورِ حاضر میں عام طور سے پیری مریدی رسمی ہے۔ اکثر پیر اپنے سے ہی خبردار نہیں ہوتے اور ایمان کو کفر سے جدا نہیں کرسکتے۔

آ گہی از خویشتن چوں نیست چنیں چہ خبردار داز چناں وچنیں

جب اپنے ہی حال سے آگاہی نہیں ہے تو دوسرے کے حالات سے کیا واقف ہوگا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ

ترجمہ: اے پروردگار ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ ہو جبکہ ہم ہدایت پاچکے اور سب کچھ بغیر تیری رحمت کے نہیں۔

قول الجمیل میں حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی سے تکرار بیعتِ رسول اکرم ﷺ ثابت ہے۔ یہ حضرات اپنے طمع نفسانی اور کسرِ شان کے خیال سے اپنے مریدوں کو غلط مسئلے بتاتے ہیں کہ سوائے ہمارے کسی اور کی طرف رجوع نہ کرنا تم ہمارے جھنڈے کے نیچے آچکے ہو اب دوسری جگہ بیعت نہیں ہوسکتے اگر ہوئے تو ہم تمھارا نام مریدوں کی فہرست سے کاٹ دینگے۔ اور تمھاری شفاعت بھی نہ کریں گے۔

ان باتوں میں کچھ اصلیت نہیں حضرت مجددؒ صاحب نے حضرت مظہر جانِ جاناں ومحبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضوان اللہ علیہم اجمعین

اکابرِ دین نے کئی کئی پیر کیے ہیں جب تک تصدیق نہ ہوجائے کوئی کامل الایمان نہیں ہوتا اور یہی مقصود ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ خداوند تعالیٰ جسے توفیق عطا فرمائیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی کے نزدیک علم باطن فرض ہے اور بیعت سنّتِ مؤکّدہ ہے۔

تصوّر

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا تصوّر صرف روئے مبارک کا کیا جاتا ہے۔ خواہ آنکھوں سے کیا جائے یا دماغ میں شبیہ کا خیال کیا جائے۔ ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے دُرست ہے۔ اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔ اور جناب ابوبکر صدیق ؓ کا کثرت سے نگاہ کرنا اور دیکھنا اِزدِیادِ محبّت کا سبب ہے۔ جب ہم ایک شے کو مفید پا چکے ہیں اور جملہ اولیاء اس پر عامل رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ کسی وسوسہ اور اعتراض پر غور کریں۔

اِن کا اعتراض ناسمجھی اور نادانی ہے مفید بات کیلئے چھوٹی سی سند کافی ہو جاتی ہے سوال سمجھنے کا نہیں عمل کا ہے۔ جو لوگ صرف سمجھنے اور سمجھانے کے درپے رہتے ہیں عمل سے کوسوں دور رہتے ہیں ہم ان کو سمجھائیں بھی تو کیا فائدہ انہیں سمجھانا بے سود ہے۔ یہ نہ ہمارے لئے فائدہ مند ہے اور نہ ان کے لئے مفید۔ تضیع اوقات کے سوا کچھ نہیں۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہیں گے جو عمل کرے گا۔ اس پر خود منکشف ہو جائے گا۔

اس روئے کتابی کا نقشہ ہے میرے دل میں
ایک ایک ورق جس کا تفسیر ہے قرآں کی

اس روئے کتابی کو قرآن سمجھتے ہیں۔ ان اہلِ معرفت کا ایمان نرالا ہے۔ محبت بڑھانے والے۔ شریعت کے معمولات اپنانے والے۔ اللہ جلّ جلالہٗ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی پر چلانے والے سب امور بہت زیادہ لازمی اور ضروری ہیں مگر محبت ہی سب سے زیادہ مفید چیز ہے۔

شعر

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم

جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

تصوّر اور محبت : حضرت قبلۂ عالم نے بخاری شریف کی یہ حدیث متواتر تلاوت فرمائی۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوْا اَحَبَّ اللّٰہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ o

یعنی کوئی شخص تم میں سے مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھ سے اپنے والدین اور اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔

اِس حدیث مبارک کے معنی اور مطالب پر جب غور و فکر کیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دل و دماغ میں محبت اِس قدر اثر پذیر نہ ہو جائے کہ سوائے محبوب کے کسی دوسرے کا خیال تک باقی نہ ہو اور خیال محبوب کو ہر شے پر فوقیت حاصل نہ ہو جائے۔ یہ کیفیت اور حالت اُس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر وقت ہر لحظہ کسی کے طرزِ گفتار، رفتار، طریق ادا کا تصوّر نہ کیا جائے اور اپنے کو اس میں مشغول نہ رکھا جائے۔ اِن تمام اعمال میں تصوّر پیش پیش ہوگا۔

غرض حدیث مذکورہ بالا کی تعمیل کے لئے تصوّر لازمی اور ضروری ہے بغیر اس کے ممکنات سے نہیں کہ اُسوۂ حسنہ حاصل ہو سکیں پھر تصوّر سے اِنکار فضول اور عبث ہے۔

غرض عادات و خصلاتِ رذیلہ ترک کرنے کا اور اوصافِ حمیدہ اختیار کرنے کا اِس کے سوا اور کوئی طریقہ و ذریعہ نہیں ہے غور کرو جب محبت کا

غلبہ ہوگا تو محبوب ہی محبوب نظر میں ہوگا۔ محبّ کی نظر میں..... سوائے محبوب کے کوئی نہ رہ جائے گا اور جب یہ کیفیت ہوگی تو رات دن محبّ کے خیال اور تصوّر میں محبوب ہوگا۔ اس کا تجربہ مجازاً تھوڑا بہت ہر شخص کو ہے۔ یہ ایک فطری چیز معقول ومقبول ہر طرح سے درست ہے۔

؎ سمایا ہے میری نظر میں تو ایسا
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

(اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَاسِوَاءِ الْمَحْبُوْبِ) اور حدیث شریف، مُوْتُوْ اقَبْلَ اَنْتَ مُوْتُوْا۔ اسی پر دال ہے کہ اپنے افعال، کردار، اخلاق قبیحہ کو یہاں تک ترک کرو کہ ان اخلاق وعادات پر موت طاری ہو جائے قطعی رفع ہو جائیں اور شائبہ تک نہ رہے اخلاق وخصلاتِ حَسَنہ ان کی جگہ متمکّن ہو جائیں جو خداؐ اور رسولؐ کے احکام کے ماتحت ہوں اس تعلیم کے لئے شیخ کامل، رہبر راہِ طریقت کی ضرورت ہے۔ شیخ کی توجہ اور مرید کی کوشش سے یہ جذبہ ابھرتا ہے اور اس کی تکمیل بغیر تصوّر کے ہو ہی نہیں سکتی۔

؎ آنکھ اُن سے کیا لڑی میری دُنیا بدل ہوگئی
اپنی نظر میں آپ ہی بیگانہ ہوگیا
میری دُنیا بدل دی جنبشِ ابروئے جاناں نے

نہ اپنا ہی رہا اپنا نہ اب بیگانہ، بیگانہ

<u>تصوّر اور نسبت:</u> اب ذرا سوچو کہ نصِ صریح کے اعتبار سے نسبتِ رسولؐ کے اعتبار سے تصوّر کس قدر ضروری کارِ خیر ہے۔ اصولِ فنا ہی کو لے لو یہ جو اصفیاء کے علاوہ علماء کے نزدیک بھی مسلمہ ہے۔ افعال وصفات تک تو ان کے نزدیک بھی درست ہے۔ افعال وصفات میں تغیّر تصوّر کے بغیر پیدا ہی نہیں

ہو سکتا۔ فنا کے لفظی معنی نفی خودی کے ہیں۔ اصطلاحِ تصوف میں فنا اُس مقام کا نام ہے جہاں سالک ماسواء سے اپنا رُخ پھیر کر اسے بالکل بھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی ہستی کا بھی احساس باقی نہیں رہتا۔ ماسوا اللہ کی ہستی سے ہٹ کر اللہ اللہ میں مست وبیخود اور اللہ ہی کا نور ظہور اس کی نظر میں رہتا ہے۔ یہ سب محبت کا کرشمہ ہے۔ بغیر محبت کوئی ان باتوں کی حقیقت کیا جانے خواہ عالِم ہی کیوں نہ ہو۔

نسبت اور فنائیت: بغیر تصور کے فنائیت میں قدم ہی نہیں رکھا جا سکتا۔ اس کی شاہراہ یہی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تصور سے نسبت، اور نسبت سے فنائیت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور سالک راہِ سلوک طے کر سکتا ہے۔ ورنہ ناممکن ہے۔ کہ کسی اور ذریعہ سے افعال وصفات میں تغیر واقع ہو اور کوئی تکلف باقی نہ رہے۔ جب تک دماغی تجزیہ سے یہ افعال سرزد ہوں گے دل کو بھی بہ تکلف پابند کرنا پڑے گا اور علماء ظاہر کی عبادات اسی پر محمول ہیں۔ لیکن جب دل کے مبتلا ہونے سے یہ افعال سرزد ہونگے بلا تکلف ہوں گے لُطف وسرور حاصل ہوگا۔ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ کی مصداق ہو جائے گا۔ اور حدیث لَا یُوْمِنُ احدکم کی کیفیت اس میں موجود ہوگی۔ اب وہ بہ صحیح معنوں میں مومن ہوگا۔

تصور اور راہِ سلوک: تصور دماغی کیفیات کے متوازن کرنے اور دل کو مُتاثِر کرنے کی ایک اعلےٰ ترکیب ہے۔ مشائخ رحمت اللہ علیہ کا یہی دستور اور عمل رہا ہے۔ اور اسی سے فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں، دل میں سوز وگداز پیدا ہوتا ہے جذبہ محبت، غلبہ پاکر باعثِ قیام نسبت ہو جاتا ہے، جیسا کہ فرمایا عارف رومی رحمت اللہ علیہ نے ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

تصور ہی باعثِ تصدیق ہوتا ہے جو عالمِ برزخ سے متعلق ہونے کا ذریعہ ہے۔ فنائیت شیخ کے لئے جہاں اعضاء وجوارح کو مقید کرنا پڑتا ہے وہاں دماغ اور دل کو بھی اسی طرف لگانا پڑتا ہے اور اسکا سب سے اچھا طریقہ تصوّر ہے۔ بہرحال جس ترکیب کو بھی اختیار کیا جائے گا۔ اسے تصور ہی کہا جائے گا۔ تصوّر اور تخیل سے خارج دماغ کا کوئی فعل ہی نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ط اس سے پورا ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تصور دماغی توازن درست کرنے کا نام ہے اور اس سے دلِ متکیف ہوکر قیام نسبت کا سبب بن جاتا ہے۔ صاحبانِ سلوک زیادہ تر ان ہی مشاغل سے کامیاب ہوتے ہیں۔

تصوّرِ شیخ: تصوّرِ شیخ بڑی ضروری چیز ہے۔ اسی کا نام مُراقبہ ہے بغیر اس کے نسبت کا قیام محال ہے۔ یہ مشکلات کی کلید ہے۔

مُبلغ

ارشاد عالی ہُوا انسان کو چاہیئے کہ پہلے خود مکمل بنے اور صلاحیت پیدا کرے بعد کو دوسروں کی طرف متوجہ ہو۔ جب تک ارشاد و تبلیغ کے مقام تک نہ پہنچے اور اس کی تکمیل نہ کرے دوسروں کو اس کی دعوت دینا گمراہی کے مترادف ہے۔ اس لیئے کہ ان احوال اور مقامات میں ہزار ہا خطرات پوشیدہ ہیں اور ہر منزل پر شکوک اور شبہات کا ایک دریا موجیں مار رہا ہے۔ خدا جانے کون کس گرداب میں پھنسا ہُوا ہے اور کس مقام کا اظہار کر رہا ہے۔ اس کے مقام اور حال تک عوام الناس کی دسترس محال ہے۔ بجائے فائدہ کے نقصان ہوسکتا ہے۔ نزول و عروج کے مسائل پر گفتگو کرنا تکمیل ہی کے بعد جائز ہے اور فائدہ مند ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی نے علمی حیثیت سے کسی مسئلہ پر عبور حاصل کر لیا ہو اور عملی حیثیت سے نابلد ہو اور اس شاہراہ کے نشیب و فراز سے واقف نہ ہو۔

آں خویش گم است کہ اور ہبری کند

یعنی جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کی دستگیری اور رہبری کیسے کر سکتا ہے۔

طلب صادق: اللہ تعالیٰ کا فضل اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا فیض اور بزرگانِ دین کا تصرف جب تک شاملِ حال نہ ہو اور طلبِ صادق نہ پیدا ہو جائے ان دشوار گزار راہوں سے گزرنا محال ہے اور تکمیل کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خوش نصیبی سے یہ باتیں اگر حاصل ہو جائیں تو غنیمت تصور کرے اور تکمیل کی کوشش کرے۔ ورنہ دستِ تاسف ملنا پڑتا ہے۔ اور زبانِ حال سے کہنا پڑتا ہے۔

در در بھٹک رہی ہے جسے کھو کے زندگی
اس رہبرِ حیات کو لائیں کہاں سے ہم

طریقہء تبلیغ: حضرت قبلہ عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارا طریقۂ تبلیغ بالکل سیدھا ہے اور نہایت صاف ہے جسے تم سب لوگ دیکھ رہے ہو۔ اِز دربارِ بصیرت کے لئے ہم اور روشنی ڈالتے ہیں۔

ہم آج تک کسی گروہ، کسی فرقہ یا کسی مذہب کی تکذیب کے درپے نہیں ہوئے ہمارا اصولِ تبلیغ تو اپنے مذہب اور سلسلہ کی صداقت کا اظہار کرنا ہے ہم اسی کو پسند کرتے ہیں دوسرے کی دل شکنی اور دل آزاری نہ ہم کو پسند نہ مفید کَمَا قَالَ اللّٰہ تَعَالیٰ فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ
اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ (سورۃ النحل رکوع ۲۲)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی باتوں سے بلاؤ اور ان کے ساتھ نہایت عمدہ طریقے سے بحث کرو۔

اللہ جل شانہٗ نے حضورِ اکرمؐ سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو دعوت دینے میں دو باتوں کو مدِ نظر رکھو (۱) جو کچھ لوگوں کو سمجھایا جائے وہ اس قدر مدلّل اور صاف ہو کہ لوگوں کو شک وشُبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور (۲) تمھارا طرزِ کلام نہایت نرم وملائم اور پسندیدہ ہو کہ جس سے سننے والے پر شاق نہ گزرے اور وہ بددل نہ ہو اور اگر درمیان میں بحث ومباحثہ اور سمجھنے سمجھانے کا موقع آجائے تو اس کا طریقہ بھی ایسا اختیار کیا جائے کہ جس سے دل گرفتگی اور بدمزگی پیدا نہ ہو ہار جیت کا خیال دل میں نہ آئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اوامر ونواہی پہنچا دیئے جائیں۔ تاکہ سننے والے کو اطمینانِ قلب اور سکون حاصل ہو جائے

ہم نے غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ عزت وتکریم کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیشہ ان فرائض کو انجام دیا ہے۔ اور مسلمانوں میں جب تک بنیادی اصول اور عقائد میں اختلاف نہ ہو۔ ہم کبھی گفتگو کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے اس لئے کہ فروعی مسائل کا اختلاف ہمارے نزدیک کچھ حیثیت نہیں رکھتا اور اس میں سوائے افتراق اور انتشار کے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔

اتحاد واتفاق: ارشادِ گرامی ہوا کہ مسلمانوں کا اتحاد اور اتفاق ہمارے نزدیک گراں بہا شے ہے اور اس کو معمولی معمولی باتوں میں ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ہم تمہیں ایک سہل سا قاعدہ ان مسائل کے متعلق بتلائے دیتے ہیں اگر تم نے غور سے اس پر توجہ دی تو بہت سے خدشوں اور کاوشوں سے بچ جاؤ گے۔

متفق علیہ مسائل جو سب کے نزدیک بالاتفاق جائز یا ناجائز ہیں وہ فرائض اور واجبات تک محدود ہیں۔ متنازعہ فیہ مسائل مستحبات میں پیش آتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ایک کی تفہیم و تفاہم کسی میں اوّلیت ثابت ہوتی ہو اور دوسرے کے لئے دوسرے میں ہم ناپسند کرتے ہیں کہ ایسے معاملہ میں کسی کی تردید کی جائے اور مسلمانوں میں افتراق پیدا کیا جائے۔ جس کے نزدیک جو قابلِ ترجیح ہے وہ عمل کرے۔

ہدایت: اہل سلسلہ کو تاکید فرمائی کہ تبلیغ کے متعلق ہم نے ایک اُصول اور معیار تم لوگوں کے لئے پیش کر دیا ہے جانچ تمہارے ذِمّہ ہے خصوصاً ان لوگوں کے لئے یہ بیان بہت مفید ہے جن کے سپرد تبلیغ کی ذمہ داری کر دی گئی ہے زیادہ کھول کر بیان کرنے سے فتنہ جاگ اُٹھے گا اور مسلمانوں میں افتراق پیدا ہو جائے گا ہم اسی کو کافی سمجھتے ہیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ،

عظمتِ تبلیغ: ارشاد عالی ہوا یوں تو ہم شب و روز جو کچھ بیان کرتے ہیں اور تم لوگوں کو سمجھاتے ہیں یہ سب باتیں تبلیغ ہی کے ضمن میں ہیں۔ لیکن آج ہم اس

کی عظمت واہمیت اور ضرورت پر مختصراً کچھ بیان کریں گے، سنئے۔

يَاَ يُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○

ترجمہ:۔ اے رسول کریم ﷺ جو کچھ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف اتارا گیا ہے پہنچا دے۔ اگر تو ایسا نہ کرے گا۔ تو تو نے ہمارا پیغام نہیں پہنچایا۔ اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔

خیال کرو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ تم اپنا فرض ادا کرو جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ لوگوں کو پہنچا دو اس کے نتیجہ میں اگر خدانخواستہ صعوبت اور تکلیف تم کو پہنچے گی اس کے ذمہ دار ہم ہیں تمہاری حفاظت کریں گے۔ اور اگر تم نے اس میں کمی کی تو سمجھ لو کہ تم نے ہمارا پیغام نہیں پہنچایا۔

غور کیا تم نے اس کی عظمت واہمیت اور ضرورت پر گویا بعثتِ رسالت تبلیغ ہی کی غرض سے ہے لفظ يَعْصِمُكَ عَصَمَ سے مشتق ہے جس کے معنی امساک، روک رکھنا یا منع کرنا یعنی بچانا ہے۔ امام راغبؒ آیت شریف وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عَصَمَةُ الْاَنْبِيَاءِ حِفْظُهٗ اِيَّاهُمْ اَوَّلًا بِمَا خَصَّهُمْ بِهٖ مِنْ صَفَاءِ الْجَوَاهِرِ ثُمَّ بِمَا اَوْلَاهُمْ مِنْ فَضَائِلِ الْجِسْمِيَّةِ وَالنَّفِيْسَةِ ثُمَّ بِالنُّصْرَةِ وَبِتَثْبِيْتِ اَقْدَامِهِمْ وَثُمَّ بِاِنْزَالِ السَّكِيْنَةِ عَلَيْهِمْ وَبِحِفْظِ قُلُوْبِهِمْ بِالتَّوْفِيْقِ۔

ترجمہ:۔ یعنی عصمتِ انبیاءؑ سے مُراد ان کا محفوظ رکھنا ہے اوّل تو اس جوہر کے

صفا پیدا کرنے سے جس سے انبیاءؑ کو مخصوص کیا گیا ہے یعنی وہ پیدائش ہی سے گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ پھر جسمانی و روحانی فضائل دینے سے پھر ان کو نصرت اور ثابت قدمی عطا فرمانے سے۔ پھر ان پر کیفیت نازل کرنے سے اور ان کے قلوب کی حفاظت سے اور ان کو توفیق عطا فرمانے سے۔

پس یَعۡصِمُكَ میں یہ باتیں داخل ہیں۔ رازی اور روح المعانی میں ایک قول اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ صدور ذنب (گناہ) سے محفوظ رکھے گا اور اس صورت میں مِنَ النَّاسِ سے مُراد ہے مِنۡ بَنۡدَہِ النَّاسِ یعنی لوگوں میں سے آپ کی اس پیغام رسانی کی وجہ سے گناہ کے صدور سے محفوظ رکھے گا اور یہ معنی بھی ہیں کہ لوگوں کے حملوں وغیرہ سے محفوظ رکھے گا۔ کسی کے استبداد و عداوت اور غلبہ کا خیال نہ کرتے ہوئے تمہارا کام پہنچا دینا ہے۔ مفسرین نے اور بھی معنی لئے ہیں لیکن حکم کی عمومیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم نے اس پر اکتفاء کیا ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ الجھنوں میں پڑنا کچھ مفید نہیں ہے۔ مسلمانوں کے لئے زیادہ بحث مباحثہ میں پڑنا اور ان کو شبہات اور شکوک میں ڈالنا نقصان دہ ہے یہ حکم اس قدر عام ہے۔ کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور ان کے پیروؤں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ دوسری بات وَلۡتَكُنۡ مِنۡكُمۡ بھی نیابتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ اور یہی ارشاد و تبلیغ ہے۔

مندرجہ بالا آیات بیّنات سے اس کی اہمیتِ وعظمت و فضیلت اور ضرورت ظاہر ہے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے تکمیل اور صلاحیت بھی اسی قدر ضروری ہے۔ خداوند تعالیٰ جس کو نصیب کریں اور اس مقام پر فائز کریں۔ زہے خوش نصیبی۔

قاعدہ کُلیّہ: اس کی اہلیت حاصل کرنے کے لئے ایک طریقہ ہے اور قاعدہ

مقرر ہے سورۃ والنازعات سپارہ عم کی اوّل میں مذکور ہیں اور تمام کمالوں کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہیں۔ گویا یہ قاعدہ ابجد کا حکم رکھتا ہے۔ تمام علموں کا سیکھنا بدُون اس قاعدہ کے ممکن نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ نفسِ انسان جب اپنی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتا ہے، خواہ اس کا تعلق علم سے ہو یا عمل سے، کاریگری ہو یا کوئی پیشہ، فائدہ والا ہو یا نقصان والا اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ مندرجہ ذیل پانچوں مرتبے طے کرے تو کمال حاصل ہو اور تکمیل کا درجہ نصیب ہو۔

پنج مراتب

توبہ اور مجاہدہ: مرتبہ اوّل یہ کہ اپنے کو ان چیزوں سے جو اس مقصد کے منافی ہیں دور رکھے اس کام کے لئے کوشش بلیغ کرنی پڑے گی چونکہ منافیات طبیعت میں داخل ہیں۔ میلان اسی طرف ہے شریعت اور عقل اس کے خلاف جاتی ہیں جب وہ شخص طبیعت کو مجبور کر کے دوسری طرف لگائے گا اس حالت کو زور سے کھینچنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا۔ انہیں معنوں پر دلالت کرتا ہے مجتہدین مجاہدین، علماء اور واعظین نے اس کے مختلف معنی لئے ہیں لیکن ہم اصفیاء اور اولیاء رحمتہ اللہ علیہم کے مسلک کو بیان کریں گے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ یہ حالت شہوات نفسانی کے سبب واقع ہوتی ہے۔ اہلِ سلوک اس کو توبہ اور مجاہدہ کہتے ہیں۔

ارادہ شوق وذوق: مرتبہ دوئم یہ کہ کثرتِ شغل سے اس چیز کے ساتھ اسے محبت ہو جاتی ہے۔ بے اختیار روی کا مشتاق رہتا ہے۔ خطرہ اور شک اس کے دل میں باقی نہیں رہتا۔ سب طرف سے توجہ ہٹا کر اسی شغل میں مشغول رہتا ہے۔

اس حالت کو نشاط سے تعبیر کیا ہے۔ وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا۔ اہلِ سلوک کی اصطلاح میں اگر حق تعالیٰ کی راہ میں ہے۔ تو ارادۂ شوق اور ذوق کہتے ہیں۔ مشکل کشائی اس راہ کی اسی ذریعہ سے ہے بغیر حاصل ہوئے پہلی صفت کے اس کی حقیقت کا دریافت کرنا ممکن نہیں ہے اس واسطے کہ یہ حالت بڑی محنت اور تکلیف سے حاصل ہوتی ہے۔

سیر احوال ومقامات: مرتبہ سوئم یہ ہے کہ مہارت تام اس شغل میں حاصل کرے اور بے رنج وتعب اور مشقت کے وہ کام اس سے انجام پاوے اور

ملکہ حاصل ہو جائے۔ اس حالت کو شناوری یا تیراکی کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس لئے کہ تیراک پانی میں بے تکلف تیرا کرتا ہے اور اہلِ سلوک اس حالت کو ''سیرِ احوال و مقامات کہتے ہیں کمال کا اوّل سرا اس حالت سے شروع ہوتا ہے، اس سے قبل سوائے طلب اور تلاش کے کچھ حاصل نہ تھا۔ یہاں سے حصول شروع ہوا وَ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا'' سے یہی مُراد ہے۔

طہران یا عروج: مرتبہ چہارم یہ ہے کہ اس کام میں برابر والوں سے آگے بڑھ جائے جو اوروں سے اس صنعت اور فن میں نہ ہو سکے۔ یہ شخص اسے سہولت اور آسانی سے انجام دے لے۔ یہ حالت سب سے اعلیٰ ہے اس کو سبقت کہتے ہیں۔ اصطلاح صوفیاء میں اس حالت کو طہران یا عروج کہتے ہیں۔ وَالسَّابِقَاتِ سَبۡقًا۔

تکمیل اور ارشاد: مرتبہ پنجم وہ ہے کہ کمال کی سب حدود کو طے کر کے تکمیل کے رتبہ کو پہنچے اس کام کا ماہر اور استاد ہو جائے اور دوسرے لوگ اس سے اپنی مشکلات حل کریں اور اس صورت میں بغیر صلاح و مشورہ اس شخص کے کام نہ کر سکیں۔

فَالۡمُدَبِّرَاتِ اَمۡرًا '' صوفیاء کی اصطلاع میں اس مرتبہ کو ''رجوع و نزول۔ دَعۡوَۃُ الۡخَلۡقِ اِلَی الۡحَقِّ مرتبہ تکمیل اور ارشاد کہتے ہیں۔

ارشاد و تبلیغ: مذکورہ بالا یہ پانچوں مرتبے ہر کام میں خیر ہو یا شر اور ہر حال میں جو امور نیک ہوں یا بد آدمی کو پیش آتے ہیں۔ بعض نفوس کم استعدادی سے یا پیش آجانے کی رکاوٹ اور خطرہ سے ان پانچوں مرتبوں کے حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور کوئی ایک یا دو تین یا چار مرتبے پر قناعت کرتے ہیں اور بعض توفیق الٰہی سے سب مرتبے طے کر کے مقتدا اور پیشوا ایک عالم کے ہو

جاتے ہیں اور بعضے برائی میں یکتا ہو کر ابلیس کے بھی استاد بن جاتے ہیں۔
خداوند تعالیٰ نے ان آیات کو قسم سے شروع کیا ہے تا کہ کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا قسم ہے اس جماعت کی جو کام کرتے ہیں کھینچتے ہیں اپنے آپ کو کام میں۔ سخت کھینچنا۔ یعنی ہر قسم کی سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ غَرْقًا کا لفظ اغراق کے معنوں میں لائے ہیں۔ جسطرح مصدر مجرد کو مزید کے مقام پر لاتے ہیں۔ جیسے ماہیّت بتاتا ہے۔ اغراق سخت کھینچنے کو کہتے ہیں۔ کمان کھینچنے سے نکالا گیا ہے۔ جب کمان کو خوب کھینچتے ہیں تیر کمان کے اندر ہو جاتا ہے گویا غرق ہو جاتا ہے۔
''وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا'' اور قسم ہے اس جماعت کی کہ شوق اور خوشی سے کام کرتے ہیں۔ ''وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا'' اور قسم ہے اس جماعت کی جو کام کرتے ہیں۔ تیرنے کیطرح تیرتے ہیں بے رنج ومشقت کام میں مشغول رہتے ہیں۔ ''فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا'' پھر قسم ہے انکی جو کام کرنیوالوں میں ان سے بڑھ جاتے ہیں۔ ''فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا'' پھر قسم ہے انکی جو تدبیر کرنیوالے ہیں اور سب کو تدبیر اور مشورہ دیتے ہیں۔
حضرات صوفیاء قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ ''وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا'' سے اہل سلوک کے دل مراد ہیں کہ اپنے نفوس امارہ کو جو خواہشوں میں غرق ہو گئے ہیں زور سے کھینچتے ہیں اور ''نٰشِطٰت'' سے درگاہِ الٰہیؒ میں پہنچنے کے مشتاق ہیں۔ روک وموانع عبادت ان کے نفسوں سے دور ہو گئے ہیں نہایت خوشی اور سرور سے عبادت میں مشغول ہیں سابحت سے دریائے معرفت میں تیرنے والونکے دل مراد ہیں کہ اس دریا میں خوض کرنا اور غوطہ لگانہ ثمرہ مجاہدہ کا ہے اور نتیجہ اس کوشش کا ان احوال اور مقامات پر پہنچ جاتا ہے۔ سابقات سے مراد

وہ دل ہیں جو اپنی مُراد کو پہنچ گئے ہیں یعنی سلوک کی راہ طے کر کے قرب اور وصال کے میدانوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں اور ''مُدَ بِّرَاتِ اَمْرًا'' سے کاملوں اور مکمّلوں کے دل مُراد ہیں کہ درگاہِ الٰہیؔ میں پہنچنے کے بعد صفاتِ الٰہیؔ سے متصّف ہوتے ہیں دَعْوَۃُ الْخَلْقَ اِلَی الْحَقّ کرتے ہیں اور نزول کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں یہ مقامِ محمودی ''ہدایت اور ارشاد و تبلیغ'' ہے۔(تفسیر عزیزی وَالنّٰزِعَاتِ)

نسبت

استفسار پر حضرت قبلہ علم نے ارشاد فرمایا کہ نسبت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے قیام سے تمام منازل طے ہو جاتی ہیں۔ یہی فقیری کا گُر اور تصوف کی جان ہے اور اس کو اللہ جل شانہٗ اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سند حاصل ہے اور وہ اٹل ہے۔ بزرگانِ دینؒ کے اقوال اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی یہی ثابت ہے۔ اور اسی پر عمل رہا ہے۔ ہماری یہی تحقیق ہے اور ہم کو یہی ثابت ہوا ہے اور ہمارا یہی فیصلہ ہے۔ ہم نے یہ بات جو تم کو بتائی ہے کسی دلیل اور براہین کی محتاج نہیں ہے قرن اولیٰ سے آج تک اس پر اس قدر عمل ہوا ہے کہ تواتر کی حد کو پہنچ گیا ہے سوائے فرائض معمولہ کے اس سے زائد کسی اور شئے پر عمل نہیں ہوا لیکن خیر تمہارے اطمینان خاطر کے لئے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتا ہوں۔

كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ سورہ توبہ رکوع ۱۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ٥

اے لوگوں جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ جو راستباز اور صادق تم میں پیدا ہوں ضرورت دینی کی طرف قوم کی رہنمائی کریں تو قوم کا ان کے ساتھ ہو جانا اس وقت کا سب سے اہم فرض ہے لفظ صادق کا اطلاق قول اور فعل دونوں پر ہوتا ہے۔ یعنی راستباز اور سچا کر دکھانے والا اور یہی معنی قرآن شریف سے استنباط ہوتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥

ترجمہ: (بے شک مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر شک نہیں کرتے اور اپنی جان اور مال سے مجاہدہ کرتے ہیں وہ صادقین ہیں۔)

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے عملی نتیجہ کا نام ''قیامِ نسبت'' ہے جب تک کسی کے ساتھ مناسبت حاصل نہ ہو ساتھ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اسی مناسبت کا دوسرا نام طریقت میں نسبت ہے۔ عقائد سے لے کر اعمال و کردار تک یہ عمل جاری و ساری ہے گو اس کی ابتداز بان سے شروع ہوتی ہے۔ پہلے دماغ مبتلا ہوتا ہے۔ لیکن انتہا دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اس لئے بزرگوں کا قول ہے کہ اس راہ کے چلنے والوں میں ہزاروں میں سے بعض کو تصدیق ہوتی ہے۔ مولانا رومؒ نے بھی اس مسئلے پر جس خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔ قابلِ داد اور توصیف ہے۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

یہ نسبت پیر سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہی نسبت تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتی ہے۔ اور آگے بڑھ کر نسبت خداوندی میں داخل ہو جاتی ہے اس مسئلہ پر مولانا روم علیہ رحمتہ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

ہر کہ ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خداؐ در ذاتش آمد ہم رسولؐ

چونکہ مقصود ذاتِ خداوندی ہے اور پیر و بزرگانِ سلسلہ زینہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہی درجات کہلاتے ہیں۔ دوسری جگہ خود قرآنِ پاک میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (سورہ مائدہ رکوع ۵)

ترجمہ: اے لوگوں جو ایمان لائے اللہؐ پر اللہؐ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح پا سکو (کامیاب ہو سکو)۔

خلق و اَمر

حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا سنو اور غور سے سنو اور یاد رکھو انسان دو چیزوں کا مجسمہ ہے۔ایک جسم جو مادی عالم کی پیداوار ہے۔دوسری روح جو مــلاءِ الاَعلٰی کی چیز ہے۔یا یوں سمجھو کہ روح عالم اَمر کی اور جسم عالم خلقت کی چیز ہے۔اور دونوں عالم خداوند تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ارشادِ عالی ہے۔ اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ.

خبردار رہو! عالمِ خلق۔اور عالمِ امر دونوں ہی ہماری ملکیت ہیں پھر ارشاد فرمایا کہ ان عالموں کی تکمیل کا حکم بھی علیٰحدہ علیٰحدہ ہے مادیات کے لئے اسباب اور علّت کی ضرورت ہے اور ارتقائی شکل میں خلقت کی جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْش ۝

وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمینوں کو چھ دن میں اور پھر عرش پر متمکن ہو کر اسے چلا رہے ہیں۔اور جب عالمِ امر کے ماتحت تکوین ہوتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ

وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔

اسباب اور علتوں کا ڈھانچہ تیار نہیں ہوتا۔تم غور کرو کہ مادیات کی پیدائش مادیات کے لئے۔احکامات سب انسانی سمجھ کے مطابق ہیں۔اور انسان سمجھ لیتا ہے۔لیکن عالمِ اَمر کی چیزیں سمجھنا سب کا کام نہیں۔قرآنِ مجید

میں فرمان ہے۔

وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًاo

ترجمہ: اور تمہیں نہیں علم دیا گیا مگر تھوڑا۔

اب تم لوگ سمجھو کہ اس مادی عالم میں مادی چیزوں سے تمہیں پیدا کیا گیا۔ اس عالم کے رکھ رکھاؤ اور ستھرائی سے برتنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے احکام سے سارا قرآن پاک بھرا پڑا ہے۔ اسی کا نام شریعت ہے تمام اعمال نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اعضاء وجوارح سے کئے جاتے ہیں۔ پھر اعضاء کو پاک وصاف رکھنا اور قانون وقاعدہ کے موافق عمل کی ہدایت۔ خواہ حقوق اللہ کے احکام ہوں یا حقوق العباد کے سب کو نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا۔ چونکہ یہ مادہ ہی ہے۔ کہ جس میں کثافت پیدا ہوتی ہے اور اسی کی پیداوار نفس ہے۔ جس کی اصلاح کے لئے بار بار حکم دیا گیا ہے۔ روح چونکہ عالمِ اَمر یا عالم قدس کی چیز ہے۔ خود مجلّٰی اور مصفّا ہے حکم کم دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ سنو:۔

اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنَ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًاo

ترجمہ:۔ جب ان کے سامنے قرآن پاک پڑھا جاتا ہیں۔ تو قلب مجلّٰی ہو جاتے ہیں اور ایمان بڑھ جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ جسم اور روح لازم وملزوم ہیں ان دونوں ہی کو صاف وستھرا اور درست رکھو مگر مقصود روح ہی ہے۔ لیکن جسم کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح مقصود صفائی اور جِلاءِ روح ہے مگر اعضاءِ ظاہری کے کردار کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ان کے وظائف اور اعمال بھی ضروری ہیں ایک کو کرنا دوسرے کا ترک کچھ مفید نہیں۔

شریعت وطریقت: ہم طریقت کے ہر مسئلہ کو شریعت سے جانچتے ہیں اور اس کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اسی کو مناسب سمجھتے ہیں۔ ہمارے حضرت دادا صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ نے ان کا بہت اہتمام فرمایا ہے آسمانِ طریقت کے درخشاں آفتاب ہوتے ہوئے شاہراہِ شریعت پر گامزن رہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عطا فرمائیں۔ فرمایا جن کا شیوہ نکتہ چینی ہے خسارہ بھی انھیں کو ہے۔ ہمارا تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ کیا خوب فرمایا حضرت عبداللہ انصاریؒ نے الٰہیؒ جس کو تباہ کرنا چاہتا ہے، اس کو ہمارا دشمن بنالیتا ہے۔ ؎

ترسم آں قوم کہ بر دُرد کشاں می خندند

از سر کارِ خرابات گند ایماں را

یعنی میں اس قوم سے ڈرتا ہوں کہ جو میکشوں کے اوپر ہنستی ہے میکشوں کی سرکار میں اپنا ایمان خراب کرتی ہے۔

عظمتِ شریعت: صوفی بشیر احمد صاحب جن کے سپرد دربارِ عالی سے تبلیغ کی خدمت تھی منشی عبدالمجید صاحب سید محمد شریف صاحب علیگ، عبدالرحمٰن چنڈوسوی اور منشی عبدالکریم صاحب دربار عالی میں بعد مغرب حاضر تھے محمد شریف صاحب علیگ سے جو شاعر ہیں اور اکثر دربار عالی میں اپنی نظمیں اور غزلیں پیش کیا کرتے تھے خیریت معلوم کرنے کے بعد حضرت قبلہ عالم نے فرمایا میاں شریف اب کے بھی کچھ ذخیرہ لائے ہو تو سناؤ چند رباعیات سیدنا و مولانا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شان میں سنائیں۔ ایک سیاسی نظم اور چند بند حمد شریف ونعت شریف کے سنائے حضرت قبلہ عالم نے پسند فرمائے ایک شعر میں جو نعت شریف کا تھا اور عُریاں تھا۔ فرمایا اسی طرح ایک مشاعرہ منقبت شریف کا حضرت خواجہ غریب نوازؒ اجمیری کی درگاہِ عالیہ میں منعقد ہوا

تھا اور تمام ہندوستان سے شعراء مشاعرہ میں شریک ہوئے جس سے مشاعرہ کی حیثیت آل انڈیا مشاعرہ کی ہوگئی تھی اور مصرع طرح ہمارے یہاں کا تھا۔ اس وقت تو غور نہ کیا گیا اور مصرع طرح دے دیا گیا مگر جب مشاعرہ میں مصرع پڑھا گیا تو ہمیں افسوس ہُوا کہ مصرع طرح عُریاں ہے۔ صاحبزادہ حضرت مولوی عبدالستار صاحب تیغ سجادہ نشین دربارِ عالیہ شکوریہ نے اس پر اس طرح گرہ لگائی۔

شریعت منع کرتی ہے طریقت حکم دیتی ہے ہمیں سجدہ روا ہے خواجہؒ اجمیر کے دَر کا

ہمیں یہ بات پسند نہ آئی آخر غور کیا اور مصرع ہو گیا۔

شریعت کی حقیقت کھُل گئی جس پر پکار اُٹھا ہمیں سجدہ روا ہے خواجہ اجمیر کے دَر کا

ارشاد فرمایا کہ ستھرائی تو یہ ہے کہ کہنے والی بات کہہ دی جائے اور اس پر اعتراض بھی نہ ہو، فرمایا کسی پُرانے شاعر کا شعر ہے ؎

محمدؐ سرِ وحدت ہیں کوئی رمزِ ان کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں خدا جانے

پھر ارشاد فرمایا کہ ہمارے دادا قبلہ نور اللہؒ مرقدہٗ نے فرمایا ہے جو بات سمجھنے کی ہے سمجھ لی جائے اور جو بات کہنے کی ہے کہی جائے۔ یہ نہ ہو کہ جو بات سمجھنے کی ہو اسے کہا جائے غلط ہو گا۔ مثال کے طور پر فرمایا خون انسان کے جسم میں لازمی اور ضروری چیز ہے اس کے بغیر زندگی محال ہے۔ زندگی کا دارومدار جب تک یہ جسم کے اندر ہے اسی پر ہے۔ خون پاک ضرور ہے لیکن جہاں باہر نکلا فاسد ہے ناپاک ہے یہ بات خوب سمجھ لی جائے۔ اس میں غلطی نہ کی جائے احقر نے عرض کیا کہ سلسلۂ عالیہ میں جس قدر عظمت شریعت حقّہ کی جاتی ہے، اور اس پر عمل کیا جاتا ہے اور تاکید فرمائی جاتی ہے۔ ہر مسئلہ کی تحقیق

شریعتِ مطہرہ سے کی جاتی ہے کوئی چیز اس کے خلاف نہیں کی جاتی بہت کم سلاسل میں اس قدر احتیاط برتا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت: حکیم محمود علی خان صاحب سکندر آبادی حضرت قبلہ عالم کے خلفاء میں سے تھے۔ ایک بار مع اپنے لڑکے احسن محمود علی کے حاضرِ خدمت ہوئے اور پیش کیا کہ یہ بہت خرآچ ہو گیا ہے پہلے اپنی والدہ سے لے لے کر خرچ کرتا رہا اب یہ عادت ہو گئی ہے کہ دوسرے ہم کلاس لڑکوں سے قرض لیکر خرچ کر دیتا ہے فیس خرچ کر ڈالتا ہے۔ تنبیہ پر گھر چھوڑ کر دہلی چلا گیا۔ بے حد تلاش کے بعد ملا۔ آج حضرت قبلہ عالم کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا۔ تمام واقعات حضور کی سرکار میں پیش کئے گئے آپ نے فرمایا علم اور عمل دو چیزیں ہیں۔ علم سے صرف فراست بڑھ جاتی ہے اور سمجھ بڑھ جانے کا فائدہ پہنچتا ہے۔ عمل ایک تربیت گاہ کی چیز ہے۔ مدرسہ میں صرف علم پڑھایا جاتا ہے اور خانقاہ تربیت گاہ ہے۔ اسی لئے یہ دو درسگاہیں علیحدہ علیحدہ نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ آج کل لوگ صرف علم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اسی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ تربیت کی طرف کوئی التفات نہیں کی جاتی۔ بچوں کی جس ماحول میں پرورش ہوتی ہے وہی عادت بن جاتی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ علم حاصل کر کے حالت سدھر جائے گی۔

ایسا نہیں بلکہ جو عادت ہو جاتی ہے بُری ہو یا بھلی علم اسی کو جِلا دیتا ہے۔ جب عادت مستحکم ہو جاتی ہے کچھ کئے کرائے نہیں بنتا۔ اس بات کو حضرت رومیؒ نے فرمایا ہے کہ ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

بچوں کی تربیت اور نگہداشت بہت بڑی چیز ہے۔ان کی زندگی کا دارمدار اسی پر ہے۔تربیت میں جوہر قابل نکھر جاتا ہے۔ورنہ مکدّر ہو کر رہ جاتا ہے ابھی احسن کم عمر ہے۔اس کی غورو پرداخت کرو۔امتحان ضرور دلواؤ۔اگر انگریزی ہی جاری رکھنی ہے۔تو پھر جامع ملّیہ دہلی بھیجدو۔وہاں تربیت اور تعلیم دونوں ہی اچھی ہوتی ہیں۔وہاں کے دو ایک ماسٹر ہم سے بھی ملے ہیں۔اچھے آدمی ہیں۔اگر طب کی تعلیم دلانی ہے تو گھر پر رکھ کر تعلیم دلاؤ۔خود غورو پرداخت کرو۔دونوں میں سے جو مناسب ہو کرو۔

اس کی گمشدگی کے متعلق بھی حضرت قبلہؒ سے عرض کیا گیا تھا۔فرمایا پریشان نہ ہوں جلد آجائے گا۔الحمدللہ حضرت قبلہؒ کی دعاء سے ایسا ہی ہوا گھر بیٹھے لڑکا آگیا۔آ کے امتحان میں شریک ہوگیا۔دو معمولی پرچے اردو ہندی کے ہو چکے تھے۔چونکہ ششماہی امتحان اچھے نمبروں سے پاس ہو چکا تھا کلاس ٹیچر نے کہہ دیا کہ کوئی بات نہیں ہے۔حق تو یہ ہے کہ دین اور دُنیا کا ہر کام بزرگوں کی توجہ سے ہو جاتا ہے بر کریما کارہا دشوار نیست۔

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما
چسیت یارانِ طریقت پیش ازایں تدبیرِ ما
ما مریداں روبسوئے کعبہ چوں آریم چوں
روبسوئے خانہ خمّار دارد پیرِ ما
ہر شب زنگا ہے بردجاناں نہ چنیں باید
یک جرعہ خرابم کرو میخانہ چنیں باید
بیرون و درونِ من شد صورتِ او پیدا
درعالم کفرستاں بُت خانہ چنیں باید

☆

مسئلہ توحید

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج دن بھر مسئلہ توحید کی آمد رہی ہے اور ہم اپنے معاملہ کو غور وفکر سے مناسب بناتے رہے ہیں۔ اس کا سبب ہمارا ایک واقعہ ہے۔ جو ہمیں اِلٰہ آباد میں جب ہم جوان تھے پیش آیا تھا۔ جہاں یہ واقعہ کشود کار کا نمونہ ہے۔ وہاں پُر لطف بھی ہے۔

ذرا غور سے سنو! اس کا تعلق چند اہم معاملات سے ہے۔ جب ہم اِلٰہ آباد پہنچے تو ہم نے اپنا قیام عزیز میاں کے یہاں کیا۔ لیکن شب کو ۹ بجے ہم دوسرے مکان میں جو انہیں کے مکان کے نزدیک ہے منتقل ہو گئے جس جگہ ہم نے قیام کیا تھا اس کے گرد و پیش بہت سے بزرگ رہتے تھے۔ جن کے سلسلے جاری تھے۔ اور عمر میں سب ہم سے زیادہ تھے۔ منجملہ اوروں کے مولانا عبدالرحمٰن شاہ صاحب، مولانا عبداللہ شاہ صاحب۔ حافظ عبدالخالق صاحب جو ایک مغلوب الحال بزرگ تھے۔ مخصوص تھے۔ جس مکان میں ہم نے قیام کیا تھا۔ اس میں ایک سنگی تخت تھا۔ عصر کے بعد ہم اس پر نشست رکھتے تھے۔ عزیز میاں اور عبداللہ میاں جن کو گذشتہ سال اجازت ہوئی تھی۔ ہمارے پاس ہوتے تھے۔ ایک صاحب اشرف علی نامی جو اس محلّہ میں بڑے با اثر، دلیر، متین اور مدبّر آدمی تھے سامنے والے مکان میں رہتے تھے۔ ہم وہاں بیٹھے حُقّہ پیا کرتے تھے۔ ایک آدھ روز تو ہمارے پاس سے سلام کر کے گزر گئے۔ دوسرے روز ہمارے پاس آ گئے اور دریافت کرنے لگے کے آپ کہاں سے آئے ہیں۔ ہم نے کہا لکھنؤ سے آئے ہیں اشرف علی روزمرہ لکھنؤ کے کچھ واقعات نوابین لکھنؤ کے تذکرے کرتے رہتے اور ہم سنتے رہتے اور کچھ گفتگو میں حصّہ بھی لے لیتے پندرہ منٹ گزارتے اور چلے

جاتے۔ آٹھ دس روز کے بعد ایک دن ہم سے کہنے لگے۔ مولانا عبداللہ شاہ صاحب بڑے بزرگ ہیں۔ روز مرّہ عصر کے بعد انہیں کی خدمت میں جاتا ہوں اور شب کو ۹ بجے کے قریب واپس آتا ہوں اگر آپ بھی چلیں تو آپ کو بہت فائدہ پہنچے گا اور بہت تعریف کرنے لگے۔ اشرف علی جو مولانا محمد ولایت حسین صاحب سے (جن کا وصال اجمیر شریف میں قوالی میں ہوا تھا) بیعت تھے۔ مگر عبداللہ شاہ صاحب سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ ہم نے یہ بات سُن کر ان کو سادہ سا جواب دے دیا کہ میاں ہمیں تو فرصت نہیں ہے۔ اور مولانا صاحب ہم پر کیوں کرم فرمانے لگے۔ اشرف علی چلے گئے۔ خداجانے اشرف علی نے مولانا سے ہمارے متعلق کیا کہا۔ ہم مغرب کے بعد کھانا کھا رہے تھے۔ دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ ہم نے دریافت کیا کہ کون صاحب ہیں۔ اشرف علی نے کہا میں ہوں۔ ہم نے کہا میاں اشرف آپ کیسے آئے ہیں؟ کہا کے حضرت مولانا تشریف لائے ہیں۔ ہم نے ایک برابر کا مکان مردانے کے لئے لے رکھا تھا۔ اس مکان کو کھول دیا گیا اور کھانا کھا کر پہنچ گئے۔ دیکھا کہ مولانا صاحب اور اُن کے چند مرید ہیں۔ سلام و مصافحہ کے بعد سب بیٹھ گئے۔ ہم چائے کے لئے گھر کہہ گئے تھے جیسی کہ ہماری عادت ہے۔ چائے آگئی سب نے پی۔ سردی کا موسم تھا۔ مولانا صاحب تصوف کے مسائل اِدھر اُدھر کے فرماتے رہے۔ ہم سنتے رہے۔ ۱۱ بجے کے قریب نشست برخاست ہوئی۔

دوسرے دن مولانا مع حوارین پھر تشریف فرما ہوئے۔ اور مسائل تصوّف فرماتے رہے۔ مولانا سمجھے کہ اچھا شکار ہے اور اپنی گفتگو سے باور کرتے رہے۔ کہ ہم اُس طرف رجوع ہو رہے ہیں۔ مولانا کے حوارین کے علاوہ

اِدھر اُدھر کے چند لڑکے اور آ گئے ۔ اتنے میں ایک عبدالجلیل نامی نوجوان جو مولانا عبدالرحمٰن شاہ صاحب کے لڑکے تھے آئے یہ کچھ صاحبِ فہم اور فراست والے تو نہ تھے لیکن تھے شاہ صاحب کے لڑکے ۔ خیال کیا کہ یہی شاہ صاحب کیوں شکار کریں کسی دوسرے کا بھی حصّہ ہونا چاہئے ۔ ایک روز جب محفل برخاست ہوئی تو عبدالجلیل نے ہم سے کہا آپ کی ملاقات ایک اور شاہ صاحب سے کراؤں گا ۔ ہم نے کہا بہت اچھا ۔ دوسرے روز جب کہ ہم زنان خانہ کے صحن میں بیٹھے حُقّہ پی رہے تھے ۔ کسی نے دستک دی معلوم ہوا کہ عبدالجلیل ہیں اور اس کے ساتھ شاہ صاحب بھی آئے ہیں ۔ ہم نے پردہ کرا کر زنانے میں بلا لیا ۔ اور چائے لانے کے لئے کہہ دیا ۔ شاہ صاحب نے سلام اور مصافحہ کے بعد ہم سے کہا کہ آپ کا کس سلسلہ سے تعلق ہے ۔ جب ہم سے دریافت کیا جاتا ہے تو نیچے کی نسبت چھوڑ کر اپنا سلسلہ بنگال سے بتا دیتے ہیں ۔ انہوں نے فوراً حضرت دادا قبلہؒ کا نام مبارک لیا تو ہم نے اثبات میں جواب دیا ۔ پھر خلفاء کے اسمائے گرامی لئے کہ ڈپٹی بدیع العالم صاحب وغیرہ پھر ہمارے حضرت قبلہؒ کا اسمِ مبارک لیا ۔ ہم نے کہا کہ ہاں ہم انھیں کے غلام ہیں ۔ مولوی صاحب فوراً ہم سے چمٹ کر بغلگیر ہوئے اور کہا کہ بھائی ۔ دونوں ہمارے بڑے دوست ہیں ۔ اور کہا کہ تم سے خوب ملاقات ہوئی ۔ یہ شاہ نظیر الحسن تھے ۔ تشریف لے گئے ۔

معرفتِ باری تعالیٰ: شام کو حسبِ دستورِ سابق مولوی عبداللہ صاحب معہ اپنے حوارین کے تشریف لائے اور شاہ نظیر الحسن بھی آ گئے ۔ دو چار نوجوان محلّہ کے بھی آ گئے محفل گرم ہوئی ۔ مولوی عبداللہ صاحب عادت کے مطابق پھر تقریر فرمانے لگے ۔ ہم خاموش رہے ۔ لیکن جب مولوی صاحب ''اَلْعِلْمُ

حِجَابُ الْاَکْبَرْ ''فرما کراس کی وضاحت الٹی سیدھی کرنے لگے یعنی خدا تعالیٰ اور بندہ کے درمیان معرفت باری تعالیٰ میں علم ہی سب سے بڑا پردہ ہے جو مانع معرفت ہے۔ مولوی نظیر الحسن صاحب نے کہا کہ آپ یہ غلط فرما رہے ہیں۔ بلکہ علم ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے مانع معرفت کے سب سے بڑے پردہ کو اٹھایا جاسکتا ہے۔ جہل سے معرفت باری تعالیٰ نہیں حاصل ہو سکتی۔ پھر ہماری طرف مخاطب ہوئے کہ آپ کیوں نہیں بولتے۔

آج تک ہم خاموش تھے۔ لیکن آج ہمارے بولنے کا موقع آ گیا۔ یہ اسباب پردہ غیب سے خداوند تعالیٰ نے ہمارے لئے مہیا کر دیئے۔ ہم اس کو تائید غیبی سمجھتے ہیں۔ ہم نے سب سے پہلے یہ شعر پڑھا۔

آنکہ وصفِ حُسنِ تو تقریری کند

خوابِ نہ دیدہ راہمہ تعبیری کند

معرفت باری تعالیٰ میں گفتگو کرنے والے تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ ہیں جنہوں نے منزلوں اور مقاموں کو طے کیا ہے۔ اور غالب الحال رہے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جنہوں نے ان مقاموں کے مغلوب الحال ہو کر طے کیا ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو اس شاہراہ سے واقف نہیں ہیں۔ سنی سنائی بات کرتے ہیں۔ آخری لوگوں کے متعلق شعر مذکورہ بالا میں بتایا گیا ہے۔ کہ تیرے حُسن کی تعریف میں وہ لوگ گفتگو کر رہے ہیں کہ جنہوں نے خواب بھی نہیں دیکھا لیکن اس کی تعبیر کر رہے ہیں۔ اوّل تو خواب خود غیر یقینی چیز ہے پھر وہ بھی دیکھا نہ ہو۔ تو اس کی تعبیر جہل اور علی الجہل کے مترادف ہے۔

ذکر و فکر توشہ سالک راہ : حضرات! سنئے ذکر اور فکر دو۲ چیزیں ہیں کہ سالک راہ کو توشہ کی حیثیت سے اختیار کرنا پڑتی ہیں۔ بغیر علم کے معرفت باری تعالیٰ

محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ جلّ شانہٗ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سند حاصل ہے۔ اتباعِ نبوّت میں اسی شاہراہ پر چلنا پڑتا ہے حضرات صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک جتنے اولیاء اللہؒ اور بزرگ ہوئے ہیں سب کا یہی عمل رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ لصَّلٰوۃَ تَنھَا عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَ لَذِکْرِ اللّٰہِ اَکْبَرْ ۝

نماز فواحش ومنکرات سے بچاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑی چیز ہے۔

ذکر سے مراد ماسوا کی یاد کو ترک کر کے صرف اللہؒ کو یاد کرنا صحیح حدیث شریف میں وارد ہے کہ افضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی ذکروں میں سب سے افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ اَب غور فرمائے اس کلمہ شریف کو کلمۂ توحید کہتے ہیں۔ معلوم ہوا توحید ہی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ کسی اور چیز پر دلیل لانے کیلئے دو ہی پہلو اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ سَلبی یا ایجابی یعنی یا تو نفی کر کے اثبات کرتے ہیں یا اثبات کا پہلو اختیار کر کے نفی کرتے ہیں۔ ممکن الوجود کے لئے ایجابی شکل اختیار کی جاوے گی۔ اور واجب الوجود کے لئے سَلبی ایک کو عرف عام میں تنزیہہ دوسرے کو تشبیہہ کہیں گے قرآن پاک میں اس کے علاوہ بھی اکثر کلام نفی سے اثبات میں کیا گیا ہے۔

سالکِ راہ جب اس راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے غیر معبودوں کی نفی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کا اثبات۔ سوچو انسان کا سب سے بڑا معبود انسان کے نزدیک خود اپنا نفس ہے۔ جب تک اس کی نفی نہ کرے دوسرے معبودوں کی نفی ممکن نہیں ہے۔

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ

ترجمہ:۔ کیا تو نے دیکھا نہیں اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو معبود بنایا ہے۔

بتایئے یہی ایک بات ہے۔ جس کے لئے تمام تگ ودو کرنا پڑتی ہے۔ کہ یہ حالت طاری ہو جائے کیسے ممکن ہے کہ حالت بغیر کوشش اور مجاہدے کے طاری ہو ترک وکوشش اور مجاہدہ سب اسی کے لئے اختیار کیے جاتے ہیں۔ زبان ودل ودماغ اور سانس سب کے ذریعہ اس کی نفی کی جاتی ہے۔ زبان ودل اور سانس سے ذکر کیا جاتا ہے۔ دماغ سے سوچا جاتا ہے۔ اس طرف توجّہ کی جاتی ہے۔ یہی مُراقبہ ہے۔ اسی کو تصور کہتے ہیں۔ خواہ الفاظ ہوں۔ یہ شاہراہ مفروضہ شاہراہ ہے۔ نفی پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس کا اثبات نہ ہو۔ جب ماسوا کی نفی کی جاتی ہے اور اس میں ترقی پیدا ہوتی ہے۔ تو سُکر پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ عارف رومیؒ نے فرمایا ۔ ؎

جہد کن دربیخودی خودرایاب
زود تر وَاللہُ عالم بالصّواب

مراتبِ توحید

شہودِ اوّل: سُکر، بے خودی یا مدہوشی ایک ہی چیز کا نام ہے جب سُکر کی ترقّی ہوتی ہے اور یہ مقام نصیب ہوتا ہے تو انسان شعورِ خودی میں مُبتلا ہوتا ہے۔ شعر ؎

شاہدِ اوّل شعورِ خویشتن
خویش رادیدن بنورِ خویشتن

غرض انسانی روح، انسانی قلب کا تصفیہ وتجلیہ ہوجاتا ہے تو انسان اپنی حقیقت کا آشنا ہونے لگتا ہے بقجوائے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ کا مصداق بن جاتا ہے۔

شہودِ ثانی: اس کے آگے جب ترقّی ہوتی ہے تو بصیرت اس قدر ترقّی کر جاتی ہے کہ اپنے علاوہ عالم پر نگاہ ڈالتا ہے۔ یہ شہودِ ثانی ہے۔ ؎

شاہدِ ثانی شعورِ دیگرے
خویش رادیدن بنورِ دیگرے

شہودِ ثالث: جو کچھ انسان اپنی ذات میں ملاحظہ کرتا ہے وہی سب کچھ عالم میں دیکھتا ہے اور اپنے نور سے دیکھتا ہے۔ عالم سے گزر کر شعور جب ترقّی کرتا ہے تو اس کو شعور ذاتِ حق ہوتا ہے اور اس شعور سے اپنی ذات کو دیکھتا ہے ؎

شاہدِ ثالث شعورِ ذاتِ حق
خو یش رادیدن بنورِ ذاتِ حق

وحدت الوجود اور شاہد الوجود: یہ مراتب اور درجات توحید کے جس میں انسان اپنی ذات کو منکشف کرتا ہے شعور تمام وکمال کو پہنچ جاتا ہے۔ انہی منازل ومقامات کو وحدت الوجود اور شاہد الوجود سے تعبیر کرتے ہیں۔ مغلوب الحال اپنی ذات کو بھی فراموش کردیتے ہیں گو ذات موجود رہتی ہے اور احساس رہتا ہے اگر احساس نہ ہو تو سب سے پہلے اپنی ذات گم ہوجاتی ہے۔ پھر کسی کا بھی احساس

نہیں رہتا۔ یہ ناممکن ہے کہ دوسرے کا احساس رہے اور اپنا گم ہو جائے عقل کے خلاف ہے۔ غالب الحال سُکر کو صحو کی حالت سے طے کرتے ہیں اور ہر چیز پر نگاہ رکھتے ہیں حق تو یہ ہے کہ ؎

بر مقام خود رسیدن زند گیست

ذات را بے پردہ دیدن زندگیست

جب اس مقام کو پہنچ جاتا ہے تو پھر فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا مصداق بن جاتا ہے۔ اشرف علی تقریر سُن کر محو اور بے تاب ہوئے جاتے تھے اور نظیر الحسن سبحان اللہؒ اور صلی اللہؐ کے نعرے لگا رہے تھے۔ مولوی عبداللہ شاہ صاحب دم بخود تھے۔ نیز دوسرے لوگ بھی محو اور بے خود تھے۔ ہم نے کہا اب سنئے ان ترقیاتی مدارج کی مادی دُنیا کی ایک مثال:۔

<u>مادّی دُنیا کی ایک مثال</u>: ریہہ جس سے دھوبی کپڑے دھوتا ہے۔ ایک کثیف اور غلیظ مادہ ہے اس کو جمع کر لیجئے اس پر کسی روشنی کے آر پار ہونے کا اثر نہ ہو گا۔ حتیٰ کہ سورج کی روشنی بھی اس سے نہیں گزرے گی۔ اب اس ریہہ کو بھٹی پر چڑھایئے اور پکایئے تو کثیف مادہ ضائع ہو کر لطیف مادّہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس میں روشنی کچھ گزر سکتی ہے۔ لیکن روشنی کے گزرنیکی کیفیت ایک سایہ سے زیادہ نہیں ہوتی یا جسے عکس کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس کو اور صاف کیجئے کہ کثافت کا نام ونشان نہ رہے اس کو بلّور کہتے ہیں۔ اس میں سے روشنی اس طرح سے گزر جاتی ہے۔ کہ سایۂ باطل تک نمودار نہیں ہوتا۔ یہی حالت حضرتِ انسان کی ہوتی ہے مدارج سے ترقّی پذیر ہو یا ارتقائی شکل اختیار کر لے ہر چیز علیٰ حالہٖ باقی ہے فرق مراتب کی کارفرمائی ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں کسی کو شبہ ہے اور کون اعتراض کر سکتا ہے ہمارے حضور اکرمؐ کے جسم اطہر کا

سایہ نہ ہونے کا مسئلہ بھی سمجھ میں آ گیا ہو گا۔ اور وہ شک وشبہ مٹ گیا ہو گا۔ کہ جسم کے ہوتے ہوئے سایہ نہ تھا۔

تزکیۂ نفس اور معرفتِ خداوندی: انسان کی سعی اور مجاہدہ قربتِ خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اسی لئے کوشش کر رہا ہے۔ تکالیف اٹھا رہا ہے ذکر وفکر میں مبتلا ہے جتنا اس کی حالت میں تغیر ہوتا جاتا ہے۔ اتنا ہی واردات اور حالات کا کشف ہوتا جاتا ہے۔ ابتداء کی کچھ اور حالت وکیفیت تھی۔ انتہا کی کچھ اور اب سالک راہ کو سوائے محبوب حقیقی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ یا یوں کہئے کہ وجود خارجی کا پردہ ہٹ گیا اور جملہ حجابات دور ہو گئے سب مانعات جاتے رہے۔ عبد اور معبود کے درمیان جو پردہ حائل تھا دور ہو گیا۔ ؎

ہر کس زانداہ روشن دلے
غیب رابیند بقدرِ صیقلے

یعنی ہر شخص جس قدر نفس کا تزکیہ کرے گا۔ اسی قدر عالم غیب کا ادراک ہو گا چونکہ انسانی مدارج کی کوئی انتہا نہیں اس لئے ہر شخص جدا ادراک کرتا ہے۔ اب سمجھ میں آیا کہ آپ کا ظاہری علم ادراکِ باری تعالیٰ میں کیسے پردہ ہے اور عملی کیفیات ہی اس پردہ کو اُٹھاتی ہیں۔ ؎

ساقی بہ ہمہ بادہ یک جام دہد اِمّا
در مجلس او مستی ہر یک زشراب است

یعنی ساقی سب کو ایک ہی خُم سے شراب دیتا ہے لیکن جو لوگ پیتے ہیں اُن کو الگ الگ نشہ ہوتا ہے۔ یہ مقام ہے کہ سالکانِ راہ جب اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ ہر شخص نئے نئے رنگ سے اور مختلف حالات سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ ؎

عالم اثراست ذات یکتائی را
روز کہ درونہ آفتاب است کہ دید

سارا جہاں اس ذات یکتائی کی نشانی ہے ورنہ دن ہو اور آفتاب نہ ہو کس نے دیکھا۔

ما پر توے نور بادشاہِ ازلی ایم
فرزند نیم آدمؑ و حوّارا

ہم نورِ ازل کے پرتو ہیں۔ ہم آدمؑ و حوّا کے فرزند نہیں ہیں۔

چشم آں باشد کہ نہ فلک رابیند
چشم کہ بنور مہر بیندکو راست

آنکھ وہ ہے جو خود دیکھتی ہے۔ جو آنکھ آفتاب کی روشنی کی محتاج ہے اندھی ہے۔ خواجہ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں۔

آب در بحرِ بیکراں آب است | وزکُنی درسبُوح ہُبہ آب است
نیست توحید مردم بے زرد | حصر نوع وجود دریک فرد
نیک غیر قدر عزوجلال | نیست توحیدنزد اہلِ کمال
وحدتِ خاصۂ شہود این است | معنی وحدتِ وجود این است
حق جانِ جہان است وجہاں جملہ بدن | ارواح و ملائکہ حواس ایں تن
افلاک وعناصر و موالید اعضاء | توحید ہمیں است دگر باہمہ فن
ہر چیز کہ آں نشانِ ہستی دارد | یا پر توے روئے دوست یا اوست
یقیں گفتی کہ نہانم زدو عالم | پیداشدہ دریگانِ یگان چیست

تو کہتا ہے کہ میں سب سے پوشیدہ ہوں۔ تو یہ کون ہے جو ہر چیز میں نمایاں ہے۔

مقام نازک اور بیانِ دقیق: یہ ہیں چند نمونے بزرگانِ برگزیدہ اور صاحبان واقفِ حال کے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ ہر ایک ان میں سے ایک علیٰحدہ طرزِ بیان اختیار کرتے ہیں۔ مقام بہت نازک ہے اور بیان بہت دقیق۔ الفاظ نہیں ملتے جو بتلایا جائے۔ یہ کیفیات اور واردات کا نمونہ جہاں تک بیان کیا جاسکتا ہے۔ انسانی پہنچ جہاں تک ہے اس کا اظہار کیا گیا یہی واردات وحدت عالم پر دال ہیں یا احدت باری تعالیٰ پر تصفیہ طلب ہیں۔ ان رموز واسرار کو نہ کھولنا کھولنے سے بہتر ہے۔ بر سبیل واقعہ ہم نے بیان کردیا۔ یہ صحبت ایک بجے شب کو ختم ہوئی۔ شکار ہاتھ سے نکل جانے کی مولوی عبداللہ شاہ صاحب کو بہت مایوسی ہوئی اشرف علی نے کہا حضرت آپ تو چھپے ہوئے نکلے ۔ واللہ میں کیا سمجھتا تھا۔ اور آپ کیا نکلے۔ مجھ سے بہت کوتاہی ہوئی۔ اسی روز سے ہمارے سلسلہ کی اشاعت شروع ہوگئی یہ ہے تائیدِ غیبی اور مسبب الاسباب کا اسباب جمع کرنا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰہ۔ خدا تعالیٰ جسے توفیق عطا فرمائیں۔

توحید نہیں زندیقی: حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ کوئی تیس سال کا عرصہ ہوا ہوگا کہ ہم لکھنؤ میں مقیم تھے اور ہماری جوانی کا عالم تھا۔ ہمارا کوئی بال سفید نہ ہوا تھا۔ ایک صاحب جن کا نام غالباً عبدالکریم تھا۔ راولپنڈی سے تشریف لائے اور ایک مرید خانصاماں کے یہاں مقیم ہوئے۔ ہمارے پیر بھائی مولوی عبدالستار صاحب ان کا شہرہ سن کر ملاقات کو گئے۔ جب واپس آئے تو بہت تعریف کرنے لگے کہ وہ بڑے صاحبِ حال ہیں اور ہر وقت جزبی حالت میں رہتے ہیں۔ انہوں نے بہت تعریف کی اور منشاء تھا کہ ہم بھی ملاقات کریں۔ ہم نے ان سے دریافت کیا۔ کہ کیا وہ حرام وحلال میں بھی تمیز نہیں کرتے

ہیں؟ کہا ہاں۔ہم نے کہا یہ تو زندیقیت ہے ہمیں ان سے کیا فائدہ ہمارے نزدیک تو یہ توحید ہی زندیقی ہے۔

بڑا اہم مسئلہ: حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز نے مکرر ارشاد فرمایا کہ توحید بڑا اہم مسئلہ ہے۔ہم نے توحید پر معتزلہ ماتریدیہ اشاعرہ علماء کے عقائد دیکھے ہیں۔اکابرین اولیاء اللہ اور بزرگان عظام کے کلام سے بھی استفادہ کیا ہے۔شیخ اکبر محی الدّین ابن عربیؒ کی نصوص الحکم اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات بھی دیکھے ہیں۔اس رہگزر سے خود بھی گزرنا پڑا ہے۔ہماری عادت ہے کہ کسی کی تکذیب نہیں کرتے۔ہم تو اپنی واردات اور کشوف کو اللہ رب العزت اور رسول اکرم ﷺ کی سند سے جانچتے ہیں۔اگر مطابقت ہو جاتی ہے تو اس کو اپنی تحقیقات سے منسوب کرتے ہیں۔فرمایا کہ یہ نازک مقام ہے عوام تو عوام خواص تک متشکّک ہو جاتے ہیں۔اور تذبذب میں پڑ جاتے ہیں۔علمی اعتبار سے علماء اور فلاسفہ دونوں ہی توحید کو ثابت کرتے ہیں۔اپنا زورِ قلم دکھاتے ہیں مختلف اقسام کے دلائل و براہین پیش کرتے ہیں۔علماء ظاہر قرآن شریف اور احادیث نبویؐ علیہ التحیّۃ والتسلیم سے ظاہری معنی پر استدلال لاتے ہیں۔فلاسفہ عقلی اور علمی اعتبار سے براہین پیش کرتے ہیں اور بحث کرتے ہیں۔لیکن اربابِ حال اس راہ کو درجہ بدرجہ مجاہدات اور کشفی حالات سے طے کرتے ہیں۔پس اس کے بیان میں احوال اور مقامات کا فرق بیّن ہو جاتا ہے جس سے سب کی تحقیقات کا ہم آہنگ ہونا دشوار اور مشکل ہو جاتا ہے۔یہی حال عملی دنیا کا ہے۔

ادراکِ غیبی: انسانی عقل معرفت باری تعالیٰ میں بیکار ہے عقل کے تمام ادراکات جو اس کے مدرکات پر مبنی ہیں اسی میں تحلیل یا ترکیب، تعیّن یا تفرید

عمل کرتی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ اس سے بالاتر ہے۔ لہذا فہم و فراست سے باہر ہے۔ بزرگوں اور صاحبِ حال لوگوں کے نزدیک یہ ادنیٰ مرتبہ ہے۔ ؎

عقل جزّوی کے تواند گشت بر قرآن محیط

عنکبوتِ کے تواند کرد سیمرغے شکار

(یعنی عقل معرفت قرآنی کا احاطہ نہیں کر سکتی ایک مکڑی سیمرغ کو کیسے شکار کر سکتی ہے۔) غرض جزیات کو جمع کر کے ایک شکل بناتے ہیں۔ جس پر کلّی کا اطلاق کرتے ہیں۔ تزکیۂ نفس اور مجاہدے سے روح کو ادراکِ غیبی حاصل ہوتا ہے۔ عرفان اسی کا نام ہے۔ یہ ذریعہ اربابِ حال کے نزدیک ہیں۔ علمِ باطن سمجھو یا کشف۔ اسی کی واردات سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ تعلیم و تعلّم سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ تجرید اور فنائیت سے حاصل ہوتا ہے۔

ہر کس زِاندازۂ روشن دلے

غیب رابیند بقدر صیقلے

یعنی ہر انسان کو ادراکِ غیبی اسکے دل کی صفائی کے مطابق ہوتا ہے۔ علماء ظاہر تو بغیر دیکھے تیرے جمال کی تعریف کر رہے ہیں۔

آنکہ وصف حُسنِ تو تقریر می کنند

خواب نہ دیدہ راہمہ تعبیر می کنند

کیا خوب طرز ادا ہے۔ خواب تو خود ایک وہمی چیز ہے۔ پھر خواب دیکھا بھی نہیں اس کی تعبیر بیان کر رہے ہیں۔ تعبیر خود بھی یقینی چیز نہیں ہے یہ ہیں وہ لوگ جو تیرے جمال کی تعریف کر رہے ہیں۔

توحید وجودی اور یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ: فرمایا کہ توحید وجودی سالکِ راہ کے لئے ایک ترقی کا زینہ ہے اور جذبہ کا ابھارنے والا تخیّل ہے عدم سے

منصبِ شہود پر جلوہ گر ہونے اور ارتقائی منزلیں طے کرنے کا ذریعہ ہے۔ جب سالکِ راہ اس منزل میں ہوتا ہے۔ سُکر و صحو دونوں حالتوں میں اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس مقام سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ یہ مقام بھی جسے خدا نصیب کرے اس قدر بلند اور اعلیٰ ہے کہ حضرت مجدّد الف ثانی امام ربّانی قُدِّسَ سِرّہٗ العزیز کو اس مقام پر ٹھہرنے کی تمنّا کرنی پڑی۔ جو اس راہ سے گذرے ہیں واقف ہیں۔ اس مقام کے اظہار حال کے لئے الفاظ نہیں ملتے وہی فلسفیانہ تحریر اشارے اور کنائے اختیار کرنے پڑتے ہیں اس سے آگے بھی منزلیں ہیں۔ جو طے کرنی پڑتی ہیں۔ اسے نزول کہا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک وہ بھی عروج ہے۔ اس راہ میں قیام مشکل ہے۔ ایک مسلّمہ اصول خداوند تعالیٰ کا بنایا ہوا سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ مبتدی اور منتہی سب ہی اس پر مکلّف ہیں کہ وہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ سے شروع کریں اور اسی پر ختم کریں۔ یہ ایک دلیل قطعی ہے ایمان بالغیب شروع میں ایک واہمہ کا عقیدہ ہے۔ لیکن جب اس کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس قدر مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے۔ کہ دنیا بھر کے دلائل اسکے سامنے ہیچ ہیں۔ کیا خوب فرمایا علامہ اقبالؒ مرحوم نے ؎

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم   جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

وحدت الوجود اور وحدت الشہود

حضرت قبلہؒ کی حالت کچھ متبدل ہوئی، جوش بڑھا چہرہ مبارک آفتاب کی طرح چمک اُٹھا فرمایا مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا ہم نے بہت عرصہ تک مطالعہ کیا۔ پورے بیس سال تک ہم نے اس کا مزہ چکھا ہے کہ جس کا ذائقہ آج بھی کام و دہن میں موجود ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدینؒ اور

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے اختلافات پر تمیز اور شعور حاصل کیا ہے۔ مسئلہ چونکہ اہم ہے عوام النّاس کی سمجھ اور فراست دور ہے۔ بات چونکہ دقیق اور باریک ہے۔ تُکَلِّمُوْنَ النَّاسَ عَلیٰ قَدْرِ عَقْلِھِمْ پر اکتفا کرتے ہیں یعنی لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرتے ہیں۔

اور ہم صرف یہ بتائے دیتے ہیں کہ عروج پر سالکِ راہ پر وحدت الوجود کا غلبہ ہوتا ہے اور نزول میں مقامِ محمودی پر پہنچ کر وحدت الشہود کا معائنہ ہوتا ہے۔ شعر

حقائق ہائے نیک وبدبہ شیر خفتہ می ماند
کہ عالم رازندبر ہم تو دست ؔمژ نہی براُو

راز: شریعت اور طریقت کے بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کی تشریح عام طور سے نہیں کی جاسکتی ہے ورنہ عوام ہی نہیں بلکہ خواص تک ان کے منکر ہو جائیں مثلاً جبر وقدر کا مسئلہ شریعت کا ایک اہم مسئلہ ہے قرآن مجید میں بہت سی آیتیں اس کے متعلق آئی ہیں لیکن اس کے دونوں پہلو خطرناک ہیں اگر مان لیا جائے کہ آدمی کو کچھ اختیار نہیں جو کچھ ہوتا ہے خداؑ کے حکم سے ہوتا ہے تو شریعت کا تمام سلسلہ بیکار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب انسان کو کچھ اختیار نہیں تو اس کو کسی قسم کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ اس بناء پر عذاب وثواب سب بیکار ہیں۔ بخلاف اس کے اگر یہ مانا جائے کہ انسان بالکلّیہ مختار ہے جو چاہے کرے تو خداوند تعالیٰ پر اعتراض لازم آتا ہے۔ کہ اس نے انسان کو ایسا اختیار دیا ہے کہ وہ گناہوں اور برائیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں دونوں قسم کی آیتیں موجود ہیں۔ بظاہر ان میں تناقص معلوم ہوتا ہے۔ اس قسم کے اور بہت سے مسائل ہیں اگر ان کی گرہ کُشائی کی جائے تو سیکڑوں مشکلات پیدا ہو

جائیں گی حضرات اولیاء اللہؒ ان مسائل کو راز کہتے ہیں اور کسی قسم کی گفتگو نہیں کرتے۔ شعر مندرجہ بالا اس حقیقت کا اظہار ہے۔ یعنی خیر و شر کی حقیقت سوئے ہوئے شیر کی سی ہے اگر اس پر ہاتھ رکھدو اور شیر جاگ اٹھے تو ایک ہلچل مچ جائے۔ شیر کو نہ جگانا ہی مناسب ہے اور آہستہ گزر جانا بہتر ہے عرفائے کاملین اس سے باخبر ہوتے ہیں لیکن ظاہر کرنا مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ خواجہ حافظؒ فرماتے ہیں ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ دروں افتد راز
ورنہ در مجلسِ رند ان خبر نیست کہ نیست

یعنی مناسب نہیں ہے کہ راز سے پردہ اُٹھایا جائے ورنہ رندوں کی مجلس میں کون ایسا ہے۔ کہ اس سے باخبر نہیں۔

واجب الوجود: حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ ممکن الوجود سے آگے بڑھ کر واجب الوجود ہے۔ وحدت سب کے نزدیک مُسَلّم ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ نے بار بار اپنے کلام پاک میں وحدت ارشاد فرمائی ہے اور سالکِ راہ نے اس مقام تک عروج کیا۔ علم الیقین توحید وجودی کا تصوّر ہے۔ تو عین الیقین توحیدِ شہودی کا اور حق الیقین توحیدِ تنزیہی کا۔ غرض سب کی توحید ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ؎

ہر چند تو اور ناتوانی دیدن
او بتواند بتو نمودن خودرا

(اگر چہ تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن وہ خود تم کو اپنے آپ کو دکھلا سکتا ہے) ہم نے اس قدر صاف صاف بیان کرنا کبھی پسند نہیں کیا۔ لیکن آج موقع تھا تخلیہ تھا سوائے تمہارے کوئی اور نہیں ہے۔ اس لئے کچھ زیادہ روشنی ڈال دی

گئی۔ التوحید اسقاط الاضافات کافی ہے۔ اچھا ایک شعر پُر مزہ اور دقیق اور سُن لو۔

ہر چیز کہ در حیّز امکان بودن
با او ہمہ ہیچ بو دو بے او ہمہ ہیچ

اس شعر میں تمام کائنات کو ہیچ ہونا ثابت کیا ہے۔ دونوں پہلوؤں سے وجود حقیقی کے ساتھ بھی ہیچ ہے کیونکہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے۔ اور وجود حقیقی کے بغیر بھی ہیچ ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے دوسرے موجود ہی نہیں ہو سکتے۔

<u>کام کی بات قیام نسبت:</u> ہم نے اس سے پہلے بھی کہا ہے۔ اور پھر تم لوگوں کو سمجھاتے ہیں یہ سب باتیں سمجھنے اور سمجھانے کی ہیں۔ سب سے پہلے کام کی بات وہی قیامِ نسبت ہے بغیر اس کے یہ سب علمی اور نظری باتیں ہیں۔ علم اور نظر کچھ مفید نہیں جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ جب عمل کرو گے یہ سب راز تم پر خود بخود منکشف ہو جائیں گے۔

<u>فقیری کے گُر:</u> ہمیں یاد آیا۔ حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کا ایک مکتوب ہے کہ جو حضرت نے ملا عبدالغفور سمرقندی کو تحریر فرمایا ہے۔ اس مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ فقراء کی محبت اور اس گروہ سے تعلق رکھنا خداوند تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے حضرت حق تعالیٰ سے اس پر استقامت طلب کرتے ہیں۔ وہ نیاز جو درویشوں کے لئے بھیجی تھی۔ وصول ہوئی اور فاتحہ مسنون پڑھا گیا۔ وہ طریقہ جو آپ نے حاصل کیا تھا۔ اور وہ نسبت جو آپ کو پہنچی تھی۔ اس کے متعلق کچھ ذکر نہ کیا۔ ایسا نہ ہو کہ اس میں کچھ فتور پڑ گیا ہو۔

یک چشم زدن خیال او پیشِ نظر
بہتر زوصال خوبرویاں ہمہ او

ان بزرگوں کی نسبت اگر تھوڑی سی بھی حاصل ہو جائے تو تھوڑی نہیں ہوتی کیونکہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا ہے۔ جو خرقہ عطا ہوا ہے اسے باوضو کبھی کبھی پہن لیا کریں۔ یہ مکتوب ۱۴۲ جلد اوّل میں ہے۔ حضرت مجدّد صاحبؒ نے اس مکتوب میں چند باتیں فرمائی ہیں۔

فقراء کی محبت (توحید یعنی تصوّف) اس پر استقامت رہے نیاز کی وصولی اور فاتحہ ونسبت، خرقہ کی عظمت ان تمام امور میں سب سے زیادہ زور نسبت پر دیا ہے اور نسبت کے حصول کا ذریعہ تصور کو شعر بالا میں کس خوبی اور اعلیٰ ترتیب سے پیش فرمایا ہے۔

سُبحَانَ اللہ یہ ہیں گُرِ فقیری کے جن پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے۔ اور فقیری اسی سے حاصل ہوتی ہے۔

فطری جذبہ تحقیق: عصر کے وقت قدمبوسی نصیب ہوئی یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ نفسیاتی اعتبار سے اگر اسے دیکھا جائے تو انسان میں تحقیق کا جذبہ فطری ہے۔ جس بچہ کو دیکھو وہ نئی چیز دیکھ کر متعدد سوالات اس چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کرتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے۔؟ کس غرض کے لیے ہے؟ اسے کیوں بنایا گیا؟ اس کا کیا کام ہے؟ اس کا کیا نام ہے۔؟ یہ کس کی ملکیت ہے۔؟ وغیرہ وغیرہ۔

اس چھوٹے بچّے کے تمام سوالات اگر ایک جگہ جمع کر لئے جائیں اور ان کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ بچّہ اس شے کی حقیقت جاننا چاہتا ہے۔ اور حقیقت کے انشاء کرنے کے جتنے سوالات ہو سکتے ہیں اور جہاں تک اس کا ذہن رسائی کرتا ہے۔ اس حقیقت کی تفتیش کرتا ہے کیونکہ اس کا شعور ابھی ناقص ہے۔ اسباب تحقیقات تک اس کی دسترس نہیں ہے۔ اپنے کو مجبور

سمجھ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر یہ جذبہ ابھرتا ہے اور اسی قسم کی تحقیقات بچہ شروع کر دیتا ہے جیسے جیسے اس کا شعور ترقی کرتا جاتا ہے علم بڑھتا جاتا ہے آگاہی ہوتی جاتی ہے۔ اس قسم کے سوالات کم ہوتے جاتے ہیں۔ یہ دور تسلسل ہے۔ جو بچپن سے شروع ہو کر بڑھاپے یا آخری عمر تک باقی رہتا ہے فرق مراتب اظہار علم و آگاہی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

شوق و ذوق: جب سِن شعور کو پہنچتا ہے اس میں ایک خاص تڑپ پیدا ہو جاتی ہے اور مخصوص جذبہ کار فرمائی کرنے لگتا ہے ان چیزوں کے متعلق کہ بچپن میں تحقیقات نامکمل رہ گئیں تھیں۔ ان کی حقیقت معلوم کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔ اور اس جذبہ کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ ہر چیز پر غالب آ جاتا ہے اسی کو شوق کہتے ہیں اور جب انکشاف میں ترقی ہوتی ہے تو ذوق آنے لگتا ہے۔ اور ہمت بڑھتی ہے استقلال نصیب ہو جاتا ہے۔ غرض اس طرح اسکو خاص شغف ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت کا کچھ نہ کچھ انکشاف ہو کر سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

منتظر دید تھی جتنی کہ چشم آرزو

پردہ بابِ حریمِ ناز اتنا باز تھا

دین دنیا کے کاموں میں یہی اصول کار فرما ہے اور یہی اصول معرفت خداوندی میں کار فرما ہے ''یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ'' میں سب سے اعلیٰ وارفع معرفتِ باری تعالیٰ ہے۔ شوق مجبور کرتا ہے یہ اسی مرحلہ پر گامزن رہتا ہے۔ ذوق کا دامن پکڑ لیتا ہے۔ سُکر شروع ہو جاتا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ ایک حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

سُکر: توحید کے مُراقبوں کی کثرت سے ایک ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس کو سُکر کہتے ہیں۔ کیونکہ ان مُراقبوں کی صورت قوّت متخیلہ میں منقش ہو

جاتی ہے۔ یا توحید کا علم اور اس کی تکرار ایک قسم کا ذوق بخشتا ہے۔ توحید کی یہ دو صورتیں معلول اور ضعیف ہیں اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں۔ اس کے علاوہ تصور فنائیت اور اس کی کثرت محبت کا غلبہ پیدا کرتی ہے۔ محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث غیر محبوب نظر سے دور ہو جاتا ہے اور محبوب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا سُکر پیدا ہوتا ہے۔ سُکر کے ساتھ کشف کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اب سالکِ راہ توحیدِ وجودی میں مستغرق ہے۔ نہیں جانتا مشہود کہاں ہے اور شاہد کون ہے۔ اور شہود کیا ہے۔

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

پہلی دو قسمیں علمی ہیں۔ تیسری قسم عملی صاحبِ حال کا حصہ ہے یہی وہ منزل ہے کہ مجدد صاحب اِس مقام پر پہنچتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

درافگندہ دف ایں آواز از دوست / کراو بہر دست دف کو بان بود پوست

یہ حالت مستحسن اور یقینی ہے۔ مغلوب الحال اور غالب الحال کا فرق ہے کہ غالب الحال قابو یافتہ ہے اور مغلوب الحال معذور۔

اب سمجھ لو کہ یہ مقام تصورات اور تجلیات کی دنیا سے شروع ہوتا ہے اور عدم محض استقراء ہے۔ جو کوئی یقینِ واثق، ایمانِ مستحکم سے اس راہ میں گامزن ہوا منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ یہ ہدایت "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" کے ساتھ وابستہ ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو معذور و مجبور سمجھا اور اس حقیقت سے انکار کیا محروم رہے سوائے ظاہری حالت سدھارنے کے باطن سے کچھ نصیب نہ ہوا فرمایا ہے علمائے ظاہر کے رد میں حضرت محمود شبستریؒ نے مثنوی گلشنِ راز میں کیا خوب فرمایا ہے۔

نہ دارد واجب از ممکن نمونہ
چگونہ داند نش آخر چگونہ

انسانی فلسفہ، انسانی منطق، انسانی علوم سے اس ذاتِ بے چون و چرا کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے شعر میں اثباتی حیثیت اختیار فرما کر فرماتے ہیں۔

زہے ناداں کہ او خورشید تاباں
بہ نور شمع جوید دَر بیاباں

اس ناداں کو ملاحظہ فرمایئے کہ چمکتے ہوئے سورج کو چراغ لے کر بیاباں میں تلاش کر رہا ہے۔

مثنوی گلشنِ راز: مثنوی گلشنِ راز کے وجود میں آنے کا عجیب قصہ ہے کہ ایک صاحب حضرت شہاب الدینؒ سہروردی کے خلفاء میں سے تھے جنہیں تقریباً سو سال ہوئے، چند سوالات قائم کر کے تمام درویشوں اور بزرگوں کی خدمت میں ارسال فرمائے تھے۔ سب صاحبان خاموش رہے لیکن حضرت محمود شبستریؒ نے سوالوں کا پرچہ ہاتھ میں لیکر جوابات دینا شروع کر دیئے۔ خدام نے عرض کیا کہ سوالات نظم میں ہیں جوابات بھی نظم میں ہوں تو بہتر ہے۔ فرمایا اچھا لکھو اور مثنوی گلشن راز تحریر کرادی۔ پہلے سوال کا شعر تو ہمیں یاد نہیں ہے لیکن اغلباً فکر کے متعلق ہے جس کا جواب کس خوبصورتی سے اور مکمل دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

تفکر رفتن از باطل سوئے حق
بدیدن جزو اندر کُلِ مطلق

اس مثنوی میں جملہ عقائد کا منطقی اور فلسفی اعتبار سے ابطال کیا ہے۔ پھر عقائد اہل سنّت والجماعت سے استدلال کیا ہے۔ سُبحانَ اللّٰہ کیا کتاب تحریر فرمائی ہے۔

مسئلہ فنائیت

حکیم محمود علی خاں صاحب سکندر آبادی شکوری قادری مرحوم و مغفور نے ایک مجلس میں گذارش کی کہ مسئلہ فنائیت پر اسلامی نقطۂ خیال سے روشنی ڈالئے اور وہ اعتراضات جو اس مسئلہ میں فلسفۂ یونانی کی تقلید کا الزام اور یونانی فلسفی افلاطون کی پیروی کے کئے جاتے ہیں ۔رفع ہو جائیں ۔اور خالص اسلامی نقطۂ خیال کا اظہار ہو جائے ۔ہر پہلو پر عملی اعتبار سے خداوند تعالیٰ اور رسول اکرمؐ کے سند حاصل رہے۔

حضرت قبلہء عالم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس قدر دقیق اور اہم مسئلہ چھیڑ دیتے ہو۔کہ جس کا اظہار عوام تو عوام خواص میں بھی رمز و کنایہ کے سوا نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ مفید ہونے سے زیادہ نقصان پہنچنے کا احتمال رہتا ہے۔کیونکہ عوام کا مُبلغ علم، وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔خواص کی اگر وہاں تک رسائی بھی ہو تو وسعت نگاہی نہیں منجملہ اسرار و رموز یہ مسئلہ جب تک کہ کوئی اس شاہراہ سے نہ گزرے ۔فہم و فراست سے ادراک نہیں کر سکتا ۔ایسے مسائل جب حل کئے جاتے ہیں ۔تو وہی الفاظ اور محاورے استعمال کئے جاتے ہیں ۔جو خالصتاً فلسفیانہ ہیں ورنہ حل مشکل ہے فلسفہ سے لوگوں کو کم آگاہی ہے اس اعتبار سے مشکلات کا ایک اور باب کُھل جاتا ہے مسئلۂ توحید میں جو ہم گفتگو کرتے رہے ہیں ۔ہم نے علم اور عمل کو ہم آہنگ بنا دیا ہے یہ بڑا اہم اور مشکل مقام ہے ۔تمہارا سوال ہر اعتبار سے قابلِ غور اور حل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔علم تصوف میں یہ مسئلہ ایک مستقل باب کی حیثیت رکھتا ہے۔جب تم نے ہماری زبان کھلوائی ہے۔تو سنو اور غور سے سنو:۔

احکام فرائض واجبات کے بیان کرنے کیلئے فقہا اور محدثین نے علیحدہ علیحدہ باب قائم کئے ہیں۔ مثلاً کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصیّام، کتاب الزکوٰۃ اور کتاب الحج وغیرہ۔ مکارمِ اخلاق جن بزرگوں نے بیان کئے ہیں۔ انہوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ کرم، سخاوت، بخل، تواضع، تکبّر، علم، جہل اور عدل وغیرہ۔ اسی طرح علم تصوّف میں توحید، تصوّر، نسبت، فنا، اور بقاء وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس طرح قرآن مجید کی آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے ان مسائل کا انکشاف کیا جاتا ہے، اسی طرح یہ مسئلہ بھی زیرِ بحث ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی اسی طرح سند حاصل ہے۔

تمہارا یہ اعتراض کہ اس مسئلہ کو افلاطون یونانی فلسفی نے ایجاد کیا ہے صحیح نہیں ہے۔ الفاظ کا متشابہ اور ہم معنی ہونا اور بات ہے۔ لیکن اس کا عمل مختلف مثلاً دیگر مذاہب میں لوگ عبادت کرتے ہیں۔ اور اسلام میں بھی عبادت ہے۔ لفظ ایک ہے۔ مطلب بھی ایک ہے۔ لیکن دوسرے مذاہب کی عبادت کو اسلامی عبادت نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی اس کا اس پر اطلاق صحیح ہے۔ مسئلہ فنائیت کو افلاطون نے جس حیثیت سے پیش کیا ہے کچھ اور ہے۔ اور اسلام میں جس حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ کچھ اور ہے۔

اطاعتِ اور اتباع: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۝

ترجمہ (فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

اس آیت شریف میں دو لفظ قابل غور ہیں ایک محبت دوسرے اتباع جب تک ان کو صحیح نہ سمجھ لیا جائے اس وقت تک یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آسکتا۔

سنو! اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں احکام کی بجا آوری کیلئے لفظ اطاعت فرمایا ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۝

(ترجمہ) فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی اور جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں۔)

امر کا صیغہ استعمال ہو رہا ہے۔ اور مطلق حکم ہے کسی شرط سے مقیّد نہیں کیا گیا۔ یعنی جو حکم عطا ہو جائے۔ تعمیل کرو۔ مگر آیت ماسبق میں محبت کو اگر کے ساتھ مقیّد کر دیا گیا ہے۔ اور فرمایا یہ چیز اتّباع سے حاصل ہو سکتی ہے۔ امر کا صیغہ نہیں استعمال کیا گیا۔ یعنی اگر تمہارا جی چاہے تو غور کرو۔ ایک مشروط ہے اور دوسرا غیر مشروط۔ دونوں کی بجا آوری کی ترکیب علیحدہ علیحدہ ہے ایک میں اطاعت دوسرے میں اتباع۔ قدم بقدم پیچھے چلنے کو اتّباع کہتے ہیں۔ ہر فعل ناقص ہوگا یا کامل ظاہر ہوگا۔ یا باطن۔ احکامِ شریعت جملہ فرائض وواجبات سب اطاعت میں داخل ہیں۔ اتباع صرف محبّت کے لئے ضروری ہے۔ یہاں احکامِ شریعت کے لئے اتّباع کا حکم سمجھنا غلطی ہے احکامِ شریعت میں رضامندی یا غیر رضامندی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کا بجالانا سوائے چند منہیّات کے سب پر فرض ہے۔ یعنی نابالغ۔ مجنوں اور مفقود العقل وغیرہ جس کی فقہاء نے ہر حکم میں وضاحت کی ہے۔ لیکن اس میں مرضی کا سوال ہے خواہش کا سوال ہے۔ اب آیت پاک کے معنی یوں ہوں گے یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو مجھ سے محبت کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اب سنو جب یہ معلوم ہو گیا کہ محبّت صرف اِتّباع سے حاصل ہو سکتی ہے تو اِتّباع کس طرح کی جائے۔ جس فن فنائیت میں اس

اتباع کے قوانین، قواعد اور ترکیبِ عمل وغیر بتلائی جاتی ہیں اس کو فنائیت کہتے ہیں۔ یعنی فنائیت کا موضوع محبوب ہے اور غایت قیامِ محبت ہے فنائیت ذات وصفات دونوں پر مشتمل ہے اور ظاہر و باطن دونوں اقسام پر مشترک ہے۔

شریعت کے احکام کی بجا آوری کے لئے جہاں حکم دیا گیا ہے۔ جس طرح شارعِ اسلام نے یہ پورے کئے ہیں بجالانا ضروری ہے علماء ظاہر اسی کو اِتّباع کہتے ہیں اور اسی کا شور ہے۔ ہم بھی اسی کو اِتّباع کہتے ہیں۔ لیکن ظاہری احکام کی بجا آوری کے لئے۔ رہا معاملہ باطن کا اس کے لئے فقہاء نے کوئی قوانین اور قواعد منضبط نہیں کئے ہیں۔ اس کیلئے ہمیں علماء باطن یا علماء راسخین اولیاء اللہؒ اور مشائخ عظام کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اور حق تو یہ کہ ظاہری احکام سے یہ بات کچھ متعلق بھی نہیں ہے۔

چونکہ محبت ظاہری چیز نہیں ہے تو اس کا فن ظاہری احکام سے متعلق کیسے ہوسکتا ہے۔ مشائخ عظامؒ، اولیاء کرامؒ سے یہ امر اس قدر متواتر ہے۔ کہ دلیل اور حُجّت سے بے نیاز ہے۔ لیکن چونکہ ہم اس پر گفتگو کر رہے ہیں۔ تو ہم ایسے شخص کو دلیل و حُجّت کے لئے اختیار کر رہے ہیں جو مسلّم الثبوت، عالم مُتبحّر اور مجدد ہیں اور جنہوں نے اس فن کے مسلّمات پر تنقید کی اور تبصرہ کیا ہے ۔ اور علماء ظاہر نے ان کے تبصرہ اور تنقید کو سند ٹھہرایا ہے۔ اور انہیں کے مکتوبات ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے اس مسئلہ میں ہم بھی انہیں کو دلیل اور حُجّت ٹھہرائیں گے۔

<u>فنائیت کا علمی پہلو:</u> (فنا کے معنی نفی خودی کے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بتلایا ہے۔)

خودی کی نفی یا اس کا مٹانا کیا ہے اور وہ خودی کیا ہے سنو! اللہ تعالیٰ کا

سورۃ جاثیہ (رکوع ۱۹) پچیسواں پارہ میں ارشاد ہے۔

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوٰىهُ

ترجمہ:۔ بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔

یہ ہے سب سے بڑا معبود جس کے اشارہ پر ہم ناچ رہے ہیں۔ اور ہر کام اسی کے حکم پر کررہے ہیں۔ خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی جب تک یہ معبود حکم نہ دے اور اس کی تسکین نہ ہو ہمارا کوئی کام ہی نہیں ہوتا یہ ہے ہماری خودی جس کی نفی مطلوب ہے۔ یعنی اس خودی سے جو خصلات عادات رذیلہ ہم میں مستحکم ہوگئی ہیں ان کا زائل کرنا اور اخلاق وعادات حسنہ کا حاصل کرنا۔ ایک کا دفعیہ دوسرے کا استحکام۔ اس کیلئے کوئی مجرب نسخہ اگر ہے تو صرف یہی ایک ہے۔ یہ ہے اس مسئلہ کے علمی پہلو کی بحث۔

<u>فنائیت کا عملی پہلو:</u> اب ذرا اس بادہ مردافگن کے عملی پہلو پر نظر ڈالئے اس کے جو قواعد اللہ جل شانہٗ نے وضع کیے ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے رہبرِ کامل کی ضرورت ہے کہ جس کی شان بفرمانِ باری تعالیٰ یہ ہو۔

اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ عَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًاO (پارہ پندرہ رکوع ۲۱)

ترجمہ جسے ہم نے اپنی پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علمِ لدُنی عطا کیا

یہ شناخت نبی مُرسل حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو تعلیم دی گئی ہے۔ اب ذرا عہدو پیمان جو باہمی ہوئے ہیں ان کو خداوند تعالےٰ ہی کے ارشاد کی روشنی میں ملاخط فرمائیے۔

قَالَ لَهٗ مُوۡسٰی هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًاO

(پارہ پندرھواں رکوع ۲۱)

(ترجمہ) اس سے موسیٰؑ نے کہا کیا میں تمھارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم

مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔
حضرت موسیٰؑ نے علم حاصل کرنے کے لئے اتباع کے ساتھ پیروی کا وعدہ کیا۔ لفظ اطاعت نہیں فرمایا جواب دیا گیا۔

کَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا○

(ترجمہ) اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔
اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جو دیا ہے قابلِ غور ہے۔

قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا○

(پارہ ۱۵ ارکوع ۲۱)

(ترجمہ) حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ؎

بہ مے سجّادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زِراہ ورسمِ منزلہا

آخر عہد و پیمان ہو گئے۔

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا○

(ترجمہ) کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔
یہ آیاتِ قرآن پاک میں اللہ جل شانہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قصّہ کی حیثیت سے نازل کر کے تعلیم فرمائی ہے۔ ہم ہی نے ان آیات کو اس علم کی سند میں پیش نہیں کیا۔ بلکہ اکثر مشائخ اور علمائے راسخین بھی اسی طرف گئے ہیں چنانچہ عارف رومیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

علم موسیٰؑ باہمہ نور و بصر
شد ازاں محجوب تو بے پر مپر

یعنی حضرت موسےٰ علیہ السّلام باوجود علم اور نور بصر کے ان سے شرمندہ ہوئے تُو تو بغیر پروں کے ہی اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اب ذرا غور کرو کیسی صاف وسُتھری کُھلی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ اس علم کا تعلق کسب اور سیکھنے سکھانے سے نہیں بلکہ از روئے رحمت ہم اس کو عطا کرتے ہیں۔ اور یہ ہماری قربت کا علم ہے جس طرح تعلیم دی جائے۔ اس پر عمل کیا جائے۔ اپنی طرف سے چون وچرا نہ کی جائے۔ یہ خالص اِتبّاع سے حاصل ہوتا ہے فہم اور ادراک سے بالاتر ہے۔ اس کے اعمال کے متعلق سوالات نہ کئے جائیں بلکہ ضرورت ہو گی تو خود ہی بتلائے جائیں گے۔ اور کامل اِتبّاع کی جائے کامل اِتبّاع بغیر محبّت کے حاصل نہیں ہو سکتی یا یوں سمجھو کہ کامل اِتبّاع کے معنی ہی محبت کے ہیں۔ اور کچھ نہیں ؎

جامیؒ رہِ ہدیٰ بخدا غیر عشق نیست

گفتیم والسّلام علی تابع الہُدیٰ

نسبت اور فنائیت

محبت بغیر نسبت کے نہیں ہو سکتی ہے اس لئے رہبر کامل صرف شیخ کی ذات ہو سکتی ہے۔ شیخ کی ذات وصفات کو حاصل کرنا اور اپنی ذات وصفات کو فراموش کر دینا یہی فنائیت ہے۔ شیخ چونکہ اپنی ذات وصفات کو اپنے شیخ میں فنا کر چکا ہے۔ پس علیٰ ھذا یہ سلسلہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ تک پہنچتا ہے۔ اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات میں کامل فنائیت حاصل کر چکے ہیں جن کی شان میں ارشاد نبویؐ ہے۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔

(ترجمہ) یعنی میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اسکا دروازہ اور بغیر دروازہ کے شہر میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔

لَحْمُكَ لَحْمِیْ وَدَمُّكَ دَمِیْ

(ترجمہ) تیرا گوشت میرا گوشت اور تیرا خون میرا خون ہے۔

سورۂ مباہلہ میں اللہ تعالیٰ نے نفس علیؑ کو نفس نبیؐ فرمایا ہے۔ اُن کے چہرے پر نگاہ کرنا عبادت ہے۔ جس کو ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں جب رسول اکرمؐ کی ذات میں فنائیت ہو گئی۔ تو اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنا آسان تر ہو گیا۔ مقصود قربت خداوندی ہے۔ اور اسی کی معرفت اور اسی کی فنائیت۔ مگر ان ذرائع کے بغیر ناممکن ہے۔ ے

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ

فنائیت شیخ اور فنائیت باری تعالیٰ: فنائیت شیخ سے ہی فنائیت باری تعالیٰ حاصل ہوتی ہے۔ کیونکر ہوتی ہے؟ اور کیسے ہوتی ہے؟

سُنو! یہ ہماری سُنی سنائی باتیں نہیں ہیں۔ یہ ہمارا کشف ہے ہمارا مشاہدہ ہے اور ہماری تحقیق ہے۔ ہم اپنے کشفوں کو دوسروں کے واسطے محبّت بڑھانے کے لئے اِتباعِ سنّت میں پیش کرتے ہیں تاکہ شکوک رفع ہو جائیں اور گفتگو کا موقع نہ رہے اور اتمام حُجّت ہو جائے ورنہ ہم پر مہرِ نیم روز کی طرح عیاں ہے۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح نمایاں ہے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ہمارے حضرات سے ہمیں یہی پہنچا ہے۔ ہمارے لئے یہی کافی ہے لیکن جب سب کچھ ہم پر گزر رہا ہے ہم کیسے بیان نہ کریں اور کیوں باور نہ کریں۔

برزخِ شیخ: جب سالکِ راہ خالص نیّت سے ذکر وفکر میں مشغول ہوتا ہے اور برزخِ شیخ سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ ریاضتیں اور مجاہدے کرتا ہے۔ جوں جوں برزخِ شیخ سے تعلق ہوتا جاتا ہے تزکیۂ نفس ہوتا جاتا ہے اور اوصاف رذیلہ اخلاقِ حَسنہ سے بدلتے جاتے ہیں۔ توجّہ اور رفاقت اس کو حاصل ہوتی جاتی ہے۔ دُنیا کی محبّت اس کے دل سے نکلتی جاتی ہے۔ صبر وتوکّل وغیرہ حاصل ہو جاتے ہیں۔ اپنی حاصل شدہ قوتوں سے یہ درجہ بدرجہ عالمِ مثال میں پہنچنے لگتا ہے یہاں تک کہ برزخِ شیخ کامل ہو جاتا ہے۔ قلب ایک معدنِ نور ہو جاتا ہے کدورتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس کو سیرِ آفاق سے تعبیر کرتے ہیں۔

سیرِ آفاق اور سیرِ الی اللّٰہ: یہی وہ مقام ہے جب لطائف کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ہر لطیفہ سے ایک نور متعلق ہے نور کا ظہور ہی اس لطیفہ کی اور صفائی قلب کی علامت ہے۔ عالمِ مثال میں اسکا رنگ سرخ ہے ہم چنیں نُور کا رنگ زرد ہے۔ اسی طرح ساتوں لطیفے ظاہر ہوتے ہیں ان لطائف سے انسان اپنی ظلمتوں اور کدورتوں کو دُور کرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ قلب کی صفائی کا یقین اور تزکیہ کا

علم حاصل ہو جاتا ہے۔

سالک عالمِ مثال میں اپنے اطوار اور احوال کو فراموش کر کے احوالِ شیخ کو جب ملاحظہ کرتا ہے۔ پہلی حالت کا دوسری حالت میں تبدیل ہونا مشاہدہ کرتا ہے۔ ذات وصفات اور افعال سب میں تبدیلی ایک ساتھ ہوتی ہے۔ یہ سیرِ آفاق ہے۔ یہی حالت ترقی کرتے کرتے سیرِ الی اللہؒ تک پہنچتی ہے۔ اب لطائف مکمل ہو چکتے ہیں۔ اور تزکیہ ہو چکا۔

سیرِ فی اللہؒ اور درجہ بقا باللہؒ: تزکیہ کے بعد سیر فی اللہؒ شروع ہو جاتی ہے اس مقام پر اکثر جذبہ طاری ہو جاتا ہے۔ سوائے نورِ حقیقی کے کچھ نظر نہیں آتا اور انسان مرفوع القلم ہو جاتا ہے۔ اس سیر میں جو کچھ دیکھتا ہے اور مشاہدہ کرتا ہے سوائے محبوبِ حقیقی کے کسی چیز کا وجود نظر نہیں آتا۔ اپنے میں بھی اُسی نور کا جلوہ دیکھتا ہے بلکہ وہی نُور نظر آتا ہے۔

انا الحق سبحانی ما اعظم شانی لیس فی جُبَّۃِ رسولُ اللّٰہؒ پکار اُٹھتا ہے تُخَلِّقُوْ بِاَ خْلَاقِ اللّٰہؒ سے متصف ہوتا ہے۔ اخلاقِ خداوندی سے متعلق ہوتا ہے۔ یہ سیر جب مکمل ہو جاتی ہے۔ تو بقا باللہؒ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ مقامِ اتصال و وصال یہ ہے یہ سیر الصفی ہے۔ اب ولایت کی تکمیل کا وقت آ گیا۔

مقامِ محمودی: اس کے بعد بعض خواص کا خیال ہے کہ سیر رجوعی شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس کو سیر عن اللہؒ کہتے ہیں۔ لیکن ہم اس کو بھی عروجی شمار کرتے ہیں۔ چونکہ تکمیل اور ارشاد کا تعلق انہیں سے ہے اسے مقامِ محمودی کہتے ہیں یہی وہ مقام ہے ستّر ہزار پردے جو حدیث شریف میں مذکور ہیں یہ ہی ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یَسْتَفِیْضُ اَلْفَ حِجَابُ مِنْ نُوْرُ عَظِیْمٌ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے لئے ستر ہزار نُور کے پردے ہیں۔ وہ سب دُور ہوجاتے ہیں۔

غیر و غیریت کا اسم زاسم محو و لا شیء کردیتی ہے۔ علوم و معارف و تجلّیات اور ظہورات سے سالک مالا مال ہوجاتا ہے۔ تزکیہ تجلیہ سب پورا ہوجاتا ہے۔

کامل تناسب سعادتِ عظیم: برزخِ شیخ کے متعلق خواجہ محمود اشرفؒ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے دریافت کیا۔ کہ نسبت ورابطہ کی ورزش یہاں تک غالب ہوگئی ہے۔ کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہے۔ بالفرض اگر اس کو دور کرنا چاہے تو نہیں ہوسکتا۔ مجددؒ صاحب مکتوب نمبر ۳۰ دفتر دوئم میں فرماتے ہیں طالب اس دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ اس حال والا شخص۔ کامل تناسب رکھتا ہے رابطہ مسجود الیہ ہے نہ کہ مسجود لہ، محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ ایسی دولت سعادت مندوں کو میسّر ہوتی ہے۔ تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ جانیں اور تمام اوقات اسی طرف متوجہ رہیں۔ نہ ان بد بخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور توجہ کے قبلہ کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں اور اپنے معاملہ کو درہم برہم کر لیتے ہیں۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نہ داشت
دیدن سوئے نبیؐ سود نہ داشت

جس کی قسمت میں کچھ بہتری نہ تھی۔ اس کو رضائے نبیؐ بھی بیسود رہی۔)

مقامِ فنا: ایک اور مکتوب کا خلاصہ سنو! جو مولانا عبدلقادر انبالوی کو تحریر فرمایا ہے۔ مکتوب نمبر ۹۴۔ جب سالک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر و مُراقبہ کے

ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔اور دم بدم ماسوا سے منہ پھیرتا جاتا ہے۔تو حق تعالیٰ کی صفات اور اسماء کی علمیہ صورتوں کے عکوس پر ان میں قوت باطنیہ پائی جاتی ہے۔اور اپنے فرائض پر جو علامات ہیں غالب آتے جاتے ہیں۔

اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الغَالِبُوْن

(خبردار اللہ جل شانہ، کا گروہ غالب ہے)

معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے۔کہ علامت جو ان عکوس کیلئے اصل اور مادہ کی طرح ہیں۔پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔بلکہ سب کے سب سالک کی نظر سے چھپ جاتے ہیں۔اور اپنے اصول کے عکوس اس کی نظر میں کچھ نہیں رہتے۔بلکہ وہ عکوس بھی اپنے اصول کے آئینہ میں نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔یہ مقام مقامِ فنا ہے اور سب سے بلند ہے۔وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰه۔اللہ تعالیٰ جسے توفیق عطا فرمائیں۔اور اپنی رحمت کاملہ سے نوازیں۔

سَنُرِيْهِمْ آيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ O

(ترجمہ) ہم ان کو آفاق دُنیا میں اور ان کے اپنے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے۔تاکہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے۔

<u>مقامِ ولایت</u>: حضرت قبلۂ عالم قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز نے ارشاد فرمایا کہ جب مقامِ محمدیؐ پر سالک فائز ہوتا ہے۔تو تکمیل فنائیت ہو چکی ہوتی ہے۔مومن کہلانیکا مصداق ہو گیا یہ مقام ولایت کا ہے اب یہ

اَللّٰهُ وَلِىُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ O

میں آ گیا۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ دوست ہو جاتا ہے ان کا جو ایمان لائے اور انہیں ظلمات سے نور کی طرف لے آتا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(ترجمہ) تحقیق اولیاء اللہ پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔

ان کا قلب نُور سے معمور ہو گیا ہے۔ جب ظرف کسی چیز سے پُر ہو جاتا ہے تو پھر کوئی شئے اس میں نہیں سما سکتی۔ نہ آئندہ کا انہیں خوف باقی رہتا ہے اور نہ گزشتہ کی مایوسی اور غم۔ یہ ہے انقلابِ عظیم۔ دل ہے وہی مگر افعال کچھ اور ہیں اور بخل وغیرہ کا شائبہ تک موجود نہیں ہے۔ آنکھ ہے لیکن بدنگاہی اب کہاں۔ زبان ہے مگر بدکلامی اور خرافات کا وجود نہیں" ہاتھ ہیں لیکن ظلم کی طرف نہیں چلتے۔ پیر ہیں لیکن چوری کی راہ پر نہیں چلتے۔ غرض ہے سب کچھ مگر کچھ اور ہو گیا ہے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کا کامل مجسمہ ہے رُشد وہدایت پر فائز ہو گیا ہے۔

کہیے اب کونسی صفت اور کونسا فعل اس میں پہلا باقی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذات ہی بدل گئی۔ اب ظلمت کا وجود باقی نہیں نُور ہے کدورت نہیں صفائی ہے۔ اب اس سے احکامِ شریعت اس طرح سرزد ہوتے ہیں کہ ان کو بجالانے میں اُسے کوئی تکلف نہیں ہوتا بلکہ ذوق پیدا ہوتا ہے ہر حکم شریعت پر اس کی نگاہ ہے۔ اور افعال خود بخود سرزد ہو رہے ہیں۔

کس خوبی سے علامہ اقبالؒ نے اس کو ادا کیا ہے۔

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندہ کو عطا کرتے ہیں چشم نگراں اور

اس کی نماز معراج المومنین ہے۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش بنا ہوا

ہے یوم اَلَسْت کے وعدہ کی تکمیل ہوگئی۔ اور یہ سالک اللہ جل شانہٗ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ ظاہر و باطن اس کا سنور گیا مقصودِ زندگی حاصل ہوگیا۔ یہ خدا کی توفیق اور رحمت کاملہ سے بندہ کو عطا کیا جاتا ہے۔ اور حضرتِ عشق ہی کی کارفرمائی ہے۔ ؎

عشق سلطان است برہانِ مبین
ہر دو عالم عشق را زیرِ نگیں

نورِ مجسّمؐ اور کتابِ مبین

ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ ۟

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔

یعنی صرف اسلام۔ جب ہم غور کرتے ہیں کہ شمع نبوت کے پروانے جن کے عہد میں یہ دین پروان چڑھا اور تکمیل ہوئی۔ عمل کے میدان میں وہ ہمہ گیری اختیار کی کہ کسی پیغمبر علیہ السّلام کو بھی ایسے ہمراہی نصیب نہ ہوئے۔ فدائیت کا یہ عالم کہ ماں، باپ، اولاد، گھر بار قبیلہ، وطن، مال و متاع، سب کچھ قربان کر دیا یہاں تک کہ جانیں قربان کیں۔ جو کچھ ان کے پاس تھا۔ سب کا سب قدموں پر نثار کر دیا۔ جاہل سے جاہل۔ عالم سے عالم سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے۔ غلام اور آقا میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ایک کم سمجھ انسان نے اپنی شاہراہ اختیار کی تو اسی ایک شاہراہ پر اور تسکین پائی تو اسی ایک نبی علیہ السّلام اور اسی ایک قانون پر، عالم اور فلسفی کے لئے دلیل اور حجّت ملی تو اسی ایک کتاب میں۔ معلوم ہوتا ہے سب کی نظر ایک ہے، سب کے قلوب ایک ہیں، سب کے افعال ایک ہیں، سب کے کردار ایک ہیں۔ قرآن پاک سے جواب ملا ہاں ہاں یہ صحیح اور درست ہے۔ اور کیوں نہ ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے نورِ مجسّمؐ کو مبعوث فرما دیا۔

کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ لَقَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ ۟

(ترجمہ) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ البتہ تحقیق

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اک نورِ مجسّمؐ اور کتابِ مبین آئی۔

اس نورِ مجسّم نے سب کو نور عطا فرمایا اور سب نے اسی سے نور حاصل کیا اور حسب استعداد و حسبِ قابلیت حاصل کیا۔ اور سب ایک ہی نور میں مستغرق ہوگئے۔ دل و دماغ سب کے ایک ہوگئے۔ پھر شمعؑ ہدایت کے پردہ فرمانے کے بعد کثافت اور کدورت بڑھنے لگی۔ جس نور سے آنکھیں خیرہ ہوگئی تھیں اب کثافت آنے لگی۔ صحیح نگاہ میں خلل پڑنے لگا۔ کیونکہ از دیدہ دور از دل دور۔ اس نورِ مجسّم سے جو نور عطا ہوا اسی کا نام نسبت ہے۔ وہی محبّت ہے۔ بغیر کسی محنت اور مشقت کے تزکیہ نفس ہوتا گیا۔ بغیر مجاہدہ کے تجلیۂ قلب ہوتا گیا۔

حضرت آدم علیہ السّلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک جس کے قیام کے لئے شریعتیں آتی رہیں، لیکن کماحقہٗ تکمیل نہ ہوئی۔ اب اس نورِ مجسّمؐ نے اقصائے عالم میں وہ نور پاشی فرمائی کہ مکمل فرمادیا۔ اللہؐ اور بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ دیا۔ لیکن افسوس کہ حدیثِ ثقلین پر صحیح عمل نہ کیا ایک نے کتاب کو پکڑا دوسرے نے عترت کو۔ خیر الامور اوسطہا کی راہ چھوٹ گئی۔ غلو شروع ہوگیا کدورت بڑھنے لگی۔ شاہراہ کے دو حصّے معلوم ہونے لگے ایک نے ایک چیز یعنی کتاب پر زور دینا شروع کیا۔ دوسرے نے عترت کا پردہ اختیار کیا۔ حالانکہ دونوں کو اختیار کرنا تھا ایک کا اختیار دوسرے کا ترک۔ غرض دونوں سے دور جا پڑے۔ جن چیزوں سے روکا گیا تھا۔ زیر بحث آنے لگیں، فہم و فراست کا بازار کھُل گیا۔ قیامِ نسبت کا سلسلہ پوشیدہ ہوگیا۔ علمائے حق اپنی اپنی کوششوں میں لگے رہے۔ مگر سوائے سعادت مندوں اور خوش نصیبوں کے کوئی بہرہ یاب نہ ہوا۔

قرآن مجید سمجھنے سمجھانے میں پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں۔ تاویلوں نے گھر کرلیا حالانکہ کھلے کھلے اِحکام موجود ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ:۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ

(ترجمہ) وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری۔ اس میں کچھ محکم آئیتیں ہیں جو کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہ آئیتیں ہیں۔ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو اس میں متشابہ آیات ہیں اختلاف چاہتے ہیں کہ ان کی من مانی تاویل کریں اور ان کی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور جو علم میں راسخ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

تشریح آیات شریف

محکمات: اب سنو محکمات محکم کی جمع ہے۔ محکم وہ ہے جس میں لفظ اور معانی کے اعتبار سے کوئی شُبہ وارد نہ ہو۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ حکمت وَاُحکمت کے اصل معنی ہیں مَنَعت یعنی روک دیا۔ پس فساد یا خلل کو روک دینے پر اس لفظ کو بولا جاتا ہے۔ جس طرح حاکم کو حاکم اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگوں کو ظلم سے روک دیتا ہے۔

روح المعانی میں وَالصَّمِتُ الْمَعَانِیْ ظَاهِرَةُ الدَّلَالَیَۃ

جس کے معنی واضح ہوں اور ظاہر پر موقوف ہوں اُمّ ماں کو کہتے ہیں اس لئے اُمّ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کے وجود یا اس کی اصلاح کے لئے بطور اصل کے ہوں۔

متشابہات: متشابہات، متشابہ شبہ سے ہے کسی چیز کا شبہ وہ ہے جو بلحاظِ کیفیت اس کی نقل ہو قرآن شریف میں متشابہ اُسے کہا جاتا ہے کہ جس کی تفسیر بوجہ اس کے غیر کے ساتھ مشابہت کی شکل ہو۔ خواہ مشابہت لفظ کی ہو یا معنی کی حیثیت سے۔

آیات مقدسہ کی تقسیم: امام راغبؒ نے محکمات اور متشابہات کی طویل اور جامع بحث کی ہے وہ کل آیات کی تین طرح پر تقسیم کرتے ہیں۔ محکم مطلق، متشابہ مطلق، ایک وجہ سے محکم اور ایک وجہ سے متشابہ پھر متشابہ تین قسم پر ہے۔ لفظ کی حیثیت سے معنی کی حیثیّت سے، لفظ اور معنی دونوں کی حیثیّت سے، پھر لفظ کی حیثیت سے جو متشابہ ہے، وہ دو قسم ہے۔ ایک الفاظ مُفردہ۔ دوسرے کلام مُرکب میں۔ الفاظ مُفردہ میں متشابہ بوجہ غرائب لفظ کے ہوتا ہے۔ جیسے اب یا اشتراک لفظی سے جیسے یَدَیْنَ اور معانی کے اعتبار سے اللہ

تعالیٰ کے اوصاف، یوم قیامت کے اوصاف۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب صفات ہمارے تصوّر میں نہیں آسکتیں کیونکہ ہمارے ذہن میں وہی چیز آسکتی ہے جس کو ہم محسوس کرتے ہیں۔ یا اس جنس کی چیز ہو جس جنس کی چیزوں کو ہم محسوس کرتے ہیں۔ پس جنّت، دوزخ، حساب وکتاب وغیرہ کے متعلق جس قدر امور ہیں وہ سب امور متشابہات میں داخل ہیں۔

ایک اور رنگ میں متشابہ کو تین قسم لکھا ہے۔ ایک وہ جس کی حقیقت پر انسان واقفیت حاصل نہیں کرسکتا جیسے امور متعلق قیامت وغیرہ، ایک وہ جن پر واقفیت حاصل کرسکتا ہے جیسے الفاظ غریبہ اور مشکل احکام، ایک اُن دونوں کے درمیان جن سے راسخ فی العلم واقفیّت حاصل کرسکتے ہیں، مگر ہر شخص نہیں۔

فتنہ: فتنہ فتن سے ہے۔ جس کے معنی سونے کو آگ میں ڈالنا کہ کھوٹا پن اور کھرا پن معلوم ہو جائے۔ قرآن پاک میں رنج والم جو کفّار مومنین کو دیتے تھے۔ اس کے علاوہ حق سے پھیرنا۔ فتنہ الرّجلُ کہ جس حالت پر انسان تھا اس سے ہٹا دیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اِنّی اریٰ تفِنٌ جوَار فَلاَ مَنْ بُیُوْتِکُمْ یعنی فتنوں کو تمہارے گھروں میں دیکھتا ہوں۔ یعنی گمراہی اور اختلاف۔ تینوں معنی میں سے حق سے پھیرنا۔ گمراہ کرنا۔ اختلاف گویا متشابہات کی پیروی سے ان کی غرض حق سے پھیرنا، گمراہ کرنا اور اختلاف بڑھانا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں فتنہ کے معنی شبہ ڈالنے کے لئے ہیں۔

علمِ تاویل راخون کی معنی رسوخ کے ہیں یعنی کسی چیز کا نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ قائم ہونا۔ راسخ العلم سے محقّق مراد ہے۔ اِمام راغبؒ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:۔

اَنَا مِنَ الرَّاسِخِیْنَ تَاوِیْلَهٗ یَعْلَمُوْنَ ۝

(ترجمہ) میں ان راسخوں میں سے ہوں جو اس کی تاویل کو جانتے ہیں۔

حضور اکرمؐ نے حضرت ابن عباسؓ کے لئے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ ۝

(ترجمہ):۔ اے اللہ اس کو دین میں سمجھ دے۔ اور علم تاویل عطا فرما۔

محکمات کے معنی تو معلوم ہوتے ہیں صرف رحمت خداوندی سے متشابہات کی تاویل کے معنی پر اس حدیث شریف کو محمول کریں گے۔ ورنہ متشابہات کا نزول عبث ہو جائے گا۔ جب اس کو کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔

یہ سب کچھ ہم نے اس لئے بیان کیا ہے کہ محکمات مسلّمات میں سے ہیں اور متشابہات کو سوائے خداوند تعالیٰ کے اور راسخون فی العلم کے کوئی نہیں جانتا۔ لوگوں نے اس میں تاویلیں شروع کیں اور اپنے کو راسخ العلم قرار دیا۔ اور حقیقت کو پس پشت ڈال دیا۔ ہم ایسے مقاموں سے بڑی احتیاط سے گزرے ہیں۔ محکمات کو کبھی متشابہات میں شامل نہیں کیا اور نہ متشابہات کو محکمات میں کھلے کھلے ظاہرہ احکام کی تابعداری کی ہے اور کرائی ہے۔

بتوں کو دیکھ کر ہم کلمہ توحید پڑھتے ہیں

خدا راضی ہے جس میں وہ ہماری عین مرضی ہے

اکثر متشابہات کا راز ہم پر کھلا ہے۔ ہمیشہ پردۂ راز میں رکھا ہے۔ ایسی باتیں انسانوں کی سمجھ سے بہت دور ہیں۔ ان کے اظہار سے ظاہرہ احکام میں فتور پڑ جانے کا احتمال ہے۔ متشابہات سے ایمان اور ذوق کا فائدہ اٹھایا ہے ظاہر احکام کو محکمات تصوّر کیا ہے۔ اور اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔ قرآن پاک سے قوانین اور قوائد کا فائدہ اٹھایا ہے۔ اس کی عظمت برقرار

رکھی ہے۔ اس کی عزت سے محبت اور نسبت کا تعلق رکھا ہے۔ قرنِ اولیٰ کی اسلامی دنیا سے لطف اندوز ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے بزرگوں کے طفیل ہے۔ ان کی توجہ اور تصرف کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہم کیا اور ہماری کاوش کیا۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

(ترجمہ)۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے جسے چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے۔

تری مسجد میں واعظ خاص ہیں اوقات رحمت کے
ہمارے میکدے میں رات دن رحمت برستی ہے

حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا کہ متشابہات کے متعلق ابھی پوری گفتگو نہیں ہوئی۔ حضرت مجدد صاحب کے مکتوب نمبر ۱۳ جلد اول سے زیادہ وضاحت ہو جائے گی۔

علمائے راسخین وارث انبیاءؑ: سنو! سید المرسلینؐ کے دین سے متابعت علماء ظاہر کا نصیب تھا۔ یہ درست کرنے کے بعد شرائع و احکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے، اور صوفیائے علیہ الرحمۃ کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں۔ احوال و مواد اور علوم و معارف ہیں اور علمائے راسخین کا نصیب جو انبیاء علیہم السّلام کے وارث ہیں معہ اس چیز کے جو عالم رکھتے ہیں اور بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیاء ہمراز ہیں۔ وہ اسرار و دقائق ہیں جس کی نسبت متشابہات قرآنی میں رمز و اشارہ ہو چکا ہے اور تاویل کے طور پر درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت اور متبعت کے طور پر انبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں ان ہی کے واسطے سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْٓ اِسْرَائِيْلَ۔

(میری امّت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں۔) اور ہم کو تو اَلْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاء (علماء انبیاء علیہم السّلام کے وارث ہیں) علماء کی تعریف کافی ہے علمِ وراثت ہی علمِ شریعت ہے جو انبیاء علیہم السّلام سے باقی رہا۔

علم شریعت: علم شریعت کی ایک صورت ہے ایک حقیقت۔ صورت وہ ہے جو علماء ظاہر کے نصیب ہے جو کتاب وسنّت کے محکمات سے تعلق رکھتی ہے اور حقیقت وہ ہے جو علماء راسخین کے نصیب ہے جو کتاب وسنّت کے متشابہات سے متعلق ہے۔ محکمات اگر چہ اُمّہات کتاب یعنی اصول ہیں۔ لیکن ان کے نتائج وثمرات متشابہات ہیں جو کتاب کا اصل مقصد ہیں گوثمرات کے حاصل ہونے کے لئے اُمّہات وسیلہ ہیں۔ گویا کتاب کا مغز متشابہات ہیں اور اسکا پوست محکمات ہیں۔ وہ متشابہات ہی ہیں جو رمزو اشارہ کے اصل کو ظاہر کرتی ہیں اور معاملے کی حقیقت کا پتہ بتاتی ہیں۔ علماء راسخین نے پوست کو مغز کے ساتھ جمع کیا ہے اور شریعت کی صورت وحقیقت کے مجموعہ کو پالیا ہے ان بزرگوں نے شریعت کو ایک شخص تصوّر کیا ہے۔ جس کا پوست "صورتِ شریعت اور اس کا مغز حقیقتِ شریعت ہو" شرائع اور احکام کے علم کو شریعت کی صورت اور حقائق واسرار کے علم کو شریعت کی حقیقت سمجھا ہے۔

بعض لوگوں نے شریعت کی صورت میں گرفتار ہو کر اس کی حقیقت سے انکار کیا ہے۔ صرف ہدایہ اور کنز کو اپنا پیر ومقتدا سمجھتا ہے۔ بعض لوگ اگر چہ حقیقت کے گرفتار ہوئے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا بلکہ شریعت کی صورت پر موقوف رکھا اور اس کو بھی صَرفِ خیال کیا اور مغز کو اس کے سوا کچھ اور تصوّر کیا۔ اس لئے اس حقیقت سے

واقف نہ ہوئے اور متشابہات سے کچھ حاصل نہ کیا۔ پس علمائے راسخین ہی درحقیقت وارثِ انبیاءؑ ہیں۔ کما قال عارف رومیؒ ؎

من زِ قرآن مغز را برداشتم
استخواں پیشِ سگاں انداختم

ایک قِصّہ: اس ضمن میں ایک قصہ یاد آیا۔ جب ہم نصیر آباد میں تھے تو ہمارے پاس ایک گوجر جو وہاں فوج میں ملازم تھا اور اس کا نام شیونا تھ تھا آیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک کبیر پنتھی بھی آیا کرتے تھے۔ کچھ دن کے بعد کبیر پنتھیوں کے مہنت آئے یہ دونوں ان سے ملنے گئے۔ انہوں نے مہنت صاحب سے دریافت کیا کہ پرمیشور اپنی مخلوق سے ماں سے دس گنا زیادہ محبّت کرتے ہیں۔ یہ دستور ہے کہ جب بچّے کا کوئی فعل بُرا لگتا ہے تو ماں سمجھاتی ہے۔ سمجھانے پر نہیں مانتا تو دھمکاتی ہے۔ اس پر بھی نہیں مانتا تو اس کو وہاں سے ہٹا لیتی ہے۔ پرمیشور ایسا کیوں نہیں کرتے۔ مہنت صاحب نے دوسرے وقت پر ٹال دیا۔ دوسرے وقت بھی یہی نتیجہ رہا تو وہ بددل ہوکر رہ گئے۔ ہمارے پاس آئے اور تمام قصہ سُنایا کبیر پنتھی نے ہم سے بھی یہی سوال کیا۔ ہم نے فوراً کہا کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ وہ مبہوت ہوگیا اور کہنے لگا کیسے؟ جب انسان بچّہ جیسا تعلّق خدائے سے کرلے۔ ماں مارتی ہے مگر اسی سے مدد مانگتا ہے اسی کو یاد کرتا ہے۔ ایک دم اس سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ کبیر پنتھی کی تسکین ہوگئی۔ اور خوش ہوکر جھومنے لگا۔ یہ ہمارا اتفقّہ تھا۔ ایسی ایک حدیث شریف بھی ہے۔ اس پر محمول کرکے ہم نے جواب دیدیا۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۝

(اے پروردگار اپنی نزدیکی سے ہم پر رحمت نازل فرما)

اب مجملاً متشابہات کا کچھ ذکر کرتے ہیں۔ جو کہ مقصود کتاب ہیں۔ سب سے پہلے توحید کو لو۔ کس قدر اہم باریک اور دقیق مقام ہے۔ عوام کے لئے "یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ" کا ارشاد کافی اور وافی ہے اگر ذوقِ صحیح کسی بزرگ سے اللہ کی رحمت سے مِل جائے۔ علماء ظاہر نے اپنی علمی فراست اور عقلی استدلال سے جہاں تک پہنچ سکتے تھے۔ پہنچنے کی کوشش کی "لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیءٌ" سے خاموش رہ گئے۔ علماء ظاہر نے جو صورت اختیار کی قابلیت اور استعداد کے موافق کوشش بلیغ کی چند عقائد وضع کئے۔ اور اسی پر اکتفا کیا۔ علماء راسخین نے صورت اور حقیقت دونوں کو اختیار کیا۔ جو جس مقام تک پہنچے سب نے ایک ہی دیکھا۔ ایک ہی پایا۔ ایک ہی کہا۔ احوال اور مقام کا فرق ہے ورنہ کچھ فرق اور امتیاز نہیں ہے۔ سب ہم آہنگ ہیں ظاہر و باطن منوّر ہو گیا۔ ذوقِ صحیح پیدا ہو گیا۔ اب اعمالِ حسنہ خود بخود سرزد ہونے لگے۔

رموز و نکات صرف اس درجہ تک بیان کئے جہانتک عوام کی سمجھ میں آسکیں۔ ورنہ اشارہ اور کنایہ سے کام لیا۔ یہ ہیں معنی محکمات کے۔ متشابہات سے روشنی حاصل کرنا، جہاں انسانی عقل و خرد اور فہم و فراست بیکار ہے۔ کیا خوب فرمایا حافظ شیرازیؒ نے ؎

راز درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
کہ ایں نیست حال صوفیٔ عالی مقام را

صُورت اور حقیقت: ایک درویش مولویانہ وضع کے اچھے خاصے پڑھے لکھے اور واقف شخص ہم سے ملنے کے لئے بمبئی سے نصیر آباد آئے۔ جب ہم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ہم سے سوال کیا کہ حضرت شریعت کیا ہے؟ اور

طریقت کیا ہے؟ ہم نے ان سے کہا کہ لفظوں کے پیچا پیچ سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ احکامِ خداؔ اور رسولؐ اکرم کو تسلیم کر کے بجالانا اسلام ہے۔ چاہے اس کا نام طریقت رکھو یا شریعت ہم تو دونوں کو لفظی تفاوت سمجھتے ہیں۔ ورنہ بات ایک ہی ہے۔ صورت اور حقیقت کا سوال ہے۔ دونوں کو جُدا نہیں کیا جاسکتا۔ ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی ہو جاتی ہے۔ ایسے الجھاؤ میں پڑنے سے کیا فائدہ۔ بات کام کرنے کی ہے نہ کہ بات کرنے کی۔ پھر کہنے لگے بُت پرستی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ ہمارے ذہن میں یہ دو شعر آ گئے ہم نے بغیر کچھ کہے پڑھ دیئے۔

تیری مسجد میں واعظ خاص ہیں اوقات رحمت کے
ہمارے میکدے میں رات دن رحمت برستی ہے
بتوں کو دیکھ کر ہم کلمہء توحید پڑھتے ہیں
خُداؔ راضی ہے جس میں وہ ہماری عین مرضی ہے

شاہ صاحب اچھل پڑے اور کہنے لگے ابھی آپ کی عُمر تھوڑی ہے مگرِ شیخِ کامل نے سب کچھ بتلا دیا ہے۔ پھر ارشاد ہوا میاں جب تک غیریت نہیں مٹتی کچھ نہیں ہوتا اس کا مٹانا ضروری اور لازمی ہے۔ یہ سمجھنے اور سمجھانے کی باتیں ہیں کہنے سُننے کی نہیں

گفتگو یکساں نباشد غافل وہشیار را درنفس باشد تفاوت خفتہ وبیدار را

غافل اور ہوشیار کی باتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ سونے اور جاگنے کے سانسوں میں فرق ہوتا ہے۔ وہی شخص کچھ کہہ سکتا ہے ظاہر کر سکتا ہے جس نے کچھ دیکھا ہو ورنہ محض قیاس اور استدلال میں یہ زور کہاں۔ یہ جوش وخروش اور ذوق کہاں۔

ذکرِ الٰہیؒ: ؎ ہر چیز کہ گوید آدمی تسبیح ہست
گر بشناسد بواجبی سُبحان را

یعنی اگر آدمی خُدا کو پہچان لے اور معرفتِ الٰہیؒ کا درجہ حاصل ہو جائے تو جو کچھ زبان سے کہے گا سب حمد وثنا ہے۔ یہ ایک مسلّمہ اَمر ہے کہ تمام اوقات ذکرِ الٰہیؒ میں مشغول رہنا چاہیئے جو اعمال اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق کیئے جائیں گے سب ذکر ہی میں داخل ہیں اگرچہ خرید وفروخت ہو، تدبیر منزل ہو، چلنا پھرنا ہو، کمانا خرچ کرنا ہو، پس تمام حرکات وسکنات میں اللہؒ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی رعایت رکھنی چاہیئے اور اسی کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ سب ذکر ہو جائیں۔ چونکہ ذکر سے امرونہی کی غفلت دُور ہو جاتی ہے اور دوام ذکرِ الٰہیؒ حاصل ہو جاتا ہے۔ بیوی اور بچّوں کی کفالت ان سے پیار ومحبّت اور روزی پیدا کرنا وغیرہ سب نفلی عبادت ہی نہیں بلکہ فرائض میں داخل ہیں کیونکہ مرضئ مولیٰ کے تحت ہیں۔ سب اسی کے لیے کی جارہی ہیں ثواب ہی ثواب ہے۔ باطن کا اثر جب ظاہر میں نمودار ہو سب کچھ ہے اگرچہ یہ دشوار ہے **وَمَا عَلَيْنَا اِلاَّ الْبَلاَغ**

دل اگر بندد بحق پیغمبری است ورز عشق بیگانہ گردد کافری است

اتباعِ سنّت اور حقوق العباد: حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرّہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ہم دُنیا کے رہن سہن اور تدبیرِ منزل پر گفتگو کر رہے تھے اور ہم نے کہا تھا دُنیا کی زندگی کو اتباعِ سُنّت میں گزارا جائے تو یہ نفلی عبادت ہے اور بعض اوقات اس سے بہتر۔ اور اگر غور کیا جائے تو حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ جس قدر انبیاءؑ تشریف لائے اقرارِ توحید وتصدیقِ رسالت اور عبادتِ خداؒ کے بعد تمام آسمانی کتابیں دُنیا کے سنوارنے کے

مضامین سے بھری پڑی ہیں۔ روز پیدائش سے لے کر روز وفات تک کے احکام موجود ہیں زن وشوہر کے تعلقات عبادت، حاکم ومحکوم کے واسطے عبادت، زنان واطفال کی پرورش عبادت، ہمسایہ کی خبر گیری۔ عبادت، مظلوم کی داد رسی۔ عبادت، بیمار کی تیمارداری اور اس کی مزاج پرسی۔ عبادت، یتیموں کے مال کی حفاظت اوران کی پرورش۔ عبادت، غریبوں کی اعانت عبادت، ماں باپ و بیواؤں اور بیکسوں کی خدمت عبادت، اگر غور کرو گے تو فرائض خداوندی ادا کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی ہر مخلوق کی نگہداشت کرتا ہے، ربوبیت کرتا ہے، اور مظلوموں کو ظالموں کے ظلم سے چھڑاتا ہے۔ وقِس علیٰ ھٰذا۔

گرشتر بانے جہاں بانی کند	زیبِ سر تاج سلیمانی کند
نائبِ حق درجہاں بودن خوش است	برعناصر حکمراں بودن خوش است
نائبِ حق ہم چوں جانِ عالم است	ہستیٔ او ظلِ اسمِ اعظم است
از رموزِ جزو کل آگہ بود	درجہاں قائم باامراللہؐ بود
فطرت اش ماموری خواہد نمود	عالمِ دیگر بیارد در وجود

بزرگوں کے تصرّفات

ارشاد عالی ہوا کہ حضرت قبلۂ عالم حضرت نبی رضا شاہ صاحبؒ نے حافظ احمد علی صاحب کو خلافت عطا فرمائی۔ انہوں نے اپنی بے بضاعتی پر خیال کرتے ہوئے ایک عریضہ تحریر کر کے حضرت قبلہؒ کے تکیہ مبارک کے نیچے رکھدیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ میں نا قابل ہوں کسی دوسرے کو خلافت عطا فرمائی جائے حضرت قبلہؒ نے جب وہ عریضہ دیکھا تو جلال آگیا۔ فرمایا کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم کچھ قابل ہو۔ واقعی تم نا قابل ہو۔ مکرّر سہ کرّر یہی فرماتے رہے۔ ہم جس کے سپرد جو خدمت کرتے ہیں۔ اس کے ذمہ دار ہم ہیں۔ کیا تمھارا خیال ہے کہ تمھاری قابلیت پر اس کا دارومدار ہے۔ اس کے بعد فرمایا تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس کو بجالاؤ۔ تمہاری قابلیت اور نا قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے اس کا فیصلہ کرنے والے ہم ہیں۔ اِدھر سے جو کچھ ہوتا ہے، وہ اوپر کا حکم ہے۔ اور ذمہ داری بھی انہیں پر ہے۔ اور جو کچھ ہوتا ہے اُدھر ہی سے ہوتا ہے۔؎

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
دستِ او جز قبضۂ اللہؒ نیست

"تم اپنا کام کئے جاؤ، تمہیں خود معلوم ہو جائے گا۔"

تصرّفات ظاہر و باطن: ہم تو ایک گنہگار اور نکمّے آدمی ہیں جو کچھ ہو رہا ہے سب انہیں کے طفیل ہے اور انہی کا صدقہ۔ ہم نے تو تمام عمر اس کی ضرور کوشش کی ہے کہ حضرت قبلہ خوش رہیں۔ اُنہی کی خوشی اور مرضی کو دین و دُنیا کے لئے مفید سمجھا ہے۔ اور ہمارا تو صرف یہی ایک راز ہے۔ جو اپنا واسطہ،

تعلق بزرگوں سے کر لیتے ہیں۔ ان کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ تصرّفاتِ ظاہر و باطن یکساں ہوتے رہتے ہیں بزرگوں کے تصرّفات کی اللہ تعالیٰ لاج رکھتے ہیں سب کچھ اوپر ہی سے ہوتا ہے۔ ہم تو ایک درمیانی واسطہ ہیں۔ ہم کیا ہیں۔ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ لیکن ہاں بزرگوں سے ایک تعلق پیدا کر لیا ہے۔ یہی سب کچھ ہے۔

کارِ زلفِ یست مشک افشانی امان عاشقاں
مصلحت را تہمت بر آہوئے چیں بستہ اند

اور فرمایا جب ہمارے پاس کوئی آتا ہے۔ اسے توبہ کرا لیتے ہیں۔ اور دفتر میں نام لکھ کر حضرات کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس رشتۂ محبّت اور سلسلۂ الفت کو مضبوط اور مستحکم بنا دے اور توبہ پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اسکی لاج سب بزرگوں کے تصرّفات پر ہے۔ ہاں سفارش ضرور کرتے ہیں۔

تحریری اجازت

ہم نصیر آباد میں تھے۔ حضرت قُدوۃُ السالکین زبدۃ العارفین مرشدی ومولائی حضرت نبی رضا شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز ہمارے پاس تشریف لائے اور ایک ہفتہ قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ اس دوران کچھ اصحاب حضرت قبلہٗ عالم سے سلسلہٗ عالیہ میں داخل ہو گئے تھے۔ لکھنؤ پہنچ کر حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ہمیں تحریری اجازت مرحمت فرمائی۔ تحریری اجازت کی خصوصیت ہمارے ساتھ ہوئی ورنہ عام طور سے حضرات کا طریقہ یہ رہا کہ عرس شریف پر یا کسی اور موقع پر اجازت فرما دی جاتی تھی۔ لیکن ہمیں لکھنؤ سے بذریعہ تحریر مطلع کیا گیا۔ ہم نے محسوس کیا کہ اس ذمہ داری کا ہمارے اوپر پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ ہم گھبرا اُٹھے ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس خدمت کو ہم کس طرح انجام دے سکیں گے۔ ہم نے اپنی نااہلیت اور عدم قابلیت کے لئے کچھ امورات سوچ لئے کہ جب حاضری کا موقع ملے گا اور قدمبوسی نصیب ہوگی عرض معروض کریں گے۔ ہمارے عذروں کو حضور قبول فرمائیں گے اور ہمارا چھٹکارا ہو جائے گا۔ اس اطمینان پر خاموش بیٹھ گئے۔

سال سوا سال کے بعد خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حافظ احمد علی ہمارے پیر بھائی جو صاحب اجازت تھے۔ ہمارے پاس آ گئے۔ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کی آمد سے پیشتر سے لوگ ہمارے پاس جمع ہوا کرتے تھے اور یہ سلسلہ برابر جاری تھا۔ حافظ صاحب کے تشریف لانے پر بھی لوگ آتے رہے۔ دو صاحبان داخل سلسلہ ہونے کے لئے آئے۔ ہم نے حافظ صاحب سے عرض کیا یہ دو آدمی سلسلہٗ عالیہ میں داخل ہونے کے لئے آئے ہیں۔ داخل فرما

لیجئے۔ حافظ صاحب ہماری اجازت سے واقف تھے فرمایا۔ تم خود کیوں داخل نہیں کرتے۔ ہم اور بھی گھبرا گئے۔ ہم سے زور دے کر کہا ہمارے سامنے تم خود داخل کرو ہم نے غور کیا۔ انہوں نے مکرّر زور دے کر فرمایا کہ نہیں ہمارے سامنے داخل کرو۔ آخر بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے بڑے ہونے کے اعتبار سے ہم پر بہت زور دیا مگر ہم نے کہا کہ ہمارے معاملہ کو ہم پر چھوڑ دو ہم خود سلجھالیں گے۔ اگر داخل کرنا ہے تو آپ داخل کرلیں ورنہ منع فرمادیجئے۔ بیچارے مجبور ہو گئے اور دونوں صاحبان کو داخلِ سلسلہ فرمالیا۔ کچھ دن کے بعد لکھنؤ تشریف لے گئے۔

حافظ صاحب نے لکھنؤ سے اپنے معاملات کے ساتھ ہمارا تذکرہ بھی پیش کردیا کہ حضرت مولائی مرشدیؒ نے حافظ صاحب کو براہ راست جواب مرحمت فرمادیا اور ہمارے لئے لکھدیا کہ ایسی حکم عدولی سے انسان مردود ہوجاتا ہے۔ اس زمانہ میں حضرت والا نواب صاحب ڈھاکہ کے یہاں فروکش تھے۔ جو حضرت کے خادموں میں داخل تھے۔ وہیں سے حکم نامہ ارقام فرمادیا تھا۔ حافظ صاحب نے حکم نامہ مع اپنے خط کے ہمارے پاس بھیج دیا ہم بہت گھبرائے اور پریشان خاطر ہوئے۔ ہم نے خداوند تعالیٰ سے دعا کی اور بہت گڑگڑائے کہ ہم تو اس قابل نہیں ہیں، اگر لطف و کرم ہوگا تو کچھ ہورہے گا۔ ہم نے تہیّہ کرلیا کہ اس خدمت کو ہم ضرور انجام دیں گے۔

سلسلۂ عالیہ کی اشاعت: جس روز ہم نے یہ ارادہ مصمّم کیا اسی روز حضرات اہلِ حدیث کی جامع مسجد کے امام عبدالغفور ہمارے پاس آئے اور سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوگئے۔ تمام نصیر آباد میں اس کی شہرت ہوگئی۔ حضرات اہل حدیث کو فکر ہوئی۔ انہوں نے مولوی عبدالحکیم کو اس مسجد میں بلایا اور لوگ جمع

ہوگئے۔ حافظ صاحب تو عصر کی نماز پڑھ کر چلے آئے۔ ان سب لوگوں نے جو جمع تھے حافظ صاحب کو گھر سے بلایا۔ مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم سلسلہ میں داخل ہوگئے ہو حافظ صاحب نے اقرار کیا۔ مولوی صاحب نے کہا کیوں کیا ضرورت لاحق ہوئی؟ حافظ صاحب نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُو اللّٰهَ وَابْتَغُوْآ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْ فِی سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں یہ حاکم وقت کیلئے ہے۔ حافظ صاحب نے برجستہ کہا کہ میں نے تو ان سے بیعت کرلی ہے حاکم وقت تو انگریز ہیں آپ ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیجئے۔ اس برجستگی پر لوگ مبہوت ہوگئے۔ اس پر لوگوں نے حافظ صاحب کو بہت ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ اگر تم پھر وہاں جاؤ گے تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

چار پانچ روز تک حافظ صاحب ہمارے پاس نہ آئے ان ہی کے قریب ایک برادرِ طریقت کے یہاں ہماری دعوت ہوئی۔ ہم دعوت میں گئے دیکھا کہ حافظ صاحب نہیں ہیں۔ ہم نے دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا دعوت ہے مگر تشریف نہیں لائے ہم نے ان کو بلوایا اور اپنے ساتھ کھانا کھلوایا۔ شب کو جب ہم رخصت ہوئے تو حافظ صاحب لالٹین لئے ہوئے آگے آگے تھے اور لوگ اشارہ کررہے تھے کہ حافظ صاحب وہ آگے آگے جارہے ہیں۔ لوگوں کو بہت ناگوار ہوا لوگ صبح ان کے دروازہ پر پہنچے وہ گھر سے نکل کر اپنے چبوترے پر کھڑے ہوکر نہایت دلیری سے کہنے لگے کہ میں نے تو اپنی جان سے ہاتھ دھولئے ہیں اب جس کو اپنی جان پیاری نہیں ہے وہ مجھ سے بات چیت کرے اور مقابلہ پر آئے۔ سب خاموش ہوگئے اب تمام نصیر آباد میں

ہماری شہرت ہوگئی۔ اور لوگ جوق در جوق آکر سلسلۂ عالیہ میں داخل ہونے لگے۔

تائیدِ غیبی اور استقامت: یہ ہے تائیدِ غیبی اور استقامت جب تک انسان ہمت نہیں کرتا کچھ نہیں ہوتا۔ وسعی منّی واتمام من اللہ تعالیٰ کا مطلب یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانی سعی کو مشکور فرماتے ہیں۔ دعوتِ خیر کی ابتلاء کے واقعات ہم پہلی صحبتوں میں بھی بیان کر چکے ہیں۔

بزرگوں کا تصرّف اسی کا نام ہے۔ دعوت خیر امر بالمعروف نہی عن المنکر اسی طور سے پوری ہوتی ہیں۔ مشکلات آتی ہیں۔ آسان ہوجاتی ہیں۔ مشکلات اور مخالفتیں باعث اشاعت ہوتی ہیں۔ ظاہر میں مصیبت اور مشکلات باطن میں رحمت اور تائید غیبی بن جاتی ہیں۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰے کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ :۔ یا اللہ ہمارے نور کو پورا فرما۔ اور بخش ہم کو۔ بیشک تو سب چیزوں پر قادر ہے۔

کار ایں است وغیر ایں ہمہ ہیچ یعنی کام اصل یہ ہے باقی سب ہیچ۔

ولایت نبوّت کا ظِل ہے

ایک دِن عصر کے وقت شیخ عبدالحیٔ ڈپٹی کلکٹر جو سلسلۂ عالیہ کے ایک فرد ہیں تشریف لے آئے۔ حضرت قبلہ عالم کی ڈاک بھی اسی وقت موصول ہوئی ایک عریضہ جناب منشی عتیق احمد صاحب انصاری انکم ٹیکس آفیسر کا پہنچا۔ جس میں استدعا کی گئی تھی کہ احتشام الحق جوان کے قریبی عزیز ہیں اور حیدر گڑھ ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے ہیں اور سلسلۂ عالیہ میں بھائی ہادی علی شاہ صاحب مرحوم مغفور کے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں گھر پر رہ کر اللہ اللہ کریں۔ اور اپنے گھر کے کام کاج اور زمینداری وغیرہ کو بھی دیکھیں۔ سیاحی ترک کردیں اور اِدھر اُدھر نہ پھرا کریں۔ ایک زمیندار معزز گھرانے کے فرد ہیں جن کی تہذیب یوپی کے قدیم گھرانوں کی سی ہے ان کے سُپرد اِشاعت کی خدمت ہوچکی ہے۔ تھوڑا بہت اس کا مذاق بھی پیدا ہوگیا ہے ان کے خاندان والوں اور عزیزوں کو ان کی یہ حالت پسند نہیں ہے وہ تو ان میں اپنی ہی تہذیب کا مجسمہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ راہ دوسری ہے۔

فرمایا ہم نے انھیں لکھ دیا ہے کہ وہ ذرا احتیاط برتیں۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھائیں۔ تھوڑی دیر خاموشی کے بعد ارشاد فرمایا۔ ”ولایت نبوّت کا ظِل ہے“ نبوّت کی تمام سنّتیں پوری کرنی پڑتی ہیں ترک بھی اختیار کرنا پڑتا ہے اور مدنی زندگی بھی گزارنی پڑتی ہے۔ پہلے اور بعد کے بزرگوں میں یہ فرق نمایاں ہے۔ وہ ابتدا تھی اور یہ انتہا ہے۔

مخالفتِ تبلیغ: شروع شروع میں جب ہمارا قیام نصیر آباد میں ہوا تمام مراحل ہمیں بھی طے کرنے پڑے۔ اس جگہ اہل حدیث کا بڑا زور تھا۔ مولوی

عبدالحکیم صاحب اس گروہ کے سردار تھے۔ شب و روز یہ گروہ ہمارے در پہ آزار رہتا تھا۔ طرح طرح سے اذیتیں پہنچانے کی کوشش کی جاتی لیکن اللہ نے ہماری ہر طرح حفاظت کی۔ جو لوگ باہر سے آ کر ہم سے ملنا چاہتے تھے ان کو روکا جاتا تھا۔ اور طرح طرح کے بہتان اور الزام لگا کر ہمارے پاس نہ آنے دیتے تھے۔ اس زمانہ میں ایک ڈاکٹر صاحب مویشی جو مذبح کے انچارج ہو کر وہاں آئے تھے۔ اہلِ حدیث کے محلّہ میں رہتے تھے ان سے طرح طرح کی شکایتیں کیں اور الزامات لگائے اور آنے سے روکتے رہے۔ وہ سمجھدار اور سلجھے ہوئے آدمی تھے ان کی باتوں میں نہ آئے اور ایک روز ہم سے ملاقات کے لئے آ ہی گئے۔ بروقت ملاقات یہ سب باتیں معلوم ہوئیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مولوی عبدالحکیم صاحب نے جب بہت روکا اور وہ نہ رکے تو مولوی صاحب نے ان کو نصیحت کی کہ ان کی آنکھوں سے آنکھیں نہ ملانا جب ان سے آنکھیں ملتی ہیں تو بس وہ اُنہیں کا ہو جاتا ہے۔ یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت سیّدنا شاہ ابوالعلیٰ اکبرآبادی سے یہ فیض سلسلہ میں پہنچا ہے۔

یک اسٹیشن ماسٹر جو کسی ریلوے اسٹیشن پر تعینات تھے انہوں نے ہمارا تذکرہ میاں ہادی علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور سے سُنا بہت شوق پیدا ہوا اور آخر نصیر آباد پہنچے۔ نصیر آباد میں ایک مسجد کے امامِ پیر صاحب ہیں۔ تانگہ والا ان کو وہاں لے گیا۔ ملاقات پر معلوم ہوا کہ یہ صاحب تو محمد علی صاحب ہیں اور انھیں ہمارے پاس آنا تھا۔ انھیں وہیں روک لیا گیا اور بہت خاطر تواضع کی گئی کھانا کھلایا گیا اور جو کچھ ہمارے متعلق کہہ سکتے تھے کہا اور سمجھایا لیکن وہ ان کی کوششوں کے باوجود بھی آئے اور تذکرہ کیا دونوں صاحبان سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

اشاعتِ حق: پھر ارشاد فرمایا اکثر بزرگ خاموش رہتے ہیں اور نسبتی بھی ہوتے ہیں ان کی ذات کے لئے یہ بزرگی خاموشی اور نسبت مفید ہے لیکن عوام الناس کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ ہمارا طریق تو اتباعِ نبوّت میں اشاعت حق اور اعلائے کلمۃ الحق ہے۔

قیامِ نسبت: لوگوں نے خدا جانے فقیری کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ ہمارے حضرت قبلہ وکعبہ سلطان الاولیاء حضرت نبی رضا خان شاہ صاحبؒ سے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا صرف انتقالِ نسبت کا نام فقیری ہے۔ آثارِ صحابہؓ سے یہی متحقق ہے اور ہر گروہ اس کو تسلیم کرتا ہے کہ جو فدائیت، محبّت اور عشق صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت رسولِ اکرم سرورِ دو عالم تاجدارِ مدینہ ﷺ سے تھا کہ اپنا مال اور اپنی جان و آبرو، عزیز اور قبیلہ وغیرہ غرض سب کچھ فدا کر دیا تھا اور صرف ایک ذات کے ہو گئے تھے۔ یہ سب برداشت اور تحمل کے ذریعہ صرف قیامِ نسبت ہے اور سب کام اسی سے بنتے ہیں مندرجہ ذیل شعر علامہ اقبالؒ کا اسی موضوع پر ہے۔

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اتحاد المسلمین

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ مسلمانوں کا یکجہت ہو جانا۔ مسلمانوں کا اتحاد اور اتفاق بڑی چیز ہے۔ گو نمائشی ہی سہی۔ اللہ تعالیٰ اس میں خلوص پیدا کر دینگے پھر یہ اور بڑے کام کی چیز ہو جائے گی۔ ایک نقطہ نگاہ پر مسلمانوں کا متحد ہونا بڑی چیز ہے۔ فرمایا کہ ہمیں ایک شعر یاد آیا جو معنی اور مطلب کے اعتبار سے اپنا جواب آپ ہی ہے۔ نہایت ضروری امور کا حامل ہے۔ کس خوبی سے مختلف چیزوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اغلباً علامہ اقبالؒ مرحوم کا ہے۔

ماکہ توحیدِ خداؐ را حجّتیم

حامل ایزو کتاب حکمتیم

یعنی ہم توحید باری تعالےٰ کے لئے ایک حجت ہیں۔ حجت اور دلیل کوئی چیز نہیں کہلائی جاسکتی ہے۔ جب تک وہ ذات تمام ان صفات سے متصف نہ ہو۔ جس کے لئے وہ حجّت ہے۔ مسلمان توحید کی حجّت جب ہی ہوسکتا ہے کہ اس کی رفتار، گفتار، اعمال اور کردار سب ہی سے توحید صادر ہو۔ یہ اس وقت ہی ہوسکتا ہے۔ کہ ''دوسرے مصرع'' پر کتاب کے اندر حکمت کا حامل ہو۔ رموز و حکمت کا صدور ہی توحید کی حجّت ہے۔

محبت اور اتباعِ کامل:

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

ترجمہ: جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے کہ جس نے اطاعت کی اللہؐ کی اور اس کے رسولؐ کی پس وہی ہیں وہ لوگ کہ نعمت عطا فرمائی اللہ تعالیٰ نے جن کو اور وہی نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین علیہم السّلام میں سے ہیں اور بہترین رفیق ہیں۔

صرف یہ چار گروہ ہیں جن کی رفاقت سند ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی نعمتیں ان کے لئے مخصوص ہیں۔ رفیق ہمراہی کو کہتے ہیں۔ اچھے سے اچھے ہمراہی یہی لوگ ہیں اور انہی کی رفاقت باعث فلاح و بہبود ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نزول ان کے لئے ایک برگزیدہ ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ رفاقت حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ ان کے سے عقائد، اعمال، کردار، اطوار، عادات اور اخلاق وغیرہ پیدا نہ ہوں۔ یہ چیزیں بغیر اتباعِ کامل اور پیرویِ تمام کے حاصل نہیں ہوسکتیں۔

اتباع کے لئے سب سے بہتر اور مفید ذریعہ محبّت ہے۔ اگر محبت ہے تو سب کچھ بغیر محنت و مشقّت کے حاصل ہو جائے گا۔ ورنہ لاکھ کوشش کیجئے سب بے سود۔

عاشقی آموز محبوبے طلب   چشم نوحؐ قلب ایوبؐ طلب
کیمیا پیدا کن مُشتِ گلے   بوسہ زن برآستانِ کاملے
شمع خودرا ہمچو، رومی بر فروز   روم را در آتشِ تبریز سوز
دردلِ مسلم مقام مصطفےٰؐ است   آبروئے مازِ نام مصطفےٰؐ است

راہِ مستقیم

آپ نے فرمایا سنیئے نماز کی کس قدر تاکید ہے۔ جس تاکید کا بار بار آعادہ کیا گیا ہے۔ لیکن جانِ صلوٰۃ سورۂ فاتحہ ہے۔ کیونکہ لَا صَلوٰۃَ اِلَّا بِہٖ فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے ہو ہی نہیں سکتی۔ یعنی نماز سورۃ فاتحہ کے ساتھ مقید ہے۔ سورۃ فاتحہ کے معانی اور مطالب پر غور کریں گے۔ تو معلوم ہوگا کہ خداوند تعالٰی کی حمد وثناء اور اپنا تعلق اظہار کرنے کے بعد جو استدعا کی جاتی ہے وہ راہِ مستقیم کی استقامت کی ہدایت اور وہی راہِ مستقیم جس پر گامزن ہوکر نعمت ہائے خداوند تعالٰی سے مالا مال ہوئے۔ یہی وہ گروہ ہے جس کا ذکر آیت ماسبق میں کیا گیا ہے۔ یہ نصوصِ مطلق ہیں۔ اور کس قدر بیّن ہیں جہاں کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

اب بتلایئے کہ ان آیات پاک کے مصداق ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدّینؒ چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ، حضرت محبوب الٰہی نظامؒ الدّین اولیاء، حضرت خواجہ علاؤ الدّینؒ صابر کلیری، حضرتِ داتا گنج بخشؒ لاہوری، حضرت شاہ عبدالقدّوسؒ گنگوہی، حضرت شاہ عبدالحقؒ ردولوی اور حضرت مولانا فخر العارفین عبدالحیٔؒ مرزا کھیلی وغیرہ وغیرہ کے علاوہ ہم چنیں دوسرے بزرگوں کے وہ کون اور بزرگ ہیں کہ جن پر نعمت ہائے الٰہیؒ کا نزول ہوا۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ وہ مسلّم بزرگ ہیں کہ جن کو ہر گروہ اور ہر فرقہ نے تسلیم کیا ہے۔ اور آج تک بغیر تسلیم کے چارہ نہیں ہے ان کے عقائد ریاضت، عبادت، اطوار اور اخلاق سب ہی خداوند تعالٰی کو پسند تھے تو ان کو اولیاء اللہ میں شمار کیا گیا۔ اور صالحین سے متصف کیا

گیا۔ لامحالہ انہیں کی تقلید ضروری ہوئی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو راہِ مستقیم پر قائم رہے اسی راہِ مستقیم کی ہم دعاء کرتے ہیں۔

لیکن ذرا اپنے اعمال و کردار اور عقائد کا محاسبہ کیجئے کہ آپ کیا ہیں۔ اور کرتے آپ کیا ہیں۔ دل و زبان اگر ایک ہو جائیں تو بس بیڑا پار ہے۔ ورنہ صرف زبانی کہنے سے کچھ حاصل نہیں ہے بلکہ خُسْرَانُ الْمُبِیْن ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ اے اللہ ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما۔

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است

اے خُنک شہرے کہ آنجا دلبر است

(اقبالؒ)

کشتۂ اندازِ ملا جامیم

نظم و نثرِ او علاجِ خامیم

شعر لب ریز معانی گفتہ است

در ثناء خواجہ گوہر شفتہ است

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست

جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

علمِ حق غیر از شریعت ہیچ نیست

اصل نسبت جز محبّت ہیچ نیست

جامیؒ رہِ ھُدیٰ بخدا غیر عشق نیست

گفتیم والسلام علیٰ تابع الھدیٰ

(جامیؒ)

عُروج ونُزول

حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا کہ سلسلہ کی کڑیاں عروج و نزول دونوں ہی طرف چلتی ہیں۔ جہاں ہم نے عروج کے بزرگوں کا وسیلہ پکڑا ہوا ہے۔ وہاں نزول کی طرف بھی ہمارا خیال ہے۔ کہ اگر کوئی برگزیدہ بندہ پیدا ہوگیا تو ہماری بخشش کا سبب ہو جائے اور اس کی بزرگی ہمارے لئے باعث فخر ہو جائے۔ دنیاوی دستور بھی یہی ہے۔ ایک معمولی آدمی کا لڑکا پڑھ لکھ کر قابل ہو جائے اور باپ سے زیادہ مرتبہ حاصل کر لے اور باپ کی عزّت کا باعث ہو جائے۔ ایسا ہوتا رہتا ہے مگر باپ پھر باپ ہے۔

پاک اور ناپاک فقیری: پھر ارشاد فرمایا۔ کہ انسان جس ماحول سے گزرتا ہے اور جو چیزیں اصلاح طلب اور تحقیق طلب ہوتی ہیں۔ انسان انھیں پر غور فکر کرتا ہے جن جن بزرگوں کو جن جن احوال اور تحقیقات سے سامنا پڑا۔ اسی کا زیادہ تذکرہ ان کے حال میں نظر آتا ہے۔ ہمارا واسطہ زیادہ تر اہل حدیث حضرات سے رہا اور انھیں کے متنازعہ فیہ مسائل پر گفتگو ہوتی رہی اور انھیں مسائل پر غور و فکر ہوتا رہا۔

پھر فرمایا کہ ہم پہلی مرتبہ منشی منیر احمد صاحب سب انسپکٹر پولیس نصیر آباد کے یہاں سرکاری مکان میں مقیم ہوئے۔ وہ ہمارے سلسلہ کے آدمی تھے۔ گو ہمیں ناپسند تھا کہ ہم ایسی جگہ ٹھہریں جہاں عوام الناس کا گزر آسانی سے نہ ہو۔ مگر مجبور تھے۔ انہوں نے ہمیں بلایا تھا۔ اس زمانہ میں ایک صاحب مولانا مولا بخش جو حضرت فخر عالم کے خلیفہ تھے۔ اور فخر عالم صاحب حضرت طالب حسین صاحب فرخ آبادی کے سلسلے سے تعلق رکھتے تھے نصیر آباد ہی کے

رہنے والے اور وہیں مقیم تھے۔ سب انسپکٹر صاحب کے یہاں محفلِ قوالی منعقد ہوئی۔ ہماری ہی وجہ سے محفل منعقد ہوئی تھی۔ مولانا مولا بخش بھی شریک ہوئے مولانا مولا بخش صاحب ایک شرابی درویش سے حُسن ظن رکھتے تھے۔ جوان کے خیال میں صاحب تصرّف تھے مولوی صاحب میں بھی انہیں کی وجہ سے آزادی آ گئی تھی۔ محفل کے ختم ہونے پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ

''حد سے جو بے حد لکھے واکو نام فقیر''

اتنا کہہ کر کچھ آگے وضاحت فرمانے لگے کہ لوگ شریعت سے آگے نہیں بڑھتے۔ انھیں کیا معلوم کہ فقیری کیا ہے۔ ہم نئے آئے ہوئے تھے اور ان چیزوں سے علٰیحدہ ہی رہنا پسند کرتے تھے ہمارا جوان العمری کا زمانہ تھا۔ اور وہ ادھیڑ عمر کے آدمی تھے لیکن ہم نے سوچا کہ اگر ہم خاموش رہتے ہیں۔ تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ بھی اسی عقیدہ کے آدمی ہیں اور ہمیں شریعت کی توہین گوارا بھی نہ تھی۔ ہم نے خاموش رہنا پسند نہ کیا۔ مولوی صاحب اور عوام کو مخاطب کر کے ہم نے کہا کہ اس کا مطلب مولوی صاحب نے غلط سمجھا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب صاف ہے۔ حدود شریعت کے اندر رہ کر جو شخص غیر محدود تک رسائی حاصل کرے اس کا نام فقیری ہے۔ حدود شریعت توڑنے کے بعد تو سوائے زندیقی اور کفر کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ غرض یہ کہ آدھ پون گھنٹہ تک ہم نے اس پر روشنی ڈالی۔ مولوی صاحب خاموش بیٹھے رہے۔ اسی طرح مولوی صاحب نے اس درویش کی جو شراب پیتے تھے بہت تعریف کی اور کہنے لگے کہ جب کسی کو شراب دیدیتے تھے۔ کوئی عرق گلاب محسوس کرتا تھا۔ کوئی شراب، غرض مولوی صاحب نے ایسی ہی چند باتیں کیں ہم نے سوچا کہ اگر براہِ راست اس پر روشنی ڈالی تو مولوی صاحب کو حُسنِ ظن ہے۔ دل

شکنی ہوگی۔ اوران کے پیر کے متعلق ہم ان کے رُوبرُو مخالفت کرتے ہوئے کچھ بھلے نہ معلوم ہوں گے۔ لیکن ہم پر تردید کرنا فرض ہوگیا تھا۔ اور ضروری تھا کہ فقیری پر روشنی ڈالی جائے۔

اسلام کی فقیری: آپ نے فرمایا کہ فقیری میں سنّت کی تابعداری ضروری ہے، فقیری پر روشنی ڈالنی شروع کی اوراس کے ہر پہلو پر مفصّل بحث کی۔ اور مختلف قسم کے درویشوں کا تذکرہ شروع کردیا۔ جو فقیری کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اوران سب گروہوں کی فقیری کا رد کیا۔ اور فرمایا کہ ''فقیری وہی کام کی چیز ہے کہ جس کو اللہؔ اور رسولؐ اور شریعت کی سند حاصل ہو۔'' اللہؔ اوراس کے رسول اکرمؐ کے احکام کے مطابق چلایا جائے۔

اتّباعِ سنّت میں جو فقیری کی جاتی ہے۔ اس کو اسلام کی فقیری کہا جاتا ہے۔ اس کے خلاف جو فقیری ہے۔ وہ ایک فعل عبث اور اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے ہم نے پہلے بھی کہا ہے۔ اوراب پھر کہتے ہیں۔ کہ اتباعِ نبوّت میں اوراس کی روشنی میں جو کام بھی کیا جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کریمؐ کی مرضی کے مطابق ہے۔ اوراگر اتّباعِ نبوّت چھوٹ گئی اور شریعت کو نظرانداز کردیا تو کچھ حاصل نہ ہوااور انسان اس غلط فہمی میں پڑگیا جس سے نکلنا دشوار ہے۔ فقیری کے گھوڑے کا اچھا اور صحیح شہسوار وہی ہے جس کے ہاتھ میں شریعت کا کوڑا ہو۔ اور صحیح راستہ اختیار کرے۔ اور یونہی آوارہ گردی سے کیا فائدہ۔ اَلفَقرُ فَخرِی کا مصداق بنا اِسی صورت سے ہوسکتا ہے۔ دوسری کوئی صورت نہیں۔ آزاد فقیروں سے تو زاہدانِ خشک ہی بہتر ہیں۔ خواہ تکلّف سے ہی سہی۔ دین کا کام توانجام دیتے ہیں۔ اللہؔ اور رسولؐ کے احکام کی پابندی کراتے ہیں۔ ہمارا مسلک تو اتباعِ نبوّت اور شریعت کی روشنی میں

فقیری کرنا ہے اور یہی صحیح راستہ ہے۔ اس کے خلاف سب غلط ہے۔ ہمارے بزرگوں سے ہمیں یہی پہنچا ہے۔ فرمایا سُنو! ؎

اے امین حکمتِ امّ الکتاب وحدتِ گم گشتہ خودرا بازیاب
ماکہ دربانِ حصارِ ملت ایم کافراز شرکِ شعارِ ملتِ ایم
دل زنقشِ لاَ اِ لٰـہ بیگانۂ از صنم ہائے ہوس بُت خانۂ
واعظاں ہم صوفیاں منصب پرست اعتبارِ ملتِ بیضاء شکست
مثل نے خودراز خود کردی تہی بہ نوائے دیگراں دل می تہی

نماز: جوش بڑھا اور چہرۂ مبارک پر جلال کے آثار نمودار ہوئے فرمایا سُنو! اتباعِ نبوت میں ایک نماز ہی کو لو اس کو جامع العبادات کہا گیا ہے۔ سابقہ ادیان کے رکوع وسجود سب موجود ہیں ہر شئے جس حیثیت سے خالق کی بے چون وچرا تسبیح کرتی ہے۔ اس کے احکام کے سامنے سربسجود رہنا چاہئے۔ نماز میں سب پر عمل کیا جاتا ہے۔ پیغمبران علیہم السّلام ملائکہ کرام، شجر، ہجر، انسان، جنّات غرض سب کے لئے خُداوند تعالٰی کی جملہ پسندیدہ عبادتوں کا مجموعہ نماز ہے۔ اگر کسی کو یہ نصیب نہیں تو یہ خُسْرانُ الْمُبِیْن نہیں تو اور کیا ہے۔ ؎

ہزاروں سے سُنے وہ لفظ لیکن لفظ خالی تھے
تمہاری بات کی شوخی تمہاری ہی زبان تک ہے

جسے نبی کریم علیہ التحیۃ والتّسلیم نے آنکھوں کی ٹھنڈک، مومنین کی معراج، ہر دَرد کی دارو، ہر مشکل کی کلید کہا ہو۔ بتاؤ اس سے بڑھ کر اور کیا ہے جنھیں نسبت حاصل ہے تصدیق سے بہرہ اندوز ہیں کوئی ان سے پوچھے حالانکہ ویسے بظاہر تو یہ ایک معمولی چیز نظر آتی ہے۔

معاملاتِ دُنیا ایک کسوٹی: پھر فرمایا سُنو! حقوق اللہ طوعاً و کرہاً کوئی ادا بھی کرتا ہے اور پورے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن فقیری میں دنیا کے معاملات اور تدبیر منزل میں پورے اترنا بہت مشکل ہے۔ یہ ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر پورا اترنا آسان نہیں اس معیار پر بہت کم ہی لوگ پورے اترتے ہیں۔ شیطانی وسواس اس قدر آتے ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اپنا نقصان دوسرے کا فائدہ گوارہ نہیں ہوتا۔ لیکن ہم نے اس بات میں نفس اور شیطان کی کبھی چلنے نہیں دی۔ ابھی حال کا قصہ ہے۔ ہم نے اپنی زمین کا سودا جو لڑکوں کے نام ہے۔ ایک صاحب سے کرلیا۔ ایک لڑکے سے ایک ہزار روپے کی رسید بیعانہ کی لکھوادی۔ دوسرے دن لوگوں نے ہمارے لڑکوں سے اور ہم سے کہا کہ آپ نے بہت سستی جائداد فروخت کردی ہے جائداد بہت قیمت میں جاسکتی ہے اور ابھی قانونی شکل باقی ہے کہ بیعانہ واپس ہوسکتا ہے۔ تینوں صاحبزادوں کی طرف سے ایک صاحبزادہ فروخت نہیں کرسکتے۔ لیکن ہم نے کہا ہم ایسا قانون نہیں مانتے جو بے ایمانی اور مکّاری سکھائے۔ جب معاملہ طے ہوگیا۔ ہوگیا ہم بات سے نہ ہٹیں گے۔ ابھی بیعانہ نہ ہوا تو ہمارے لڑکوں سے لوگوں نے کہا کہ خود کاشت تمہارا حق ہے۔ زمین کا بیع نامہ کردو۔ لیکن خود کاشت کا استعفاء نہ دو۔ خریدار سے ہمارے لڑکے کی بالمواجہ گفتگو بھی ہوئی لیکن ہم نے لڑکوں سے کہہ دیا کہ ہم ایسی باتیں سننے اور کرنے کو تیار نہیں جو چیز دیدی دیدی اب درمیان میں پیچ پینچ کی کیا بات۔ ہماری کاشت کا کٹا ہوا تمبا کو وہیں رکھا ہوا تھا۔ اور اچھی خاصی مقدار میں تھا۔ حالانکہ ہم سے سودا صرف زمین اور باردانہ کا ہوا تھا۔ لیکن ہم نے تمباکو لینا بھی پسند نہ کیا اور اسی کو دیدیا۔ اسی ایک معاملہ میں ہم نے اپنی ذات کے تین نقصان برداشت

کئے۔ کمی قیمت، حق دخل کاری، اور تمبا کو دینا، مگر اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ ظاہراً یہ ہمارا نقصان معلوم ہوتا ہے۔ مگر واللہ باللہ ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ہمیشہ ایسے معاملات کی صفائی میں نفع رہا ہے۔ لوگوں کو حُسنِ ظن ہوا۔ جس سے سلسلۂ عالیہ کا فائدہ ہوا۔ ہمارے دل کو طمانیت ہوئی اللہ اور رسول اکرمؐ کی مرضی حاصل کی گئی۔ لوگ تھوڑے ظاہری نفع کی خاطر بڑا نفع چھوڑ دیتے ہیں۔ اور کچھ نہیں سوچتے۔

دل مبتلائے محبّت: حضرت قبلہ عالم نے کچھ مسائل توحیدِ وجودی اور توحیدِ تنزیہی کے ارشاد فرمائے۔ مسائل اس قدر اہم اور دقیق کہ یاد رکھنا اور ضبط تحریر میں لانا دشوار تھا اور عوام کے لئے مفید بھی نہیں تھے اس ضمن میں ایک لطیفہ بیان فرمایا۔

ایک صُوفی منش بزرگ نصیر آباد میں مئو سے آگئے تھے اور ہم سے ملے ایک مجمع میں ان سے دریافت کیا گیا جب آدمی فنا فی اللہ میں پہنچتا ہے تو کیا اللہ ہو جاتا ہے۔ صوفی صاحب نے فرمایا اور کیا۔ ہم نے صوفی صاحب سے دریافت کیا اگر دو چار ہزار آدمی فنا فی اللہ ہو جائیں تو کیا سب اللہ ہو جائیں گے۔ صُوفی صاحب پریشان ہو گئے۔ ہم نے کہا صوفی صاحب فنا فی اللہ ایک منزل ہے جو سالکِ راہ کو طے کرنا پڑتی ہے۔ ایک دریا ہے کہ جس میں غوطہ لگا کر اسے عبور کرنا پڑتا ہے۔ اللہ اللہ ہے، بندہ بندہ ہی رہتا ہے۔ ہم متنازعہ فی مسائل میں پہلے اپنی تسکین کرتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ کونسے پہلو قابلِ عمل اور مفید ہیں۔ اور باعثِ ترقیِ درجات ہیں اسی پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل بھی بغیر تحقیق کی نگاہ ڈالے نہیں کرتے اور اس پر عمل کر کے اس کی برائیاں اور بھلائیاں دیکھتے رہتے ہیں۔ آخر ہماری تحقیق مکمل

ہوجاتی ہے۔ دوسرے پہلو کی بھی تکذیب نہیں کرتے ہمیشہ سے ہم نے اپنا یہی دستورالعمل بنا رکھا ہے اور اسی کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہم ہر پہلو سے محبّت کے اصول کو برتری دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک دل کا مبتلا کر لینا سود مند ہی نہیں بلکہ اصل الاُصول ہے۔

عشقِ حقیقی: عشق وہ بادۂ مردافگن ہے کہ جس سے ذوق وشوق سوز وگداز، جوش وخروش زور واثر پیدا ہوتا ہے اس جہان کی ابتدا عشق حقیقی کی ابتلاء سے پیدا ہوتی ہے۔ عرفائے کاملین پر جب نشۂ محبّت کا غلبہ ہوتا ہے تو ان کو معشوقِ حقیقی صانعِ کُل کے ماسوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ماسوااللہؒ کا وجود مٹ جاتا ہے۔ نفسِ انسانی کے مدارج اس سے طے ہوتے ہیں اور مجبوراً کہنا پڑتا ہے:۔

مقصود ما زِ دیر و حرم جز حبیب نیست

ہر جا کنیم سجدہ برآں آستانہ ایست

ماسواءاللہؒ: ارشاد عالی ہوا کہ نصیر آباد میں ایک شخص منشی رحیم بخش جو اہلِ حدیث میں سے تھے، بڑے ہوشیار اور سمجھدار آدمی تھے۔ ہم نے ان سے کہا منشی جی شرک ایک بدترین گناہ ہے۔ کہنے لگے بے شک۔ پھر ہم نے ان سے کہا جہاں متعدد ہستیوں کا وجود تسلیم کیا جائے شرک جیسی لعنت سے بچنا محال ہے۔ اور جس کی نظر میں سوائے ایک ہستی لایزال کے کچھ باقی نہ ہو وہاں شرک کا خیال تک کیسے ہو۔ منشی جی خاموش اور لاجواب ہوگئے اور کہنے لگے بات تو بڑے پتے کی ہے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا جن کے نزدیک وحدت کی کثرت متفرع ہوتی ہے۔ اور کثرت وحدت میں مدغم ہوجاتی ہے ان کے نزدیک ماسواءاللہؒ کسی کا اصل وجود ہی نہیں ہے ظل اور عکس اور پرتو سے دیگر ہستیوں کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں چونکہ عوام الناس کی سمجھ اور تفہیم سے یہ

دور ہے ہم زیادہ کچھ نہ کہیں گے ۔ جو صاحبِ فراست ہیں۔ وہ سمجھ جائیں گے اور جو نااہل ہیں جھگڑے سے بچ جائیں گے ۔

علمِ غیب: ایک نشست میں آپ نے ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ نصیر آباد میں تین مولوی صاحبان جو کہ عقائد کے اعتبار سے حنفی تھے آئے ۔ ان میں ایک صاحب مولوی محمدؐ عمر صاحب تھے جو مشہور واعظ مولوی ہدایت رسول مرحوم کے صاحبزادے تھے اور خوب وعظ فرماتے اور تقریر مسلسل اور مدلّل ہوتی تھی ۔ آخر تقریر میں وہ حضور ﷺ کے علم غیب کا ذکر ضرور کرتے تھے ۔ ایک مولوی صاحب جو بخاری مشہور تھے اور دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے یہ ایک نیک و متقی اور اچھے آدمی تھے ۔ ایک مسجد میں امامت کرتے تھے ۔ وہ بھی واعظوں میں شریک ہوا کرتے تھے انہوں نے تمام معتقدین کو جمع کیا اور ان سے کہا میں تو حضور ﷺ کے علم غیب کا قائل نہیں ہوں ۔ آپ لوگوں کی تمام نمازیں جو میرے پیچھے پڑھی گئیں فاسد ہوگئی ہیں اس کے علاوہ بہت اشتعال انگیز تقریر کی اور بہت مشتعل ہو کر کہا کہ مولوی محمدؐ عمر کے پاس چلو اس مسئلے کی تصدیق یا تکذیب ہو جائے ۔ مولوی صاحب کے پاس گئے ۔ ہمیں تشویش ہوئی کہیں جھگڑا نہ ہو جائے مولوی محمدؐ عمر جوان العمر اور تیز آدمی ہیں ۔ اثناء گفتگو میں اشتعال پیدا نہ ہو جائے ۔

جس دن یہ واقعات رونما ہوئے ہم خواجہ غریب نوازؒ اجمیری کے صاحبزادے کے عرس میں شرکت کرنے سروار شریف جانے کو تیار تھے ۔ ڈاکٹر نظیر حسن صاحب اپنی کار لے کر آ گئے ۔ اسی دوران میں مولوی محمدؐ عمر صاحب بھی آ گئے اور انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اور انکے درمیان طے ہو گیا ہے کہ یا تو ایک ثالث مقرر کر لیا جائے کہ جس کے رُوبرو دونوں اپنے عقائد بیان کریں جو وہ

فیصلہ کرے اس کے پابند ہو جائیں یا دونوں صاحبان اپنے عقائد تحریر کر دیں اور کسی مدرسہ کے عالم کے پاس بھیج دیں اور ان سے استفسار کریں۔ ہم نے سوچا اس میں دو ہفتہ صرف ہوں گے اور مسلمانوں کو جو مولوی محمد عمر سے فائدہ پہنچ رہا ہے رُک جائے گا۔ لوگوں نے کہا یہیں آپ کے سامنے اس کا فیصلہ ہو جائے۔ مولوی بخاری صاحب کو بلا لیا گیا۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی مرحوم حنفی تھے یا نہیں۔ کہا گیا کہ ہاں حنفی تھے تو کہنے لگے کہ ان کا فتویٰ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی کو حاضر و ناظر سمجھے وہ مشرک ہے۔

ہم نے کہا اس فتویٰ سے علم غیب کا کیا تعلق ہے۔ لیکن مولوی صاحب برابر یہی کہتے رہے۔ آخر ہم نے کہا آپ اللہ تعالیٰ کے حاضر ہونے کا ثبوت پیش کیجئے اور اس کی کیفیت بیان کیجئے۔ مولوی صاحب مبہوت و ساکت ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔

پھر ہم نے کہا آپ صاحبان کھلی ہوئی آیات سے انکار کرتے ہیں۔

<u>علم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:</u> سنو! قرآن پاک میں اللہ جل شانہٗ سورۃ تکویر میں جس میں بذریعہ وحی اللہ رب العزت نے حضور نبی کریم ﷺ کو آئندہ آنے والے واقعات کی خبر دی ہے۔ اور اپنے علم غیب عطا فرمانے کا ارشاد فرمایا ہے اور کاہنوں اور شیطانوں کی طرح فضول پیش گوئی کا رد فرمایا ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کی شان میں فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝

یعنی اس نے اپنے رب کو انتہائی کھلے مقام پر دیکھا۔

اور اس موہبت کا نتیجہ ہر عملی قسم کی آگاہی ہے۔ اور صاف لفظوں میں فرمایا:۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۚ
یعنی وہ غیب بتلانے پر بخیل نہیں رہے۔
بھلا خیال کیجئے کہ جس کو علم عطا ہی نہ ہوا ہو تو اس کو بتلانے میں بخیل کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ ہے کھلا ہوا ثبوت مولوی صاحب نے تسلیم کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب عطا ہونے کا بیّن ثبوت ہے مولوی صاحب سے وعدہ لیا گیا کہ وہ اپنے عقیدہ کا رد جس کی انہوں نے تبلیغ کی ہے سب کو بلا کر کر دیں۔ مولوی صاحب نے ایسا ہی کیا اور فتنہ رفع ہو گیا۔
حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی کھلی کھلی آیات موجود ہیں۔ جن میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ دیکھو سورۂ جنّ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔
عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ
یعنی غیب کا جاننے والا ہے۔ سو وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر ہاں جس پیغمبرؑ کو پسند فرمائے تو اسکو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے۔
اس سے زیادہ آپ اور کیا چاہتے ہیں خداوند تعالیٰ تمام صفات کے بالکلیہ مالک ہیں جو صفت جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔ اس میں کیا مشکل ہے اور کیا تناقص ہے۔
اور لیجئے دوسری جگہ سورۂ آلِ عمرٰن پارہ لَنْ تَنَالُوا میں ارشاد فرماتے ہیں۔
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ تم کو غیب پر اطلاع دے۔ لیکن اللہ جلّ شانہٗ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی آیات

پاک ہیں خدا جانے لوگوں کا خیال کدھر ہے اور کیا سمجھ رکھا ہے۔

واقعہ: پھر ارشاد فرمایا اس قسم کا واقعہ ہمیں جب ہم بلند شہر پہلی بار آئے تھے پیش آیا۔ ہم مولوی علیم الدین صاحب وکیل کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وکلاء کی ایک جماعت جو کفیل احمد صاحب اور چودہری لیاقت علی خان پر مشتمل تھی۔ اور انھیں کے ساتھ فخر اللہ صاحب بھی تھے آئی۔ ہم سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور اکرم ﷺ کے علم غیب میں بہت گفت وشنید ہو چکی ہے۔ آپ کا مسلک اس کے متعلق کیا ہے۔؟ ہم نے فضول بحث میں پڑنے سے بچنے کے لئے ان سے کہا کہ یہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے۔ جانبین سے اثبات اور نفی میں دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ اور ہر جانب سے مضبوط ومستحکم اور استوار دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک جانب سے اثبات میں دلائل پیش کئے جاتے ہیں جس سے رسول اکرم ﷺ کی شان اعلیٰ وارفع ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف سے نفی میں دلائل پیش کئے جاتے ہیں جس سے رسول اکرم ﷺ کی شان میں تنقیص اور توہین نکلتی ہے۔ ہم اس کو قبول کیوں نہ کریں کہ جس سے رسول کریم ﷺ کی شان ارفع واعلیٰ رہے ایک قلندر صاحب کیا خوب فرماتے ہیں۔

اے اہلِ طلب کون سنے طعنۂ نایافت
دیکھا کہ وہ ملتا ہی نہیں اپنے ہی کھوآئے

چودہری لیاقت علی خاں اچھل پڑے اور کہنے لگے اس مسئلہ کا حل اس بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ لوگ حُسنِ ظن کا پہلو کیوں اختیار نہیں کرتے۔ تنقیص پر کیوں آمادہ ہوتے ہیں۔

اور فرمایا کہ ہم نے شرح عقائد نفسی سے جو توحید کے اوپر دلائل

وبراھین پیش کیے تھے۔ جن پر ڈیڑھ گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی۔ توحید وجودی اور توحید تنزیہی کا مسئلہ زیرِ بحث رہا اور ہر شخص اس میں سرگرداں ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پیغمبران علیہم السّلام اس کی تکمیل کے لئے تشریف لاتے رہے۔ شعور بدیہی اور شعور نظری کو ہم آہنگ بنانے کے لئے ہمیشہ بزرگانِ دین کوشاں رہے ہیں۔ چونکہ مسئلہ اہم اور دقیق ہے عوام تو عوام خواص کی فہم وفراست سے بھی دور ہے اشارۃً اور کنایۃً ہی جلسۂ عام میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یہی طریقہ حضرات اولیاء اللہؒ نے اختیار کیا ہے فرمایا سنو حضرت خواجہ ولی الہند حضرت معین الدین سنجریؒ نے کس خوبصورتی سے ارشاد فرمایا ہے:۔

ایں چنیں نور کہ در آئینۂ جاں بہ نمود
عین ذات است لیکن بمثالِ دیدم

حضرت قبلہ عالم کا کشف: برخوردار حامد محمود علی جو ہوائی جہاز کے محکمہ میں ملازم ہے ماہ فروری ۱۹۴۶ء کو چند روز کی رخصت پر آیا رخصت ختم ہونے کے بعد جب واپس پہنچا تو افسران سے کچھ کشمکش ہو گئی۔ ایک خط پریشان کن لکھ کر خاموشی اختیار کی۔ متعدد خطوط بھیجے گئے۔ کمانڈنگ آفیسر کے نام جوابی تار بھی دیا گیا لیکن جواب ندارد۔

بڑی پریشانی ہوئی عصر کے وقت حضرت قبلہ عالم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر جملہ واقعات عرض کیے۔ ایک وقفہ مراقبہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا حامد بالکل بخیریت ہے۔ پریشانی کی وجہ سے خط نہیں لکھا۔ جلد خط آجائے گا۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ کہ دوسرے روز ہی خیریت کا خط آ گیا۔

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ایک ادنیٰ غلام

کو بھی علم ہو جاتا ہے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ یہ ایک علمی بحث ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بالواسطہ ہے یا بلاواسطہ عطا کیا ہوا ہے یا علمِ قدیم ہے۔ ہم ایسی باتوں میں نہیں پڑتے اور نہ ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ کی دردسری مول لی جائے۔ ہمارا عقیدہ تو بالواسطہ کا ہے۔ جیسا کہ ہم تمھیں کل ہی بتا چکے ہیں اور قرآن شریف کی آیات بھی بتلائی تھیں جو اس کے منکر ہیں اس کی ذمہ داری ان پر ہے۔

''بلاواسطہ کا عقیدہ رکھنے'' والا اور علمِ قدیم پر بحث کرنیوالا'' اسے وہ جانے۔

اب ہمارا زمانہ ہے: مکرمی بھائی عبدالرؤف شاہ صاحب سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم قصور میں رونق افروز تھے وہاں کے لوگوں نے حضرت بلّے شاہ صاحبؒ کی بہت تعریف کی۔ کہنے لگے کہ بڑے بافیض بزرگ تھے آج تک فیض جاری ہے اور مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں بزرگ تھے ''اب ہمارا زمانہ ہے''۔ میں نے اسکی تصدیق چاہی حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کبھی زبان سے نکل ہی جاتا ہے ہم تو بہت احتیاط کرتے ہیں اور احتیاط کرنی چاہیے میں نے برجستہ شعر عرض کیا ؎

وہ زمانہ تھا انکا ختم ہوا دور ہے اِن کا اب ہیں یہ

فلسفی نے ہدایت پائی

حضرت قبلہ قدس سرہُ العزیز نے ارشاد فرمایا کوئی سترہ اٹھارہ برس ہوئے ہوں گے کہ ہم کوہ آبو گئے ہوئے تھے۔ نصر اللہ خان جو علی گڑھ کے ایم۔اے تھے اور مدراس یونیورسٹی سے فلسفہ کی ڈگری حاصل کر چکے تھے۔ شام کو وہ ان کے ماموں اور ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہم سے ملنے آگئے بعد سلام ومصافحہ کے ان کے ماموں نے ہم سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے پیر و مرشد کچھ صاحبِ کشف وکرامات تھے؟ ہم ان کے سوال پر مسکرا دئے اور کہا کہ آپ کا سوال عجیب ہے بلکہ عجیب تر۔ بھلا بتلائے تو سہی کہ ایک مرید اپنے پیر کے متعلق کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ وہ سب کچھ اپنے پیر کو ہی سمجھتا ہے۔ پھر معذور ہو کر کہنے لگے کہ یہ بات ہم نے سلسلۂ کلام شروع کرنے کے لئے کی تھی۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ راستہ میں جاتے ہوئے ماسٹر حاتم یار خاں سے ملے جو ہم سے حسنِ ظن رکھتے تھے اور سلسلہ کے فرد تھے۔ نصر اللہ خاں کہنے لگے یہ سب پیری مریدی کے ڈھونگ ہیں اور پیٹ پالنے کا ایک دھندہ ہے۔ حاتم یار خاں نے کہا کہ آپ کچھ بات چیت کیجئے تب فیصلہ ہو۔ یہ فیصلہ قبل از وقت ہے کہنے لگے صبح ہم فلسفیانہ حیثیت سے گفتگو کریں گے اور جواب بھی فلسفیانہ چاہیں گے۔ حاتم یار خاں نے ہم سے بھی اس کا ذکر کر دیا۔

نصر اللہ خاں کے علم اور قابلیت کی بہت دھوم تھی۔ حیدر آباد سے آئے ہوئے تھے۔ نوجوان آدمی تھے۔ لوگ ان سے بہت ملنے آتے تھے اور ان کو ساتھ بھی لیجاتے تھے۔ چند روز کے بعد ان کے ماموں صاحب آئے۔ بتلایا کہ میاں نصر اللہ تین چار روز سے گھر نہیں آئے۔ ہم سب پریشان ہیں۔ دعا کیجئے

کہ وہ آجائیں۔ہم نے کہا کہ ہم دعا کرتے ہیں۔انشاء اللہ وہ جلد آجائیں گے۔مولوی نور محمد صاحب ان کو پہنچانے تھوڑی دور گئے اور ان سے کہنے لگے کہ حضرت نے کہہ دیا ہے تو وہ ضرور آجائیں گے مشیتِ ایزدی سے ایسا ہی ہوا کہ وہ اگلے روز ہی آگئے۔شام کو وہ اور ان کے ماموں ہمارے پاس آئے۔اس وقت ہمارے پاس مجمع بہت تھا۔وہ مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔ہم نے خیال کیا کہ اگر نصر اللہ خاں نے اس وقت گفتگو کی تو احتمال ہے، کہ اس مجمع کے لوگوں پر کچھ اثر ہو اور عقائد میں کچھ تذبذب ہو جائے۔مناسب سمجھا کہ اس وقت ٹال دیا جائے۔ان کے ہمراہ تین چار صاحب اور تھے وہ بھی علی گڑھ کالج کے گریجویٹ تھے۔ان کی طرف مخاطب ہو کر ہم نے کہا کہ علی گڑھ میں شعر و شاعری کا بہت مذاق ہے۔کیا آپ صاحبان میں سے بھی کوئی صاحب کچھ لکھتے ہیں۔ایک صاحب نے کہا ہاں یہ صاحب لکھتے تھے۔ہم نے کہا کہ سنایئے انہوں نے اپنا کلام سنایا خوب لکھتے تھے۔قاتل میاں بھی موجود تھے۔ہم نے ان کا تعارف کرایا اور بتلایا کہ یہ بھی کچھ کہہ لیتے ہیں۔پھر ان کا کلام سنوایا گیا۔اس طرح وہ وقت ختم ہو گیا۔

نصر اللہ خاں صاحب دوسرے دن صبح آئے ہم سے دریافت کیا کہ آپ نے کون کون سے مذہب کا فلسفہ پڑھا ہے ہم نے کہا ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ فلسفہ کیا ہے اور کس چیز کو کہتے ہیں پھر ہم نے سوچا کہ وہ روز آئیں گے اور ہم کہاں تک ان کو ٹالتے رہیں گے۔آخر فیصلہ ہو جائے۔اِدھر یا اُدھر۔ان سے جاتے ہوئے ہم نے کہا ہماری تمہاری بات چیت انشاء اللہ کل ہو گی۔صبح کو نصر اللہ خاں معہ اپنے چند ہمراہیوں کے آئے اور کہنے لگے۔کہ فلسفۂ اسلام جو دوسرے مذاہب کی تصدیق کرتا ہے اور سب مذہبوں میں بھی حقانیت ہے تو

اسلام کی کیا حقیقت ہے کہ صرف اسی کو مانا جائے۔ ہم نے اسلام کی خصوصیات بیان کرنی شروع کیں تو ٹال کر کہنے لگے اچھا یہ تسلیم کیا۔ یہ فرمایئے کہ اس پیری مریدی سے کیا فائدہ ہے۔ ہم نے اس موضوع پر نہایت شرح و بسط گفتگو کی۔ کہ بغیر اس کے کوئی کام دین و دنیا کا سرانجام نہیں ہو سکتا۔ اس مضمون پر ہم ڈیڑھ دو گھنٹے تک گفتگو کرتے رہے وہ خاموشی سے سنتے رہے شام کو پھر آئے تینوں مذاہب ہندو، عیسائیت اور یہودیت کی فقیری کا از روئے فلسفہ رد کیا گیا۔ ہم نے ان سے کہا کہ وہ صبح کو پھر آئیں صبح کو سات بجے سے تقریباً ایک بجے دن تک ان کی رات کی گفتگو پر گفتگو ہوئی۔ آخر ہم سے کہنے لگے۔ حضرت میری تسکین ہو گئی۔ حضرت میں گمراہ ہو گیا تھا۔ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ یہ کہتے ہوئے ہمارے یہاں سے رخصت ہو گئے۔

دوسرے دن انہوں نے ہماری دعوت معہ مریدوں کے کر دی جب ہم دعوت پر ان کے مکان پر گئے تو مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ یوں تو ہم امامت نہیں کرتے ہیں۔ اپنے میں سے کسی کو امام بنا لیتے ہیں اس روز کوئی صاحب نہ تھے ہم ہی کو امامت کرنی پڑی ہمارے پیچھے نصر اللہ خاں نے بھی نماز پڑھی ان کے ماموں نے کہا میاں نصر اللہ خاں کی والدہ زنانہ میں آپ کو بلا رہی ہیں کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ راستہ میں کہنے لگے کہ گھر اور باہر نصر اللہ کی حالت ہی بدل گئی ہے خدا جانے آپ نے کیا جادو کر دیا ہے۔ ان کی والدہ نے پردہ سے ہم سے کہا کہ نصر اللہ کے والد ولایت گئے ہیں۔ وہ آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہے۔ اچھا ہے کہ وہ بھی آ جائیں اور ان سے اجازت بھی لے لی جائے ہم سوائے بہتر کے اور کیا کہتے نصر اللہ خاں نے بھی ہم سے ذکر کیا کہ بیعت کا ارادہ والد صاحب کی آمد پر موقوف ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ نصیر آباد حاضر ہوں گے۔ ہم نے

کہا صرف استقامت کا سوال ہے انہوں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ تمام عمر کے لئے یہ صحبت کافی ہے۔آپ نے مجھ کو گمراہی سے بچالیا ہے۔ورنہ میں گمراہ ہو گیا تھا۔

آنکھ ان سے کیا لڑی مری دنیا بدل گئی

اپنی نظر میں آپ ہی بیگانہ ہو گیا

پھر ارشاد فرمایا کہ ہمارا زمانہ تھا کہ موقعہ پر بغیر سوچے ہم پر آمد شروع ہو جاتی تھی۔اور ہم کسی سوال کے جواب سے قاصر نہیں رہتے تھے۔اور اب تو ہمارا بڑھاپا ہے۔پہلی بات کہاں۔

دعوتِ خیر منصب نبوّت : حضرت قبلہ عالم نے مزاج ناسازی کے بارے میں اظہار فرمایا چونکہ تین چار روز سے موسم یک لخت سرد ہو گیا اور طبیعت مبارک ٹھیک نہ تھی۔اس کے بعد ارشاد فرمانے لگے کہ معاملہ کو مبالغہ آمیزی سے پیش کرنا معاملہ کی صورت کو بگاڑ دینا ہے۔شریعت اور طریقت کے معاملہ میں بات کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہے اور اصلیت کم ہو جاتی ہے۔ایسے معاملات میں سادہ عقیدت اور صحیح طور پر پیش کرنا چاہئے تاکہ کوئی پیچیدگی پیدا نہ ہو اور صحیح سمجھ میں آسکے اور صحیح عمل پیرا ہونے کی توفیق مل جائے اللہ کا ارشاد ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنكُمْ اُمَّتٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ: تم میں سے ایک گروہ کو چاہئے جو لوگوں کو بھلائی کی دعوت دے اور اچھائی کا حکم دے اور برائیوں سے بچائے۔

دعوت خیر ایک ایسا منصب ہے جس کو منصبِ نبوّت کہنا چاہیے پیغمبران علیہم السّلام اس منصب کے پورا کرنے کے لئے تشریف لائے۔ختم نبوّت کے بعد ولایت ظلِّ نبوت نے ان فرائض کی ادائیگی اپنے ذمّہ لی اور مامور من اللہ اس

خدمت کو بجالاتے رہے ہیں۔ اس دعوت کے پورا کرنے کے لئے ظاہر اور باطن کے احکام سے وقفیت اور عمل پیرا ہونے کے ذرائع کما حقہٗ معلوم ہونے چاہئیں جب تک کوئی شخص کسی چیز کی خود تکمیل نہ کرے دوسرونکو کیسے تعلیم دے سکتا ہے۔ شریعت کے اعمال کو نگاہ میں رکھنا اور طریقت کے اعمال کو بجالانا بغیر وقفیتِ تام کے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے مامورین کو ہر حیثیت سے آراستہ و پیراستہ ہونا پڑتا ہے یا کرائے جاتے ہیں۔ جب تک کوئی شخص باطنی مقامات طے کرکے رشد و ہدایت تک نہیں پہنچے خدمت انجام نہیں دے سکتا۔ غیب سے امداد ہونا غیب سے اسباب پیدا ہونا اس کی صداقت پر دال ہیں جب ہم اپنے معاملہ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس کی صداقت میں شبہ نہیں رہتا۔

صاحبِ مزار کی مبارک باد: حضرت قبلہ عالم نے فرمایا ایک مرتبہ ہم اور چند ہمارے ساتھی جے پور پہنچے۔ ہماری عادت ہے کہ جہاں کہیں ہم جاتے ہیں پہلے بزرگوں کے مزار پر حاضری دیتے ہیں پھر قیام کرتے ہیں۔ اسی طرح جے پور میں بھی کیا گیا چند مزاروں پر حاضری دی۔ شہر میں ایک مزار بڑے بزرگ کا تھا۔ جب ہم نے اس طرف توجہ کی۔ تو صاحب مزار نے ہمیں مبارک باد دی اور فرمایا تم بڑے خوش قسمت ہو۔ صدیوں سے یہ نعمت دوسروں کو حاصل نہیں ہوئی۔ ہم نے اپنے ہم راہیوں قاتل میاں وغیرہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حالانکہ احتیاط برتنی چاہئے تھی۔ یہ کس کا تصدق، یہ کس کا صدقہ اور کس کے طفیل۔ یہ حضرت قبلہ عالمؒ ہی کا تصرّف اور فیضان ہے۔

حضور تقدس مآب نے تحسین فرمائی: اسی طرح حاجی وزیر علی صاحب نے کیا جن سے ہمیں بہت تعلق تھا شروع شروع کا معاملہ تھا دنیاوی اعتبار سے ہم پر تنگی تھی اور ہماری توجہ بھی کسب معاش کی طرف مائل نہ تھی ہمارے معاملہ کا اِفشاء

حاجی صاحب پر ہو گیا۔ انہوں نے حضرت تقدّس مآب کی خدمت میں پیش کیا کہ حضرت دعا فرمائیے یہ سُن کر حضرت قبلہ قدّس سرّہٗ نے فرمایا کہ تم ان کے مقام سے واقف نہیں ہو اور اس بلندی تک تمہاری رسائی نہیں ہے۔ حاجی وزیر علی صاحب نے مجھے مبارک باد دی ہم نے کہا ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ ایک ناکارہ شخص ہیں۔ یہ حضرت کا نوازنا ہے یہ حضرت کی محبّت اور ان کا لطف و کرم ہے۔

حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا۔ طلب تو تھوڑی بہت پہلے ہی سے تھی لیکن یہ تین کتابیں یعنی حضرت بابا بُلّے شاہؒ صاحب کی کافیاں جس کا ترجمہ اردو میں رسالے کی شکل میں ہے۔ اور تحفۃ العاشقین عبدالصمدؒ صاحب کی اور سراج السّالکین حضرت غیاث الدّینؒ صاحب کی پڑھنے سے طلب بہت بڑھ گئی اور بے حد بے چینی پیدا ہو گئی۔ آخر حضور کے قدموں میں جا پڑے اور تسکین پائی۔

حضرت قبلہ ڈپٹی بدیع العالمؒ کی شفقت: حضرت قبلہ عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ جناب ڈپٹی بدیع العالم صاحب مرحوم و مغفور جو دربار عالی جہانگیری کے ایک خلیفہ تھے بڑے جلالی تھے حضرت انگریزی میں ایم۔ اے تھے فارسی عربی کے بھی فاضل تھے۔ گھر کے خوشحال تھے۔ رئیسانہ شان و شوکت سے فقیری بھی کرتے تھے۔ باورچی اور خدمتگار بھی ہمراہ ہوتے۔ اکثر ہمراہی بھی شان و شوکت والے ہی ہوتے تھے دربار عالیہ سے خرچ پر اعتدال روی کی اکثر تاکید ہوتی۔ مگر جو عادت ہو جاتی ہے۔ اس کا چھوٹنا محال ہی ہو جاتا ہے۔ آخر عمر تک اسی چال پر رہے۔ ان کے صاحبزادے میاں صاحب اجمیر شریف تشریف لائے۔ نصیر آباد میں دس دن تک ہمارے یہاں قیام کیا جو کچھ دیکھا اور سُن گئے تھے۔ اپنے والد بزرگوار صاحب یعنی ڈپٹی بدیع العالم صاحب سے ذکر کیا۔

ڈپٹی صاحب موصوف اجمیر شریف تشریف لائے۔اور ڈپٹی مستفیض الحسن صاحب حافظ مقبول احمد اور مولانا سیّد احمد صاحب فاضل دیوبند بھی آئے ہوئے تھے یہ صاحبان جھالرے پر جہاں قدیم سے دربار عالی کے حضرات ٹھہرا کرتے تھے۔قیام پذیر ہوئے۔ڈپٹی مستفیض الحسن صاحب حافظ صاحب اور مولانا صاحب نیچے ٹھہرے ہوئے تھے اور ڈپٹی بدیع العالم صاحب اوپر۔ڈپٹی بدیع العالم صاحب بڑے جلالی اور بارعب بزرگ تھے اور حضرت دادا صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ کے ماموں اور ممیا خسر بھی تھے اکثر لوگ لحاظ کرتے تھے اور ڈرتے تھے۔

ہم بھی ملاقات کیلئے پہنچے۔پہلے ڈپٹی صاحب یعنی مستفیض الحسن صاحب اور حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی اس کے بعد اوپر گئے۔اور ڈپٹی بدیع العالم صاحب سے نیاز حاصل ہوا بڑے تپاک سے ملے اور بہت خوش ہوئے۔اور فرمانے لگے عرس شریف میں آئے تھے۔مگر اصل غرض تمہارے دیکھنے کی تھی اَلحَمدُ لِلّٰہ کہ تمہیں دیکھ لیا۔تھوڑی دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔پھر ڈپٹی صاحب فرمانے لگے ہماری ایک آرزو ہے۔کسی وقت جب طبیعت چاہے۔ان لڑکوں کا پڑھنا سُن لینا۔طبیعت بھی چاہے ذوق بھی ہو۔اور طبیعت بھی اچھی ہو۔میں نے عرض کیا آج تو طبیعت خراب ہے کل کسی وقت پر رکھئے۔ فرمایا۔بہت اچھا۔وقت مقرر کر لیا۔

دوسرے روز ہم لوگ پہنچ گئے۔جہاں ڈپٹی صاحب ٹھہرے ہوئے تھے کمرہ چھوٹا تھا۔دوسرا کمرہ بڑا تھا۔میں نے ڈپٹی صاحب سے عرض کیا کہ اچھا ہو کہ نیچے والے کمرہ میں محفل منعقد ہو جائے۔منظور فرمالیا۔تبرک جو خاص طور پر بنوایا گیا تھا۔اور جملہ سامان نیچے بھجوادیا گیا۔قوالی شروع ہوئی۔خود طبلہ بجا

رہے تھے اور لڑکے بنگلہ زبان میں پڑھ رہے تھے۔ ہم لوگ تو کچھ سمجھے نہیں مگر کچھ لوگوں کو کیفیت بھی ہوئی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا۔ ہم اس زمانہ میں بیمار تھے۔ اب تو بہت تندرست ہیں۔ ہماری حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے حافظ صاحب نے کان میں کہا کہ ان کی حالت بہت کمزور ہے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کھڑے رہے ہیں۔ اب موقوف فرمائی جائے۔ فرمایا کہ ان کو اجازت ہے بیٹھ جائیں۔ مگر ہم نہ بیٹھے۔ تھوڑی دیر بعد حافظ صاحب نے مکرر عرض کیا محفل موقوف کر دی گئی۔ حافظ صاحب سے خفا ہوئے۔ چائے، بسکٹ جلیبی وغیرہ تبرک تقسیم کیا گیا۔ ہمارے لئے اپنے خاصے کے بسکٹ طلب فرمائے اور کھلائے۔ اجمیر شریف سے نصیر آباد آئے اور قیام فرمایا۔ شب کو ہم نے محفل کا کوئی انتظام نہ کیا تھا۔ صبح کو ملاقات ہونے پر فرمانے لگے شب کو سوتے ہی رہے۔ اچھا اب بلاؤ محفل کراؤ۔ محفل کا انتظام کیا گیا۔ خوب ذوق شوق رہا۔ بعدہٗ تشریف لے گئے۔

سیّاح مُبلغ

مجلسِ حضور میں مولوی نور احمد صاحب جو کل تشریف لائے تھے ذکر آنے پر حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا جتنے سیّاح مُبلّغ اور درویش ہوتے ہیں ان کے متعلق صحیح رائے قائم کرنا بہت دشوار ہے۔ یہ حضرات جہاں کہیں جاتے ہیں جن لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں ان ہی کے ہمنوا ہو جاتے ہیں۔ اسی قسم کے عقائد کو صحیح کہنے لگتے ہیں ان کی غرض کسی خاص قسم کے عقائد کی اشاعت نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنے اغراض کو کامیاب بنانا ہے۔ جب اس طریقہ پر ایک مدّت قیام ہو جاتا ہے ان کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے اور پھر اس کا احساس بھی جاتا رہتا ہے وہ کسی خاص طریقہ اور عقائد کے حامی نہیں ہوتے اس قسم کے ایک مولوی صاحب جب ہم نصیر آباد میں تھے وہاں کی جامع مسجد میں جمعہ کے وقت آگئے۔ اعلان ہوا کہ مولوی صاحب وعظ فرمائیں گے۔ اتفاقاً ایک صاحب کا اس روز انتقال ہو گیا جنازہ جامع مسجد میں لایا گیا مکرر اعلان ہوا کہ بعد نماز جمعہ پہلے جنازہ کی نماز ہو گی اس کے بعد وعظ ہو گا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور فارغ ہو کر سب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مولوی صاحب کا وعظ نہ ہوا۔

مولوی صاحب حاجی کریم کے ساتھ میرے مکان پر تشریف لائے۔ رسمی ملاقات ہوئی وہاں کے قیام میں میری عادت تھی کہ مہمانوں کی چائے سے مُدارات کیا کرتا تھا۔ مولوی صاحب کیلئے بھی چائے منگوائی گئی۔ مولوی صاحب نے فرمایا چائے کا استعمال بدعت ہے۔ میں نہیں پیوں گا۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا اس میں بدعت کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ مسلمانوں میں تو عام رواج ہے

اور جائز چیز ہے نہ فرض سمجھ کر پیتے ہیں نہ واجب نہ سنّت تصوّر کرتے ہیں لیکن ایک مستحب مشروب ہے۔ خواہ کوئی صاحب پئیں یا نہ پئیں لیکن مولوی صاحب یہی فرماتے رہے اور چائے نہیں پی۔

تھوڑی دیر کے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ پہلے تو میں پیری مریدی کے بہت خلاف تھا لیکن اب چاہتا ہوں کہ کسی بزرگ سے بیعت کرلوں آپ کے علم میں اگر کوئی ایسے بزرگ ہیں تو مجھے بتلایئے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا ذرا پہلے آپ یہ تو بتلایئے کہ آپ کیوں خلاف تھے۔ اور اب کونسی ایسی بات ہوگئی ہے۔ کہ جناب نے ایسا اِرادہ کرلیا ہے۔ مولوی صاحب خاموش ہوگئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ اسی نشست گاہ میں جو اچھی خاصی بڑی تھی ایک ڈھولک ٹنگی ہوئی تھی یہ دیکھ کر کہنے لگے کیا آپ کے یہاں سماع بھی ہوتا ہے حضرت قبلہ نے اثبات میں جواب دیا۔ دیر تک اس موضوع پر بات چیت ہوتی رہی۔ کہنے لگے آپ کے دلائل تو اٹل ہیں۔

میرے یہاں سے رخصت ہوگئے۔ راستہ میں صابر علی صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ یہ پولیس کے ملازم تھے انہوں نے اصرار کر کے مولوی صاحب کو روک لیا اور شام کو پھر میرے پاس آگئے۔ مولوی صاحب کا دستور تھا کہ جہاں کہیں جاتے تھے اور جس کسی سے ملتے تھے جو بات چیت ہوتی تھی تحریر کر لیتے تھے صابر علی سے اِس کا ذکر آیا اور اس نے بیاض دیکھ لی اس میں ہم سے ملاقات کا حال تحریر تھا اور مسئلہ سماع کا بھی ذکر تھا۔ اور لکھا تھا کہ دلائل تو اٹل ہیں اور فعل بھی مباح ثابت ہوگیا لیکن مجھے تسکین نہ ہوئی۔ دوبارہ ملاقات کے وقت کہنے لگے کہ آج قوالی کی محفل ہو جائے تو میں بھی دیکھ لوں۔ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ میں دستور کے خلاف نہیں کیا کرتا۔ صابر علی نے استدعا کی کہ

میں انتظام کرلوں گا اور لوگوں کو دعوت بھی دیدوں گا۔ آپکی اجازت چاہئے۔
صابر علی کی استدعا قبول ہوئی۔

شب کو محفل قوالی منعقد ہوئی اور مولوی صاحب نے شرکت کی دوسرے دن تشریف لے گئے لوگوں سے یہی کہتے رہے کہ جواز میں دلائل اٹل ہیں اور قوالی بھی خوب ہوتی ہے۔ لیکن میرا دل مطمئن نہیں۔

نماز کے درجات: ایک دوسرے مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں انہوں نے اعتراضاً یہ شعر پڑھا اور کہا کہ نماز کا کیسا مضحکہ اڑایا ہے۔

نماز زاہداں سجدہ سجود است — نماز عاشقاں ترک وجود است

حضرت قبلہ نے فرمایا سیدھے سادھے شعر کو بھی آپ مضحکہ خیز کہتے ہیں اور معمولی شعر کو بھی نہیں سمجھتے آپکا علم صرف برائی کی طرف کیوں جاتا ہے۔ بھلائی کی طرف نگاہ کیوں نہیں جاتی۔ اس شعر میں تو نماز کے درجات بتلائے ہیں کہ زاہدوں کی نماز صرف سجدہ سجود تک رہتی ہے اور عاشقوں کی نماز میں اس قدر محویت ہوتی ہے کہ ماسواء اللہ سب نظروں سے اُٹھ جاتے ہیں۔ آخر بُرائی کیا ہوئی۔ مولوی صاحب کہنے لگے واللہ میں تو اس شعر کو آج تک غلط سمجھا ہوا تھا۔ یہ شعر تو خوب ہے۔

حضرت قبلہؒ نے فرمایا حضرت عارفؒ رومی نے بھی کیا خوب فرمایا ہے۔

تیغ لَا در قتل غیرِ حق براند — پس نگہ کن بعد لَا آخر چہ ماند

یعنی غیرِ حق کو تیغ لا سے قتل کردے پھر دیکھ آخر لا کے بعد کیا باقی رہ گیا۔ فرمایا علم سے فراست بڑھ جاتی ہے۔ حقیقت عمل سے کُھلتی ہے جو صرف علم تک رہتے ہیں ان پر راز کبھی افشاء نہیں ہوتا اور حقیقت نہیں کُھلتی۔ صرف باتیں کرنی آجاتی ہیں۔

چند فیصلے

حضرت قبلہ مردانے میں تشریف فرما ہوئے۔ مولوی نور احمد صاحب فاضل دیوبند سکنہ موگا منڈی ضلع فیروز پور جو اس نواح میں لوگوں کو نماز و روزہ کی تربیت دینے اور مسلم لیگ کا پروپیگنڈہ کرنے آئے ہیں موجود تھے۔ معمولی تعارف کے بعد مولوی صاحب نے کچھ مسلم لیگ کا ذکر چھیڑ دیا اور مولوی حسین احمد صاحب کے متعلق کہنے لگے کہ آج کل مسلمانوں میں جھگڑا کرا رہے ہیں حالانکہ عالم فاضل مدرس اور دیندار آدمی ہیں۔

حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اُستاد ہیں تم زیادہ واقف ہو۔ ہماری واقفیت تو ہے نہیں ہم انکے متعلق کیا رائے دیں۔ مسلم لیگ کے مسئلہ میں ہمارا تو سیدھا سادھا فیصلہ ہے زیادہ پیچیدگی اور دقّت میں ہم نہیں پڑتے ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یوپی میں بارہ مسلمان ممبروں نے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور غیروں کے ساتھ ہو گئے۔ ساتھ ہونیوالے اور ساتھ کرانیوالے دونوں ہی ذمہ دار ہیں جو مسلمانوں میں افتراق کا سبب بنے اپنوں کو چھوڑ غیروں سے ناتا جوڑا مسلمانوں کی طرف سے منہ موڑا دوسروں کے ساتھ شرکت کی بہت بُرا کیا اور بہت بُرا ہوا۔

(۲) مولوی صاحب نے کہا کہ خورجہ میں ایک صاحب نے خواب دیکھا ہے بیداری سے تشبیہ دی کہ میں ووٹ ڈالنے گیا۔ مولوی حسین احمد کو وہاں موجود پایا۔ مولانا نے فرمایا کہ اس بکس میں پرچہ ڈالو۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ اس شخص کے بیان کی کچھ سند نہیں ہے اور دوسروں کیلئے بھی قابل عمل نہیں جب بزرگوں کا کشف کہ جس کو نصوص جلی یا خفی کی سند حاصل نہ ہو قابل عمل نہیں ہوتا ۔ یہ تو کوئی ایسی بات ہی نہیں ہے۔ ایسے ہی خیالات ہیں۔

(۳) پھر مولوی صاحب نے فرمایا ایک بزرگ فیروز پور میں جو تھے بہت متقی لیکن گانا بہت سنتے تھے۔ ان کی بہت شہرت تھی اور مرجع خلائق بنے ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ شہرت اور مرجع خلائق ہونا بزرگی کی شان نہیں ہے۔ شہرت کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ ان اسباب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر شہرت دنیاوی جاہ وعزت کے لئے مطلوب ہے تو سراسر نفس کی کرشمہ سازی ہے۔ اگر اشاعت دینِ حق اور اعلائے کلمۃ الحق مطلوب ہے تو احسن ہے۔ اس کا دارومدار صرف نیت اور دل کے اوپر ہے اسی لئے ارشاد مبارک ہے۔ ''الحق اعمال من نیاتکم'' اعمال کا دارومدار صرف نیت کے اوپر ہے۔ اگر ذاتی اغراض اور دنیاوی جاہ طلبی اور علم کا غرّہ نہ ہوتا تو مسلمانوں میں اس قدر تکفیر بازی نہ ہوتی۔ ایک دوسرے کو کافر نہ بناتے اس میں بھی نفس کی کرشمہ سازی ہے۔

(۴) ہمیں یاد آیا کہ کسی صاحب نے حاجی سیّد وارث علی شاہ صاحبؒ سے دریافت کیا تھا حضرت ان تہتّر فرقوں میں سے کون سا ناجی ہے۔ دعویٰ تو ہر ایک کا حق پر ہونے کا ہے۔ اور ہر گروہ کے علماء اپنے کو نائب رسولؐ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حضرت حاجیؒ صاحب نے فرمایا کہ میاں حسد کے ۷۲ عدد ہیں۔ جس جس گروہ میں حسد ہے وہ سب انہیں ۷۲ گروہوں میں شمار ہیں۔ جس گروہ میں حسد نہیں وہ ناجی ہے۔ سبحان اللہ کیا فیصلہ کیا ہے۔

مسئلہ سماع

حضرت قبلہ عالمؒ کے حضور گزارش کی گئی کہ حضرت مسئلہ سماع پر روشنی ڈالئے کہ یہ بادۂ مرافگن دنیائے اسلام میں اس قدر کیوں زیرِ بحث رہا ہے علماء فقہا اور مشائخ سب ہی نے اس پر حق اور ناحق ہونے کی زور آزمائی کی ہے اور آج تک ہو رہی ہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ اتباعِ سنّت کو مدِ نظر رکھا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسقدر یہ مسئلہ زیرِ بحث رہا ہے دوسرے مسائل پر اس کے شمہ برابر بھی روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ ہماری تمام عمر اسی مسئلہ کے جرح و قدح میں گزری ہے۔ ہزاروں معترضین اور منکرین سے واسطہ پڑا ہے۔ اکثر حضرات اہلِ حدیث کے علماء سے بحث مباحثے ہوتے رہے ہیں۔ ہر ہر پہلو کو ہم نے بہت غور وخوض سے ملاحظہ کیا ہے اور اس مسئلہ کے دقیق سے دقیق نکتہ کو حل کیا ہے تمہارے سوال کے متعلق ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ غور سے سُنو! تمہارے جوابات اس واقعہ سے روشنی میں آجائیں گے۔

غلام محمد شاہ ریاست ہمّت نگر میں بعہدہ صوبیدار ملازم تھے۔ ان کے ساتھ ایک صاحب اہلِ حدیث بھی ملازم تھے جن کا وطن جودھپور تھا اور ان کے دو لڑکے بھی تھے۔ ان کے غلام محمد شاہ سے بہت گہرے تعلقات پیدا ہوگئے تھے۔ غلام محمد شاہ کی سادگی اور محبت سے انہوں نے باور کرلیا تھا کہ یہ ان کے جال میں ضرور پھنس جائیں گے۔ علم نہ تھا کہ مرید بھی ہیں۔ مولوی عبدالغنی جودھپوری ان کے چھوٹے بھائی تھے جو پختہ قسم کے اہلِ حدیث اور بہت بڑے مناظر تھے ان کی اس نواح میں بہت شہرت تھی۔ اتفاقاً غلام محمد شاہ کے اصرار پر ہمیں ہمّت نگر جانا پڑا جب ہم وہاں مقیم تھے تو دونوں لڑکے ہماری

خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے اور ہر قسم کی خدمت کرتے۔ ہم نے دریافت کیا میاں صاحبزادے تمہارا کیا نام ہے۔ کہا محمد ہے اور فلاں شخص کے لڑکے ہیں ہم سمجھ گئے کہ مولوی عبدالغنی صاحب کے بھتیجے ہیں۔ شام کے وقت باپ بیٹوں نے مشورہ کیا کہ مولوی عبدالغنی صاحب کو جودھپور سے بلا لیا جائے۔ پیر صاحب تو بالکل سیدھے سادھے ہیں۔ مولوی صاحب کے آنے سے جو کچھ اثر ہے زائل ہو جائے گا اور ہماری کامیابی ہو جائے گی۔ ہمارے پاس آئے۔ بیٹے نے اثناء گفتگو میں کہا اچھا ہوتا کہ مولوی صاحب کو بُلا لیا جاتا۔ پیر صاحب کی وجہ سے خوب لطفِ صحبت رہے گا۔ باپ نے کہا واہ واہ تم نے خوب یاد دلایا۔ ضرور مولوی صاحب کو بلا لیا جائے۔ اب ہماری طرف مخاطب ہوئے اور کہنے لگے کہ حضرت کیا رائے ہے۔ اگر ارشاد ہو تو بلا لیا جائے ہم نے کہا کیا حرج ہے۔

صبح مولوی صاحب کو بذریعہ تار خرچ بھیج دیا گیا کہ جلد سے جلد تشریف لے آویں جس روز مولوی صاحب کو آنا تھا ان میں سے ایک لڑکا ٹرین کے ذریعے جو یہاں سے جودھپور جاتی تھی روانہ ہو گیا اور راستہ میں مولوی صاحب سے ملاقات کی اور تمام ماجرا انہیں سمجھایا اور بُلانے کی غرض بتلائی۔ جب ٹرین کا وقت آ گیا تو کچھ صاحبان مولوی صاحب کے استقبال کے لیے اسٹیشن جانے لگے۔ غلام محمد شاہ نے بھی ہم سے دریافت کیا کہ کیا وہ بھی چلے جائیں۔ ہم نے اجازت دے دی ہم اس معاملہ میں وسیع الخیال اور وسیع القلب واقع ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب تشریف لے آئے اور ہم سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب بہت تیز اور گویا آدمی تھے گفتگو کا انداز عجب تھا اثنائے گفتگو میں بار بار یارب یاحق کے نعرے لگاتے جاتے تھے اور امرو

نواہی پر زور شور سے تقریر فرماتے رہے۔ بدعات کی گمراہی اور مُختَرِعات کی مذمت کرتے رہے ہم چپکے بیٹھے حُقّہ پیتے رہے اور ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ نشست برخاست ہوگئی اور مولوی صاحب آرام کرنے کے لیے تشریف لے گئے ہماری خاموشی اور سادگی سے انہوں نے سمجھ لیا کہ پیر صاحب تو بالکل سیدھے اور ناواقف آدمی ہیں۔ دو چار ملاقاتوں میں قابو میں آجائیں گے اور غلام محمد شاہ پر تو اثر پڑ ہی جائے گا۔

صبح کو مولوی صاحب پھر تشریف لے آئے۔ پھر وہی طرز گفتگو اختیار کیا اور بدعات پر روشنی ڈالنے لگے۔ اسی ضمن میں مسئلہ سماع پر گفتگو کرنے لگے کہ لوگ اس خرافات میں کس قدر مبتلا ہیں۔ اب ہم سے خاموش نہ رہا گیا اور ہم نے مولوی صاحب سے کہا آپ مسائل کی تحقیقات کر کے ان پر روشنی ڈالا کریں یہ نہ کریں کہ بغیر تحقیق کسی مسئلہ پر جائز و ناجائز گفتگو اور تنقید کرنے لگیں۔ مولوی صاحب نے کہا وہ کون سا مسئلہ مراد ہے جس پر آپ معترض ہیں ہم نے کہا کہ مسئلہ سماع پر جو آپ لعن طعن کر رہے ہیں یہ آپ کی عدم واقفیت کا ثبوت ہے۔ کہنے لگے یہ تو ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ سماع قطعی حرام ہے ہم نے کہا آپ بہت بڑی بات کہہ رہے ہیں۔ اس کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ سُنئے! متفق علیہ کے لئے نصِ جلی ہونی چاہئے اور حکم صریح ہونا چاہئے تب کہیں آپ حرام ثابت کر سکیں گے۔ کہنے لگے۔ ہاں میں ابھی دلیل میں نصِ جلی پیش کرتا ہوں۔ سُنئے! سورۂ لقمان کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

ترجمہ: اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو غافل کرنے والی باتوں کو اختیار کرتا ہے۔ تاکہ علم کے بغیر اللہ کی راہ سے گمراہ کرے اور اس کی ہنسی اڑائے۔ انہیں کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔

یشتری کے معنی خریدنے کے ہیں یعنی حاصل کرنا اور یہاں اسی لیے اختیار کیا گیا ہے اور لہوالحدیث سے مراد کہانیاں، مخول بازی خرافات اور غنا ہیں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے یہی مانا ہے اور لہوالحدیث کو غنا کہا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت چاہتے ہیں قرآن پاک کی کھُلی ہوئی آیات ہیں اور اس سے تحریم ثابت ہوتی ہے۔

تحریف لفظی اور معنوی: ہم نے کہا آپ نے دھوکا کھایا اور ہمیں بھی اس میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ تفسیر پر بعد میں بحث کریں گے پہلے قرآن پاک کے الفاظ اور معنی پر غور کرو۔

خدا سے غفلت پیدا کرنے والے امور کو لہوالحدیث کہا ہے۔ عام ہے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اس کو اختیار کرنا اور غیر معلوم حیثیت سے لوگوں کو گمراہ کرنا اور ان کا مذاق بنانا اور ہنسی اُڑانی اس میں نہ تو سماع مذکور ہے اور نہ غنا سے کچھ تعلق ہے قطعی کا حکم لگانا تحریف معنوی ہی نہیں لفظی بھی ہے اور آپ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ وجوب کے لیے اِشارۃً اور کنایۃً حکم ہونا چاہیئے جو مقصود ہے۔ یہ ہے آپ کی دلیل کی حیثیت اور یہ ہے استدلال۔

تفاسیر: اچھا اب آپ تفسیر کے متعلق بھی سُن لیجیے۔ ان آیات کے متعلق تمام مفسرین بیضاوی حُسینی، صاحب المعالم تنزیل وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ شانِ نزول ان آیات کا یہ ہے۔ نصیر ابن حارث مشرک فارس کی طرف تجارت کو

گیا تھا۔ وہاں سے قصہ اسفندیار اور رستم کا خرید لایا تھا اور مجمع قریش میں اس کو پڑھتا تھا سب لوگ شیفتہ اور فریفتہ ہو جاتے۔ مشرک مذکور لاف وگزاف سے کہنے لگا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قصہ عادؑ و ثمودؑ و عظمتِ ملک سلیمانؑ اور داوٗدؑ کی خبریں سُناتے ہیں تو میں بادشاہان عجم کے قصّے اور ان کی مملکت کا بیان کرتا ہوں۔ اس کی مذمت میں یہ آیات نازل ہوئیں اس کو حلت اور حرمتِ غنا سے مطلق کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تفسیرِ بیضاوی

وَقِیلَ کَانَ شِیرَ النساء تحملھن علی مباشرۃ مِنُ ازَدَلاِسُلَامَ مِنُہُ

یعنی کہا گیا کہ نضر بن حارث لونڈیاں خرید کر لاتا تھا اور جو شخص ارادہ اسلام لانے کا کرتا تھا۔ اس کے پاس ان لونڈیوں کو واسطے مباشرت کے بھیجتا تھا اور اس ترکیب سے لوگوں کو اسلام لانے سے باز رکھتا تھا۔

تفسیر حقائق میں آیا ہے۔

مَاشَغَلَ عَنِ اللّٰہِ وَ مَکرہ سَمَاعَلَیْہِ فَھُوَ لَھُوَ الْحَدِیْث ٥

یعنی جو اللہ کے ماسواء میں مشغول کردے یاد اور سماعت میں پس وہ لَھُوَالْحَدِیْثُ ہے۔

ازروئے تفسیر بھی غنا کی حرمت ثابت نہ ہوئی۔

ہم زور سے اپنے خاص انداز میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے رہے اور مولوی صاحب سناّٹے میں بیٹھے رہے۔ ہم نے کہا یہ ہے آپ کا اتقا اور لوگوں کو راہ راست دکھلانا۔ آپ لوگ اپنے نفسوں کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی دھوکے میں ڈالتے ہیں اور یہ بھی غور نہیں کرتے کہ بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔ دعویٰ آسمان کا کیا جاتا ہے اور خبر زمین کی بھی نہیں

اوراس پر رہبر اسلام اور ہادیٔ دین ہونے کا دعویٰ۔ مسلمانوں میں سوائے افتراق پیدا کرنے اور عقائد خراب کرنے کے آپ صاحبان نے اور کیا کام کیا ہے۔

مقامِ خواجہ برتر از گمان است

بروں ازحد تقریر و بیان است

مولوی صاحب پسینہ پسینہ ہوگئے اور سکتہ میں آگئے۔ بولے کیا صوبیدار صاحب اندر ہیں۔ فوراً اُٹھے اور چلے گئے۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ اس واقعہ سے ایک پہلو مسئلہ سماع کا نمایاں ہوگیا ہے۔ اس طرح مختلف اوقات میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں ہم وہ سنائیں گے تمہاری کافی تسلّی ہوجائے گی۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ عَلٰى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ ٥

اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت فرماتے ہیں۔

بزرگانِ دین کے اعمال اور افعال کو لَهْوَالْحَدِيْث سے مشابہت دینا ان لوگوں کا ادنیٰ کام ہے بغیر سوچے سمجھے جو جی میں آیا کہہ دیا۔

حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا کہ دوسرے روز صبح مولوی صاحب پھر تشریف لائے۔ کل کی شرمندگی کا کچھ اثر موجود نہ تھا۔ بلکہ کچھ شگفتہ نظر آتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کل غیر متوقع مسئلہ سماع سامنے آگیا تھا۔ آج شب میں تیاری کرلی ہے اور مناظرہ کے لیے باقاعدہ تیار تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد کہنے لگے کل جس مسئلہ میں میرے اور آپ کے درمیان گفتگو

ہوئی تھی تشنہ رہ گیا ہے اگر مزید تبادلہ خیالات ہو جائے تو مناسب ہے تا کہ کافی روشنی پڑ جائے۔

ہم نے کہا اچھا۔

مولوی صاحب آج کیا لائے ہیں۔ فرمایئے۔ کہنے لگے کہ قرآن پاک میں آیات متذکرہ بالا کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جو حرمت غنا پر دال ہیں اور ان سے اس کا استنباط کیا جا سکتا ہے مثلاً

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَ تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝

یعنی قرآنِ مجید سے تعجب کرتے ہو از روئے انکار کے اور ہنستے ہو تم از روئے استہزاء کے اور نہیں روتے ہو تم خوف وعید سے تم بازی کرنے والو۔

حضرت سامدوں مشتق ہے سمود سے جو بمعنی غنا کے ہے پس اس آیت شریف سے غنا مطلق حرام ہوا۔ اب تو کچھ شبہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا جو کچھ آپ کو کہنا ہے کہہ لیجئے۔ ہم سب کا جواب ایک ساتھ دیں گے کہنے لگے نہیں نہیں ایک ایک طے ہو جائے تو بہتر ہے ہم نے کہا بہت اچھا۔

تحریف معنوی: سُنو! جس آیت شریف کو تم نے پیش کیا ہے یہ سورہ النجم سپارہ ۲۷ کی آخری آیات ہیں۔ سیاق وسباق سے گردانی کر کے اپنے مفید مطلب بنانے کی کوشش کی ہے یہ بھی دجل وفریب ہے اور اسی کو تحریف معنوی کہتے ہیں۔ یہ چیز تاویل سے بھی گزر گئی ہے۔ یہ آیات متشابہات میں سے بھی نہیں جس کے دو معنی کیے جا سکیں۔ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قوم عاد وثمود اور قوم نوح کے بربادی کے حالات فرمائے ہیں۔

اس سے آگے موجودہ لوگوں کو مخاطب فرمارہے ہیں کہ وہ گھڑی آن پہنچی ہے کہ اللہ کے سواء اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں یہ آیت کا ترجمہ بجنسہ ہم نے دیدیا ہے اب آیت زیر بحث پر غور کرو کہ فرماتے ہیں۔تو کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم غافل ہو۔لفظ سامدون کے معنی بیضاوی نے لاہون اور مُتکبرون کے لکھے ہیں یعنی غافل اور سر اٹھائے ہوئے اور لکھا ہے کہ یہ مشتق ہے صمد البعیر فی بیرہ اذا رفع اللہ۔اس کو غنا سے کیا مطلب اور مناسبت ہے۔اگر سامدون کو سمد سے جو بہ معنی غنا ہے فرض بھی کرلیں تو یہ مطلب ہوگا جیسا آپ نے بیان کیا ہے کہ سُرود بہ نیت باز رکھنے سماعت قرآن شریف سے ممنوع اور مکروہ ہے۔تو یہ بھی ہماری مخالف نہیں ہے۔اس واسطے کہ ایک سبب ہوگا اسباب منکرہ سے کہ وہ بالاتفاق حرام ہے پس اس آیت سے بھی آپ کا مدعا پورا نہ ہوا اور دلالت حرام پوری نہ ہوئی۔مطلقاً غنا کے لئے خصوصاً اس غنا پر جو بذکرِ آخرت اور شوق دیدارِ الٰہی ہو۔ یہ ہے آپ کا سرمایہ اور ذخیرہ علم۔

ترسم کہ نہ رسی بہ کعبہ اعرابی
این راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

(اے اعرابی میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ نہ پہنچے گا اس لئے کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ راہ ترکستان کو جارہی ہے) کہئے کچھ اور ہے تو وہ بھی لایئے۔

مولوی صاحب کہنے لگے سورۂ بنی اسرائیل میں آیا ہے۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ○

ترجمہ۔ یعنی بہکا جس کو تو بہکا سکے اس میں سے اپنی آواز سے اور کھینچ لا اوپر ان کے اپنے سواروں اور پیادوں کو۔ شریک بن ان کا بیچ ان کے مالوں اور ان کی اولاد کے اور وعدے دے ان کو۔ اور نہیں ہے وعدہ دینا شیطان کا ان کو مگر فریب اور دھوکا۔

دیکھئے آیت شریف میں لفظ صوت آیا ہے۔ اور صوت شیطان سے مُراد ہے۔ میزامیر اور غنا اسی سے استدلال کیا جاتا ہے۔

شیطان کا طریقہ گمراہی: ہم نے کہا اب آپ تاویلوں اور کھینچ تان پر اتر آئے۔ یہ آپ کی غلطی ہے۔ صوت سے مُراد آواز اور شمول اس کا ساتھ وسوسہ اور فساد کے لیا گیا ہے اگر صوت سے غنا مُراد لیا جائے تو یقیناً غنا مُحرَّم مراد ہوگا بمقتضائے مقام کے کہ یہاں طریقہ گمراہی شیطان کا ہے۔ غنائے مطلق کی حرمت کب اس آیت سے استدلال کی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ شیطان جس راستے بھی چاہے انسان کو بہکائے اپنی جماعت سے اور اپنے اہلوں سے وانصار سے ڈرائے یہ سب دھوکا ہے۔ وہ انسان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ان آیات سے کسطرح سے غنائے مطلق پر تحریم کا استدلال لانا صحیح ہے۔

ہم نے کہا کچھ اور ہے تو لاؤ۔ آج آپ کی سب باتوں میں دل جمعی اور تسکین ہو جائے تو مناسب ہے۔ مولوی صاحب نے فوراً آیت شریف پیش کی!

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۝

(اور نہیں ہے نماز ان کی نزدیک خانہ کعبہ کے مگر سیٹیاں اور تالیاں بجانا)

(ہرگاہ سیٹی اور تالی بجانا ممنوع ہوا پس اس سے غنا خالی نہیں ہوتا

بطریق اولیٰ ممنوع ہے اب کیا شبہ باقی رہا) یہ آیت سورۂ انفال سیپارہ ۹ رکوع ۴ میں ہے۔

عبادات مشرکین بے معنی حرکات: ہم نے کہا مولوی صاحب آپ کا استدلال عجیب رنگ میں ہوتا ہے۔ یہ آیت ایک مخصوص وقت اور خاص لوگوں کے اعمال پر دلالت کرتی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ مشرک حج کے وقت ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ اور سیٹیاں و تالیاں بجاتے تھے یہ آیات ان ہی کے افعال کی طرف ہیں جو وہ حضرت نبی کریم ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کو عبادت سے روکنے کے لئے کرتے تھے۔ ان کی عبادت اب صرف اسی پر موقوف رہ گئی تھی کہ سیٹیاں اور تالیاں بجا کر دوسروں کی عبادت میں مخل ہوں۔ سید امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ ان کی دعا یا نماز صرف اس قدر ہے اور کچھ حقیقت نہیں کہ جیسے سیٹیاں بجانا تالیاں بجانا یعنی بے معنی حرکت۔

آپ کا عجیب معاملہ ہے۔

سُنئے! ممانعت دستک زنی اور صفیر کی ایک مقام خاص پر ہے یہ ضروری نہیں کہ سب وقت سب جگہ یہ امر ممنوع ہو۔ دستک زنی عورت کی جو خارج نماز سے ہو درست نہیں مگر عین نماز میں اگر اس کو ضرورت پڑے تو جائز ہے۔ اسطرح سے دستک زنی کرے کہ ہتھیلی ایک ہاتھ کی اوپر پشت دوسرے ہاتھ کے مارے۔ ایسا ہی شیخ محمد نوویؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وَالِاسْتَدْلَالُ عَنِ الْمُتَقَدِّمِیْنَ مَمْنُوْعٌ وَالْفَضَا وَالحلو لمن العرنه فاسِدٌ فَاِنَّ مِنْ مَّنَعَ شَیْءٍ فِیْ حَالَةٍ مَخْصُوْصَةٍ لَا یَلْزِمُ مَنْمَعُہٗ فِیْ سام الْاَوْقَان

وَالْمَقَامَاتِ ولھٰذہٖ بَحُوْرِ لِلْمِرْاَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ حِزب الراجِدُ عَلٰی ظَھْرِکَفِّھَا اَوْزَنا بِھَا بَنِیْ وَلَا بَحُوْرِ فِیْ غَیْر ھَاوَلَمَا کَانَ الْبَیْتِ مُعَظِّمًا اَوَاطْوَافِ بِہٖ صَلٰوۃٌ وَمُتِمُّ عَنْ ذَالِکَ ۝

پس مدعی حرمت غنائے مطلق کو واجب ہے کہ ایسی آیات پیش کریں کہ جس سے غنائے مطلق کی حرمت ثابت ہو۔ کونسا انصاف ہے کہ مشرکین کے افعال اور کفار کے اقوال کو بزرگانِ برحق کے افعال اور کردار سے تطبیق کر کے اپنے مطلب کو نکالا جاوے یہ انتہائی ہٹ دھرمی ہے جس سے ایمان میں تزلزل پیدا ہونے کا احتمال ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ آپ کی طرح ہم بھی چاہیں تو غنا کا وجوب اور حرمت قرآن پاک سے پیش کر سکتے ہیں۔ غور کرو آپ نقصان کے لیے استدلال لائے ہیں اور ہم فائدہ کے لئے۔ آپ بزرگانِ دین کی مخالفت میں اور ہم بزرگانِ دین کی موافقت میں سُنئے!

نشان غنا: وَاِذَا سَمِعُوْ امَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْامِنَ الْحَقِّ ۝

ترجمہ:۔ یعنی جب یہ سُنتے ہیں اس کو جو نازل ہوا رسولؐ کی طرف۔ کیا دیکھتا نہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ اور وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ حق کی طرف سے ہے۔

غنا کسی زبان اور بولی سے مقید نہیں ہے عربی' فارسی' اُردو سب طرح پر ہے۔ آنکھوں سے آنسو نکلنا بھی نشانِ غنا ہے اور معرفت الٰہی اسی سے نصیب ہوتی ہے یہ باتیں آپ کی سمجھ اور ادراک سے باہر ہیں خدا تعالیٰ ایسی سمجھ اور فراست عطا فرما دیں۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ مِنْ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ

یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اپنی رحمت سے مخصوص فرمالیں۔

حقّانیتِ سماع: حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب شب کو پھر تشریف لائے اور کہنے لگے مسئلہ سماع تسلیم ہے لیکن مزامیر کے حرام ہونے میں شبہ نہیں۔ مزامیر کی شرکت سے سماع بھی ناجائز ہوجاتا ہے اس لئے کہ سبب منکرہ موجود ہے جائز میں جب ایسا سبب مشترک ہوجائے کہ جس سے انکار ثابت ہو جائز بھی ناجائز ہوجاتا ہے ہم نے کہا مولوی صاحب آپ مزامیر تک آگئے ہیں سُنیئے!

اَللّٰهو فِی القَامُوسِ لَهَا لَهُوًا

بازی کردن وَلعب بازی کردن۔ المعارف آلاتُ اللّٰهو معرف مکرھم وسکوان عین آوازِ حسَن یکے معنی می شنعود ودیگر آنکہ صوت نشنوند اندریں ہر دو اصل فوائداست وآلات از آنچہ شنید ند واصوات غنیاں آں مغنی باشد کہ اندر مردم مرکب بود اگر حق حق بُود اگر باطل باطل۔ کسے را کہ مایہ طبع فساد بود آنچہ بشنود ہمہ فساد باشد۔ چناچہ در تفسیر مندرجہ بالا وارد۔

حضرت شیخ شہاب الدّین سہروردیؒ عوارف میں فرماتے ہیں یہ سماع ہے اس کی حقّانیت پر سب متفق ہیں اور مخالف نہیں ہیں۔

اس تقریر کے بعد ہم نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب سمجھ میں آیا کہ سماع کیا ہے اور غنا کیا ہے۔ یہ فعل مشبہ بہ کفار ہے۔ بدعت ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ آپ صاحبان اس بات پر بحث کرتے ہیں جس سے واقف نہیں وہ باتیں کرتے ہیں جن سے تعلق نہیں معمولی معمولی کتابوں میں بغیر تحقیق اور تفتیش کے مسائل درج کردیئے اور مسلمانوں میں اشاعت شروع

کردی۔ اس سے احتیاط لازم ہے ورنہ جو حکم آپ دوسروں پر لگاتے ہیں وہی حکم عدم ثبوت اور لغو بیان ہونے کی وجہ سے آپ پر لگ جائے گا اور آپ اسی کے مورد ٹھہریں گے۔ مولوی صاحب خاموش تھے اور سناٹا چھایا ہوا تھا آخر بولے کہ ہم لوگوں کی غلطی ہے اور عدم واقفیّت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے لیکن احادیث میں بھی اس کی حرمت آئی ہے ہم نے کہا ذرا احادیث پیش کیجئے مولوی صاحب نے حدیث شریف پڑھی۔

حضرتِ عائشہ صدیقہؓ نے گانا سُنا: عائشہ العرفین هٰذِهٖ فَقالت لا یا نبی اللّٰه قال هٰذهٖ مُغَنّتِهِ نَبی فَقرانُ الحمیر تحَسّنُ ان یُغنِیَكَ مُغَنّتُها فَقال النبی صَلّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَآلِهٖ وَسَلّمَ قَدْنَفَخَ الشَّیْطَانُ منخر تیها۔ (رواه النسائی)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عائشہؓ کیا تم اس عورت کو جانتی ہو۔ انہوں نے کہا یا نبیؐ اللہ میں نہیں جانتی۔ فرمایا یہ عورت مغنیہ فلاں قوم کی ہے۔ کیا تم پسند کرتی ہو کہ یہ تمہیں گانا سُنائے پس بایں خاطر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس عورت نے گانا سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ دم کیا شیطان نے اس کے نتھنوں میں۔

مولوی صاحب نے فرمایا حضرت خیال فرمائیے گانے والی کے لئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے نتھنوں میں شیطان نے دم کر دیا ہے یعنی شیطان اس پر سوار ہے یہ حرمت غنا کی۔

ہم نے کہا آپ نے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ نفخ شیطان سے کنایہ ہے اس بات پر کہ گانے کے وقت کمالِ خوشی اور سرور سے غرور و تکبّرِ نفس سے وہ اتراتی تھی ظاہر ہے کہ ایسی حالت بوقت پڑھنے قرآن شریف و ذکر و تسبیح کے بھی اگر

عارض ہو تو وہ بھی ممنوع ہے اور حدیث شریف میں آیا کہ

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِن انفخ و تفسیہ و ھمزہ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نفخ کی تفسیر تکبر فرمائی ہے (رواہ البخاری)

اگر یہ جملہ آخر حرمت غنا پر دلالت کرے تو صدر حدیث کے منافی ہو گا اس واسطے کہ اس سے حِلّت ثابت ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مغنیہ کے حال سے آگاہ فرمایا اور ان کو غنا اس کا سُنوایا۔

غنیتہٗ ولا تکن عن الغافلین

پس آگاہ ہو جاؤ اور غافلین سے نہ ہو جاؤ۔

رحمت اور وہبت ایزدی: ہم نے کہا مولوی صاحب عربی دانی مسائل کے اجتہاد کے لیے کافی نہیں ہے۔ اللہ کی رحمت اور اس کی وہبت جب تک کار فرمائی نہ کرے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ خلاف ہی سمجھ میں آتا ہے اور صداقت تک نظر نہیں جاتی۔

آبِ نیل است و بقبطی خون نمود

قومِ موسیٰؑ را نہ خون بود آب بود

آبِ نیل قبطیوں کے لیے خون تھا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم کے لئے وہ پانی تھا خون نہ تھا۔

مولوی صاحب کہنے لگے کہ آپ جیسے بزرگ بھی ان بدعات میں مبتلا ہیں اسلام جن کو مٹانے کے لیے آیا ہے غیر مسلموں کی طرح جب مسلمان بھی اس میں مبتلا رہیں گے تو ان میں اور مسلمانوں میں کیا فرق ہوا۔ یہ کفّار کی رسمیں مسلمانوں نے اختیار کر لی ہیں۔

مَنْ تَشَبَّہَ بِہٖ بِقَوْمٍ فَہُوَ مِنْہُمْ
جو شخص جس قوم کی رسمی پیروی کرے گا وہ اسی قوم کا ہوگا۔
(۱) حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔
ایسی رسومات اور بدعات سے علماء نے روکا ہے۔ اور اسلام میں ان کی کچھ حقیقت نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائیں اور گمراہیوں سے دور رکھیں۔

چھوٹا منہ بڑی بات: مولوی صاحب جب یہ کہہ چکے تو ہم نے کہا کہ مولوی صاحب آپ نے مسئلہ کی تحقیق کیے بغیر لاف وگذاف شروع کردی اور جو حکم آپ لگا سکتے تھے لگا دیے۔ یہ پرہیزگاری اور اتّقا کے خلاف ہے۔ انسان جس چیز سے واقف نہ ہو اس میں سکوت اختیار کرے نہ یہ کہ تکفیر بازی پر اتر آئے۔ یہ بھی آپ نے خیال نہ کیا کہ زد کہاں تک پہنچتی ہے چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ یہ کہاں تک درست اور جائز ہے۔

سماع اور غنا: سُنیے سماع کس کو کہتے ہیں۔ سماع کے لغوی معنی سُننے کے ہیں اصطلاح میں حُسنِ صوت اور کلام موزوں سے مُراد ہے کہ جس سے سرور حاصل ہو اور سنتا قولِ جمیل کا ساتھ بھلی آواز کے اور غنا کے معنی آواز طرب دہندہ کے ہیں جسے سرور کہتے ہیں۔ قاموس میں آیا اَلْغِنَاءُ لَکَ مِنَ الصَّوْتِ مَاطَرَبَ بِہٖ۔ یعنی غرض غنا کے تحریک اور ترجیع آواز ساتھ الحاق کے ہیں۔ پس اس تقدیر پر غنا اور سماع میں کچھ فرق نہیں ہے۔ غرض اس کی موافق اختلاف طبع وتفاوت سننے والوں کے مختلف ہوتی ہے۔ اہلِ ہوا وہوس سُنے تو صرف حظِّ نفس اور انبساط خاطر ان کو منظور ہوتی ہے اور جو صاحب دامن گرفتہ اہلُ اللہ میں ان کے لیے سماع موجب اور ذریعہ حصولِ اِلی اللہ کا ہوتا ہے۔

سماع باعتبار نص و قیاس: مولانا صاحب 'سماع' صوتِ حسن اور کلام موزوں سننے کے لیے کہیں ممانعت نہیں ہے بلکہ باعتبار نص منشا اس کا حلال پایا جاتا ہے۔ قیاس تو یہ ہے کہ انسان کے لیے عقل اور پانچ حواس اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں قوّتِ سامعہ، باصرہ، شامّہ، ذائقہ اور لامسہ، ہر ایک انسان ان سے باعتبار ادراک کے خوش یا متنفر ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ یہ اُس کی جِبلّی فطرت ہے۔ مثلاً قوّتِ سامعہ کہ انسان کو آواز خوش کے سُننے سے خوشی اور کریہہ آواز کے سننے سے کراہت پیدا ہوتی ہے اور ایسے ہی قوت باصرہ ہے کہ انسان اس کے ذریعہ سے صورتِ جمیل کو پسند کرتا اور بدصورت کو ناپسند کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر حواس کا بھی یہی خاصّہ ہے۔ پس حُسن صوت خوش آواز خواہ انسان کے گلے سے نکلے یا حیوانات اور جمادات کی صدا سے ہو اس کے سُننے کے لیے قوّتِ سامعہ بہت خوش اور راغب ہوتی ہے اور باعتبار نَص کے جو اباحت صوتِ حَسن کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ احساناً فرماتے ہیں۔ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَایَشَآءُ مفسروں نے خلق سے صوتِ حَسَن مُراد لی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ یعنی آوازوں میں بُری آواز گدھے کی ہے۔

پس حسنِ صورت جو بمقابل کریہہ آواز کے ہے مدح اس کی قرآن پاک سے ثابت ہے۔ علیٰ ھٰذا آواز بلبل یا خوش آواز جانوروں کی آواز سُننے کی کہیں ممانعت نہیں ہے اور جب کوئی آواز اجسام سے باختیار آدمی برآمد ہو جیسے دف و طبل وغیرہ سے نکلتی ہے تو وہ کیسے حرام ٹھہرائی جاسکتی ہے مگر وہ آلات جن میں حرمت بواسطہ اس کے غیر کے شارع سے پائی جاوے۔ البتہ حرام ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ زَیِّنُو الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِکُمْ یعنی

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔ باب ختم القرآن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے۔

تَعَلَّمُوْ الْقُرْآن و غنُوْاہٗ"۔

ترجمہ: یعنی سکھا قرآن مجید کو اور اس کے ساتھ غنا کرو۔

حضرت ابو موسیٰ کی مدح میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد اُوتی ابو موسیٰ خرماۂ زمن حرمایه ز آل داؤد

علم تجوید ادائے حروف والفاظ وحرکات وسکنات خود با اصول غنا ثابت ہوتے ہیں حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی نے فرمایا ہے اگر قرآن شریف بے تکلف بلا تصنّع تزئین کے ساتھ پڑھا جائے محمود ہے اَجلاّء علمائے حنفیہ متقدمین سے مخدوم علیؒ ابن عثمانؒ نے کشف المحجوب میں اور متاخرین سے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے مدارج النبوّت میں اس مسئلہ خاص پر تحریر کیا ہے واسطے آگاہی ناواقفین کے مشتے نمونہ ازخروار درج کیا جاتا ہے۔

بدآنکہ سماع را اندر طبائع حکماء مختلف است ہم چنانکہ ارادت اندر دلہا مختلف است وستم باشد کہ کسے آنرا بریک حکم قطع کنند جملہ مستمعاں بردو گروہ اند

تیسرے یہ کہ اختلافات متقدمین ومتاخرین فقہاء وعلما حِلّت اور حرمت انواع معارف ومزامیر میں برہان قاطع ہے اس بات پر کہ کوئی نَصِّ صحیح اس کے مطلق حرمت میں ثابت نہیں ہے۔ جس کی حرمت نَصِّ قطعی قرآن شریف احادیث مقدّسہ سے ثابت ہوتی ہو اس کی تمام انواع افراد کے لیے حرمت متفق علیہ تمام مجتہدین کے نزدیک ہوتی ہے مثل زنا، سَرقہ اور قتل وغیرہ ہرگاہ حسب روایات فقہہ حِلّت اور حرمت اقسام مزامیر میں اختلاف کا واقع ہونا

ثابت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کوئی نَصِ قطعی حرمتِ مطلق یا جنسِ مزامیر میں وارد نہیں ہوئی۔ اس وَقت میں مزامیر مختلف فیہ پائے گئے۔ انکار وارتکابِ اَمر مختلف فیہ میں نہ فاسق ہے اور نہ مستعمل اس کا کافر ہوتا ہے۔

جوازِ سماع معہ مزامیر: فتاویٰ فوائد میں مروی ہے کہ امام عین الدینؒ سے استفساد کیا گیا اس سماع کے متعلق کہ جیسا ہمارے زمانہ میں معہ آلات کے ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا مباح ہے۔ اور فرمایا مجتہد العصر امام فخر الدین رازیؒ نے کہ مزامیر موجد ہیں آواز موزوں کے لیے بہ نظر ذات اپنی کے مباح ہے اور فرمایا کہ مزامیر میں حرمت بوجہ دوسری علّت کے ہے جو اس کو عارض ہوئی ہے اور وہ یاد دلانا شراب خوری کو جیسا کہ روایت کیا ثقات نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے کہ جب حرام کی گئی شراب حرام کیے گئے مزامیر کہ وقت شراب خوری کے بجاتے تھے۔ اس کا بجانا حرام کیا گیا۔ بوجہ یاد دلانے خَمر کے پس مزامیر قبیح ٹھہرائے گئے نہ یہ کہ فی الاصل حرام ہیں۔ جب سبب زائل ہو گیا حرمت باقی نہ رہی واللہ یعلم بہ حقیقت الحال اِسی واسطے بجانا دف لڑائیوں میں اور شادی میں بجانا فنج یعنی جھانج کا مباح ہوا کیونکہ بوجہ متغیّر ہونے علت کے حکم بھی متغیّر ہو جاتا ہے۔ ہر گاہ نفس مُنزّہ ہوتا ہے آواز زکّی یعنی پاک کے ساتھ تو وہ اور زیادہ تیار ہو جاتا ہے واسطے مشاہدہ اللہ تعالیٰ کے پس آواز مزامیر کی نفس کو کدورت سے صاف کرنے والی ہے۔ اسفل سے اعلیٰ کی طرف ترقّی دیتی ہے۔ آواز حسن باعث قوّتِ ارواح ہے اور عالم ملکوت سے متعلق ہے۔

حضرت امام غزالیؒ رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ظروف شراب اور مزامیر میں حرمت عارضی ہے ذاتی نہیں ہے اور ایسا ہی فتویٰ حضرت

ابراہیم شاہیؒ اور فتاویٰ غوثیہ میں مرقوم ہے۔ فرمایا حضرت امام غزالیؒ نے ممانعت مزامیر اور تار کی تین وجہ سے ہے اولاً ابتدائے اسلام میں مزامیر کی آوازیں شراب خوری کی داعی ہوتی تھیں۔ جب شراب حرام ہوئی مزامیر بھی حرام کردیئے گئے۔ دوسرے وقت شراب خوری کے جو مزامیر بجائے جاتے تھے شوقِ شراب میں زیادتی کا سبب ہوتے تھے۔ لوگ شراب خوری اور فسق میں زیادہ اقدام کرتے تھے۔ تیسرے یہ ہے کہ اجتماع اور جماؤ کرنے کے واسطے فسق اور شراب خوری کے یہی مزامیر تھے لہٰذا مسلمانوں کو منع کیا گیا کہ تشبہ کفار نہ کریں۔ پس حال علت اوّل اور باقی کا بلا تفاوت حال حرمت ظروف شراب کے مطابق ہے تاوقتیکہ حرمت شراب مسلمانوں کے ذہن میں کماحقہٗ راسخ نہیں ہوئی ظروف شراب کا استعمال بھی حرام کیا گیا۔ جب حرمت ذہن میں متمکن ہوگئی تو حرمت رفع ہوگئی۔

قول حضرت علامہ شامیؒ: اچھا اب سنئے فقہا میں سے علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ کا قول سناتے ہیں۔ درمختار جلد خامس صفحہ ۳۳۳ میں جواز سماع کے متعلق لکھا ہے کہ ان آلات پر حکم حرمت لہو ولعب کا جاری نہ ہوگا کہ جن آلات پر حضرت سادات صوفیا نے گانا سنا ہے۔ (درمختار جلد خامس صفحہ ۳۳۳)

وھذا یفسر ان آلۃ اللّھوا محرمۃ بعیتھابل مقصد اللھو منھا ایامن سامعھا او من المشتعل بھاوبہ تقشر الاضافۃ الاتریٰ ان ضَرَب تِلکَ الاَّ فی بِعَلینِھا حلٌ تارۃً وحرم اُحریٰ باِخُتِلافِ ائمہ والاَّ حور بمقاصدہٗ دفیہ دلیلٌ لساداتنا الصوفتہ الذین لقصدون بسما عھا اموراھم المسلم بھا فلا پیادرا لمعرض یا لانکارکن

لا یَجْرِمُ برکتھمْ مانھم السادۃ الاصفیاء اللّٰہ تعالٰی امدادتھم و رعًا و علینا من صالح دَعْواتُھم و برکاتھم۔"

درمختار کی یہ عبارت جو نوبت نقارہ بجانے کے متعلق ہے یہ فائدہ دیتی ہے۔ بیشک کوئی قصداً لہو قرتے ہ حرام نہیں بلکہ اس وقت حرام ہوگا جبکہ وہ قصد لہو کے ساتھ ہو اور قصد لہو کی تعیّن کہ آیا لہو ہے یا نہیں، یا تو سامع کے اعتبار سے ہوگی یا بجانے والے کے اعتبار سے اور عبارت إِنَّ آلة اللّھو لیتُ محرمةٌ میں اضافت لفظ آلہ کی جو لہو کی طرف ہے یہ اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اگر قصد لہو ہو تو حرام ہوگا۔ نیز یہ کہ ہر آلہ لہو نہیں ہے اسی لیے تو آلہ پر لہو کی اضافت کی گئی ہے۔

<u>سادات صوفیہ اور آلات پر سماع:</u> کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بعینہٖ ان آلات کا بجانا حسب اختلاف نیت کبھی حرام ہے اور کبھی حلال اور افعال کا حکم نیت کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ جیسی نیّت ویسا حکم اس میں ہمارے سادات صوفیا کے لیے دلیل ہے جو ان آلات کے ساتھ گانا سننے سے امورِ خیر کا قصد کرتے ہیں اور ان امور کے مقصد کو وہی جانتے ہیں جو سادات صوفیا سے ہیں کہ ان کا سماع کس مقصد کے لیے ہے پس سادات کے سماع کے انکار پر معترض کو لازم ہے کہ جلدی نہ کرے تاکہ انکار و مخالفتِ اہلِ اللّٰہ کی شامت میں گرفتار اور ان حضرات صوفیائے کرام کی برکت سے محروم نہ ہو کہ ان کی دعاء اور توجہ کی مدد سے اللّٰہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم اور ہماری امداد فرماتا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ان سادات صوفیا کی دعوات صالحہ اور ان کی برکات کا ہم پر اعادہ فرمائے۔ آمین۔

دہ سادات اخیار ہیں کہ پوشیدہ نبود در بادیہ بہ شب و بمعنی آواز باد نیز۔

آمدہ۔ یہ ناموس ہیں المز مار مشتق ہے زمیر سے ذکر۔ بزم زمرأ نور خت نے زاہرہ ان نے نواز۔ یہ الفاظ کے لغوی معنی ہیں۔ مگر عُرف عام میں لہولعب دونوں کے معنی مشہور ہے لیکن محققین نے ایک فرق دقیق دونوں میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ اس کے اِرتکاب میں ایک غایت مقصود ہو جیسا کہ پاس خاطر تفریح وطبع وشبتِ دل اس کو لہو کہتے ہیں جیسا کہ جانوروں کا پالنا گنجفہ نرد وغیرہ کھیلنا اور جو چیز ایسی ہو کہ اس کے اِرتکاب میں کوئی غایت ملحوظ نہ ہو اور بغیر تصور اور مقصود کے اس کے ساتھ شامل کریں اس کو لعب کہتے ہیں۔

شرع شریف میں لہو ولعب کے لیے ایک حکم نہیں ہے۔ بلکہ ہر قسم کے لئے حسبِ حیثیت و اعتبار و بلحاظ اس کی غایت کے احکام مختلف ہیں علیٰ ہذا القیاس۔

<u>مزامیر ومعارف</u>: مزامیر ومعارف عرف عام میں بمعنی ساز وآلات غنا مشہور ہیں۔لیکن اہل تحقیق کہتے ہیں کہ مزامیر وہ چیز ہے جو منہ سے بجائی جائے جیسے نے، بانسری، سرنائی، اور ہرنائی وغیرہ اور معارف وہ ہے جو ہاتھ سے بجائی جائے مانند دف، طبل، عُود وسلماء اور تارو غیرہ پس مزامیر اور معارف کے لیے ایک حکم شرع نہیں ہے۔ علی الاطلاق سب معارف اور مزامیر کو حرام کہنا جہالت اور سفاہت ہے علماء محققین نے بعض کو مستحب اور مسنون کہا ہے اور بعض کو حرام کہا ہے اور بعض میں سکوت کیا ہے ہر ایک کی تفصیل آگے آتی ہے چونکہ معارف ومزامیر عرف عام میں بمعنی ساز وآلۂ غنا کے شہرت رکھتے ہیں مگر اہلِ شرع کے عرف میں حدودِ معارف ومزامیر واوتار میں اختلاف ہے اس واسطے حکم بھی ان کے مختلف ہیں۔

اقسامِ مزامیر: یہ بیان کرنا کہ یہ ساز بسائط سے ہے یا مُرکّب ہے اور کس نے اس کو ایجاد کیا اور کب ایجاد ہوا اور فائدہ اس کا کیا ہے۔ اس کا ذمّہ اہلِ موسیقی پر ہے۔ مگر جن میں اہلِ شرع نے گفتگو کی ہے۔ وہ مزامیر از روئے عقل چار قسم پر ہیں۔ ایک وہ تار رکھتا ہو۔ رودہ یا ریشم خواہ آہنی یا برنجی جیسے کہ بین و تنبورہ و رباب وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ تار نہ رکھتا ہو چمڑے سے ایک طرف منڈھا ہو یا دونوں طرف سے مثل نقارہ، طبلہ، طبل اور دف وغیرہ تیسرے یہ کہ تار و چمڑا دونوں رکھتا ہو۔ دو ساز کو ملا کر بجائیں اور وہ مجوّف ہو اس کے اندر کوئی چیز ڈالیں کہ اس کی حرکت سے آواز دے مثل چھانجھ، مجیرہ، گھونگرو اور گھنٹہ یا اس کے اندر اہلِ صنعت ایسی چیز ڈالیں کہ اس کی تھوڑی حرکت سے بوسیلہ آلات و اجزائے اندرونی کے خود بخود آواز دے جیسے ارغنون جسے ارگن کہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ دم کی کشش سے منہ سے بجائیں مثلاً نے و شبانہ و سرنائی اور بانسری وغیرہ۔

مولوی صاحب اب فرمائیے کہ آیا آپ ہر چہار قسم کے مزامیر کو علی الاطلاق حرام اور گناہِ کبیرہ کہتے ہیں یا بعض قسم کو۔ بالعموم انواع و مخصوص افراد کے ہر دو صورت میں تین وجہ سے منع ہونے کی آپ کے قول پر وارد ہوسکتی ہے اولاً یہ کہ تعریف کبیرہ کی اس پر صادق نہیں آتی اس واسطے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ حرمت اس کی دلیل قطعی سے جس میں شبہ نہ ہو ثابت ہو اور ایسی نَصّ حرمت مطلق مزامیر یا اُس کی جنس مخصوص ہیں۔ غیر مسلّم ہے۔ ہاں بعض احادیث صحاح میں مذمت غنار و معارف بشمول حرمت مزامیر وغیرہ شعارِ جاہلیت کے آئی ہے مثلاً حرمتِ صنم و مزاحت اور ذباب وغیرہ برتن ہائے شراب میں حرمت عارضی ہے۔ ہرگاہ حرمتِ شراب بخوبی ثابت اور تحقیق

ہوئی احتیاج واسطے قلع قمع اس کے آثار اور علامت کے نہ رہی حکم نہی منکرات شراب کا بھی باقی نہ رہا چنانچہ ظروف شراب کی اباحت فقہا و محدّثین کے نزدیک مشہور و معروف ہے اور مزامیر مثل ظروف کے ہیں حکم رفع حرمت عارضی میں داخل ہیں اور حرمت عارضی ہر چیز مباح الاصل بلکہ طاعت اور قربت میں عارضی ہوتی ہے۔ مثلاً نماز کہ حالتِ جنب و ناپاکی میں حرام ہوتی ہے اور سجدہ اوقاتِ مکروہ میں حرام ہے کھانا غذا اور دوا کا بہ نیّت تحصیل قوّت زنا کاری کے حرام ہوتا ہے باوجود اس کے کہ حرمت کذائی اس کی بطریق مطلق نماز و سجدہ و غذا اور دوا کے سرایت نہیں کرتی دوسرے یہ کہ حکم گناہِ کبیرہ اور حکم غنا و مزامیر میں بہت تفاوت ہے کس واسطے کہ مرتکب گناہِ کبیرہ کا موافق وعید کے مستحق عذاب و عتاب کا ہوتا ہے اور جو شخص مرتکب مزامیر کا ہوتا ہے اس کے لیے شرع میں بجز اس کے کہ

لا تقبل شهادةٌ .... من ....

اور کوئی شہادت وارد نہیں ہوئی اور بہت امور ہیں کہ ان کی وجہ سے سقوط عدالت شہادت سے ہوتا ہے یعنی اس کے مُرتکب کی شہادت قبول نہیں ہوتی اور کبائر میں شمار نہیں کیے گئے۔

مثلاً بھرے شکم پر ایک لقمہ زیادہ کھانا اور سر بازار کھانا اور راستہ میں پیشاب کرنا اور دیگر امورِ خسیہ میں جن سے عدالت میں گواہ کی گواہی ساقط ہوتی ہے۔ اور کچھ وعید واسطے عذاب و عتاب کے ان امور کے حق میں وارد نہیں ہے،

مولوی صاحب نے کہا کہ ایک اور حدیث شریف بڑی واضح اور صاف ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث شریف:

بُرَیْدَۃَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ بَعْضِ مَغَازِیْہِ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِیَۃٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ کُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّکَ اللّٰہُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَیْنَ یَدَیْکَ بِالدَّفِّ وَاَتَغَنّٰی فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنْ کُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِیْ وَاِلَّا فَلَا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ وَھِیَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِیٌّ وَھِیَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَھِیَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَاَلْقَتِ الدُّفَّ تَحْتَ اِسْتِھَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَیْھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ اِنِّیْ کُنْتُ جَالِسًا وَھِیَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ وَھِیَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِیٌّ وَّھِیَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَھِیَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ اَنْتَ یَا عُمَرُ اَلْقَتِ الدُّفَّ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ: یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت مراجعت فرمائی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مغازی سے ایک لونڈی سیاہ فام آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ میں نے یہ نذر کی تھی کہ اگر خداوند تعالیٰ آپؐ کو صحیح سلامت واپس لائے تو میں دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی۔ پس فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تو نے یہ نذر کی ہے تو اپنی نذر پوری کر ورنہ نہیں۔ پس عورت نے دف بجانا شروع کیا۔ پھر آئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، وہ عورت دف بجاتی تھی پھر آئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ دف بجاتی رہی پھر آئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' وہ دف بجاتی رہی پھر آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ' تو عورت نے دف کو اپنی سُرین کے نیچے رکھ لیا اور اس پر بیٹھ گئی پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ اے عمرؓ! میں بیٹھا تھا اور وہ دف بجاتی تھی پھر آئے ابوبکرؓ وہ بجاتی رہی پھر آئے علیؓ وہ بجاتی رہی پھر آئے عثمانؓ وہ بجاتی رہی اور پھر جب تم آئے اے عمرؓ تو اس نے ڈال دیا دف کو۔ (مناقب حضرت عمر رضی اللہ عنہ')

مولوی صاحب نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے مُغنیہ کو شیطان کہا۔ اب کوئی شبہ باقی ہے کہ حرمت ثابت نہ ہو اور اس سے زائد کیا ثبوت چاہیے الفاظ صاف ہیں معنی بھی ایک ہی ہیں۔ فرمائیے اب آپ کو کیا فرمانا ہے۔

غنا مع دف مباح: ہم نے کہا کہ حدیث شریف مدعا ثابت کرتی ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ اور خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم نے غنا مع دف کے جاریہ سے سنا اور حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے گانے اور دف بجانے کی اجازت دی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ایفائے نذر غنا کے ساتھ درست ہے اس لیے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو نے نذر کی ہے تو بجا۔ اس سے اباحت مطلقہ غنا کی مع دف کے ثابت ہوئی۔ اگر غنا مع دف کے حرام ہوتا تو حضور اکرمؐ حکم ایفائے نذر کا غنا کے ساتھ نہ فرماتے بلکہ واسطے کفارہ نذر کے ارشاد فرماتے لیکن کفارہ نذر حرام منصوص بہ نفسِ قرآنی ہے۔ ممکن نہ تھا کہ برخلاف اس کے آنحضرت ﷺ حکم فرماتے۔ اب آپ اپنے اعتراض کا جواب سن لیجئے کہ اس حدیث شریف میں جو الفاظ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ ہے۔ آپ کو خلجان اس بات کا ہوتا ہے کہ غنا حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ تعجب ہے کہ شیطان پیغمبرِ خدا ﷺ سے خائف نہ ہو اور حضرت عمرؓ سے خوفناک

ہو۔ تیسرے یہ کہ اس منقبت سے افضلیت حضرت عمرؓ کی اوپر نبی اکرم ﷺ کے لازم آتی ہے۔

جواب اس اعتراض اور خلجان کا یہ ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے ضمن مدح حضرت عمرؓ میں خوف وہراس جاریہ کو ساتھ خوف شیطان کے تشبیہ دی ہے اور یہ لفظ غنا کی معصیت ہونے پر دال نہیں ہے اس لیے ضروری نہیں ہے کہ خوف وہراس معصیت ہو۔ چونکہ شراب خوری کے ساتھ گانا بجانا حرام کیا جاچکا تھا اب بھی مغنیہ کے دل میں وہ کھٹکا ہوا اور وہ خوفزدہ ہوگئی۔ کیا مباح فعل کرنے سے رُک جانا بھی عملِ شیطان ہے جس کا اظہار ہوا حالانکہ اس مقام پر غنا اور مزامیر کی حُرمت حلّت سے بدل گئی ہر عمل شیطانی معصیت نہیں ہوتا جیسا کہ قرآنِ مجید میں آیا ہے فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ حالانکہ پیغمبران علیہم السّلام معصومِ مطلق ہیں۔ معصیّت کا گمان بھی نہیں کرنا چاہئے اور خوفناک ہونا مُغنیہ کا حضرت عمرؓ سے اور خوفناک نہ ہونا حضور ﷺ سے اور ہر سہ خلفاء سے حضرت عمرؓ کی افضلیّت پر دلالت نہیں کرتا ہے اس وجہ سے کہ عام لوگوں کو خوفِ مُعجب وزیر اور کوتوال سے ہوتا ہے بادشاہِ رحم دل اور خلقِ عظیم سے نہیں ہوتا۔ انسان کی طبیعت میں یہ بات جِبلّی ہوتی ہے کہ جس شخص سے اکثر اوقات امورات میں آثارِ جلال دیکھتے ہیں اس سے زیادہ خوفناک ہوتے ہیں اور اس کی گرفت سے بے خوف نہیں ہوتے خلاف اس شخص کے کہ اس میں غلبہ صفت جمال کا زیادہ تر معائنہ کرتے ہیں اور بھاگنا شیطان کا ایسی صفت نہیں ہے جس سے تفاضل کا ایک دوسرے پر خیال کیا جاوے۔ نظیر اس کی اذان ہے۔ حدیث صحاح میں آیا ہے کہ جب مُوذِن اذان کہتا ہے تو شیطان گوز کرتا ہوا بھاگتا ہے اور اثناءِ نماز میں طرح

طرح کے وسوسے اور خطرے ڈالنے میں دریغ نہیں کرتا اس لیے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان نماز سے افضل ہے۔ مولانا بڑے غور سے سنتے رہے اور تفکر کرتے رہے لیکن کوئی ایسی بات جو قابل اعتراض ہو ان کے ہاتھ نہ آئی اور کہنے لگے ماشاء اللہ آپ نے حدیث شریف کی خوب وضاحت کی، تمام شکوک وشبہات رفع فرمادیئے کوئی گنجائش نہ چھوڑی اور وہ نکات بیان کیے کہ جن کا ذہن میں آنا محالات سے تھا مگر حضرت ابھی مجھے کچھ اور پیش کرنا ہے۔ دیکھوں گا کہ آپ اس کی کس طرح وضاحت فرماتے ہیں۔

ہم نے کہا کہ اچھا مولوی صاحب جو کچھ آپ کے شبہات وشکوک ہیں سب پیش کردیجئے جو کچھ اپنے ثبوت اور تائید میں پیش کرسکتے ہیں کیجئے۔

مولوی صاحب نے کہا سنئے بخاری کی روایت ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ عِنْدِیْ جَارِیَتَانِ تُغَنِّیَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَی الْفِرَاشِ وَ حَوَّلَ وَجْهَهٗ وَ دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَانْتَهَرَنِیْ وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّیْطَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا۔

یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے (اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی بعاث کے گیت گا رہی تھیں) پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ رہے اور آپؐ نے اپنا منہ پھیر لیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے تو انہوں نے مجھے جھڑکا اور کہا کہ مزمار شیطان اور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس؟ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف چہرۂ اقدس کرکے

فرمایا۔ ''انہیں چھوڑ دو'' پھر آپ خاموش ہو رہے میں نے ان دونوں لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔

مولوی صاحب نے کہا'' اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے باجہ کو مزمار شیطان کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبردار کیا یہ امر دلیل سے بھی بے نیاز ہے۔ ہم وہی کہتے ہیں کہ جو جلیل القدر صحابہؓ نے فرمایا۔ نہ ہم نے اس میں تاویل کی ہے نہ اثبات۔ وہی الفاظ استعمال کیے ہیں جو ہو چکے ہیں۔ اب آپ کیا فرمائیں گے۔

بوقت خوشی غنا سننا مباح: ہم نے کہا پھر آپ نے وہی غلطی کی جو ہمیشہ سے آپ صاحبان کا قاعدہ ہے سنئے! اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے عید کے روز لڑکیوں کا گانا سنا اور بستر پر لیٹے رہے اور جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کو خبردار کیا تو آپؐ نے منع فرمایا کہ منع مت کرو یہ دن ہماری عید کا ہے پس ثابت ہوا کہ بوقت خوشی غنا سننا مباح ہے۔

آپ مزمار شیطان سے چمکتے ہیں۔ دیکھو ہم بتلا چکے ہیں کہ شراب خوری سے منع کرنے کے لیے تمام متعلقات شراب یعنی ظروفِ شراب کو بھی حرام کر دیا گیا تھا۔ اس حکم پر بڑی سختی اور شدت کے ساتھ عمل کیا گیا۔ اس سے حضرت ابوبکرؓ نے منع فرمایا لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اجازت مرحمت فرما کر اس کی اباحت کا حکم دے دیا۔ اس سے حرمت ثابت ہوئی یا حلت۔ خدا جانے کہ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ مفہوم صحیح اخذ نہیں کرتے بلکہ اِدھر اُدھر کی بات لے کر معنی بگاڑتے ہیں۔ مولوی صاحب خاموش اور دم بخود ہو کر رہ گئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔ سچ ہے ''ہر چہ گیرد علتی علت بود'' مریض جو کچھ چیز کھاتا ہے مرض کو بڑھاتی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَانَا ج۔

اے اللہ تو ہماری بھول چوک اور خطاؤں کو نہ پکڑ۔

ہم نے کہا مولوی صاحب احادیث تو آپ نے اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے پیش کی تھیں مگو مدعا ہمارا ثابت ہوا لیکن یہ احادیث کسی نہ کسی وقت اور موقع کے ساتھ مقیّد ہیں اب ہم آپ کی توجہ ان احادیث کی طرف مبذول کرتے ہیں جو قیدِ وقت و محل سے آزاد ہیں سُنئے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میرے پاس ایک لونڈی گا رہی تھی حضور ﷺ تشریف لائے وہ اپنے حال پر رہی۔ حضرت عمرؓ آئے تو وہ بھاگ گئی۔ سرکار ﷺ نے لونڈی کا قصہ بیان فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی حضور ﷺ جو کچھ آپ نے سُنا ہے میں اسے سُنے بغیر نہ رہوں گا۔ فَاَمَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاسْمَعَہ' اس لونڈی نے گایا اور حضرت عمرؓ نے سنا۔'' اس حدیث شریف کو شیخ شہاب الدینؒ سہروردی نے اپنی کتاب عوارف المعارف میں نقل فرمایا ہے۔

سُنا مولوی صاحب اس حدیث شریف سے کوئی قید نہیں معلوم ہوتی نہ عید کا دن ہے نہ مجلسِ ولیمہ اور نہ کوئی دوسری تقریب سُرُور ہے۔ اگر غنا معہ دف کے حرام ہوتا تو حضرت عمرؓ کیوں اصرار کرتے اور کیوں سُنتے اور آنحضرت ﷺ نہ خود سُنتے نہ انہیں سُننے کی اجازت دیتے اور سُنئے۔

حضرت قبلہ عالم روحی فداہم نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے متعلق علماء کا خیال ہے کہ آپؓ سماع کے بہت مخالف تھے۔ ذرا ان کے چند اور حوالے ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) محدّث ابن جوزیؒ نے سیرۃ العمرؓ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ

حضرت عمرؓ رات میں گشت کر رہے تھے کہ ایک طرف سے گانے کی آواز آئی۔ اُدھر متوجّہ ہوئے اور دیر تک کھڑے سُنتے رہے۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ حضرت عبداللہؓ ابن حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ ابن حضرت زبیرؓ وغیرہ حضرت عمرؓ کے ہمراہ تھے۔ حضرت اباحؓ سے حُدیٰ گانے کی فرمائش کی گئی۔ وہ حضرت عمرؓ کے خیال سے رُک رہے۔ جب آپ خاموش رہے اور ناراضی کا کچھ اظہار نہ کیا تو حضرت اباحؓ نے گانا شروع کیا۔ حضرت عمرؓ سُنتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا کہ اب خداؑ کے ذکر کا وقت ہے۔ (ازاستہ الخفاء)

(۳) ایک مرتبہ آپؓ حضرت عبداللہؓ ابن حضرت عباسؓ سے رات بھر اشعار سنتے رہے جب صبح ہونے لگی فرمایا ''اب قرآن شریف پڑھو۔''

(۴) حضرت فواتؓ بن حضرت زبیرؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ سفر میں تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ و حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حضرت عوفؓ بھی ہمرکاب تھے۔ مجھ سے حضرت ضرارؓ کے اشعار گانے کی فرمائش کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ یہ خود اپنے اشعار گائیں چنانچہ میں نے گانا شروع کیا اور رات بھر گاتا رہا۔

(۵) ایک بار بوقتِ صبح سفر میں ایک سوار گاتا جا رہا تھا لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ اسے منع کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ گانا ناشتر سوارونکا زادِراہ ہے۔

عَنْ عُثمان كَا نتا عنده' جارتيان تُغنيانِ فكما كَان وَقتُ السَحر قال و عَيْنُ هٰذاوَقت الاِستَغفارِ (بحواله كتاب بيان الفقه، ص ۴۵)

بے شک حضرت عثمان غنیؓ کے پاس دو لونڈیاں تھیں جو گایا کرتی تھیں پس جب سحر کا وقت ہوتا تو آپؓ فرماتے ''اب گانا بند کرو یہ استغفار کا وقت ہے۔''

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ سُنئے ایک اور حدیث شریف بخاری کی ہے جس کو ربیعؓ بنت معوذؓ بن عفراءؓ نے روایت کیا ہے۔

عن الربِیع بِنتِ المعوذِ بن عفراء قالَتْ جاء النبیُ صلی اللہ علیہ وسلم فدخل حسین بن علی فجلس علی فراشی کما جسك مِنّی فَجَعَلتِ جو نبی یریات لنا لهو بن بالدُفِ ویذبِن مَن قتَلَ مِنْ آبائی یَومَ بَدْرٍ اوقالَتْ احلاهن و فیتابنی یَعْلَمُ مَافی غَدٍ فقال دَعِی هذهٖ وَ قومی بالّذِیْ کُنْتُ نَقُولِیْنَ۔ (بُخاری مشکوٰۃ صفہ ۲۷۱)

یعنی روایت ہے حضرت ربیعہؓ بنت معوذؓ بنت عفراءؓ سے کہ انصار سے تھیں کہا کہ تشریف لائے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے بستر پر بیٹھے اس طرح سے تم میرے پاس بیٹھے ہو پس لڑکیوں نے جو ہماری قوم کی تھیں دف بجانا شروع کیا اور نوحہ کرتی تھیں ہمارے باپوں پر جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے۔ ناگاہ ایک لڑکی نے کہا کہ ہمارے درمیان ایسے پیغمبرؐ ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ بات چھوڑ دو اور جو تم کہتی تھیں وہی کہو۔ پس صاف واضح ہو گیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دف کے ساتھ لڑکیوں کا گانا سُنا اور حکم کیا کہ جو تم کہتی تھیں وہی کہو یعنی جو چیز تم گاتی تھیں وہی گاؤ۔

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا ابھی اور بھی احادیث ہیں۔ مولوی صاحب آپ

سُنتے جایئے۔

(۱) عن محمّدؓ بن حاطبِ الجمعیؓ عن رسولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم قال الفصلُ مابینَ الحلالِ والحرامِ الصّوتُ والدُّفُ فِی النِّکاح۔

(رواہ ترمذی ونسائی وابن ماجہ مشکوٰۃ، ص۲۷۲)

روایت ہے ابن حضرت حاطب الجمعیؓ سے کہ صحابیؓ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ فرق ہے درمیان حلال کے کہ نکاح ہے اور حرام کے کہ زنا ہے حلال نکاح میں ایک دوسرے کو خبر کی جاتی ہے جبکہ حرام نکاح یوں ہی خاموشی سے ہوجاتے ہیں۔ دف بجانا اور آوازِ خوش سے بوقت نکاح گانا اور نغمہ کرنا اعلانِ نکاح ہوتا ہے اس سے حِلّت اور حُرمتْ میں تمیز ہوتی ہے اور حِلّت کا اظہار ہوتا ہے۔

(۲) عن عائشۃؓ قالت قالَ رسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلِنُو النِّکاحَ واجعَلوُہُ فی المساجِدِ واقربُو علیہ بِا الدفُوف۔

(رواہ ترمذی، مشکوٰۃ شریف۲۷۲)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آشکارہ کرو نکاح کو اور پھر اداس کو مسجدوں میں کہ محل نزولِ رحمت الٰہیؐ کا ہے اور دف بجا کر اعلان کرو۔ مساجد میں گشت کرنا اور دف بجانا اعلانِ نکاح کے واسطے حسب اتفاق جمہور علماء مُحققین مشروع ہے۔ اس قیاس پر تمام اوقات خوشی اور عروسی میں مباح ہے۔ حضرت قبلہ عالم قُدّس سرّہٗ نے فرمایا کہ مولوی صاحب ایک حدیث شریف اور سُنئے:

(۳) عَنْ عامِرِ بنْ سَعد رَضی اللّٰہُ تعالیٰ عَنہ‘ قالَ

دَخَلْتُ علی قرظتهِ بِن کَعْب وابی مسعود الانصاری فی عرس وِاِز اجوار یغیتین فقلت امے صاحبی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم واھلِ بدرٍ یَفْعَلُ ذلك عندكُم فقالا اجْلِسْ اِنْ شِئتِ فاسْمَعْ مَعْنا فِاِنْ شِئتِ فاذْهَبْ فِاِنَّهُ قَدرَ خَصَّ لَنا اللّٰهو عِنْدَ العُرُسِ۔ (رواہ النسائی)

یعنی روایت ہے حضرت عامرؓ بن سعدؓ سے کہ کہا انہوں نے ''داخل ہوا میں اوپر قرظبةؓ بن کعبؓ کے اور ابی مسعودؓ انصاری کے ایک شادی میں وہاں لڑکیاں گا رہی تھیں۔'' میں نے ان سے کہا کہ اے صحابیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اے اہلِ بدر تمہارے سامنے اور تمہاری موجودگی میں غنا ہوتا ہے۔'' دونوں صحابیوںؓ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو بیٹھ اور ہمارے ساتھ سُن اور نہیں چاہتا ہے تو تو جا تحقیق کہ رخصت دی ہم کو واسطے اس لہو کے شادی میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا اس کو نسائی نے اور ایسا ہی مشکوٰۃ میں ہے۔

مولوی صاحب یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحابؓ کرام بوقت سرور اور خوشی کے اباحتِ غنا پر استمرار اور استقرار رکھتے تھے ہر لہو حرام نہیں ہے بلکہ اطلاق لہو کا فعلِ مباح پر ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ روایت کیا حضرت ابوبکر ابی سعدؓ نے ساتھ اپنی سند کے جو مسلسل حضرت ابی سلمہؓ بن عبدالرحمٰنؓ تک پہنچی ہے کہ ایک رات حضرت مالکؓ نے دف بجایا اور گائے حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت سعدؓ ابن ابی وقاصؓ و حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب و حضرت عبداللہ بن حضرت عمرو حضرت عبداللہ بن حضرت جعفر طیارؓ کے پاس یہ حضرات باوصف جلالت وقدر و عظمت وشان اور ورع و تقویٰ کے غنا ساتھ دف کے سُنا کرتے تھے

بلکہ حضرت عبداللہؓ بن حضرت جعفرؓ عود کے ساتھ بھی سُنا کرتے تھے۔

قدوہ العلماء متاخرین شیخ حضرت عبدالحق محدثؒ دہلوی مدارج النبوت میں ارشاد فرماتے ہیں ''روایت کردہ است غناو سماع آن از جماعتِ کثیر از اکابر صحابہؓ کہ در ایشاں چند عشرہ مبشرہ اندوؓ جمِ غفیراز تابعین و تبع تابعین و دیگر علماء محدثین و علماءِ دین کہ از ارباب زہد و تقویٰ و علم و عبادت بودند۔''

زمانہ خلافت جناب امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ میں جمیلہ ایک مغنیہ تھی۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ کسی کے گھر میں جا کر نہ گائے گی مگر اپنے گھر میں حضرت عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ کہ سماع ساتھ دف اور عود سُنا کرتے تھے۔ انہوں نے جمیلہ کا گانا سُنا اور اس سے فرمایا کہ تو اپنی قسم کا کفارہ دے۔

الحمد للہ احادیث مقدسہ سے ثابت ہوا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفسِ نفیس اور آپؐ کے چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے وقت اور موقع و محل سے مقید اور آزاد باجے کے ساتھ غنا سُنی آپؐ کے دیگر صحابہؓ انصار و مہاجرین نے بھی اسی طرح حضورؐ اور آپؐ کے خلفاءؓ کی اتباع کی اور غنا سُنی۔

قیاسِ مجتہدین واقوالِ آئمہ وفقہاء کرام علیہم الرحمتہ

ایک مرتبہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ دعوت ولیمہ پر کوفہ میں بلائے ہوئے تشریف لے گئے اتفاق سے وہاں سرود یعنی گانا بھی ہو رہا تھا لوگوں نے آپؒ سے اس کے متعلق دریافت کیا کہ گانا جائز ہے یا نہیں۔ آپؒ نے فرمایا ''اتبلیت بھذا مرۃً فصبرتُ''، معلوم ہوا غنا حرام ہے۔

معترض کے لیے واضح ہے کہ امامؒ صاحب جیسے متقی کی شان کے کب

لائق تھا کہ وہ فعلِ حرام پر صبر کرے اور سُنتا رہے۔ اگر گانا حرام ہوتا تو امام صاحبؒ کبھی نہ سُنتے اور فوراً وہاں سے تشریف لے جاتے اور فعلِ حرام کے مُرتکب نہ ہوتے۔ دراصل امام صاحبؒ مُرتکب فعلِ مسنونہ ہوئے۔ رہا یہ امر کہ امام صاحبؒ نے ابتلیت فرمایا جس کا ترجمہ ہے مبتلا ہوا تو اس سے حرمتِ غنا پر استدلال صراحتہً حماقت پر دال ہے کیونکہ امام صاحبؒ نے قضا یعنی مقدمات فیصل کرنے والے عہدہ کو بھی لفظ ابتلیت سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا مشہور قول ''من ابتلی بلیۃ قضاء فلیختو ضرب السوط علی القضاء خوفا من الاخرۃ'' جو قضا کی بلا میں گرفتار ہوا اسے چاہئے کہ کوڑوں کی مار کو قضا پر اختیار کرے۔

آخرت کے خوف کی وجہ سے اس عبارت میں امام صاحبؒ نے قضا کو بلیۃ اور فعلِ قضا کو ابتلی سے تعبیر فرمایا تو کیا قاضی بننا بھی حرام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مقدمات فیصل کرنے میں عدل و انصاف کی شاہراہ سے قدم پھسل جانے کا بہت احتمال ہے اسی طرح غنا میں عشقِ حقیقی اور معرفت الٰہیٰ کی صراط مستقیم سے ہٹ کر خواہشاتِ نفسانیہ کی طرف میلان پیدا ہو جانے کا احتمال قوی ہے اس لیے حضرت امام صاحبؒ اور ان جیسے پاک اور مقدّس حضرات اگر کمال تقویٰ اور انتہا خوفِ الٰہیؒ کی وجہ سے قضا و غنا سے محتاط رہے تو یہ احتیاط ان نفوسِ قدسیہ کے کمالِ تقدّس کی دلیل ہے نہ حرمتِ قضا و غنا کی (واللہُ اعلَم)

نمبر ۲ سَل ابو حنیفه و سفیان الثوری رحما اللّٰه عَن الغناءِ فَقَالا لَیس مِنَ الکبَائِرِ ولا مِنَ الصَغَائِرِ (تذکرہ حمدونیہ ص ۸۵)

ابنِ قتیبۃ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ایک ہمسایہ عمر نامی تھا۔ وہ

ہر رات کو آلات کے ساتھ غنا کرتا تھا۔ ایک رات امام صاحبؒ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے گھر تشریف لائے۔ سر سے عمامہ اُتار کر رکھا اور بستر پر آرام فرما ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد جب عمر کی آواز نہ سُنی تو دریافت فرمایا کہ آج ہمسائے کے گانے کی آواز نہیں آئی اس کا کیا سبب ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کو باسبب قصور کے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا ہے۔ امام صاحبؒ اسی وقت اُٹھے عمامہ شریف سر پر رکھا اور جیل خانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کا حاکم عیسٰی نامی آپؒ کے خاص معتقدین ومحبّین میں سے تھا آپؒ کو دیکھتے ہی سروقد آپ کی تعظیم بجالایا اور رات کو آپؒ کی تشریف لانے کا سبب پوچھا۔ آپؒ نے وجہ بیان فرمائی۔ امیر نے عمر نام والے تمام قیدیوں کو اسی وقت رہا کر دیا۔ امام صاحبؒ نے اس سے فرمایا کہ اے عمر میں نے تجھ کو قید سے آزاد کرایا۔ عمر نے جواب دیا کہ جناب بے شک آپ نے مجھے سزائے قید سے رہا کرایا۔ جب دونوں گھر آئے تو عمر نے امام صاحبؒ کے ادب کی وجہ سے ارادہ کیا کہ آج غنا نہ کروں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اے عمر جس طرح تو روز غنا کیا کرتا تھا اسی طرح آج بھی کر اور فرمایا ''انستنی بغنائكَ'' تو نے اپنے غنا کے سبب مجھے مانوس کرلیا۔ عمر نے غنا کیا اور حضرت امام ابوحنیفہ نے سنا۔ مدارج النبوت باب المغنی معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ باوجود تقویٰ اور ورع کے ہر شب غنا سُنتے تھے۔ اس روایت سے بھی حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک غنا کا جائز ہونا اچھی طرح ثابت ہے۔ (ولِلّٰہِ الحمد)

امام حضرت ابو یوسفؒ سے مسئلہ غنا کا دریافت کیا گیا۔ جواب میں مندرجہ بالا حکایت بیان فرمائی امام حضرت مالکؒ سے سماع کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے شہر میں اہلِ علم کو منکر نہیں دیکھتا۔

فرمایا ''منکر اس کا نہ ہوگا مگر عامی، جاہل، غاوی یا غلیظ الطبع'' حضرت امام غزالیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ تحریم غنا مذہب شافعی کا مسئلہ نہیں ہے۔ استاد ابو منصورؒ بغدادی یونس بن عبدالاعلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ ایک مجلس میں ان کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہاں ایک لونڈی گا رہی تھی۔ جب فارغ ہوئے امام صاحبؒ نے پوچھا کہ تم نے اس کو خوش کیا یا نہیں یعنی تم نے اس کو کچھ دیا یا نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا تم کو حُسن صحیح نہیں ہے قول و فعل حضرت امام شافعیؒ سے بھی اباحت غنا کی پائی جاتی ہے نہ کہ حرمت۔

روایت ہے حضرت ابو العباس فرغانیؒ سے کہ ایک دن حضرت صالحؒ بن حضرت امام حنبلؒ جو کہ سماع کو دوست رکھتے تھے مکان کے اندر دروازہ بند کر کے ابنِ حنادؒ سے گانا سُن رہے تھے۔ ان کے پاس چند حاضرین جمع تھے۔ حضرت امام صاحب تشریف لائے اور دروازہ بند ہونے کے سبب چھت پر چڑھ گئے اور ایک ایسے دریچہ کے قریب بیٹھ گئے جہاں سے آواز سُنائی دیتی تھی۔ آپ نے غنا کو سُنا اور وجد میں آ گئے۔ جب چھت کی کڑکڑاہٹ محسوس ہوئی تو اوپر جا کر دیکھا گیا کہ حضرت امام صاحبؒ غنا سُنتے تھے دامن ان کا نیچے بغل کے تھا اور اس طرح چلتے تھے گویا وہ رقص کرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ امام حضرت حنبلؒ کے نزدیک بھی غنا جائز تھا۔

استاد حضرت ابو القاسمؒ یزدی و شیخ ابو طالبؒ مکی اور شیخ شہاب الدینؒ سہروردی وغیرہ کی تصانیف بھی قولاً و فعلاً اباحتِ سماع پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت خواجہ ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ وہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی اولاد سے تھے اور غنا بہت سُنتے تھے ایک دن ان کی مجلس میں حضرت

ابو بکر شبلیؒ جو حضرت جنیدؒ بغدادی کے خاص مریدوں سے تھے موجود تھے ایک شخص نے سوال کیا کہ اے خواجہ ابو یوسفؒ اگر غنا اسرار الٰہیؒ سے ہے تو حضرت جنیدؒ بغدادی نے کس لئے توبہ کی۔ خواجہ حضرت ابو یوسفؒ کے جواب دینے سے پہلے حضرت ابو بکر شبلیؒ نے جواب دیا کہ حضرت جنیدؒ بغدادی نے اس لیے توبہ نہیں کہ سماع معصیت تھی بلکہ ان کا حال یہ تھا کہ سماع سُن کر اس قدر وجد میں آتے تھے کہ ان کے جسم اطہر پر سخت صدمات آتے تھے اس لیے انہوں نے توبہ کی۔ غالباً ان صدمات کے سبب دیگر عبادات میں کچھ تغیّر واقع ہو جاتا ہوگا جو توبہ کا موجب ہوا۔ (خزینۃ الاصفیاء ص ۲۴۷) معلوم ہوا کہ حضرت جنیدؒ بغدادی کی توبہ اس لیے نہ تھی کہ غنا معصیت ہے پس اس سے بھی غنا کی ممانعت ثابت نہ ہوئی۔ ''وَ لِلّٰہِ الحَمدُ''

حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز نے فرمایا ''سرورِ کونین سردار الانبیاءؑ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ کے چاروں خلفائے راشدین، اصحابؓ کبار، چاروں امامؒ صاحبان نے غنا سُنا۔'' حضرت امام عین الدّینؒ، حضرت امام فخر الدّین رازیؒ، حضرت امام غزالیؒ۔ حضرت علامہ شامیؒ اور مولانا عبدالحقؒ محدّث دہلوی وغیرہ کے سماع کے جواز کے فتاویٰ بھی ہم بتا چکے ہیں۔ اب ذرا حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانیؒ کہ اتباعِ سنّت میں اپنا نمونہ نہیں رکھتے اور ہر مسئلہ کو قرآن کریم اور احادیث مقدّسہ سے ثابت فرماتے ہیں۔ ذرا بھی تاویل کی جن کے یہاں گنجائش نہیں ہے جن کی قابلیت اظہر من الشمس ہے جن کی مجدّدیت تسلیم شدہ ہے اور کسی گروہ کو تابِ دم زدن نہیں ہے۔ ان کی تحقیقات سُن لیجئے۔ ''مکتوب نمبر ۲۸۵ دفتر اوّل'' میر سید محبّ اللہ مانکپوری کے جواب میں سماع ورقص اور وجد کے متعلق دریافت کیا گیا تھا۔

فرماتے ہیں کہ :

سماع اور وجدان لوگوں کے لیے فائدہ مند ہے جن کے احوال متغیر اور اوقات متبدل ہوتے رہتے ہیں یعنی کبھی حاضر اور کبھی غائب اور کبھی واجد (پانے والے) کبھی فاقد (گم کرنے والے) ہیں۔ یہ لوگ ارباب قلوب ہیں جو تجلیات صفاتیہ کے مقام ہیں۔ ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک رسم سے دوسری رسم کی طرف منتقل اور مجہول ہوتے رہتے ہیں احوال کا تلوّن ان کا تقرّد ہے اور امیدوں کا پراگندہ ہونا ان کے مقام کا حاصل ہے اور دوام حال ان کے حق میں محال ہے اور استمرار وقت ان کی شان میں مشکل ہے۔ کبھی قبض میں کبھی بسط میں۔ یہ لوگ ابن الوقت ہیں۔ یہ کبھی ہبوط کرتے ہیں یعنی نیچے اترتے ہیں کبھی عروج کرتے ہیں لیکن تجلیاتِ ذاتیہ والے لوگ جو پورے طور سے قلب سے نکل گئے ہیں اور منقلب قلب یعنی دل کے پھیرنے والے یعنی خدا تک پہنچ گئے ہیں اور احوال کے پھیرنے والے یعنی حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ کر اموال کی غلامی سے کلی طور پر آزاد ہو گئے ہیں۔ سماع اور وجد کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ ان کا وقت دائی اور ان کا حال سرمدی ہے بلکہ وہاں وقت ہے نہ حال۔ یہ لوگ ابو الوقت اور صاحب تمکین ہیں اور یہی لوگ ایسے واصل ہیں جن کے لئے ہرگز نہ رجوع ہے نہ فقد پس جن کے لیے فقد نہیں وجد بھی نہیں۔ ان میں بھی ایک قسم کے لوگ ہیں جن کو سماع باوجود یکہ ان کا وقت وحال دائی ہے فائدہ دیتا ہے۔ ایک گروہ کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ کمال کے درجات میں سے کسی درجہ تک پہنچنے اور جمال لایزال کے مشاہدہ کے بعد قوی برد حاصل ہو جاتی ہے اور پوری تسلی ہو جاتی ہے جو ان کو منازل اصول تک عروج کے لیے تیار رکھتی ہے کیونکہ منازل اصول بھی آگے

ہوتے ہیں اور قرب کے مدارج تب تک طے نہیں ہوتے لیکن باوجود اس
یت کے عروج کی خواہش اور کمال قرب کی آرزو رکھتے ہیں اس صورت میں
سماع ان کے لیے فائدہ منداور حرارت بخش ہوتا ہے ہر گھڑی سماع کی مدد سے
ان کو منازل قرب کی طرف عروج ہوتا ہے۔

نتیجہ

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ان سب مباحث کے بعد ہم نتیجہ
نکالتے ہیں کہ غنا مطلقاً مباح ہے۔ لیکن اس کی شرکت اگر اسباب محرّمہ کے
ساتھ ہو جائے تو حرام ہو جاتا ہے یعنی دعوت شراب کے لیے یا زیادتی شراب
کے لیے یا اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے کے لیے مباح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک
جس سے سرور ولطف عیدیں، عرائس، نکاح، ولیمہ جہاد قُدومِ مسافر، اعلان
شاہی واعلانِ صوم وغیرہ پر حاصل ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس سے منازل
طے کیے جاتے ہیں۔ سماع مباح کی بھی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں۔ ایک وہ جو
کہ مشائخ صرف لطف وسرور اور قدرے گرمی حاصل کرنے کے لیے سنتے ہیں
اور دوسرے وہ ہیں جو باقاعدہ قیام نسبت اور منازل طے کرنے اور کرانے
کے لیے سنتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سماع راہ سلوک طے کرنے کا سب
سے نزدیک اور آسان طریقہ ہے۔ اس کے ذریعے برسوں کی راہ دنوں میں
طے ہو جاتی ہے۔

...... ❁ ......

تیسرا تبلیغی مرکز ''لاہور شریف'' : حضرت قبلہ وکعبہ قُدِّسَ سِرّہٗ تقریباً دس سال قصبہ سکندر آباد ضلع بلند شہر میں رونق افروز رہے اس مختصر قیام میں یہاں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔ سکندر آباد اہل محبت کا مرجع بن گیا، ہزاروں تشنگانِ حق کو آپ نے سلسلہ عالیہ میں داخل فرما کر راہ ہدایت پر گامزن فرمایا۔ آپ نے روحانی پیشوائی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو بھی ہمیشہ مدنظر رکھا۔ اور ہر اس تحریک کے مخالف رہے جس سے مسلمانوں کو ادنیٰ سا بھی نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بلوؤں میں مسلمانوں کو غیر مسلموں کے دست برد سے بچانے کے لیئے مدافعانہ تدابیر اختیار فرمائیں۔ تقسیم ہند کے بعد جب فضا پُر امن ہوگئی تو آپ نے اپنے شیخ کی پیش گوئی اور غیبی اشارہ کے تحت ماہ جون ۱۹۴۸ء میں ہندوستان سے ہجرت فرمائی۔ سفر ہجرت بذریعہ ہوائی جہاز طے ہوا، جس کا انتظام غیر مسلم فوجیوں نے کیا۔

حکومت ہند کی طے شدہ پالیسی کے مطابق معزز اور با اثر لوگوں کو شہید کر دیا جاتا تھا مگر آپ کی ہجرت کا انتظام و انصرام حکومت ہند کے غیر مسلم اعلیٰ فوجی افسروں ہی نے نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ کیا۔ بوقت روانگی نصیر آباد کے لوگوں کے مانند سکندر آباد کے لوگ وعلاقہ کے مریدین اور مقامی افسران وغیرہ سب ہی بہت دلگیر ہوئے اور بچشم گریاں ملتجی ہوئے کہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے کہ ہندوستان کی دولت پاکستان جا رہی ہے اور ہم ایسی عظیم نعمت سے محروم ہو رہے ہیں۔

لاہور پہنچ کر عارضی قیام ایک اسکول بلڈنگ میں مزنگ چو برجی پر ہوا۔ چند دن کے بعد ہی آپ نے کوٹھی نمبر ۶ گارڈن ٹاؤن میں اقامت اختیار فرمائی۔ یہ کوٹھی چودھری لہری سنگھ وزیر نے خالی کی تھی اور برادر طریقت مکرمی مسعود الدین صاحب سب انسپکٹر پولیس کی کوشش سے الاٹ ہوئی۔ ۱۹۵۱ء میں اضلاع مظفر گڑھ و

ملتان شریف کے مریدین کی درخواست پر آپ کوٹ سلطان ضلع مظفر گڑھ تشریف لے گئے۔ تقریباً ایک ماہ وہاں قیام فرما رہے۔ کوٹ سلطان سے ملتان شریف تشریف لے آئے۔ وہاں پہنچ کر کچھ دن بعد ہچکی کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ اس خبر سے مرید اور غیر مرید سب ہی بہت مضطرب ہوئے۔

لاہور سے مریدین اور مخلص احباب کا ایک وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور لاہور واپس تشریف لے چلنے کی درخواست کی آپ نے ان لوگوں کی پُرخلوص اور محبت بھری پیش کش کو شرف قبولیت بخشا اور لاہور میں مراجعت فرما ہوئے۔ کوٹھی نمبر ۶ جن صاحب کو مرحمت فرما دی تھی انہوں نے اس کو خالی کرنے کی تجویز پیش کی۔ آپ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ وہ اپنے لئے دوسری رہائش گاہ کے انتظام کی پریشانی میں مبتلا ہوں اور خود بستی جیون ہانہ کے ایک کچّے مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ ۲۰ جولائی کو خانقاہ شریف کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ ابھی تعمیر نامکمل ہی تھی کہ آپ نے وہاں سکونت اختیار فرمائی۔

مشیّت ایزدی کی کارسازیاں: مشیّت الٰہیؒ کی کارسازیاں اور اس قدرت کاملہ کی کارفرمائیوں پر ذرا غور کیجئے کہ ذات الٰہیؒ نے اپنے اس مقبول بندے اور ولئ کامل ''حضرت تاج الاولیا'' سے اپنے محبوب نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے درماندہ امتیوں کو راہِ فوز و فلاح پر گامزن کرانے کی کیا خدمات لیں اور اگر اس کے طور طریق پر نظر ڈالیں تو عجیب سربستہ راز کا انکشاف ہوتا ہے۔ اس مقدس و برگذیدہ ہستی کے ابتدائے قیام نصیر آباد اور سکندر آباد میں جو کیفیت وہاں کے لوگوں کی تھی بستی جیون ہانہ کے اشخاص کی حالت بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھی۔ یہاں کے لوگ بھی رشد و ہدایت سے بے بہرہ تھے لیکن جس طرح وہاں کے کور باطن باشندوں کو آپ نے راہِ طریقت و معرفت سے روشناس کرایا اور ان کی دُنیا بدل ڈالی اسی

طرح یہاں کے عوام النّاس کی بھی ہدایت واصلاح فرمائی اور اس بستی سے بھی ایمان وایقان اور حق وعرفان کے دریا بہادیئے پاکستان کے اکثر شہروں اور دیہات میں ہزار ہا سعید روحیں آپ کی وساطت سے ایمان اور عرفان کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔

گستاخی کی سزا: مستان شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک ساتھی صوبیدار صاحب مرید ہونے کیلئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے صوبیدار صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ کے سب اعزّہ موڑھے شریف والوں کے مرید ہیں اس لئے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لیں تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے اور ان سے یہ بھی کہہ دیں کہ اگر انہوں نے کوئی مسئلہ وغیرہ پوچھنا ہو تو پوچھ لیں اور اپنے عقدے بھی حل کرلیں۔ صوبیدار کے عزیزوں نے ان کے اِرادہ اور پیغام کی اطلاع پر بزرگانِ دین کو بُرا بھلا کہا اور بداخلاقی کا گھناؤنا مظاہرہ کیا۔

صوبیدار حاضر ہو کر مرید ہوگئے اور اعزّہ کی بداخلاقی کے متعلق بھی پیش کردیا۔ حضرت قبلہ قُدّس سرّہٗ ان کی بداخلاقی پر سخت برہم ہوئے اور فرمایا ''اگر وہ لوگ مجھے بُرا بھلا کہہ لیتے تو کوئی بات نہ تھی مگر تمام بزرگانِ عظام کیلئے گستاخانہ کلمات ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ ان سے ضرور انتقام لیں گے چونکہ وہ بڑے منتقم ہیں چند ہی یوم کے اندر وہ گستاخ لوگ قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہوگئے۔ ایک کو پھانسی کی سزا ہوئی اور دوسروں کو عمر قید ہوئی۔

زحمت رحمت میں بدل گئی: مستان شاہ صاحب نے بیان کیا کہ چودھری غلام حیدر صاحب ذیلدار ساکن چک نورنگ تحصیل چکوال نے بتایا کہ وہ نماز نہیں پڑھتا حالانکہ مسجد اس کے مکان کے بالکل قریب ہے جس میں پانچوں وقت اذان اور نماز باجماعت ادا ہوتی ہے۔ اس سے کلمہ طیبہ بھی نہیں پڑھا جاتا۔ کلمہ شریف

پڑھنے سے اس کے جسم میں آگ سی لگ جاتی ہے اور سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس گفتگو کے تقریباً ایک ماہ بعد حضرت قبلہ عالم قُدّس سِرّہٗ موسیٰ کھوٹ تشریف لائے۔ چودھری غلام حیدر نے بھی حاضری دی۔ مستان شاہ صاحب نے اس کی حالت بیان کی اور بندہ پروری کی التجا کی۔

آپ نے اندر آنے کی اجازت عطا فرمادی۔ چودھری صاحب کو اندر بُلا لیا گیا۔ آپ نے اس کو مرید کیا۔ ذِکر شریف بھی تلقین کیا گیا۔ صبح شام ایک تسبیح دُرود شریف کی باضو پڑھنے کے لیئے بتائی گئی اور دونوں وقت ساتھ ہی کچھ ذکر اور مُراقبہ بھی کرلیا جائے چودھری صاحب مُرید ہو کر گھر چلے گئے۔

اس شب جب غلام حیدر سو گیا تو تہجد کے وقت اس کو کسی نے جگا دیا، وہ ہڑابڑا کر اٹھا اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کچھ نظر نہیں آیا اور پھر وہ سو گیا۔ کوئی اس کو اٹھا کر بٹھاتا رہا۔ ایسی واردات تین چار بار ہوئی مجبور ہو کر وہ مسجد چلا گیا۔ دُرود شریف پڑھ کر ذکر و مُراقبہ میں مشغول ہو گیا اور فجر کی نماز با جماعت ادا کی۔ بعدازاں وہ باقاعدہ نمازی بن گیا۔ تقریباً ایک ماہ بعد اس کی یہ حالت ہوگئی کہ اگر وہ کلمۂ طیبّہ پڑھتا تو اس پر کیفیّت طاری ہو جاتی۔

بارانِ رحمت: حضرت قبلہ عالم قُدّس سِرّہٗ کے موسیٰ کھوٹ کے قیام کے دوران جو بھی آپ کے پاس حاضر ہوتا بارش کی دُعا کی التجا کرتا آپ نے دریافت فرمایا کہ اکثر لوگ بارش کی دعا کیوں کراتے ہیں۔ مستان شاہ صاحب نے عرض کیا ”حضور یہ علاقہ بارانی ہے۔ فصل کے لئے بارش کی اشد ضرورت ہے اس لئے لوگ بارش کی دُعا کراتے ہیں“ فرمایا۔ ”باہر چلو۔“ آپ باہر تشریف لے گئے کچھ دیر چہل قدمی فرمائی۔ فصلوں کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ واقع فصلوں کو بارش کی ضرورت ہے۔ معاً آسمان پر بادل چھانے لگے۔ آپ کے واپس تشریف لاتے

ہی بارش شروع ہوگئی اور خوب بارش ہوئی۔

منعم بکوہ ودشت وبیابان غریب نیست: حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ بسلسلہ دعوت ایک مرتبہ ملوٹ ضلع جہلم تشریف لے گئے واپسی پر نیاز علی صاحب خادم سلسلہ عالیہ کے یہاں جلوہ افروز ہوئے۔ صبح کے وقت آپ نے اچانک فرمایا داتاؒ صاحب نے بلایا ہے لاہور چلنا ہے۔ اسی وقت لاہور چلنے کی تیاری کی گئی۔ شام کو آپ لاہور پہنچے مزار شریف پر حاضری دی بعدازاں مسجد داتاؒ صاحب میں نماز کی امامت فرمائی اور نماز کے بعد پھر حاضری دی مستان شاہ نے دربار اقدس کے خادم سے قیام کے لئے جگہ کے متعلق دریافت کیا خالی مکان نہ ہونے کے سبب اس نے معذرت کی، مستان شاہ تذبذب میں پڑ گئے۔ آپ نے فرمایا ''پریشان کیوں ہو آج ہم داتاؒ صاحب کے مہمان ہیں۔'' اتنے میں ایک صاحب نے ان سے پوچھا۔ ''آپ لوگ کیسے کھڑے ہیں؟'' مستان شاہ نے قیام گاہ کی ضرورت کے متعلق بتایا وہ بولا ''میرے جھونپڑے اگر پسند آجائیں تو حاضر ہیں''۔ آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں ضرورت کی تمام اشیاء موجود تھیں۔ مستان شاہ نے کھانے کا انتظام خود کرنا چاہا۔ مگر ملازم نے عرض کیا کہ کھانے کا انتظام اہل خانہ کی طرف سے ہوگا۔ یہ سب مہمان نوازی حضرت داتاؒ صاحب کی طرف سے تھی۔

؎ منعم بکوہ ودشت وبیاباں غریب نیست

ہر جاہ کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

باز پرس بھی نہ ہوئی: نائب رسالدار عبدالشکور بیان کرتے ہیں ''مجھے نوشہرہ سے اسلحہ کی پیٹیاں راولپنڈی آرسینل میں پہنچانے کا حکم ہوا گارڈ کے تین سپاہی میرے ہمراہ تھے'' پنڈی اسلحہ خانے کے انچارج نے پیٹیاں تو رکھ لیں مگر ایک

ہفتہ بعد اسلحہ شمار کرنے اور رسید دینے کے لئے کہا۔ ہم نے کسی اور یونٹ میں راشن کا بندوبست کیا۔ میں نے اس فارغ وقت سے فائدہ اُٹھانے کا خیال کر کے گارڈ کے سپاہیوں کو روانہ کر دیا اور خود بھی لاہور حضرت قُدس سرّہٗ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے روانہ ہو گیا۔

دربار شریف میں حاضری ہوئی۔ حضرت قبلہ قُدس سرّہٗ کے حالات دریافت فرمانے پر تمام واقعہ عرض کیا گیا۔ فرمایا اچھا گھر ہو آؤ مگر جلد واپس آنا" واپسی پر فرمایا" دیر سے آئے ہو۔ راولپنڈی جلدی پہنچو" جب میں وہاں پہنچا تو دفتر میں انتہائی پریشانی اور ہلچل پائی کیونکہ ہمارے نام نوشہرہ سے تین تار آ چکے تھے کہ گارڈ کو جلد واپس بھیجا جائے۔ میں نے دفتر انچارج سے کاغذات جلد مکمل کرنے کو کہا۔ اس نے جواب دیا" آپ صریحاً غیر حاضر رہے ہیں۔ آفیسر صاحب بہت سخت ہیں دیکھئے کیا ہو؟ تکمیل کے بعد کاغذات پیش ہوئے اور بخیریت دستخط ہو گئے۔ کاغذات ہم نوشہرہ لے گئے وہاں پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوا، فوجی ڈسپلن کے تحت ہماری غیر حاضری قابل باز پرس تھی مگر ہم حضرت قبلہ قُدس سرّہٗ کی وجہ سے بچ گئے اور شاباش کے مستحق ٹھہرے۔

نقصان نفع میں بدل گیا: صوفی محمد بخش سکنہ ککڑ ہٹہ نے ایک مرتبہ کپاس کا کاروبار کیا۔ اس میں انہیں پینتیس ہزار روپے کا نقصان ہوا جو صوفی صاحب کے لئے ناقابل برداشت تھا یہ واقعہ حضرت قُدس سرّہٗ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا" اگر نقصان ہو گیا تو کیا ہوا کوئی بات نہیں ایک بار پھر کوشش کر کے دیکھ لیں"۔

صُوفی صاحب نے دوبارہ کاروبار کیا اس مرتبہ آپ کی دعا سے صُوفی صاحب کا نقصان بھی پورا ہو گیا اور دس ہزار روپیہ مزید منافع ہوا۔

ایک عقیدت مند کی عقدہ کشائی: ملک ظہور احمد ساکن چک نمبر ۱۷/R-۸ بیان کرتے ہیں کہ ان کے رقبہ زرعی سے حکام متعلقہ نے نہر سندھنائی میلسی لنک گزارنے کا سروے کیا جو منظور ہو گیا۔ نہر کی گزرگاہ ملک صاحب کے رقبہ میں سے آتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھے۔ کوئی کوشش کامیاب ہوتی نظر نہ آ رہی تھی۔ نہر کی کھدائی کا ابتدائی کام شروع ہو چکا تھا۔ ایک رات موصوف نے حضرت قبلہ قُدّس سِرّہٗ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت قبلہ قُدّس سِرّہٗ نے فرمایا ’’آؤ تمہارے رقبہ میں چلیں‘‘ ملک صاحب ہمراہ ہوئے۔ رقبہ میں پہنچ کر حضرت قبلہ نے ملک صاحب کو اس ڈرم پر چڑھ کر آگے دیکھنے کے لئے فرمایا جو وہاں پہلے سے موجود تھا۔ ملک صاحب ڈرم پر چڑھ گئے اور سامنے دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر ڈرموں کی قطاریں لگی ہوئی نظر آئیں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا۔ ’’جہاں ڈرموں کی قطاریں لگی ہیں نہر وہاں سے گزاری جائے گی نہ کہ تمہارے رقبہ سے۔‘‘ صبح اٹھ کر ملک صاحب نے یہ کہنا شرع کر دیا کہ:

نہر ہمارے رقبہ سے نہیں گزاری جائے گی اور لوگوں کو وہ جگہ بھی بتا دی جو حضرت قبلہ نے عالم خواب میں نہر گزارنے کیلئے دکھائی تھی۔ اس پر ملک شیر زمان نے انہیں تنبیہہ کی کہ ایسے واقعات کو ظاہر کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ کچھ ہی دن کے بعد حکام متعلقہ نے وہ سروے منسوخ کر کے دوسرا سروے کیا اور وہ سروے وہاں سے گزارا جہاں سے حضرت قبلہ نے فرمایا تھا۔

ابدال وقت نے پیغام پہنچایا: مستان شاہ صاحب نے بیان کیا کہ میاں اللہ بخش صاحب دولت آباد میں مدرس تھے وہ نیک اور خود دار آدمی تھے۔ ان کے لڑکے محمد شریف کی میاں ریاض حسین دولتانہ کے مینیجر بدر الدین سے کچھ کشمکش ہو گئی۔ بدر الدّین نے اس کشمکش کا انتقام لینے کیلئے میاں صاحب کو

ہدف بنایا اور نہایت بھیانک قسم کا اقدام کیا۔ اس کا میاں صاحب کو شدید
صدمہ ہوا۔ میاں صاحب بائیس دن تک ملول رہے۔ ایک رات ان کے دل
میں خیال پیدا ہوا کہ اس سلسلہ میں اپنے حضرت قبلہ پیر و مُرشد کی جانب
رجوع کیوں نہ کیا جائے اور کیا وہ میرے حال سے بے خبر ہیں انہی خیالات میں
مستغرق وہ سو گئے۔ عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ تاج الاولیاءؒ ایک مقام
پر جلوہ افروز ہیں اور میاں صاحب سے فرمایا کہ فلا چیز لاؤ جس کا نام انہیں
اب یاد نہیں رہا۔ صرف اس قدر یاد رہا کہ نمک کے ڈھیلے کے مانند سفید رنگ
کی کوئی چیز تھی۔ میاں صاحب نے وہ چیز حاضر کر دی۔ آپ نے فرمایا اس کو
مرچ مسالہ پیسنے والے پتھر پر رکھ دو۔ میاں صاحب نے حکم کی تعمیل کی آپ
نے دوسرے پتھر سے اس کو رگڑ کر پیس دیا اور فرمایا "ہم نے تمہارے بدخواہ کو
اسی طرح رگڑ دیا۔ میاں صاحب نے اس چیز کو دیکھا تو وہ بالکل سفوف سا بن
گئی تھی۔ میاں صاحب حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے
روانہ ہو گئے۔ تقریباً تین بجے شب میں وہ لاہور ریلوے اسٹیشن پر پہنچے۔
وہاں سے چل کر وہ کچھ دیر ستانے کے لیئے سرائے میں بیٹھ گئے۔ میاں
صاحب کے پاس دو آدمی فقیر محمد اور عنایت شاہ جو سفر میں اُن کے ساتھ شامل
ہو گئے تھے بیٹھے تھے، اسی اثناء ہیں ایک مجذوب قسم کے درویش سرائے میں
میاں صاحب سے کچھ فاصلے پر آ کر بیٹھ گئے۔ ابھی وہ آ کر بیٹھے ہی تھے کہ
پولیس کے ایک سپاہی نے اسے دھکے دیکر سرائے سے نکال دیا۔ سپاہی آگے
چلا گیا اور وہ درویش پھر پلٹ آیا اور میاں صاحب کی طرف رخ کر کے کہنے
لگا "ہم نے بدرالدّین کو رگڑ دیا جو ہمارے بچوں کو تنگ کرے گا ہم اس کو سخت
سزا دیں گے"۔ بدرالدّین کا نام سُن کر میاں صاحب نے اپنے ساتھیوں سے

پوچھا کہ یہ فقیر کیا کہتا ہے۔ انہوں نے کہا غالباً اس کو کسی نے تنگ کیا ہے۔ اور یہ اس کو بددُعا دے رہا ہے۔ یہ جملے دو مرتبہ درویش نے ادا کیے اب میاں صاحب اس کی بات کو سمجھ گئے تھے۔ وہ اُٹھے اور درویش کے لئے چائے اور مٹھائی لینے چلے گئے۔ جب واپس آئے تو مجذوب وہاں سے جا چکا تھا، بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔

میاں صاحب حاضری کے لیئے دربار شریف روانہ ہو گئے۔ تقریباً آٹھ بجے حاضری ہوئی۔ میاں صاحب نے قدم بوسی کی اور زار و قطار روئے۔ حضرت قبلہ قُدّسَ سِرَّہٗ انہیں تسلّی دیتے رہے۔ کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا ''ہم تمہارے حال سے بے خبر نہیں تمہارے دلاسا کیلئے تمہارے پاس پیغام بھیجا تھا اس سے تمہارے گھبراہٹ دُور نہیں ہوئی'' میاں صاحب نے عرض کیا، ''حضور اب سب گھبراہٹیں دُور ہو چکی ہیں''۔

پھر ذرا جرأت کر کے عرض کی کہ حضرت وہ فقیر کون تھا اور میرے پاس کیسے پہنچا۔ آپ نے جھڑک کر فرمایا۔ ''تم اپنے مطلب سے کام رکھو تمہیں فقیروں کے معاملات میں پُوچھ گچھ کی کیا ضرورت ہے۔'' میاں صاحب نے جو کہ مخلص عقیدتمند خادم تھے عرض کیا ''حضرت اگر آگاہی ہو گی تو عقیدت اور مضبوط ہو گی اور خادم کو زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا'' وہ ابدال تھے جن کو ہم نے تمہارے تسلّی کے لئے بھیجا تھا۔ کیونکہ تم گھبرائے ہوئے تھے۔'' اس انکشاف سے میاں صاحب اور دیگر خدام سلسلہ عالیہ کی عقیدت اور زیادہ مضبوط ہو گئی سُبحان اللہ حضرت قبلہ عالم قُدّسَ سِرَّہٗ کا کیا مرتبہ تھا۔

اِدھر بدرالدّین کا یہ حشر ہوا کہ جس رات میاں صاحب نے خواب دیکھا، اسی رات کی صبح اس نے نہانے کے لئے کپڑے اتارے تو اپنے جسم

میں چنگاریاں سی چھوٹتی محسوس ہوئیں ۔ یہ حالت بڑھتی گئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس کے تمام بدن پر آبلے پڑ گئے اور ان سے پیپ بہنا شروع ہوگئی۔ میاں ریاض حسین دولتانہ بھی اس سے ناراض ہوگئے اس کو مینیجری سے الگ کردیا گیا اور اسے بڑی ذِلّت کی زندگی کا رُخ دیکھنا پڑا۔

<u>سلیپر سے مرض کا علاج:</u> ستان شاہ صاحب نے بیان کیا کہ چک ۳۴/ ۷۔ ۲ نزداوکاڑہ ضلع ساہیوال میں ایک سکھ صوبیدار غالباً سندر سنگھ نامی رہتا تھا۔ اس کا لڑکا پیٹ دَرد کے شدید عارضہ میں مبتلا تھا لڑکا ہر وقت دوہرا ہوا رہتا تھا۔ سیدھا نہیں ہوسکتا تھا۔ صوبیدار صاحب نے بہت علاج کرایا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ناچار چند اہلِ سلسلہ کی وساطت سے لڑکے کو اس کی والدہ اور ان کا ایک آدمی مستان شاہ کے پاس چک ۱۴/R ۔ ۸ لائے۔ انہوں نے اس کو لنگر کا کھانا دیا۔ لڑکے نے کھالیا جس سے وہ قدرے ٹھیک ہوگیا۔ لڑکے کی والدہ اور ساتھی کا کھانا سکھ کے گھر پکوایا گیا انہوں نے نذر و نیاز پیش کرنے کی کوشش کی لیکن مستان شاہ نے انکار کردیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ لڑکے کو سکندر آباد شریف ''ضلع بلند شہر بھارت'' حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمتِ اقدس میں لے جائیں۔ سلسلۂ عالیہ کے ایک فرد مسمّی علی محمدؐ کو ہمراہ لے کر وہ لوگ سکندر آباد شریف حاضر ہوئے۔

مستان شاہ صاحب بھی ان سے پہلے سکندر آباد پہنچے ہوئے تھے انہوں نے ان کو وہاں دیکھ کر ان سے ملنے کی کوشش کی۔ چونکہ حضرت قبلہ کی موجودگی میں یہ بات خلاف ادب تھی۔ انہیں اپنی ہی جگہ باادب بیٹھے رہنے کی ہدایت کی۔

حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ''کیا بات ہے؟'' مستان شاہ نے

عرض کیا ''حضور اِس لڑکے کے پیٹ میں درد رہتا ہے۔'' فرمایا ''یہ میرا سلیپر لے لو اور سات بار اس کے پیٹ پر لگا دو۔'' مستان شاہ نے حکم کی تعمیل کی اور وہ لڑکا اسی وقت بالکل ٹھیک ہو گیا جو مریض علاج معالجہ سے ٹھیک نہ ہوا وہ آپ کے سلیپر کی برکت سے تندرست ہو گیا۔

مرتد نے ہدایت پائی: برادرِ طریقت مکرمی نفاست علی خاں بیان کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۵۱ء میں حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۱۵ سال تھی۔ ان کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ وہ ارکان دین یعنی روزہ، نماز وغیرہ کے سخت خلاف تھے اور پیری مریدی سے بھی قطعی ناواقف تھے۔ برادرِ طریقت محترم مقبول النبی شاہ صاحب ان کے پڑوس میں رہتے تھے۔ انہوں نے ان سے حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کے لیے کہا۔ نفاست علی خاں پیری مُریدی کے متعلق بغیر کچھ معلوم کیے ان کے ہمراہ دربار شریف کوٹھی نمبر ۶ گارڈن ٹاؤن پہنچ گئے۔ حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ کوٹھی کے بالائی حصّہ میں تشریف فرما تھے۔ یہ لوگ نیچے برآمدے میں جہاں اور بہت سے لوگ حاضری کے منتظر تھے بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد حاضری کی اجازت ہوئی۔ وہ بھی اور لوگوں کے ساتھ اوپر چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد ان پر بیہوشی طاری ہونی شروع ہو گئی۔ وہ بہت پریشان تھے کہ اتنی زیادہ نیند کیوں آ رہی تھی بھائی مقبول النبی صاحب اپنے والد صاحب کو مُرید کرانے لگے اور ان سے بھی حضرت قبلہ کے دستِ مبارک کو پکڑنے کے لیے کہا۔ یہ بھی مُرید ہوئے۔ مُرید ہونے کے بعد گھر آ گئے، تین دن تک بیہوشی کی کیفیت رہی، کئی اُلٹیاں بھی ہوئیں اور کچھ دکھائی

نہیں دیتا تھا۔ جب ان کی حالت کچھ بہتر ہوئی اور مقبول النبی صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان سے ناراضگی کا اظہار کیا اور شکایت کی کہ وہ اندھا ہونے سے بچ گئے۔ خوف کے سبب وہ تقریباً ایک سال تک دربار شریف بھی حاضر نہیں ہوئے۔

ایک سال کے بعد نفاست علی خاں کے سیدھے پیر پر ایک چھوٹا سا دانہ نکل آیا۔ جو ناسور کی شکل اختیار کر گیا۔ وہ علاج کے لیے کیمبل پور اپنی پھوپھی کے یہاں چلے گئے۔ بہت علاج معالجہ کرایا گیا لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ ٹانگ کاٹنی پڑے گی۔ وہ جناح اسپتال کراچی میں آپریشن کے خیال سے جب کیمبل پور سے روانہ ہونے لگے تو ان کی پھوپھی نے جو بڑی نمازی اور پرہیزگار تھیں سمجھایا کہ لاہور میں اپنے پیر صاحب سے دعا کراتے ہوئے کراچی چلے جانا۔ لاہور پہنچ کر انہوں نے اپنا سامان اسٹیشن پر جمع کرایا اور دربار شریف حاضر ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں پیر کی تکلیف کے متعلق اور ڈاکٹروں کی رائے کے بارے میں تفصیل بیان کی اور دُعا کے لیے ملتجی ہوئے۔ آپ نے ایک نظر پیر کے زخم پر ڈالی اور مُسکراتے ہوئے فرمایا ''ہم دُعا کریں گے۔ اللہؔ فضل فرمائے گا۔'' نفاست میاں تو بہت افسردہ ہوئے کہ وہ کس قدر پریشانی کے عالم میں حاضرِ خدمت ہوئے تھے اور آپ نے دُعا بھی نہیں فرمائی صرف اِتنا فرما دیا کہ دُعا کریں گے۔

وہ اسٹیشن پہنچ کر کراچی کے لیے گاڑی میں سوار ہو گئے راستہ میں پیر کے زخم سے پانی بہنا بند ہو گیا انہیں خیال ہوا کہ صبح تک دوسری طرف پیر کے نیچے بھی سُوراخ ہو جائے گا لیکن ان کی حیرت کی کوئی اِنتہا نہ رہی جب انہوں

نے کراچی اسٹیشن پر گاڑی سے اُتر کر دیکھا کہ زخم بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اور سُوجن بھی تقریباً سب اُتر چکی تھی۔ پیر ٹھیک ہونے کے بعد حضرت قبلۂ عالم قُدِّسَ سِرّہٗ سے ان کی عقیدت دُرست ہوگئی۔ گمراہی جاتی رہی اور ہدایت پا گئے۔

بیٹا عطا ہوا: ملک شیر عالم مرحوم چک نمبر ۱۷ تحصیل خانیوال ضلع ملتان نے حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کی تمنّا پیش کرائی۔ اجازت ملنے پر ملک صاحب نے پیش ہوکر عرض کیا ''حضرت! کہاوت ہے کہ دانت ہیں تو چنے نہیں اور چنے ہیں تو دانت نہیں۔'' ملک صاحب کی پہلی بیوی فوت ہو چکی تھی۔ اس سے کوئی اولاد نہ تھی پھر دوسری شادی کی۔ اس سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ملک صاحب بہت روئے آپ نے فرمایا ''جاؤ ایک لڑکا ہم نے تمہیں لے دیا۔ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرّہٗ کی دُعا سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ملک مظفر خان ہے اس کے علاوہ ملک صاحب کے کوئی اور اولاد پیدا نہ ہوئی سچ ہے کہ

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

چبائے ہوئے پان سے خوشبو: حاجی احمد حسن صاحب بودلہ سکنہ چک نمبر R-A/5 اریناله خورد ضلع ساہیوال بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرّہٗ نے فیروز پور میں اپنے دہن مبارک سے نکال کر ایک پان کا ٹکڑا انہیں مرحمت فرمایا۔ انہوں نے اس کو منہ میں رکھ لیا۔ اس کے استعمال کی برکت سے ان کے منہ سے انتہائی خوشگوار اور لطیف خوشبو آنا شروع ہوگئی اور کئی سالوں تک متواتر بدستور قائم رہی۔

جلد واپس کرنے میں مصلحت: مسمّی فیض رسول سکنہ ملوٹ ضلع جہلم بیان کرتے ہیں

"حضرت قبلہ قدس سرہٗ جب کوٹھی نمبر ۶ گارڈن ٹاؤن لاہور میں قیام فرما تھے۔ میری ڈیوٹی لاہور چھاؤنی میں تھی میں اکثر بارگاہِ اقدس میں حاضری دیا کرتا تھا اور عام طور سے پلٹن کے اور لوگ بھی میرے ہمراہ ہوتے تھے۔ اسی طرح حاضر ہونے والے افراد قلاوہ غلامی گلے میں ڈال لیتے۔ ہماری پلٹن کے کافی جوان بیعت کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ ہم لوگ دوسرے یا تیسرے دن باقاعدگی سے حاضری دیا کرتے تھے۔

ایک روز ان کی پلٹن کے بہت سے جوانوں نے ان کی ہمراہی میں عصر کے وقت حاضری دی۔ ان کا پروگرام نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد لوٹنے کا تھا۔ ابھی انہیں حاضر ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اچانک آپ نے فرمایا کہ "رسالے والے جوان جلد واپس چلے جائیں" ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان لوگوں نے دست بوسی کی اور واپس چل دیئے۔ ابھی ہم لوگ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ مغرب کی طرف سے سیاہ بادل اُٹھتے نظر آئے اور ان کے بارکوں میں داخل ہوتے ہی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ ساری رات بارش ہوتی رہی اور اولے بھی پڑے۔ اس وقت ان لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ انہیں کیوں اتنی جلد ہی رُخصت کر دیا گیا تھا۔ جس وقت انہیں "جلد واپس جانے کا حکم ہوا تھا اس وقت بارش کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ اگر وہ اس وقت چھاؤنی میں نہ پہنچتے تو پھر صبح تک جانا محال تھا اور چھاؤنی سے تمام شب کی غیر حاضری ان کے لیے مصیبت بن جاتی۔

عالمِ خواب ہی میں کیفیت بدل گئی: فضل محمد صاحب مکان نمبر ۷ ب ممتاز آباد بیان کرتے ہیں کہ میں سنیما بہت دیکھا کرتا تھا۔ روزانہ ایک دو فلمیں دیکھنے کا عادی ہوگیا

تھا۔ طبیعت میں بے چینی رہتی تھی۔ ایک دن صوفی محمد رمضان صاحب کیف سکنہ کوٹ سلطان (ضلع مظفر گڑھ) اور شیخ نیاز احمد صاحب بعد نمازِ عشاء میری دُکان واقع بوہڑ گیٹ پر تشریف لائے۔ رمضان میاں اور شیخ صاحب دیر تک خوش الحانی سے حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرّہٗ کی منقبتیں پڑھتے رہے اور میں روتا رہا۔ اسی شغل میں رات کے ۱۲ بج گئے۔ ہم سب وہیں سو گئے۔ اِسی شب عالمِ رویا میں مجھے آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ بہت محظوظ اور بہت مسرور تھے۔ عالمِ خواب ہی میں میری کیفیت بدل گئی۔ صبح اُٹھا تو آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ طبیعت میں ذوق وشوق اور دل میں سُرور تھا۔ بعد ازاں میری حالت خود بخود سُدھر گئی۔ سُبحان اللہ حضرت قبلہ کے تصرّف اور توجّہ کی کیا مثال ہو سکتی ہے۔

آرزو پوری ہوئی: فیض رسول صاحب سکنہ "ملوٹ" ضلع جہلم نے بیان کیا "میں ۲۳ر مارچ ۱۹۵۰ء کو لاہور میں عُرس شریف کے موقع پر حاضر ہوا۔ آخری شب کو بزمِ مشاعرہ کا انعقاد ہوا۔ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرّہٗ نے تین بجے شب تک تشریف فرما کر شعراء کرام کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ جب میں اپنے یونٹ کو واپس جانے لگا تو راستہ میں میرے دل میں اُمنگ پیدا ہوئی میں کچھ دیر کے لیے رُک گیا اور آستانہ عالیہ کے سمت منہ کر کے دل میں خیال کیا کہ حضور اس ناچیز کو فنِ شاعری سے واقفیت نہیں ہے۔ سب لوگ مشاعرہ میں حصّہ لیتے ہیں اور میں اس سے محروم ہوں۔ صبح ہوتے ہی میری زبان سے اشعار موزوں ہونے لگے۔ حضرت تاج الاولیاء کے پیر و مُرشد سُلطان العارفین جناب شاہ محمد نبی رضا خاں کی شانِ اقدس میں منقبت لکھی اور دربار شریف حاضر ہو کر جناب تاج الاولیاءؒ کے حضور پیش کر دی۔ حضور نے اِس منقبت میں سے مندرجہ ذیل

اشعار پسند فرمائے۔

رکھنا مجھ کو قدموں میں شاہِ شکور | آپ ہو شانِ رضاؒ جانِ رضاؒ
دیر و کعبہ سے انہیں کیا واسطہ | مل گیا ہے جن کو دامانِ رضا

حل عقدہ: برادرِ طریقت علی نثار خان سے روایت ہے کہ ہمارے ایک پیر بھائی نے سرِ محفل حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ سے ''اَلْاِنْسَانَ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ'' کی تفسیر فرمانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا یہ سوال عوام کے سامنے پوچھنے والا نہ تھا۔ بہر حال اگر مجلس عام ہے تو ہُوا کرے۔ صرف تو ہی غور سے سُن لے۔ آپ نے تقریباً دو گھنٹے تک مسلسل تشریح فرمائی لیکن لُطف کی بات یہ ہے کہ سائل کے علاوہ دوسرے حلقہ بگوشانِ مجلس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ خادم بیمار ہو گیا اور دورانِ علالت اس نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ صبح کا وقت ہے میں ایک بڑے کمرے (ہال) میں داخل ہوا ہوں۔ داہنی طرف کونہ کے نزدیک کھڑا ہو گیا ہوں، اور کمرہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ کمرہ میں سب لوگ میری شکل کے ہیں اور وہ سب میں ہی ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ مُجرم بھی میں ہی ہوں اور گرفتار کرنے والا اور جج کے سامنے پیش کرنے والا بھی میں ہی ہوں میں ہی جج بھی ہوں اور جج کے سامنے سفارش کرنے والا بھی میں ہی ہوں اور رہائی پانے والا بھی میں ہی ہوں یعنی ایک کمرہ کے کونہ میں کھڑا ہو کر سب نظارہ دیکھنے والا، جرم کرنے والا، گرفتار کرنے اور گرفتار ہونے والا، جج اور جج کے سامنے پیش کرنے اور پیش ہونے والا اور جج کے سامنے سفارش کرنے اور رہائی پانے والا میں ہی ہوں۔

صحت یاب ہونے پر وہ حاضرِ خدمتِ اقدس ہُوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔

حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ مسکرائے اور فرمایا یہ تو تمہیں "اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ" کی تعلیم دی گئی ہے تاکہ تمہیں اس کے راز سے آگاہی حاصل ہو۔ یہ تھا حضور کا کمال تصرف کہ زبانی تشریح کے ساتھ اصل حقیقت سے بھی آگاہ فرمادیا۔

زائر بے خرچ کو زادِ راہ عطا ہوا: کمہار منڈی ملتان کے قیام کے دوران آپ کی علالت اور شدّت عارضۂ ہچکی کے باعث خدّام سلسلۂ عالیہ بے تابانہ چلے آرہے تھے۔ میاں چُنّوں سے میاں رجب علی نامی رنگریز مع دختران کم سن بغرض پرسشِ طبع اقدس حاضرِ خدمت ہوا۔ موصوف ایک ضعیف اور غریب آدمی تھا چونکہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ نادار لوگوں کو اکثر کرایہ وغیرہ عنایت کردیا کرتے تھے اور کھانا لنگر شریف سے ملتا ہی تھا۔ اس خیال کے مدِّنظر وہ صرف ایک ہی طرف کے کرایہ کا انتظام کرکے لایا تھا۔ ان دنوں آپ کی طبیعت مبارک زیادہ ناساز تھی اور خدّام بھی بہت بے قرار تھے۔

صُورت حال کی نزاکت کے پیشِ نظر موصوف بغیر کرایہ واپسی طلب کیے واپس چلا گیا۔ گاڑی لیٹ تھی لہٰذا وہ بچوں سمیت ریلوے اسٹیشن ملتان پر ایک جگہ آرام وانتظار کرنے لگا۔ گاڑی کچھ زیادہ لیٹ ہوگئی اور وہ پریشان حال بچوں سمیت سو رہا۔ ابھی کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس کی بڑی لڑکی جاگ اٹھی۔ اس نے اپنے ابّا کو جگایا اور بولی کہ حضرت قبلہ تشریف لائے ہیں۔ لڑکی کے ہاتھ میں نقد رقم دیکھ کر اس نے حقیقت حال دریافت کی۔ لڑکی نے بتایا کہ یہ رقم حضرت قبلہ نے زادِ راہ کے طور پر عنایت فرمائی ہے اس نے بچوں کو کھانا کھلایا اور گاڑی آنے پر ٹکٹ لے کر سوار ہوگیا اور واپس چلا گیا۔

اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے گستاخ کی سزا: صُوفی محمد رمضان صاحب کیف سکنہ کوٹ سُلطان ضلع مظفر گڑھ بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک دوست ایک نابینا شخص سے کافی مانوس تھے وہ نابینا اکثر بزرگانِ دین کے کلام سُنایا کرتا جس سے اس کے صاحبِ نسبت

ہونے کا گمان ہوتا اور وہ لوگ اسے صاحبِ نسبت خیال کرنے لگے۔ ایک شب حضرت قبلہ کے دیدار سے مشرّف ہوئے۔ آپ نے فرمایا ''اُس نابینا شخص کی حالت دیکھ لو'' انہیں ایک ہیبت ناک ریچھ نظر آیا انہوں نے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ کر خلاصی پائی۔ چند روز بعد معلوم ہوا کہ وہ نابینا اصحابِ ثلاثہؓ کا گستاخ تھا اور پیٹ کے لیے ہر رُوپ دھار لیا کرتا تھا۔

پیشین گوئی: بھائی مستان شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ بسلسلہ عُرس شریف چک نمبر ۱۴/R-8 میں رونق افروز تھے۔ عُرس شریف میں شرکت کی غرض سے آنے والے شہری لوگ اخبارات بھی ہمراہ لائے تھے۔ انہوں نے اخبارات کے حوالہ سے بتلایا کہ آج نظام حیدر آباد نے ہندوستان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ مستان شاہ صاحب نے سب لوگوں کو منع کیا کہ یہ خبر حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرَّہٗ کی خدمتِ اقدس میں پیش نہ کی جائے کیونکہ آپ کی طبیعت مبارک پر ایسے واقعات کا بُرا اثر پڑتا تھا۔

دوسرے روز صبح کو مستان شاہ صاحب نے یہ واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو فرمایا ''بے فائدہ بات نہیں کرنی چاہئے۔'' انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ خبر ریڈیو نے بھی نشر کی ہے اور اخبارات میں بھی چھپی ہے فرمایا ''اخبار لاؤ۔'' دو تین اخبارات پیش کیے گئے۔ اخبارات دیکھ کر اس دن آپ نے کچھ نہ فرمایا۔

اگلے روز مجمع عام میں فرمایا ''پاکستان کا دارومدار حیدر آباد پر نہیں ہے۔ اب جب بھی لڑائی ہوگی حملہ پاکستان کرے گا اور کامیابی بھی پاکستان ہی کی ہوگی۔'' یہ بھی فرمایا کہ مجھے حملہ کی تاریخ بھی معلوم ہے مگر بتاؤں گا نہیں۔ ۱۹۶۵ء میں وہ حملہ پاکستان ہی کی جانب سے ہوا اور کامیابی بھی پاکستان ہی کو ہوئی۔

آپ کا جلوہ پتہ پتہ پر: بھائی اعجاز احمد شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دستِ حق پرست پر دربار شریف لاہور میں بیعت سے مشرّف ہوا اور دوسرے ہی روز راولپنڈی چلا گیا۔ بہار کا موسم تھا۔ تمام درخت سرسبز و شاداب تھے۔ اگلے روز میں سائیکل پر دفتر جا رہا تھا۔ اچانک ایک بڑے درخت پر نظر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ پتہ پتہ پر ہمارے حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ جلوہ فرما ہیں۔ میں ورطۂ حیرت میں تھا اور کئی دن مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری رہی جو ناقابلِ بیان ہے۔ اس کرامت کا مشاہدہ مجھ گنہگار کے عقائد کی دُرستگی اور ہدایت و رہنمائی کے لیے تھا۔

عادت بد سے نجات: بھائی اعجاز احمد شاہ صاحب بیعت ہونے سے قبل شطرنج کھیلنے کے بہت عادی ہو گئے تھے۔ عام طور سے رات کے ۱۱، ۱۲ بج جاتے تھے اور ایک شب تو تمام رات کھیلتے رہے۔ اس بُری عادت پر انہیں بے انتہا ندامت اور شرمساری ہوتی تھی اور مصمم اِرادہ بھی کرتے تھے کہ کلب جانا اور شطرنج کھیلنا چھوڑ دیں گے لیکن اس شوق کا غلبہ اس قدر ہو گیا تھا کہ قوتِ اِرادی بے بس ہو کر رہ جاتی تھی اور پھر کھیلنا شروع کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے حلقۂ غلامی میں داخل ہونے کی مبارک ساعت نصیب ہوئی جس دن سے یہ سعادت حاصل ہوئی شطرنج کھیلنے کا خیال تک بھی نہ آیا اور اس عادت بد سے نجات پائی۔ یہ آپؒ کا فیض تھا حالانکہ یہ معاملہ آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش بھی نہیں کیا گیا تھا۔

قرآن شریف کی بے حرمتی کی سزا: بھائی محمد اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں محکمہ پاکستان سروے میں ملازم تھا۔ مجھے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ میں اپنے چچا مظفر خاں صاحب کی پنساری کی دکان واقع بازار مزنگ لاہور پر کام کرنے لگا۔ سلسلۂ عالیہ کے ایک خادم محمد حسین صاحب حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ

کے لیے روغن بادام نکلوانے کے لیے دوکان پر آئے۔ دوران گفتگو آپ کا تذکرہ ہوا آپ پر فالج کا حملہ ہو چکا تھا۔ زائرین کی حاضری کے واسطے جمعہ کا دن مقرّر تھا۔ میں بھی حاضرِ خدمت ہوا۔ قدمبوسی کی سعادت سے مشرّف ہُوا لیکن کچھ عرض نہ کرسکا آپ نے خود ہی فرمایا کہ میاں اخیر ۱۹۴۹ء میں تم کراچی میں تھے؟ میں نے عرض کیا جی حضور پھر فرمایا کہ تم سے بہت بڑی حماقت اور بے ادبی ہوئی۔ تم نے تلاوتِ قرآنِ مجید کے دوران سگریٹ نوشی کی۔ یہ سُن کر مجھے بے اِنتہا ندامت و شرمساری ہوئی۔ قدموس ہوکر تائب ہوا اور روتے روتے بیہوش ہو گیا۔ ہوش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ پرسوں بروز اتوار محکمہ کے سربراہ کے نام درخواست لکھ کر لانا۔ اتوار کے دن درخواست تیار کر کے لے گیا اور خدمتِ اقدس میں پیش کی۔ آپ نے ایک نظر درخواست پر ڈالی۔ کچھ دیر سُکوت فرمایا اور درخواست واپس کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ کل صبح اوّل وقت ڈاکخانہ جا کر اسے رجسٹری کر دینا۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور رجسٹری کی رسید لا کر پیش کی آپ نے فرمایا کہ کل بستر باندھ کر تیار رکھنا تمہیں دفتر سے بُلایا جائے گا اور وہی آفیسر بُلائے گا جس نے تمہیں نوکری سے نکلوایا تھا۔ میں دُکان پر واپس آیا اور حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرّہٗ کا فرمان چچا صاحب کو سُنایا۔

اگلے روز میں نے سامان باندھ کر رکھ دیا اور دکان پر چلا گیا۔ شام سہ پہر دُکان پر بذریعہ تار اطلاع ہوئی کہ دفتر پہنچ کر یونٹ نمبر ۳ میں ملازمت پر حاضر ہو جاؤ۔ چچا صاحب کو تار پڑھ کر سُنایا وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور تار حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرّہٗ کی خدمت میں جا کر پیش کرو۔ یہ لو پیسے مٹھائی لیتے جانا چونکہ بزرگوں کی خدمت میں خالی ہاتھ جانا درست نہیں۔ میں نے تار اور مٹھائی لے جا کر پیش کی۔ آپ نے فاتحہ کی اور دُعا فرمائی۔

میں گھر واپس آیا اور شب میں دفتر کے لیے روانہ ہوگیا۔ صبح کو وہ مری پہنچ کر دفتر میں حاضری دی۔ اس طرح آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ توبہ قبول ہوئی اور دوبارہ ملازمت عطا ہوئی ۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

میں پہلے حضرت حاجی مولانا بشیر احمد شاہ صاحب بریلوی کا مُرید تھا۔ تقریباً ایک ماہ بعد دفتر سے رخصت لے کر دربار شریف حاضر ہُوا اور آپ کے دست مبارک پر تجدید بیعت کی سعادت سے فیضیاب ہُوا۔

زیارتِ رسول اکرمؐ: مکرمی بھائی سیّد شہاب الدّین شاہ صاحب نے بیان کیا کہ وہ مُرید ہونے کے تقریباً چھ ماہ بعد جمعہ کی شب بعد نمازِ عشاء اللہ اللہ کرتے ہوئے سو گئے۔ عالمِ رویا میں دیکھا کہ ایک مسجد ہے لوگ نماز پڑھ کر نکل رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ تیزی سے مسجد میں داخل ہوئے، دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ آپ نماز پڑھ کر جنت البقیع تشریف لے گئے ہیں۔ کچھ دیر بعد آپؐ مغرب کی جانب سے مسجد میں داخل ہوئے۔ وہ آگے بڑھے اور مصافحہ کی سعادت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ مسجد کے صحن میں تشریف فرما ہوئے۔ وہ بھی دو زانو بیٹھ گئے اور دیدار سے مشرّف ہوتے رہے۔

بعد ازاں حضورؐ قیام گاہ کے ایک حجرہ میں تشریف لے گئے۔ وہ عشاء کے وقت تک اِنتظار کرتے رہے۔ پھر معلوم ہوا کہ آپؐ وضو فرما رہے ہیں۔ اسی اثناء میں ان کی آنکھ کُھل گئی۔ صبح ہو چکی تھی۔ وضو کیا نمازِ فجر ادا کی۔ خداوند کریم کا شُکر ادا کیا۔ حضورؐ کی اتباع کی توفیق اور پیر و مُرشد کی نظرِ التفات قائم و دائم رہنے کی دُعا کی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پوشیدہ سوالات کے جوابات: مُرید ہونے کے تقریباً ۶ ماہ بعد ان کا تبادلہ لاہور سے واہ فیکٹری میں ہوگیا۔ انہوں نے مُرید ہونے کے بعد جو خواب دیکھے تھے۔ حضرت قبلہؒ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیے۔ دو سوال بھی لکھ کر لے گئے تھے۔ ایک یہ کہ کسی بزرگ کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوں۔ دوسرا یہ کہ مزید ورد و وظائف بتلائے جائیں۔ سوالات پیش کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ آپ نے تلقین فرمائی کہ کسی دوسرے بزرگ کے پاس اپنے شیخ کو خیال میں رکھ کر جانا چاہئے اور دوسری یہ کہ جو تعلیم دی گئی ہے وہی سب کچھ ہے۔ ابتداء تا انتہا وہی ہے۔

آپ کی دعا سے اولاد عطا ہوئی: بھائی سید شہاب الدین صاحب کی دوسری بیوی سے شادی کے بارہ سال بعد تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ڈاکٹرنیوں نے لکھ کر دے دیا کہ وہ بانجھ ہیں ان کے اولاد نہیں ہوگی۔ حضرت قبلہ عالم کی خدمتِ اقدس میں دعا کے لیے پیش کیا گیا۔ آپ کی دُعا سے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا تولد ہوئے جو ہنوز زندہ ہیں۔

زبان کُھل گئی، کلمہ شریف پڑھا گیا: برادر موصوف نے مزید بیان کیا کہ وہ اپنی والدہ صاحبہ کو مرید کرانے کے بعد ان کی عقیدت کی پختگی اور محبت میں اضافے کے لیے اکثر حضرت قبلہ عالمؒ کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ ان کو یہ بھی باور کرایا گیا تھا کہ شیخ مُرید کو مرتے وقت کلمہ پڑھا دیتے ہیں۔ یہ سُن کر حیرت میں تھیں انتقال سے چند روز قبل ان کی زبان بند ہوگئی۔ ایک روز جب وہ دفتر سے واپس آئے تو رازدارانہ انداز میں انہوں نے ان کو اپنے قریب بلایا اور کہا کہ ایک بات کہوں یہ کہتے کہتے خاموش ہوگئیں۔ ان کے اِصرار پر بولیں ''آج حضرت صاحب قبلہ تشریف لائے تھے، میری زبان کُھل گئی اور کلمہ شریف پڑھا گئے۔ بعدۂ مرتے دم تک کلمہ شریف کا وِرد جاری رہا، عیادت کے لیے آنے والوں کو بھی سُناتی رہیں اور

اسی حالت میں تین دن کے بعد وصال فرما گئیں۔

اعلانِ خلافت واجازت: خادم کی خلافت کا اعلان کراچی غریب خانہ پر مکرمی و معظمی حضرت شاہ محمد عبدالرؤف صاحب قدس سرہٗ سجادہ نشین کے ذریعے کرایا گیا یہ خاص التفات تھا ورنہ خلافتوں کے اعلانات عرس کے مواقع پر دربار شریف ہی میں ہونے کا دستور تھا۔ اس ذمہ داری کے سنبھالنے سے معذوری کے اظہار پر آپ نے فرمایا "حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے حکم کی تعمیل میں اعلان تو ضرور ہوگا تم اس ذمہ داری کو پورا کرو یا نہ کرو۔" محترم ماموں حضرت شاہ منشی بشیر احمدؒ صاحب شہید خلیفہ مجاز دربار شریف بھی اس موقع پر موجود تھے ان سے رجوع کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ عرض کر چکے ہیں لیکن انہیں بھی یہی جواب ملا۔ اہلیہ بھی یہ سن کر بہت پریشان ہوئیں۔ انہیں بھی حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ نے یہی سمجھایا کہ اعلان تو ضرور ہوگا البتہ یہ اجازت ہوگی کہ تم لوگوں کو تنہا چھوڑ کر یہ باہر تبلیغ کے لیے نہ جائیں لیکن جو افراد مکان پر حاضر ہو کر داخلہ سلسلہ ہونا چاہیں انہیں تو بیعت کریں۔

اعلان کے بعد مایوسی کی حالت میں ایک عریضہ حضرت قبلہ والد صاحب مدظلہٗ کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیا کہ آپ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں پیش کریں کہ یہ ذمہ داری مجھ پر نہ ڈالی جائے آپ نے جواباً تحریر فرمایا "میں تمہاری تائی امی اور چچی مرحومہ جب تمہارے چچا شاہ مولوی علیم الدین خاں صاحب خلیفہ مجاز کے ہمراہ نصیر آباد شریف دربارِ عالی میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے تم بھی ہمراہ تھے۔ اس وقت تمہاری عمر ۴ سال تھی۔ مولوی صاحب نے تمہیں بھی غلامی میں قبول فرمائے جانے کے لیے پیش کیا۔ حضرت قبلہ عالم روحی فداہٗ نے تمہارے سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا "اس کی کیوں فکر

کرتے ہو یہ تو خود پیر ہے۔'' حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیۡز نے جو کچھ تقریباً ۳۶ سال قبل فرمایا تھا اس کا اظہار اب ہوا جب کہ تمہاری عمر ۴۰ سال کی ہوئی ہے۔ آپ کے فرمان کے پیشِ نظر یہ ذمہ داری تو تم پر پڑنی تھی۔ یہ تمہیں اٹھانی ہوگی۔ میری ہمّت تو پیش کرنے کی نہیں۔

تعلیم و تربیت کی توثیق: حضرت مخدومی مولانا سید مخصوص الرحمٰن شاہ صاحب عرف حضرت طٰہٰ میاں صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ سجّادہ نشین قبلہ و کعبہ دادا حضرت فخر العارفین قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیۡز نے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے تشریف لے جاتے ہوئے کراچی میں محترم حضرت ضیاء صدیقی شاہ صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ قیام کے دوران آپ سے پیر و مرشد قبلہ و کعبہ حضرت تاج الاولیاء قدس سرہ کے اہلِ سلسلہ کی تعلیم و تربیت کے متعلق شکایات ہوئیں کہ ذکر شریف بدل گیا ہے اور ٹوپی تبدیل ہوگئی ہے خلافتوں پر بھی اعتراض ہوا کہ زیادہ عطا ہوئی ہیں۔ ان تبدیلیوں کو سلسلہ عالیہ سے قطع تعلق ہونے کا سبب قرار دیا گیا۔ اس کا اظہار ہمارے کچھ برادرانِ طریقت خلفا صاحبان سے بھی کیا گیا۔ ان حضرات نے اس کی اطلاع محترم و معظم حضرت شاہ محمد عبدالرؤف صاحب مدظلہٗ سجّادہ نشین کو دی۔ آپ نے خادم کو مطلع فرمایا'' کچھ برادرانِ طریقت سے ان شکایات کی اطلاع ملی ہے۔ تم حضرت سجّادہ نشین صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مفصّل معلومات حاصل کرو اور اگر ضروری ہو تو مجھے مطلع کرو تا کہ میں بھی حاضر ہو جاؤں۔ اس سے قبل جب میں نے حاضری دی تھی تم بھی ہمراہ تھے تو آپ بہت خوش ہوئے تھے اور کسی شکایت کا اظہار نہیں فرمایا۔''

حضرت سجّادہ نشین صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کی نشست روزانہ شب میں بعد نمازِ عشاء ہوتی تھی۔ خادم بلا ناغہ حاضری سے مشرّف ہوتا تھا لیکن ان شکایات کا علم

نہیں ہوا۔ حکم نامہ ملنے کے اگلے روز صبح کو حاضری کے لیے پہنچا۔ جیسے ہی کمرہ انتظار میں داخل ہوا اندر کے دروازے سے آپ تشریف لے آئے۔ دست بوسی کی سعادت سے سرفراز ہوا۔ آپ نے فرمایا ''جمیل میاں اس وقت کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا حضور تخلیہ میں کچھ عرض کرنے کی استدعا ہے۔ فرمایا'' اچھا آؤ اوپر کمرہ میں جہاں آپ کی نشست ہوتی تھی تشریف فرما ہوئے۔ میں نے عرض کیا ''حضور آپ سے شکایات کی گئی ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد روحی فداہٗ کے اہلِ سلسلہ کا ذکر شریف بدل گیا ہے ٹوپی تبدیل ہوگئی ہے اور خلافتیں زیادہ عطا ہوئی ہیں لہٰذا ان کا سلسلۂ عالیہ سے تعلق ختم ہوگیا ہے۔''

قبلہ و کعبہ حضرت دادا شاہ نبی رضا خاں صاحب قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز کے وابستگان کی زندگی کا بیشتر حصہ آپ کی اتباع میں اسی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے گزرا ہے۔ آپؒ کے خلیفہ اعظم حضرت تاج الاولیا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے خصوصاً بے حد تن دہی اور جانفشانی سے سلسلۂ عالیہ کی بے مثال اشاعت کی سعادت حاصل کی ہے۔ اب اگر اس طرح انہیں علیحدہ سمجھا گیا اور انہیں کسی دوسرے سلسلے کے بزرگوں کی طرف رجوع کرنے کے لیے مجبور کیا گیا تو اس میں تو ہمارے حضرات بزرگانِ عظام ہی کی سُبکی ہے۔ لہٰذا اگر ہم لوگ غلطی پر ہیں تو ہماری اصلاح فرمائی جائے۔

<u>سلسلۂ عالیہ کے اذکار:</u> سیرت فخر العافین کے مطابق ذکر نفی و ثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو ذکر نفی اثبات کہتے ہیں جس کے چار طریقے ہیں۔

(۱) ذکر قادریہ جلی (۲) ذکر ضرب خفی یا ذکر چار ضربی خفی

(۳) ذکر پاس انفاس خفی (۴) ذکر جس دم خفی

قبلہ و کعبہ حضرت دادا شاہ نبی رضا خاں صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ذکر نفی اثبات پاس انفاس خفی طریقہ کے بجائے چار ضربی خفی طریقہ سے جاری فرمایا۔ یہ

طریقہ آپ کو حضرت سیدنا امیر ابوالعلاؒ نے عطا فرمایا جن کو یہ طریقہ حضرت خواجہ غریب نواز سُلطان الہند قدس سرہ العزیز نے تلقین فرمایا تھا۔ حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے خادم سے ذکر شریف کرا کے دیکھا اور فرمایا کہ تم تو ذکر ٹھیک کرتے ہو پنج گوشیہ کے بجائے چہار گوشیہ ٹوپی کا استعمال شروع ہوا۔ چہار گوشیہ ٹوپی ایک عقیدتمند نے حضرت دادا صاحب قبلہ قدس سرہٗ کو پیش کی تھی۔ آپؒ نے اس کو قبول و استعمال فرمایا اس قسم کی ٹوپی آپؒ کی اتباع میں استعمال ہوتی ہے۔ اوپر حضرات بزرگانِ عظام نے مختلف انواع و اقسام کی ٹوپیاں استعمال فرمائی ہیں۔ ٹوپی کی تبدیلی سے کسی بزرگ کی نسبت متاثر نہیں ہوئی اور نہ سلسلہ سے علیحدگی ہوئی۔

حضرت مولانا سیّد حکیم سکندر شاہ صاحب قدس سرہٗ نے سیرت فخر العافین میں حضرت دادا صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے تذکرہ میں تحریر فرمایا ہے "برادر محترم جناب خان صاحب کے انتقال کی خبر آنے کے بعد حضرت قبلہ روحی فداہٗ نے ارشاد فرمایا کہ خاں صاحب کامیاب ہوئے (سُبحان اللہ) اور محترم و مُعظم حضرت ماسٹر سید رحمت علی شاہ صاحب مدظلہٗ کے تذکرہ میں پنج گوشیہ ٹوپی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ روحی فداہٗ نے فرمایا "ہم جب تمہارے سر پر ترکی ٹوپی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سر میں گرمی محسوس ہوتی ہوگی۔ تم بھی اگر ہو سکے تو یہی ٹوپی پہن لیا کرو۔ میرا کوئی قطعی حکم نہیں بلکہ اجازت دیتا ہوں۔"

قبلہ و کعبہ پیر و مرشد حضرت تاج الاولیاء قدس سرہٗ نے سلسلۂ عالیہ کی نمایاں اور بے نظیر اشاعت فرمائی ہے۔ آپ کا سلسلہ بہت وسیع اور مریدوں کی تعداد کثیر ہے اسی وجہ سے خلفاء کی تعداد بھی زیادہ ہے۔

مندرجہ بالا معروضات سے آپ مطمئن ہو گئے سب شکایات دور ہو گئیں

اور بعدازاں کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں حضرت داداصاحب قبلہ مدظلہٗ نے جس نوازش نامہ کے ذریعے پیرومرشد حضرت تاج الاولیاء قُدُسَ سِرّہٗ کو خلافت واجازت عطا فرمائی اس میں اہلِ سلسلہ کو حکم دِیا "ہمارے مُریدان سلسلہ کو واضح ہو کہ وہ بجائے ہمارے عبدالشکور سے تعلیم حاصل کریں۔ جو کچھ دریافت کرنا ہو ان سے دریافت کریں، مجھ میں اور ان میں کچھ فرق نہ سمجھیں۔"

حضرت تاج الاولیا قُدُسَ سِرّہٗ کی صحت مبارک

ابتداء ہی سے آپ نے شدید ریاضتیں اور مجاہدے اختیار فرمائے۔ نصیر آباد شریف کے قیام کا زمانہ آپ کے واسطے نہایت عسرت کا زمانہ تھا کبھی ایک وقت کھانا میسّر آتا کبھی تین چار روز متواتر فاقے رہتے، مہمانوں اور طالبانِ حق کا ہمہ وقت ہجوم رہتا۔ شب و روز تبلیغی نشستیں جاری رہتیں۔ نہ دن کو چین نہ شب میں آرام ملتا۔ ان وجوہات سے صحت مبارک بری طرح متاثر ہوئی۔

بظاہر خرابی صحت کی بنا پر وہاں سے آپ نے نقل مکانی فرمائی اور بتائیدِ غیبی سکندر آباد ضلع بلند شہر یوپی میں سکونت اختیار فرمائی۔ یہ بھی اہلِ حدیث کا گڑھ سمجھا جاتا تھا لیکن چند ہی ایام میں آپ نے تبلیغ دین اور اشاعتِ طریقت میں نہایت جانفشانی اور سرگرمی سے کام لے کر یہاں بھی ایک عظیم انقلاب برپا کردیا اور سکندر آباد کو محبت کا مرجع و مرکز بنا دیا۔ تقسیم ہند کے وقت مسلمانوں کی مظلومی اور پاکستان ہجرت کے دوران راستوں میں مارا جانا وغیرہ ایسے واقعات تھے جن کا آپ کی صحت مبارک پر بہت بُرا اثر پڑا۔

کم خوردن اور کم خفتن آپ کا خاص معمول رہا۔ اخیر عمر کے تیس سال تو آپ قطعاً نہیں سوئے اور کھانا بھی برائے نام تناول فرماتے۔ جسد مبارک میں

خون کی انتہائی کمی ہوگئی اور اکثر معالجین خون کی اس قدر کمی کو محسوس کر کے آپ کے زندہ رہنے پر حیرت کا اظہار کرتے۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر ضیاء اللہ خاں نے دوران تشخیص خدمتِ اقدس میں عرض کیا "حضرت! آپ کے جسم اطہر میں خون کی اس قدر کمی ہے کہ زندہ رہنا ممکن نہیں۔ آپ کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ خدا جانے کہ آپ زندہ کیسے ہیں؟" جواباً ارشاد فرمایا "میرا زندہ رہنا میرے حضرات بزرگانِ سلسلہ کا فیض اور تصرف ہے۔"

دورانِ تشخیص جب ڈاکٹر صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ آپ تیس سال سے نہیں سوئے اور غفلت تک بھی نہیں ہوتی تو ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی چونکہ فطرتاً صحت انسانی کے لیے نیند نہایت ضروری اور مفید چیز ہے۔ رُوحانیت کا اس قدر بلند و بالا مقام جہاں نیند کی کوئی اہمیت باقی نہ رہی ہو ڈاکٹر صاحب سمجھنے سے قاصر تھے۔

فالج کا حملہ: آپؒ کی یوں تو زندگی کا بیشتر حصہ بیماریوں ہی میں گزرا اور اس طرح اکابرین اولیائے کرام کی سنّت ادا ہوتی رہی۔ لیکن رمضان المبارک ۱۳۷۰ ہجری میں جسدِ پاک کے بائیں حصہ پر فالج گرا جس سے آپ کی صحت مبارک انتہائی تشویشناک صورت اختیار کر گئی۔ پاکستان بھر کے بہترین ڈاکٹر اور حکماء نے جن میں ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش، ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ خاں اور ڈاکٹر عون محمد خاں، حکیم نیّر واسطی، حکیم پیر فتح شاہ اور حکیم سیّد صغیر الحسن شاہ زیبا ناروی شکوری وغیرہ شامل تھے۔ علاج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

عارضۂ ہچکی: ۱۹۵۱ء میں حکماء کے مشورہ پر تبدیلی آب و ہوا کے لیے کوٹ سُلطان ضلع مظفر گڑھ کا سفر اختیار فرمایا۔ وہاں تقریباً ایک ماہ قیام کے بعد ملتان تشریف لے آئے جہاں شدّت ہچکی کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ بہت دن تک مسلسل ہچکی کا مرض

رہا۔ دوامی دورۂ ہچکی سے غذا تو درکنار آپ کا آرام و چین بھی بالکل جاتا رہا۔ ہمہ وقت گاؤ تکیہ پر سر بسجود رہتے۔ آخر ایک معمولی طبیب کے علاج سے عارضہ ہچکی تو رفع ہو گیا لیکن آپ کی صحت مبارک نہایت کمزور ہو گئی۔ ٹھنڈی اور گرم دواؤں کے استعمال کا اثر خون کی انتہائی کمی اور جسمانی نظام صحت کے فقدان کے سبب تھوڑی تھوڑی دیر میں کیفیت تبدیل ہوتی رہتی۔ آپؒ کی طبعی حالت اور نا معلوم الکیفیات امراض کے سبب معالجین بھی نہایت حیران اور پریشان رہتے۔

استغراق: آپ پہلے بھی اکثر استغراق میں رہتے لیکن وصال شریف سے چند سال قبل سے تو سراپا محوّیت و استغراق رہتے اور ہمہ وقت مشاہدۂ انوار و تجلّیات میں مستغرق رہتے۔ وجود مسعود تسلیم و رضا کا پیکر بن چکا تھا جو کہ سراپا محبوبیت و معصومیت کا مجسمہ معلوم ہوتا تھا۔ معمول کے مطابق سانس کے ذریعے ذکر حق بھی ہر وقت جاری رہتا۔ بیٹھنے کا انداز دیکھ کر آپ کے معاصرین بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ آپ ہمہ وقت دیدار ذاتِ پاک میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ کے بیٹھنے کا انداز بھی لفظ ''اللہ'' سے مشابہ ہے اور اسی حقیقت کا مظہر ہے کہ آپ ذات حق میں مکمل طور پر فنا ہو کر مقامِ بقا حاصل کر چکے ہیں۔ لکھنؤ میں ایک بزرگ نے آپؒ کے وصال شریف کی خبر سُن کر فرمایا کہ مادیت ختم ہو چکی تھی اور گزشتہ پانچ سال سے آپ صرف رُوحانیت پر زندہ تھے اور ابھی اگر آپ چاہتے تو اور زندہ رہ سکتے تھے۔

آپ نے وصال شریف سے کچھ دن قبل قدرے سکوت اختیار فرمایا لیا تھا لیکن انتہائی ضعیفی اور علالت کے باوجود آپ کی قوتِ سماعت اور بصارت اور فہم و فراست آخر وقت تک بالکل صحیح و سلامت رہیں باوجودیکہ یہ آثار محبوبیت آپ کے جسم اطہر سے نمایاں طور پر محسوس ہوتے تھے مگر طلب صادق اور عشق و محبت

ہمیشہ ترقّی پذیر ہی رہی۔ بحر فیوضات و برکات کی تشنہ لبی اور عالی ظرفی و راحت قلبی کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔

وصال شریف: آپ کی طبیعت مبارک لمحہ بہ لمحہ نازک صورت اختیار کرتی چلی گئی۔ آخر کار ۱۰ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ کا دن آ پہنچا۔ آپؒ نے نہایت کمزوری اور ناتوانی کے باوجود عیدالاضحیٰ کی نماز احاطۂ خانقاہ میں ادا فرمائی۔ آپؒ نہایت شاداں و فرحاں نظر آ رہے تھے۔

یقیناً دنیا کا ہر نفس فنا پذیر ہے۔ دولتِ بقا ان نفوس قدسیہ ہی کو ملتی ہے جن کی ہستی کی موج خدائے واجب الوجود کے بحرِ بیکراں میں فنا ہو جاتی ہے۔ جس طرح قطرہ دریا میں مل کر دریا ہو جاتا ہے۔ خاصانِ خداؒ بحرِ وحدت کی وہ آب دار اور تابناک موجیں ہیں جو حیؒ و قیّوم کے دائم الوجود میں مل کر ہمیشہ باقی رہیں گی۔

آہ! فیوض اور برکات کا یہ سرچشمہ اور رشد و ہدایت کا یہ آفتاب بتاریخ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ ہجری مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء بروز یکشنبہ بوقت شام سات بج کر تیس منٹ پر غروب ہو گیا اور عید قرباں کی تمام مسرّتیں شام غریباں میں تبدیل ہو گئیں مگر درحقیقت آپ واصل باللہؒ ہو چکے تھے۔

عجیب واقعہ: تعزیت کے لیے آنے والوں کا بے پناہ ہجوم دیکھ کر یہ طے کیا گیا کہ آستانہ عالیہ پر رہائشی مکان کا صدر دروازہ بند کر لیا جائے ایسا نہ ہو کہ غسل دینے کے وقت کثیر تعداد میں لوگ والہانہ طور پر اندر آ جائیں صرف چار پانچ سلسلۂ عالیہ کے مقتدر نفوس اندر خانہ رہے۔ ان نفوس میں ایک اور صاحب اچانک نظر آئے جنہیں یہ لوگ جانے پہچانتے نہ تھے۔ وہ دراز قد سرخ ریش اور ادھیڑ عمر کے تھے اور غسل دینے میں شامل رہے، عالم ان کا یہ رہا کہ غسل دینے کے ہر عمل میں پیش پیش رہے۔ ہر کام بہ تعجیل اس طرح انجام دیتے کہ سب لوگ دیکھتے کے

دیکھتے رہ جاتے۔ تکفین کے عمل تک موجود رہے اور پھر صدر دروازہ کھلنے پر اس طرح غائب ہوئے کہ آنے کی طرح ان کا جانا بھی کسی کو معلوم نہ ہوسکا۔ یہ معمہ آج تک حل نہ ہوسکا کہ آخر یہ بزرگ تھے کون صاحب "واللہ اعلم"۔

اہلیانِ جیون ہانہ کی آرزو: اہالیانِ جیون ہانہ کی استدعا پر آپ کے جنازہ کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ کر بہت سے لوگوں نے آپؒ کے جنازہ کو کاندھا دینے کی سعادت حاصل کی اور قصبہ بھر میں آپ کا جنازہ اٹھا کر پھیرا لگایا گیا اور عاشقانِ جمالِ جہانگیری اپنے محبوب کے آخری دیدار سے مشرّف ہوئے۔ اس طرح کمزور و ضعیف لوگوں اور مستورات نے بھی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

نمازِ جنازہ: خانقاہ شریف کی حدود میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امام المفسرین حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور صدر جمعیت العلما پاکستان نے امامت فرمائی۔ شمار کیا گیا کہ خانقاہ شریف کی طویل حدود سے باہر تک انیس صفیں قائم ہوئیں اور ہر صف تقریباً ڈھائی تین سو افراد پر مشتمل تھی۔ نماز جنازہ کے بعد خانقاہ شریف میں ہی آپؒ کے پسند فرمائے ہوئے مقام پر تدفین ہوئی۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک معروف بستی جیون ہانہ گارڈن ٹاؤن فیروز پور روڈ لاہور میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ ابتدأً ہر روز بعد اور بعدہٗ ہر جمعرات کو بعد نماز مغرب نعت خوانی اور صلوٰۃ وسلام کے بعد آپؒ کے حضور یہ سلام پیش کیا جاتا تھا۔ بعد ازیں فاتحہ خوانی معمول رہا۔

سلام

دو عالم کے پیارے سلامٌ علیکم
رضاؒ کے دلارے سلامٌ علیکم

شکوری تجلّی جو تاروں نے دیکھی
فلک سے پکارے سلامٌ علیکم

کرم ہو کرم یا شکورؒ اب کرم ہو
مکرّم ہمارے سلامٌ علیکم

تمہیں ہو تمہیں ہو سہارا ہمارا
ہمارے سہارے سلامٌ علیکم

بھکاری تجلّی کے سب منتظر ہیں
عطا ہوں نظارے سلامٌ علیکم

کرم کے اشاروں کی حسرت ہے سب کو
ذرا ہوں اشارے سلامٌ علیکم

خدائی میں توحید و قرآن کے حامی
محمدؐ کے پیارے سلامٌ علیکم

حضوری میں جتنے بھی حاضر ہیں زیبا
کہیں مل کے سارے سلامٌ علیکم

(زیبا ناروی)

دیگر

اکثر اوقات حسب ذیل سلام بھی پیش کیا جاتا ہے۔

السّلام اے باصفا و باخداؒ
السّلام اے جاں نثارِ مصطفیٰ ﷺ
السّلام اے رتبہ دانِ چار یارؓ
السّلام اے راہِ حق کے شہ سوار
السّلام اے تابعِ فرمانِ حق
السّلام اے واقفِ عرفانِ حق
السّلام اے باشریعت باخبر
السّلام اے باطریقت بانظر
السّلام اے پیروِ حکمِ نبیؐ
السّلام اے آشنائے ہر ولیؒ
السّلام اے قادری چشتی حسیں
السّلام اے جلوہ اسرارِ دیں
السّلام اے جذبِ رنگ بو العلاؒ
السّلام اے منعمی حُسنِ ادا
السّلام اے از جہانگیری جمال
السّلام اے باکمال و خوش مقال
السّلام اے ذوق بخشِ حُسنِ ذوق
السّلام اے حاصلِ صد ذوق و شوق

السّلام اے جوش موجِ معرفت
السّلام اے شرح اوجِ معرفت
السّلام اے روح بزمِ عاشقاں
السّلام اے سالکِ روشن بیاں
السّلام اے ہم فقیروں کے رئیس
السّلام اے ہم غریبوں کے انیس
السّلام اے مرکزِ جذب و سرور
السّلام اے سیّدی و مُرشدی عبدالشکورؒ
السّلام اے مُرشدِ ما السّلام
السّلام اے جانِ زیبا السّلام

تاریخی قطعات

تاریخ وفات کے لیے اکثر شعرائے کرام نے طبع آزمائی۔ ان میں سے جو تاریخی قطعات موصول ہو سکے۔ درج ذیل ہیں۔

۱۔ سید ولایت حسین آفتاب اکبر آبادی:

وہ جانشین جناب رضاؒ حضور شکورؒ — امام اہلِ یقیں تاجِ اولیائے زمیں
وہ صاحبِ باطن وصوفی ضمیر صاحبِ دل — وہ ایک مردِ حق آگاہ رازِ حق کا امیں
اُس نے درس فنافی الوجود دے کے ہمیں — بتا دیا کہ یہ ہیں راز ہائے چرخ بریں
نمازِ عید اشاروں سے پڑھ کے عید کے دن — بوقتِ شام ہوا عازمِ بہشتِ بریں
نثار شمع پہ ہوتے ہیں جیسے پروانے — ہیں لوگ اس کے جنازہ پہ صورتِ پرویں
وصال پا کے نہاں زیرِ خاک ہوتا ہے — سنِ وفات لکھیں اس کا مہر و ماہِ مبیں

وہ انعکاس شعاعِ رضاؒ کہ مرکزِ جود
۱۹۵۵ء
وہ آفتابِ ہدایت نما چراغِ یقیں
۱۳۷۴ھ

۲۔ میر رومی لکھنوی قاتلی شکوری قادری کراچی

اے شمع بزمِ کون و مکاں تاج الاولیاؒ — فخرِ زمین و فخرِ زماں تاج الاولیاؒ
اے صدا بہار گلشنِ فردوسِ قادریؒ — ہیں بو العلاؒ کے سرورداں تاج الاولیاؒ
سلطانِ سالکینِ ہو سلطانِ عارفین — ہو اہلِ معرفت کا نشان تاج الاولیاؒ
ذی جاہ وذی جلالت ذی شان وذی شرف — صورت سے نُورِ غوثؒ عیاں تاج الاولیاؒ
سالِ وصال رُومیؔ یہ ہاتف نے کہہ دیا — شاہِ شکورؒ شاہِ جہاں تاج الاولیاؒ

۱۳۷۴

۳۔ابراہیم راحت دہرہ دونی

جانشیں شاہِ رضاؒ کے بالیقیں — خلق میں مشہور تھے نزدیک و دُور
تم لکھو راحت یہ تاریخِ وصال — قطبِ عالم تھے میاں عبدالشکورؒ

۱۳۷۴ھ

۳۔سہیلؔ شکور

پیرِ کامل ، ماہ تابانِ رضاؒ — وہ درخشاں مہر عرفانِ رضاؒ
آسمانِ معرفت کا آفتاب — خلد میں ہے آج مہمانِ رضاؒ
راہِ تسلیم و رضا کا ماہتاب — ساقی میخانۂ عرفانِ رضاؒ
پیرِ کامل، پیر کی شب چل بسا — پیکرِ عہدو وفا جانِ رضاؒ
دسویں ذوالحجہ کو بوقتِ عین شام — چھپ گیا خورشید تابانِ رضا
عیدِ قرباں ہائے یہ کیسا اَلم — ماتمی ہے آج ایوانِ رضاؒ

سالِ غم آغوشِ رحمت ہے سہیلؔ

۱۹۵۵ء

خلد میں ہے آج مہمانِ رضاؒ

۱۳۷۴ھجری

حکیم شیفتہ کان پوری:

طالب الواصلین کا روضہ — سیّد السالکین کا روضہ
چشمۂ فیض کا ہے سرچشمہ — اکمل الکاملین کا روضہ
رہبر راہِ منزلِ عرفان — سیّد العارفین کا روضہ
بن گیا جلوہ گاہِ شاہِ رضاؒ — عارفِ حق نشین کا روضہ
ہاں یہ ہے حضرتِ شکوریؒ میں — ہے یہی شمع دین کا روضہ
شیفتہؔ کوئی بھول سکتا ہے — راحت العاشقین کا روضہ

بر سرِ فرش مظہرِ برکات
قُطب العارفین کا روضہ

۱۳۷۴ھ

۵۔ غیاث الدّین شیدؔا جہانگیری نصیر آبادی

وہ تاج الاولیاؒ شاہِ ولایت نیّرِ تاباں
شہ عبدالشکورؒ اک پیرِ کامل حاصلِ عرفاں

جسے روحانیت میں اک مقامِ خاص حاصل تھا
جو ہر ساعت خداؑ کی رحمتوں کے ساتھ واصل تھا

وہ جس کے رات دن تبلیغ دینِ حق میں گزرے ہیں
وہ جس کی شان کے افلاک پر اُڑتے پھریرے ہیں

وہ جس کو ہر قدم پر پاس تھا دینِ شریعت کا
وہ جس پر منکشف تھا راز سربستہ طریقت کا

وہ جس نے گلستانِ بوالعلاؒ کی آبیاری کی
وہ جس نے پھر سے کردی یاد تازہ دورِ ماضی کی

وہ جس نے میکشوں کو بخش دی کیفیتِ عرفاں
وہ جس نے آدمیت کو عطا کی دولتِ ایماں

وہ جس کے فیض روحانی سے اِک عرفانیت پھیلی
وہ جس سے ہند و پاکستان میں روحانیت پھیلی

وہ انسانِ مکمل پیکر صدق و صفا شیدؔا
کہ جس کو دیکھ کر دل میں سرور و کیف ہو پیدا

وہ تھا ذی الحجّہ کی دس تاریخ کو بے چین خلوت میں
خداؑ نے اس کو فوراً لے لیا آغوشِ رحمت میں

۱۹۵۵ء

۶۔صدیق احمد لکھنوی:

بھوسہ منڈی امین آباد لکھنؤ

جن کے چہرے سے صفات ملکوتی ظاہر
جن کے جلوے تھے جمالِ احمدیؐ کی تصویر

جن کے عادات و خصائل تھے رضاکارانہ
جن کے اخلاق کی ملتی نہیں دُنیا میں نظیر

ہر قدم منزلِ وحدت کی حدوں تک محدود
ہرنظر زلف شریعت کے کرشموں میں اسیر

ہر نفس پیرِطریقت کی وَلا سے مملو
ہر صدا دل کی نوا سنج خیالاتِ منیر

ان کے اقوال کی قدروں کا تعیّن مشکل
ان کے افعالِ گرامی سے دو عالم تسخیر

ان کی نظروں کے اشاروں سے حقائق روشن
ان کے الفاظ حدیثوں کی مرصّع تفسیر

ان کے لمعات سے آئینہ گیتی پُر نُور
ان کے وجدان سے مسحور صغیر اور کبیر

سینکڑوں طالبِ عرفاں نے وہ دولت پائی
فیض سے جس کے درخشاں ہو انجمِ تقدیر

ان کا ہر نقشِ قدم آئینہ دار منزل
منہ سے نکلی ہوئی ہر بات تھی پتھّر کی لکیر

بے شمار ان کے مُریدوں میں ہیں ایسے انجم
بننے والے ہیں جو خورشیدِ فلک بدرِ مُنیر
ان کی دہلیز پہ دیوانے بھی فرزانے بھی
ان کے دربار میں یکساں ہیں امیر اور فقیر
ساغرِ وصل سے مشکور ہوئے عبدالشکورؒ
ان کو حاصل ہوا دیدار خداوندِ قدیر
ان کی بخشش کی دعا کوئی کرے یا نہ کرے
میرے ایقان میں جنّت ہے انہی کی جاگیر
ان کی رحلت کا تصوّر بھی گراں تھا صدّیق
کیوں نہ اس حادثۂ غم سے ہو دنیا دلگیر
آرزو ہے کہ اس طرح "رؤفِ نیّرؔ"
بزمِ ہستی میں رہیں با اثر و با توقیر
فکر تاریخ جو کی ھاتفِ غیبی نے کہا
چشمِ ظاہر سے نہاں ہوگئی روشن تحریر

۱۳۷۴ھ

۷۔ حضرت مولانا ضیاء القادری: بدایونی دامت برکاتہم کراچی

بامرِ خداؔ شاہ عبدالشکورؒ زِ آفاق چوں مائلِ خلد شُد
مَلک گفت سالِ وصالش ضیاء ولیٔ جہاں داخلِ خلد شُد

۱۳۷۴ھ

دیگر

محو ذاتِ کبریاؒ عبدالشکورؒ | جاں نثارِ مصطفیٰؐ عبدالشکورؒ
نو بہارِ چار یارؓ و پنجتنؓ | نونہالِ مرتضیٰؓ عبدالشکورؒ
رونقِ سجّادۂ اقلیمِ عشق | تاجدارِ اصفیاء عبدالشکورؒ
سرگروہِ مجلسِ اہلِ طریق | صدر بزمِ اولیاؒ عبدالشکورؒ
مردِ مومن زاہدِ شب زندہ دار | متقی و پارسا عبدالشکورؒ
بوالعلائیؒ و نظامیؒ، قادریؒ | شیخ اربابِ صفا عبدالشکورؒ
وادریغا عازمِ جنت ہوئے | دلبرِ خیرالوراؐ عبدالشکورؒ
ہیں مشائخ ان کے غم میں اشکبار | ہیں مُرتاج سے جدا عبدالشکورؒ
وقفِ غم اہلِ عقیدت ہیں تمام | چل بسے شاہِ ھُدا عبدالشکورؒ
ہے گزر اپنا وہاں تک اب محال | ہیں جہاں جلوہ نما عبدالشکورؒ
جنت الفردوس میں ہیں مہماں | ہیں حقائق آشنا عبدالشکورؒ

اے ضیاء مُردہ کی سالِ وصال
کہیے، مہمانِ خداؒ عبدالشکورؒ
۱۳۷۴ھ

پیرِ زماں قطبِ جہاں شیخِ ھُدا عبدالشکورؒ
سردارِ بزمِ اولیاء تھے دورِ حاضر میں حضور
ہوکر فنا فی الذّاتِ حق واصل اِلی اللہؒ ہوگئے
ہیں ان کے دردِ ہجر سے مغموم اربابِ شعور
کل ان کی ذاتِ پاک سے تھی اک خدائی فیض یاب
صد حیف آج ان کے لیے ہر قلب و دل ہے ناصبور
قربِ نبیؐ بعدِ فنا جنّت میں حاصل ہے اُنہیں
مرقد پہ ان کے سائباں ہے رحمتِ ربِّ غفور

مخدومِ حق آگاہ کی تاریخِ رحلت لکھ ضیاء
شیخ حبیب العارفین، مخدومنا عبدالشکورؒ

۱۹۵۵ ۱۳۷۴ھ

دیگر

شیخ عبدالشکورؒ چوں زِجہاں کرد رحلت بسوئے باغِ ارم
ہاتف از من ضیاءِ بِن وصلش گفت امیر المشائخِ عالم

۱۳۷۴ھ

دیگر

مائل بہ انقلاب ہے عہدِ کارواں کا حال
دُنیا سے اُٹھتے جاتے ہیں اخیارِ باکمال
خواجہ حسنؒ کی موت ہی کیا کم تھی حشر خیز
یہ دوسرا ہے حادثہ پُرغم و پُر ملال
عبدالشکورؒ شیخِ طریقت بھی چل بسے
ہے آپ کا بھی ہوش ربا سانحۂ وصال
تھے آپ اس زمانے کے سرتاجِ اصفیاء
اہلِ صفا میں آپ تھے اک پیرِ بے مثال
پروردگار آپ کو جنّت کرے نصیب
بے پردہ دیکھیں خُلد میں انوارِ ذُوالجلال

مرحوم کے وصال کی تاریخ لکھ ضیاء
عبدالشکورؒ پیرِ مکرم بزرگ سال

۱۳۷۴ھ

۸۔ سیف الرحمٰن فداء الملک: عرشی اجمیری شکوری از بمبئی

آج چاروں طرف اندھیرا ہے ہوگئی شمع معرفت خاموش
ساقیٔ میکدہ کی فرقت میں پیکرِ رنج و غم ہے ہر مے نوش
شاہ عبدالشکورؒ رہبرِ دیں مردِ حق آگاہ سالکِ باہوش
ہوگئے چشمِ ظاہری سے نہاں کیوں نہ اُٹھے دل سے صدائے خروش
دسویں ذوالحجہ تھی روز یک شنبہ جامِ وصلِ خداؐ کیا جب نوش
مظہر سالِ شمسی و قمری ہر طرف ہے یہی صدائے سروش

کہہ دو تاریخِ وصل اب عرشی

۱۹۵۵ء

مہرِ عرفانِ رب ہوا روپوش

۱۳۷۴ھ

۹۔ مولانا نشتر مقتدری: سکندر آبادی از کراچی

مسند نشینِ شاہِ رضاؒ کے وصال سے
آنکھیں ہیں اشک ریز تو دل ناصبور آج
دم سے نصیب ان کے تھا کل تک قرارِ دل
ہر روز فرطِ غم سے ہے یوم النشور آج
کل شام شمع بزمِ طریقت ہوئی وہ گل
پروانے سب ہیں خاک بسر قرب و دور آج
ہر سمت طالبانِ حقیقت ہیں تشنہ کام
مطلوبِ حق ہے اپنے خداؐ کے حضور آج
نشتر تھی فکر سال کہ ہاتف نے دی صدا
لکھ دے: مقام خُلد ہے جائے شکورؒ آج

۱۳۷۴ھ

دیگر

روئے پُرنور ، صفا قلب ، تبسم برلب
جب جہاں سے ہوئے رخصت باایں تصویر شکورؒ
بہرِ تاریخ محبت سے پکارا رضواں
باغِ فردوس ہے آجا تیری جاگیر شکورؒ

۱۳۷۴ھ

دیگر

دارِ فانی سے ہوئے رخصت شہِ عبدالشکورؒ
خون فشاں ہے ان کے غم میں آنکھ ہر اک دل حزیں
فکر تھی نشترؔ کہ لکھوں ان کی تاریخِ وصال
ہاتفِ غیبی نے دی آواز داغِ شاہِ دیں

۱۳۷۴ھ

دیگر

وہ عبدالشکورؒ عزیزِ رضا شاہؒ — جو تھے کل جہانِ طریقت پہ چھائے
لکھی ان کی نشترؔ نے تاریخِ رحلت — چراغِ طریقت بجھا آج ہائے

۱۹۵۵ء

دیگر

بسوئے فردوس جانشین شاہِ رضاؒ جو گئے جہاں سے — انہیں شہید رضائے حق یا حبیبِ غفورؒ کہہ دے
ہوئی جو یہ فکر مجھ کو نشترؔ کہ سال ترحیل ان کا لکھوں — ندا یہ ہاتف نے غیب سے دی ولیِ آخر شکورؒ کہہ دے

۱۳۷۴ھ

دیگر

وُہ عارفِ باللہؒ و محبوبِ جہانگیرؒ
جس ذات سے قائم تھیں طریقت کی روایات

وُہ شانِ شہنشاہِ رضاؒ جس سے تھی باقی
وُہ جس سے کہ حل ہوتی تھیں دُنیا کی مہمات

وُہ جس کا کہ اخلاق میں ثانی نہ تھا کوئی
وُہ جس کی کہ اخلاص میں ڈوبی ہوئی ہر بات

وُہ ذات جو مظہر تھی مسیحا نفسی کی
وُہ جس کی نگاہوں میں پلیں لاکھ کرامات

وُہ راہبرِ منزلِ حق خضرِ طریقت
وُہ دین کی اشاعت میں کٹے جس کے سب اوقات

وُہ انجمنِ عشق کی اک شمع منوّر
وُہ بارگاہِ حُسن میں عالی درجات

وُہ فیض سے جس کے ہوا سیراب زمانہ
وُہ جس کی ہیں دُنیا کی زبانوں پہ حکایات

وُہ چھوڑ گیا اپنے غلاموں کو خداؒ پر
وُہ لے گیا اپنے ساتھ فیوض و برکات

القصہ جو نشتر تھا فدا حُسنِ رضاؒ پر
میدانِ رضا میں ہوا قربانِ رضاؒ رات

۱۹۵۵ء

دیگر

جب گئے دنیائے فانی سے سوئے خلدِ بریں
جانشینِ حضرتِ شاہِ رضاؒ عبدالشکورؒ

عالمِ عرفانیت میں حشر برپا ہوگیا
بچھ گئی اقصائے عالم میں صفِ غم قرب و دور

عارفِ باللہؒ وہ ایک مردِ مومن حق شناس
ظاہر و باطن رہا جو اپنے خالق کے حضور

وہ کہ جس کے زہد کی ملتی نہیں کوئی مثال
وہ جسے حق سے ملا راہِ حقیقت کا شعور

فقر پر جس کے امارت کی جبیں خم ہوگئی
خاکساری پر فدا جس کی وجاہت کا غرور

خُلق شیوہ جس کا تسلیم و رضا جس کا شعار
جس کا دل دنیا میں رہ کر رسمِ دنیا سے نفور

جو توکّل کا دھنی جس کی ریاضت بے عدیل
جو ہر ساعت اسیرِ رحمتِ ربِّ غفور

جس کا ہر ایک سانس ذاکر حق نگر جس کی نظر
جس کی نظروں کا تماشہ سربسر یوم النشور

جس کے تھے جذبات صادق ایک مثالِ بے مثیل
جس کا بالا تر دماغ و عقل بے کیف و سرور

جس کے سینے میں رموزِ معرفت طوفاں بکف
جلوہ ہائے قدس کا آنکھوں میں جس کے حُسن و نور

جس کے لب کی جنبشوں میں سینکڑوں اعجاز تھے
جس کے رُخ سے سربسر حُسن حقیقت کا ظہور
جس کا ایک ایک لمحہ تھا ذکرِ خداؐ میں صرف و وقف
مشکلاتِ دہر میں دل جس کا ہر عالم صبور
طبع جس کی ملتفت تبلیغِ عالم کی طرف
مدح خواں جس کے ملائک قدسی و حور و قصور
ایک انسانِ مکمل جس کو کہیئے یہ وہ ذات
عالمِ حقّانیّت میں جس کو حد درجہ عبور
ایک نظر جس کی بنا دیتی تھی اہلِ معرفت
ہر ادا سے جس کی ہوجاتا تھا عرفان کا ظہور
جس کی ہر انسان کے حق میں تھیں دعائیں کارگر
ایک نظر میں جس کے ہوتی تھی کدورت دل سے دور
ایک عالم اس کے در سے فیضیاب و کامراں
جنبشِ ہر لب سے ہوجاتے تھے حل مشکل امور
صاف باطن، پاک طینت، نیک سیرت، خوش نظر
اس کے ہر ایک وصف سے ملتا تھا ایک کیف و سرور
جس کے میخانے کے میکش ہوش کے سرمایہ دار
جس کے شیشوں میں بھری رہتی تھی صہبائے طہور
جس کے دیوانے بیابانوں میں جنّت درکنار
جس کے مستانوں کے دل عشقِ خداؐ میں چُور چُور
وہ فیوض اس کے وہ اس کے لاتعُداد اوصاف آج

کس سے جا کر مانگ لائیں جب نہیں اتنا شعور

الغرض وہ ذاتِ اقدس حاملِ اسرارِ حق

مختصر یہ وہ عزیزِ خاطرِ ربِّ غفور

راہِ حق میں مٹ کے پائی اس نے عمرِ جاوداں

بار پایا اس نے آخر اپنے خالق کے حضور

فکر تھی تاریخ کی نشترؔ کہ ہاتف دفعتاً

بول اٹھا لکھ بھی دے "آغوشِ رحمت" بے قصور

۱۹۵۵ء

قمرؔ

شہِ عبدالشکور قدوۂ دین

رئیسِ قادریہ اہلِ چشت ہوئے

سنِ وصال کا مجھ کو ہوا جو خیال

ندا یہ آئی وہ داخلِ بہشت ہوئے

۱۳۷۴ھ

اعلیٰ حضرت تاج الاولیاء قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز کی صلبی اور معنوی اولاد۔

صلبی اولاد: آپؒ کے تین صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں ہوئیں۔ فرزندگان گرامی میں بڑے صاحبزادے حضرت حکیم علاؤ الدّین شاہ، منجھلے صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالستّار شاہ اور چھوٹے صاحبزادہ حضرت محمد عبدالرؤف شاہ، ۱۹۳۶ء میں بمقام نصیرآباد آپ نے اپنے ہر سہ صاحبزادگان کی خلافت واجازت کا اعلان فرمایا اور منجھلے صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالستار شاہ کے حق میں سجادہ نشینی کا اعلان بھی فرمایا۔

بڑے صاحبزادے حضرت حکیم علاؤ الدین شاہ نے حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کے زمانۂ علالت میں سلسلۂ رشد وہدایت اور تعلیم و تلقین جاری فرمایا اور نہایت تندہی سے تشنگانِ حق کی سیرابی فرمائی۔ تھوڑی ہی مدت میں سینکڑوں طالبانِ حق کو سلسلۂ عالیہ میں داخل فرما کر راہِ ہدایت پر گامزن فرمایا۔ بڑے صاحب کمال بزرگ ہوئے۔ بہت سے خلفا ہیں جو سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے موضع لکی نو تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور دربار شریف کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۷۰ء میں بعارضۂ فالج واصل باللہ ہوئے اپنے نواسہ عزیز گرامی میاں نظام الدّین شاہ کو سجادہ نشین اور ان کے والد میاں عبدالباری شاہ جو کہ آپ کے بھانجے بھی ہوتے تھے۔ دربار شریف کا نگراں نامزد فرمایا۔ آپ کے وصال شریف کے چند سال بعد ہی عبدالباری شاہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ میاں نظام الدّین شاہ سجّادہ نشین سلسلۂ عالیہ کی تبلیغ وترویج کما حقہٗ انجام دے رہے ہیں۔

منجھلے صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالستّار شاہ مرحوم و مغفور حضرت قبلہ کی

زندگی ہی میں واصلِ باللہ ہوگئے۔ آپ بغرض علاج بمبئی تشریف لے گئے تھے وہیں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپؒ نے نوعمری میں اپنی خداداد صلاحیتوں اور فہم و فراست سے اپنے اساتذہ وعلماء اور وابستگان سلسلۂ عالیہ کے دلوں میں ناقابلِ فراموش مقام پیدا کرلیا تھا۔ مرحُوم کی یہ خصوصیّت بھی قابلِ ذکر ہے کہ زمانۂ طالب علمی سے لے کر زندگی کے آخری لمحہ تک پردیس میں ہی رہے۔

آپ کو بچپن ہی سے شعرگوئی کا شوق تھا۔ نہایت شستہ اور مرصّع اشعار کہتے تھے۔ تیغؔ تخلص فرماتے۔ بڑے نیک اور صاحبِ مقام بزرگ ہوئے۔ زندگی بھر حضرت قبلہ قُدُّسَ سِرُّہٗ کی اجازت کے بغیر اور مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ زمانۂ حیات میں سلسلۂ عالیہ کی اشاعت نہیں ہوئی مگر بعد وصال آپؒ کے کمال کا چرچہ عام ہوا۔ دورِ حاضر میں بھی مسلم اور غیر مسلم عقیدتمند آپؒ کے آستانۂ پاک سے فیضیاب ہورہے ہیں۔

ماہ ستمبر ۱۹۴۶ء میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار شریف بمقام قبرستان ناریل باڑی بمبئی میں "درگاہِ ستاریہ" کے نام سے زیارت گاہِ خلائق ہے۔ وہاں اب بھی بے شمار متوسلین سلسلہ عالیہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

چھوٹے صاحبزادہ حضرت عبدالرؤف شاہ حضرت قبلہ قدّسَ سِرُّہٗ کی حیاتِ طیّبہ میں تجارتی کاروبار میں مشغول رہے۔ آپؒ کے چہلم شریف کی محافل پاک کے سلسلے میں بتاریخ ۱۲ر ستمبر ۱۹۵۵ء میں جلسہ عام میں صدرِ جلسہ جناب حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری مدظلہٗ (صدر مرکزی جمیعت العلماء پاکستان) نے بے شمار حاضرِ محفل اہلِ سلسلہ کی متفقہ رائے سے اعلیٰ حضرت قبلہ تاج الاولیاؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت حکیم علاؤالدّین شاہ کی معیت میں آپ کے حق میں سجّادہ نشینی کا اعلان کیا اور حضرت حکیم علاؤالدّین شاہ کے ہاتھوں

دستار بندی کی رسم ادا ہوئی۔

دربارِ عالیہ شکوریہ قادریہ گارڈن ٹاؤن لاہور کے سجادہ نشین امین العارفین فخر السالکین حضرت محمد عبدالرؤف شاہ مدظلہٗ نے تقریباً ۱۲ سال تک سلسلہ عالیہ کی تبلیغ و ترویج میں نمایاں و قابلِ رشک اور لائقِ تقلید حصہ لیا اور اپنے پیر و مُرشد حضرت قبلہ تاج الاولیاء قُدِّسَ سِرُّہٗ السامی کی اِلی اللہ درویشی کا مکمل نمونہ پیش کیا۔ آپ کے متوسلین کی تعداد پاکستان اور ہندوستان میں بہت ہے اور خلفاء کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ سلسلہ عالیہ کی اشاعت کا کام بدرجہ اتم جاری و ساری ہے۔ بڑے باکمال و صاحبِ نسبت بزرگ ہوئے۔ شعر گوئی کا بھی شوق رہا۔ نیر تخلص فرماتے۔ نہایت ہی مرصّع اشعار فرماتے۔ آپ کا کلام عشق و محبّت اور عقیدت و نسبت کے جذبات سے لبریز ہے۔

ماہ مئی ۱۹۶۷ء میں آپ اچانک بعارضۂ فالج مبتلا ہوئے اور چند روز صاحبِ فراش رہ کر واصلِ باللہ ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مزار مبارک: حضرت قبلہ تاج الاولیاؒ نور اللہ مرقدہٗ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ موصوف نے اپنے پیر و مُرشد سے والہانہ محبت کی بناء پر اپنی ایک غزل میں ایک شعر فرمایا جو آپؒ کی تمنائے دلی کا آئینہ دار ثابت ہوا۔ اہلِ دل پڑھیں اور لطف اندوز ہوں۔ فرما گئے کہ ؎

الفت میں ہے ضروری مطلق رہے نہ دوری
ہو جاؤں جذب میں بھی کاش ان کے سنگ در میں

حضرت سجادہ نشینؒ موصوف کے چالیسویں پر عظیم الشان محافل کا اہتمام کیا گیا جو آپ کے بڑے بھائی حکیم علاؤالدّین شاہ کی قیادت میں ترتیب پائیں۔ آخری محفل میں آپؒ کے بڑے صاحبزادے محمد عبدالقدوس شاہ دامت برکاتہم کو

سجادہ نشینی کے لئے منتخب کیا گیا۔ حضرت موصوف کے تایا ابا حضرت حکیم علاؤالدین شاہ نے سرِمحفل اپنے دست مبارک سے دستار بندی کی رسم ادا فرمائی۔

حضرت محمد عبدالقدوس شاہ مدظلہٗ سجادہ نشین دربارِ عالیہ شکوریہ قادریہ بڑے انہماک سے اپنے پیش رو بزرگانِ عظام کے سایۂ التفات میں سلسلۂ عالیہ کی تبلیغ و ترویج میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ بحمداللہ آپ کے متوسلین کی تعداد بھی کثیر ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

حضرت محمد عبدالقدوس شاہ رُوفی شکوری قادری، سجادہ نشین مدفیضہ کے حقیقی برادرانِ خورد (۱) صاحبزادہ محمد عبدالحیٔ صاحب (۲) صاحبزادہ محمد غفران احمد صاحب (۳) صاحبزادہ محمد ضیاء الشکور صاحب ہیں۔ صاحبزادگان محمد عبدالحیٔ صاحب و محمد غفران احمد صاحب، حضرت سجادہ نشین صاحب کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہو چکے ہیں۔

<u>معنوی اولاد</u>: صحیح تعداد کا بتانا تو ممکن نہیں۔ مسندِ طریقت پر متمکن ہو کر تبلیغ و ترویج سلسلۂ عالیہ و رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین مخلوقِ خُدا کی خدمت انجام دینے والے اعلیٰحضرت تاج الاولیاء کے خلفاء کی صحیح تعداد تو شاید ہی کسی کو معلوم ہو البتہ جن حضرات کا علم ہو سکا ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ جناب میر سیّد محمد صدیق شاہ قاتل لکھنوی ثم اجمیری مزار شریف عیدگاہ میدان کراچی (پاکستان)

۲۔ جناب عبدالقیوم شاہؒ معروف بہ قیوم میاں شاہ مزار شریف اُودے پور (بھارت)

۳۔ جناب سیّد ہادی علی شاہؒ مزار شریف ناظر باغ کانپور (بھارت)

۴۔ جناب نور محمد شاہؒ معروف بہ نوری بابا مزار شریف متصل موریا سینما بمبئی (بھارت)

۵۔ جناب صُوفی عبدالعزیز شاہؒ مزار شریف گیٹ گنج الہ آباد (بھارت)

۶۔ جناب فریدالدین شاہؒ معروف بہ بابا شیخ فرید مزار شریف حیدر آباد سندھ (پاکستان)

۷۔ جناب حاجی مدد علی شاہؒ معروف بہ مستان شاہ مزار شریف چک نمبر ۱۴/8R ضلع ملتان (پاکستان)

۸۔ جناب حاجی غلام محمد شاہؒ مزار شریف سٹلائٹ ٹاؤن قبرستان راولپنڈی (پاکستان)

۹۔ جناب حاجی مولوی شاہ، علیم الدّین خانؒ مزار شریف بُلند شہر یوپی (بھارت)

۱۰۔ جناب مولوی مختار احمد شاہؒ مزار شریف قنوج یوپی (بھارت)

۱۱۔ جناب عبدالصمد شاہ تسلیم مزار شریف حیدر آباد سندھ (پاکستان)

۱۲۔ جناب سید صابر علی شاہؒ مزار شریف ناظر باغ کانپور (بھارت)

۱۳۔ جناب دیوان حفیظ الدّین شاہؒ مزار شریف نصیر آباد، ضلع اجمیر شریف (بھارت)

۱۴۔ جناب حاجی عبدالرّبّ شاہؒ مزار شریف بیاور ضلع اجمیر شریف (بھارت)

۱۵۔ جناب صُوفی محمد حُسین شاہؒ مزار شریف بیاور ضلع اجمیر شریف (بھارت)

۱۶۔ جناب صُوفی الٰہی بخش شاہؒ مزار شریف کراچی (پاکستان)

۱۷۔ جناب حافظ سراج الدین شاہؒ مزار شریف نامعلوم

۱۸۔ جناب سید حامد علی شاہ جلالی مزار شریف کراچی (پاکستان)

۱۹۔ جناب سید حفیظ اللہ شاہ مزار شریف اوکاڑہ ضلع ساہیوال (پاکستان)

۲۰۔ جناب محمود علی شاہ عرشیؒ۔ مزار شریف اجمیر شریف (بھارت)

۲۱۔ جناب محمد سلیمان صادق شاہؒ مزار شریف احمد آباد (بھارت)

۲۲۔ جناب محمد سلیم الدّین شاہؒ مزار شریف لاہور (پاکستان)

۲۳۔ جناب مولانا معین الدّین شاہ محشرؒ مزار شریف موضع کوٹھی ضلع گیا صوبہ بہار (بھارت)

۲۴۔ جناب منشی بشیر احمد شاہ شہیدؒ مزار شریف موضع ہردے پور ضلع میرٹھ (بھارت)

۲۵۔ جناب محمد فیاض شاہؒ مزار شریف کانپور (بھارت)

۲۶۔ جناب فیض محمد شاہؒ مزار شریف موضع بستی ضلع اجمیر شریف (بھارت)

۲۷۔ جناب ضیاء الحسن شاہ علویؒ مزار شریف کنگ روڈ الہ آباد (بھارت)

۲۸۔ جناب حکیم شاہ محمود علی خاںؒ مزار شریف سکندر آباد ضلع بُلند شہر (بھارت)

۲۹۔ جناب حکیم محمد صِدّیق شاہؒ مزار شریف الہ آباد (بھارت)

۳۰۔ جناب غلام زکریا شاہؒ مزار شریف حیدر آباد سندھ (پاکستان)

۳۱۔ جناب نظر محمد شاہؒ مزار شریف بمبئی (بھارت)

۳۲۔ جناب ابوالخیر شاہؒ مزار شریف ملا پوسٹہ پچھم پاڑہ (بنگال)

۳۳۔ جناب ضیاء الدّین شاہؒ مزار شریف موضع بھین ضلع جہلم (پاکستان)

۳۴۔ جناب عبداللہ شاہؒ شاہجہانپوری مزار شریف، کراچی۔ (پاکستان)

۳۶۔ جناب مفتی عبدالواحد شاہؒ مزار شریف لاہور (پاکستان)

۳۷۔ جناب ڈاکٹر سیّد عبدالعزیز شاہؒ مزار شریف شیر گڑھ ضلع ساہیوال (پاکستان)

۳۸۔ جناب حاجی گلزار محمد شاہؒ مزار شریف فیصل آباد (پاکستان)

۳۹۔ جناب جمال احمد شاہؒ مزار شریف احمدی ٹولہ فرخ آباد یوپی (بھارت)

۴۰۔ جناب منشی طفیل احمد شاہؒ مزار شریف موضع املیا ضلع بلند شہر یوپی (بھارت)

۴۱۔ جناب محمد یوسف شاہؒ مزار شریف ٹنڈو آدم سندھ (پاکستان)

۴۲۔ جناب حاجی محمد سعید شاہؒ مزار شریف فیصل آباد (پاکستان)

۴۳۔ جناب حاجی بابو امیر احمد شاہؒ مزار شریف، کیمبل پور (پاکستان)

۴۴۔ جناب منشی عبدالمجید شاہ غازی مزار شریف بلند شہر یوپی (بھارت)

۴۵۔ جناب حاجی محمد اسحاق شاہؒ مزار شریف کراچی (پاکستان)

۴۶۔[ا] جناب غیاث الدین شاہ قاسم، مزار شریف کراچی (پاکستان)

۴۷۔ جناب صوفی محمد رمضان شاہ کیف مزار شریف کوٹ سلطان ضلع مظفر گڑھ (پاکستان)

۴۸۔ جناب شاہ راجہ خاںؒ مزار شریف رسول ضلع گجرات (پاکستان)

۴۹۔ جناب مولوی قمرالدین شاہؒ مزار شریف مولوی واہ تحصیل وہاڑی، ضلع ملتان (پاکستان)۔

[ا] غیاث الدین شاہ قاسم نے ایک کتابچہ موسومہ "تاج الاولیاء" سلسلہ عالیہ شکوریہ قادریہ سے متعلق غلط در غلط واقعات پر مبنی لکھ لکھا کر شائع کر دیا۔ اس غلط کتابچے کے متعلق استفسار پر انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے تحریری معافی نامہ پیش کیا اور وعدہ کیا کہ اس مطبوعہ کتابچے کی تقسیم روک کر اور تقسیم شدہ کو واپس لے کر تمام کتابچے دربار شریف میں پیش کر دیں گے۔ ایسا نہیں کیا گیا۔ تقریباً پندرہ سال کے بعد کچھ کتابچے کمترین کے غریب خانہ پر بھجوائے۔ اس لئے ضروری ہوگیا کہ کتابچہ کا رد کیا جائے تاکہ حالیہ یا آئندہ کسی دور میں بھی یہ کتابچہ قابلِ تسلیم اور لائقِ اعتبار نہ رہے۔ ایسی بے توقیری سے حضرات مشائخ سلسلہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ناراض ہو جاتے ہیں اور تحقیر کرنے والوں کی خلافت سلب ہو جاتی ہے۔

۵۰۔ جناب حکیم مہردین شاہؒ مزار شریف میاں چنوں (پاکستان)

۵۱۔ جناب سید شہاب الدین شاہ سہیل مزار شریف کراچی (پاکستان)

۵۲۔ جناب محمد اسرائیل شاہؒ مزار شریف کراچی (پاکستان)

۵۳۔ جناب اعجاز احمد شاہؒ سکنہ آریہ محلہ راولپنڈی (پاکستان)

۵۴۔ جناب مقبول النبی شاہؒ مزار شریف لاہور (پاکستان)

۵۵۔ جناب محمد نوشاد علی شاہ سکنہ صدر بازار لکھنؤ (بھارت)

۵۶۔ جناب نور محمد مستان شاہ مزار شریف حیدر آباد سندھ (پاکستان)

۵۷۔ جناب محمد رمضان شاہؒ مزار شریف میر پور خاص سندھ (پاکستان)

۵۸۔ جناب حکیم محمد رفیق شاہؒ عارف مزار شریف سندھ (پاکستان)

۵۹۔ مؤلف کتاب ہذا کمترین بندہ درگاہِ حاجی جمیل احمد شاہ مولد موضع املیا ضلع بُلند شہر یوپی حال متمکن ناظم آباد کراچی، پاکستان۔

ستر اللّٰہ عیوبہٗ و غفر ذنوبہٗ

ملفوظات

(دوران قیام لاہور)

تاثرات عشق: دربار عالی کے ایک خادم میاں گل محمد مست حاضر خدمت ہوئے اور دنیاوی تکالیف اور گردشِ ایام کے متعلق عرض کیا کہ حضور انہیں وجوہات کی بنا پر حاضری میں بہت تاخیر ہوئی۔

حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ارشاد فرمایا کہ گردشِ ایام کیا ہے؟ یہ تاثرات عشق ہیں۔ صبر و شکر سے رہنا چاہیے۔ طالبِ حق کو ایسے خیالات سے ہوشیار رہنا ضروری ہے عشق و محبّت کا رشتہ بہت نازک ہے۔ ماسوا اللہ اور خیالات غیر باعثِ حجاب بن جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو اپنی معیّت کی خوشخبری سنائی ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن'' درحقیقت اللہ تعالیٰ کی معیّت اپنے عام بندوں کے ساتھ عام اور خاص کے ساتھ خاص ہوا کرتی ہے۔

اس سے زیادہ وضاحت ضروری نہیں۔ فرق مراتب منجانب ربّ العالمین ہی ہے اور صبر و شکر کی توفیق بھی اسی کی عطا ہے۔

میاں گل محمد زارو قطار روتے رہے اور دست بستہ کھڑے ہو کر مندرجہ ذیل شعر پڑھنے لگے ؎

شنیدم کہ در روزِ اُمید و بیم　　بداں رابہ نیکاں بنجشد کریم

خواجہ پرستی: آپ نے ارشاد فرمایا کہ پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری دیتے رہنا چاہیے۔ حاضری تزکیہ نفس و تصفیہ قلب اور تکمیلِ منازل کا ذریعہ ہوتی ہے۔

نوافل سے قرب حق حاصل ہوتا ہے۔ پیر و مرشد کی خدمت کرنا اور

حاضری میں رہنا بھی نفلی عبادت ہے اور وسیلۂ قربِ حق ہے۔ خدمت بجالانے میں کوئی لالچ نہیں ہونا چاہئے۔ لطف جب ہے کہ پیر کامل ہو اور مرید عامل ہو۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ مرید کی حالت پیر کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور پیر کا ہاتھ ہر جگہ پہنچ سکتا ہے۔ پیرِ کامل کے دستِ حق پرست پر بیعت درحقیقت دستِ قدرت پر بیعت ہوتی ہے۔ پیرِ کامل کے ظاہر و باطن کی اتباع ہی منزلِ مقصود ہے

اثر یہ ہے کہ قطب الدّین، فریدالدّین، نظام الدّین
ہر ایک ان میں سے خواجہ بن گیا خواجہ پرستی میں

پہلے پیر کامل کا وسیلہ پھر مجاہدہ: فرمایا طالب حق کو اوّل پیرِ کامل کا دامن مضبوطی سے پکڑنا چاہئے اور پھر راہِ خدا میں مجاہدہ کرے۔ قرآن کریم میں یہ حکم بالتشریح موجود ہے اہلِ ایمان کو خطاب فرمایا گیا ہے کہ اوّل وسیلہ اور پھر مجاہدہ اختیار کریں تاکہ فلاح پائیں اور یہی طریقہ مُنعم علیہ ہے تمام اولیائے کرام اور علمائے محققین نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور کامیاب ہوئے ہیں۔ وسیلہ سے مراد بالتحقیق پیرِ کامل صاحب نسبت ہی ہے۔ ارشاد ربّانی ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المآئِدۃ)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس اُمید پر کہ فلاح پاؤ۔

حضرت سیدنا میر ابوالعلاؒ: پاکستان آمد کے بعد لاہور میں حضرت سیدنا کے پہلے عرس شریف کے موقع پر حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ ہم وہی بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ

بیان کرائے۔ آج دل میں حضرت سیّدنا میر ابوالعلاؒ کے ذکرِ خیر کا وُرُودِ مسعود ہے آپؒ ایک معزز و مکرم خاندانِ سادات کے چشم و چراغ تھے۔ آپؒ شاہ جہانگیر کے وزراء میں سے تھے۔ آپؒ بڑے بہادر اور بہترین تیرانداز تھے۔ ایک مرتبہ تیراندازی کے مقابلہ کے بعد شراب نوشی کا اہتمام کیا گیا۔ آپ بادشاہ کے قرب میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کو جو شراب پیش کی گئی آپ نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ شراب نوشی کا دوسرا دور شروع ہوا آپ پھر جامِ شراب زمین پر الٹ رہے تھے کہ بادشاہ نے دیکھ لیا اور بہت غضب ناک ہو کر کہا کہ تم غضب سلطانی سے نہیں ڈرتے۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ تم غضب رحمانی سے نہیں ڈرتے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ دو شیر دہاڑتے ہوئے نمودار ہوئے۔ حاضرین میں بھگدڑ مچ گئی۔ آپ کے حکم سے شیر غائب ہو گئے اور آپ بھی وہاں سے تشریف لے گئے۔

حضرت سیّدنا میر ابوالعلا قدس سرہٗ پر ایک بہت اضطراب و بیقراری کا دور آیا۔ آپ نے اس وجہ سے اجمیر شریف کا سفر اختیار کیا۔ وہاں پہنچ کر درگاہ معلّٰی حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قیام فرمایا۔ مزار شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور آپ ہمارے نانا حضرت محبوب رب العالمین ﷺ کی دولت لئے آرام فرما ہیں ہمارا بھی اگر کچھ حصہ ہے تو عنایت فرمائیں۔ جواب عطا نہ ہونے پر چند دن کے بعد مایوسی کے عالم میں وہاں سے چل دیے۔

ابھی راستہ ہی میں تھے کہ کشش ہوئی۔ آپ کی روح کو ادراک ہوا اور آپ سمجھے کہ طلبی ہوئی چنانچہ آپ واپس لوٹے اور آستانۂ پاک حضرت سیّدنا خواجہ غریب نوازؒ پر پھر حاضر ہو گئے زیارت سے مشرّف ہوئے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ آپ کے دینے کے لئے حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی

ایک امانت ہے ایک چیز انڈے کے برابر اور موتی کی مانند نورانی چمکتی ہوئی عطا فرمائی اور فرمایا کہ جب امانت آپ کو پہنچ گئی تو اب طریقہ کے موافق دستور بیعت بھی ادا ہونی چاہئے اور آپ نے بطریق اویسیہ حضرت سیّدنا میر ابوالعلا قدس سرہٗ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت فرمایا۔ اور عینی توجہ سے نوازا۔ ذکر کلمہ شریف بھی بطریقِ خاص تعلیم فرمایا جو کہ سلسلہ عالیہ میں مُروّج ہے اور اجازت سماع کی تمنّا بھی پوری فرمائی گئی۔

حضرت سیّدنا میر ابوالعلا قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے حکم کے مطابق اپنے چچا بزرگوار سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ آپ کو اجازت وخلافت بھی عطا ہوئی اور ہر دو سلاسل چشتیہ اور نقشبندیہ کی تبلیغ فرمائی۔ آپ کی نسبت حضرت سیّدنا خواجہ غریب نواز اجمیری نور اللہ مرقدہٗ سے خاص ہے۔ آپ کی عینی توجہ خدّام میں ہمیشہ جلوہ افروز رہے گی جس قدر ذوق وشوق آپ کے خدّام میں پایا جاتا ہے۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ جوش وخروش اور وجد و کیفیّت آپ ہی کے فیضان وتصرّف کا نتیجہ ہے یہ حقیقت ہے کہ ہمارے حضرات کرام مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور حقیقی زندگی بخشتے ہیں۔

ایک واقعہ: حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ آگرہ شریف میں ایک دفعہ جے پور سے ایک نامی گرامی پہلوان آیا جسے آگرہ شریف کا کوئی پہلوان نہیں پچھاڑ سکا۔ اس کی بڑی شہرت ہوئی۔ اتفاق سے حضرت سیّدنا امیر ابوالعلا قدس سرہٗ بعد نماز جمعہ جس راستہ سے واپس تشریف لا رہے تھے ایک اجتماعِ کثیر کو دیکھ کر ٹھہر گئے۔ وہاں وہ پہلوان چیخ رہا تھا کہ کوئی ہے جو میرا مقابلہ کرے۔ حضرت سیّدنؒا نے ارشاد فرمایا "جسمانی کشتی کیا لڑنی ہے اگر آنکھ لڑانا چاہو تو لڑالو۔" آنکھ لڑنی تھی کہ پہلوان بے خود اور بدحواس ہو کر چت گر گیا۔ آپ

تشریف لے گئے۔ وہ پہلوان آخر کار حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرّف ہوا اور صاحب اجازت و باکمال بزرگ ہوا۔

ایک آرزو: حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ نصیر آباد کے قیام کے دوان تاج الدّین خاں مرحوم و مغفور سب انسپکٹر پولیس نے عرض کیا کہ حضرت آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ کلام اللہ شریف اور احادیث صحیحہ کی کامل تفسیر و تشریح ہوتی ہے آپ کا ہر فرمان ایک انمول خزانہ ہے ہم نے دور حاضر میں ایسا کلام کسی بزرگ یا عالم سے نہیں سنا۔ ہمارے سامنے حضرات سلف صالحین کے مقدّس اقوال و افعال گرامی کی زندہ و تابندہ شمع فیض موجود ہے۔ عاشقان خداؐ اور رسولؐ پروانہ وار کیوں نہ نثار و تصدق ہوں کہ اکتسابِ انوارِ حق حاصل ہو رہا ہے۔ میری ایک آرزو ہے کہ حکم فرمایا جائے کہ کوئی صاحب ارشادات عالیہ کو قلم بند کرتے رہیں ورنہ یہ گراں قدر جواہر ایک وقت نایاب ہو جائیں گے۔

جواباً ارشاد ہوا کہ ایسے احساسات تمہارے دوسرے پیر بھائیوں کے بھی ہیں لیکن میرے خیال میں یہ ضروری نہیں بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو کچھ کہا جاتا ہے اس پر غور و فکر کیا جاوے انشاء اللہ تعالیٰ سب دل نشیں ہو جائے گا اور بوقت ضرورت کام آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہوا تو عشق و محبّت کے یہ چرچے ہمیشہ ایسے ہی ہوتے رہیں گے۔

حاضری دماغی اور بے باکی: یاد رکھئے۔ خداوند کریم نے دل و دماغ کی نعمت ہر شخص کو عطا فرمائی ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی یاد کا مقام ہے اور دماغ سے غور اور تجسس ہوتا ہے۔ راہِ خداؐ میں حاضر دماغی اور ہوشیاری بہت کام آتی ہے۔ دراصل اس راستہ میں ہوشیار اور بے باک ہونا ضروری ہے۔ میں بھی بذاتِ خود ہوشیار اور بے باک آدمی کو پسند کرتا ہوں۔ فارسی کا مقولہ ہے "دست با کار دل بایا"

اعمال کا پھل: اگر دل کو مضبوط وقوی اور تجلیاتِ حق کا حامل بنانا مقصود ہو تو یاد اللہ میں ہمہ وقت دل کو مشغول رکھنا چاہیے۔ جب ہر ایک انسان نفع ونقصان سمجھ سکتا ہے اور ہر فانی وغیر فانی دولت دل سے معلوم کر لیتا ہے تو کس طرح کسی انسان کے دل کو ناقص تصور کر لیا جائے۔ البتہ آدمی کو جو کچھ حاصل ہوتا رہتا ہے وہ اس کے اعمال کا پھل ہے۔

گندم از گندم بروید جوز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

راہِ فلاح: حضرت اولیائے کرام کے فیوض سے آرزوئیں اور خواہشات تو ختم ہو جاتی ہیں مگر احساسات ختم نہیں ہوتے چونکہ یہ ختم ہونے والے نہیں۔ خواہشات کے ختم ہونے سے تو رضائے الٰہیؐ حاصل ہوتی ہے اور اگر احساس ہی جاتا رہے تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے۔

حدیث شریف: مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے رب کو پہچان لیا۔ وحدت الوجود کیا ہے؟ انسان جس کے وجود میں سب مقامات موجود ہیں اگر خود کو پہچان لے تو سب کچھ سمجھ سکتا ہے۔ اس پہچان اور مخفی طاقت کو پانے کے لئے ذکر نفی اثبات و مُراقبہ یعنی تصورِ شیخ موجود ہیں۔ ہمت اور کوشش سے کام لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت رائیگاں نہیں کرتے۔ اگر خلوص نیت سے کوشش کی جائے تو انشاء اللہ نیک مقصد میں کامیابی ضرور ہوتی ہے۔

میں تو اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ تم لوگ کوشش اور ہمت سے کام لو تو کیا نہیں ہوسکتا۔

یادِ او گر مونسِ جانت بود
ہر دو عالم زیرِ فرمانت بود

دل کی بات مت نکالو۔ شریعت اور طریقت واضح ہے۔ حضرات سلفِ صالحین کے مقدس راستہ پر چلو۔ فلاح یہی ہے۔ خلا میں پرواز بزرگی کی علامت نہیں بلکہ بزرگی تو اتباعِ شریعت ہی میں ہے۔

توکّل: انسان جب تک معصوم رہا تو متوکل رہا۔ قادرِ مطلق و مسبّب الاسباب نے روزی کے اسباب پیدا کردیئے یہ تو تھی ناسمجھی اور معصومیت کہ بے طلب اور بغیر کوشش کے روزی ملتی رہی اور جب عاقل و بالغ ہوا تو روزی کو اپنی عقلمندی و تدبیر پر محمول کرلیا۔ یہ کم عقلی نہیں تو کیا ہے حقیقتاً ہر حال میں روزی رساں تو قادرِ مطلق رب العالمین ہی ہے۔ کسبِ معاش بھی مناسب ہے مگر توکل میں فرق نہ آنا چاہیئے۔

ہوش رُبا دور: نصیر آباد چھاؤنی ضلع اجمیر شریف میں قیام کے دوران میرے تقریباً دس سال ایسے گزرے کہ کبھی ایک وقت کا کھانا ملتا، کبھی تین تین فاقے اور مہمانوں کی کثرت و طالبانِ حق کا ہمہ وقتی ہجوم مگر منجانب اللہ تعالیٰ خوب وقت گزرا ورنہ میرا تو ظاہری معاش کا ذریعہ بھی خدمتِ خلق کی نظر ہوگیا تھا۔ وہ نہایت ہی ہوش رُبا اور کڑی آزمائش کا دور تھا۔ اس دور میں اور ویسی کڑی حالت میں کوئی دوسرا فقیر نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ یہ حوصلہ حضراتِ کرام کے صدقہ میں خداوند کریم نے اس فقیر ہی کو بخشش فرمایا۔ اُس حالت کو اس شعر کے ذریعہ ہی سمجھایا جاسکتا ہے اور غور و فکر کرلیا جائے۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ
بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

ذکر شریف کلمۂ طیبہ: حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا کہ ذکر کلمۂ طیبہ ہی دراصل ابتدا ہے اور یہی انتہا ہے یہی توحیدِ خاص ہے۔ جمیع حضرات انبیاء علیہم السّلام کے وقتوں

میں بھی یہی مروج و مستعمل رہا ہے۔ ہمارے حضراتِ کرام اور سلف صالحین کا بھی اسی پر عمل رہا ہے اور ہماری تعلیم کا بھی تمام تر دارومدار اسی پر ہے اور سب کچھ اسی کلمہ طیّبہ میں ہے۔ تمہیں اس کلمہ پاک کا ذکر شریف جس طریقہ سے تعلیم کیا گیا ہے۔ پابندی کے ساتھ کرنا ضروری ہے اور بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب خالی پیٹ تھوڑی دیر ضرور کرلیا جاوے۔ اس کا کیف و سرور بارہ گھنٹے تک قائم رہتا ہے۔ صبح سے شام اور شام سے صبح تک دونوں وقت تھوڑی دیر کرنے سے تاثر قائم رہ جاتا ہے۔

لَآ اِلٰہَ کلمۂ نفی ہے ماسوا کی نفی کے ساتھ ذاکر کو اپنی خودی کی بھی نفی کرنا چاہئے۔ نفی کو کوئی کیا سمجھ سکتا ہے یہ تو صرف ذاکر ہی کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ پُرلطف چیز فنائیت ہی ہے۔

ذکر کے ساتھ فکر بھی ضروری ہے معنی و مفہوم کے ساتھ مقامات کا خاص خیال رکھتے ہوئے لا الٰہ کے ساتھ سانس پوری قوت سے کھینچنا اور پھر الا اللہ کی ضربِ اثبات کے ساتھ قلب پر زور کے ساتھ چھوڑنا چاہئے اس میں زبان کا کوئی کام نہیں۔

ذکر شریف کے اثرات ظہور پذیر ہوا کرتے ہیں۔ گھبرانا نہیں چاہئے دورانِ ذکر جو بے خودی اور کیف و سرور پیدا ہو اس کو مستحکم کرنا چاہے۔ فکر خویش کے علاوہ جو بات ہوگی وہ نفی و اثبات ہی کے تأثّرات ہوں گے۔ یاد رکھئے اگر پہلوان روز ورزش نہ کرے تو میدان میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اگر ذکر شریف پابندی اور محنت سے نہیں کیا گیا تو میدانِ عشق و محبّت میں کامیابی کا کیا امکان ہوسکتا ہے۔ تھوڑی دیر بھی طبیعت گوارہ نہ کرے تو غفلت ہوگی اور غفلت اہلِ طریقت کا شیوہ نہیں۔

حکما کا طبقہ ہمارے حضرات کرام کے مروّج طریقۂ ذکر کو صحت کے لئے نہایت اکسیر و مفید خیال کرتے ہیں بالخصوص ناک کے ذریعہ سانس کھینچنا اور چھوڑنا پھیپھڑوں کے لئے بہت مفید ہے ذکر شریف کی تعلیم جس انداز سے کی جاتی ہے۔ یہ حضرت خواجہ سیدنا بزرگ امیر ابوالعلاؒ کو حضرت خواجہ غریب نوازؒ چشتی اجمیری کی زبان وحی ترجمان سے تعلیم و تلقین ہوئی تھی۔ سلسلۂ عالیہ میں یہ عنایتِ خاص ہے اور کہیں اس طور سے مروّج نہیں۔ علاوہ ازیں اس کلمۂ شریف کا ذکر ہمارے پیر و مرشد آقا و مولا حضرت سیّدنا شاہ محمد نبی رضا خان اسدِ جہانگیری قُدِّسَ سِرّہٗ نے اپنے پیر و مرشد حضرت سلطانِ زماں فخر العارفین شاہ محمد عبدالحیؒ کی اجازت و عنایت سے مزید موثر اور مفید بنانے کی غرض کے تحت جس طریقہ سے عمل اور تلقین فرمایا آج ہم اسی پر کاربند ہیں۔

اتباعِ پیرِ کامل ذریعہ قربِ حق: حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرّہُ العزیز نے فرمایا کہ پیر کامل کی اتباع راہِ معرفت میں آسان ترین ذریعہ قرب حق ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ اختیار کرنے میں بھٹک جانے کا خطرہ ہے۔ پیرِ کامل کی تابعداری میں ہوشیار اور چستی ضروری ہے پیرِ کامل کی ظاہر و باطن میں ہر لحاظ سے کامل اتباع کرنی چاہئے۔ جو اپنے پیرِ کامل کا مکمل طور پر پیروکار ہے اور جو اپنا سب کچھ اپنے پیر ہی کو سمجھتا ہے ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ میں ہے جس کو پیر کی ذات محبوب ہوگئی تو پھر محبوب سے زیادہ کیا چیز پیاری ہوسکتی ہے۔ پیرِ کامل نائبِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اور نائب کی تابعداری درحقیقت مُنیب ہی کی تابعداری ہے۔

مقدّس واسطہ: فرمایا کہ تم غور و فکر کرکے خوب سمجھ لو کہ پیرِ کامل بندہ اور خداؐ کے درمیان بالواسطہ رابطہ کا مبارک ذریعہ ہے۔ یہ شرک نہیں بلکہ عین وحدت پرستی ہے۔ تصورِ شیخ کی بدولت طالبِ حق اپنے شیخ کامل کی ذات میں فنا ہوجاتا ہے

چونکہ شیخ کامل مجسمۂ عشق ومحبت ہوتا ہے لہٰذا طالب اپنے شیخ کے عشق ومحبت کے طفیل ہمہ وقت جس تصور میں محو ومشغول رہتا ہے اس سے طالب کا دل ماسوا اللہ سے پاک وصاف ہوجاتا ہے حتیٰ کہ ماسوا کا خیال وفکر تک بھی اس کے قلب و ذہن میں قرار نہیں پکڑ سکتا تو یہ ماسوا کا تصور تک نہ آنا اور ماسوا کو قطعی فراموش کردینا بھلا شرک کیونکر ہوسکتا ہے۔ سیدنا حضرت غوث الاعظم محبوبِ سبحانی جناب پیرانِ پیر سید محی الدّین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں:

"اَلْمُرِیْدُ کَالْمَیِّتِ فِیْ یَدًا الْغَسَّالِیْ"

جس طرح میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اسی طرح مرید کو پیر کے ہاتھ میں ہونا چاہئے جو مبارک نسبت (واسطہ) ماسوا اللہ کے طوفانِ بے پناہ سے بچالے اور یکسوئی کا کامل ذریعہ ہو اس مقدس واسطہ کو مضبوط وقوی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ایک گھڑی جو کہ مصنوع ہے عمدہ ہونے کے لحاظ سے اگر اس کی تعریف کی جائے تو فی الحقیقت صانع ہی کی تعریف ہوگی۔

<u>الاعمال بالنّیات</u>: ہم اگر حضرات اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں یا ان کی تابعداری یا ان سے محبت رکھتے ہیں تو یہ سب محض اللہ کے واسطہ ہے جو کہ مقصود مطلق ہے۔ کعبہ شریف کی جانب رُخ کرکے نماز پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سمت اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے۔ دراصل نماز تو رب العزت کے لئے ہے نہ کہ کعبہ کے لئے اور یہ بات صاف ظاہر ہے۔

اسی طرح پیرِ کامل بھی معرفتِ باری تعالیٰ اور عرفان حق کا ذریعہ ہے۔ جس سے طالبان حق کسب فیض کرتے ہیں۔ کوئی شخص اگر کعبہ کی نماز پڑھتا ہے تو یہ شرک ہوگا اور کعبہ کا تصور رکھتے ہوئے اس سمت کو نیت باندھ کر حق تعالیٰ کی جانب جھکتا ہے تو خالص توحید پرست ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص پیر کی نماز پڑھتا ہے تو شرک

ہوگا لیکن پیر کے تصور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حق تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے تو توحید پرست ہے۔ ''الاعمال بالنیات'' عمل کا دارومدار نیت پر ہے ۔

ذات را لازم بود قیدِ صفات

ہم صفاتش رابود ملزوم ذات

الغرض پیرِ کامل کی محبت اور نسبت کے بغیر کوئی شخص راہِ حق میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یہ راستہ اختیار کرنا مردوں کا کام ہے بچّوں کا کھیل نہیں۔

بہت دشوار گزار منزل: حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز نے حضرت شاہ منصور حلّاجؒ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اناالحق کا نعرہ لگایا اور کلمۂ شرک کی پاداش میں سولی پر لٹکا دیے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ راہِ حق میں ایک ایسی منزل سے بھی طالبِ مولا کو گزرنا پڑتا ہے کہ ماسوائے حق کے کوئی غیر نظر ہی نہیں آتا اور طالبِ حق کا دیکھنا و سننا اور بولنا وغیرہ سب اسی حالت کے تحت ہوجاتا ہے اور اسے اپنی خبر بھی نہیں رہتی۔ اِلّاماشاء اللہ۔ حضرت شاہ منصورؒ نے اسی منزل کو مقام تصوّر کرلیا اور آگے ترقّی بھی نہ کرسکے بلکہ اسی کیفیت میں قرار پکڑ گئے یہ وہ منزل ہے جہاں کوئی قرار نہیں پکڑ سکتا۔ پیچھے ہٹ جائے یا آگے نکل جائے ورنہ کُل شئے ھالک الاّھو۔ بنا بریں آپ کا ''اناالحق فرمانا'' آپ کے نزدیک صحیح مگر شرعاً غلط تھا لہٰذا شریعت کی تعزیر عائد ہوئی اور دار پر لٹکا دیئے گئے۔

بعض اہلِ طریقت نے رازِ حق کے فاش ہونے کی پاداش میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے درحقیقت یہ بہت دشوار گزار منزل ہے۔ خدا جانے یہاں کتنے ''منصور'' تصدّق ہوگئے میں تو اس منزل سے دوڑ کر گزر گیا تھا اور یہ میرے حضرات بزرگان عظّام کا فیض و تصرّف تھا۔

محبت و نسبتِ پیرِ کامل: پیرِ کامل کی محبّت اور نسبت ہر مقام و منزل تو کیا ابتدا سے

انتہا تک ہر جگہ کام آتی ہے۔ ہمیں جو کچھ حاصل ہوا اسی محبّت و نسبت کے طفیل اور سب اسی کا ثمرہ ہے انسان کے جسم سے روح پرواز کر جائے تو مردہ ہی کہلائے گا۔ دل کی بات نکالنا بھی ایسا ہی ہے۔ دنیا میں ہر چیز ترقّی پذیر ہے۔ عقیدہ بھی ترقّی کرتا رہتا ہے۔ عقیدہ ترقّی کر کے جب ایمان ہو جاتا ہے تو انسان کامل انسان بن جاتا ہے۔ عقیدہ اپنا اپنا ہے اسے دل ہی میں رہنا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص خلا میں اڑتا پھرے اور حاملِ شریعت نہ ہو تو میرے نزدیک وہ بزرگ نہیں۔ شریعت کا احترام اور اس کا تابع ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس دَورِ پُرفتن میں دراصل سب سے بڑی بزرگی اور فقیری اتباعِ شریعت ہے اور اتباع میں بہت ہوشیاری اور بڑی چستی کی ضرورت ہے۔

پیرِ کامل کی پہچان: خاصانِ خدا بمشیت ایزدی ظاہر ہوتے رہتے ہیں پیرِ کامل کی پہچان یہی ہے کہ شریعت کی اتباع میں پختہ کار و ہوشیار ہو اور عشق و محبّتِ جناب رسولِ مقبول احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایہ رکھتا ہو۔ میرے نزدیک سب سے بڑی کرامت استقامت ہے۔ پیرِ کامل کے ساتھ رابطہ (نسبت) قائم و مستحکم ہو جائے تو مُرید کے لئے اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے اور اگر مُرید پیر کی طرف سے بدگمان ہو جائے تو اس سے زیادہ بدنصیب اور کون ہو گا۔ وہ مُرید کبھی فیضیاب نہیں ہو سکے گا۔ صاحبِ نسبت مُرید جہاں بھی ہو اپنے پیر و مُرشد سے فیض پاتا رہے گا اور مُرشدِ کامل کے وصال شریف کے بعد تو فیض میں بدرجۂ کمال اضافہ ہو جاتا ہے۔ دیگر بزرگانِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فیوض بھی اسی رابطۂ مقدّس کے طفیل حاصل ہوتے ہیں نسبت کے قیام اور استحکام کے لئے خلوصِ دل سے کوشاں رہنا لازمی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ سرفراز فرما دیں۔ میں تم سب کے لئے دُعا کرتا ہوں۔

حضرت داتا صاحبؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری: ارشاد فرمایا ہندوستان میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے مسلمانوں کی کوئی جائز بات بھی تسلیم نہ ہوئی تو یہ سرد جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ مسلمانوں پر اس ظلم وستم کا اللہ تعالیٰ اہلِ بھارت سے ضرور بدلہ لے گا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی بہت بڑی جائیداد موجود ہے۔ حضرات بزرگانِ کرام کے مزارات تو بڑی گراں مایہ دولت ہیں۔ انہیں کیونکر فراموش کیا جا سکتا ہے۔ آج کل مسلمانوں میں بڑا جوش وخروش پایا جاتا ہے۔ جوش بڑی چیز ہے یہی راہِ فلاح ہے۔

اگر پاکستان کو جنگ میں دھکیلا گیا تو معلوم ہو جائے گا کہ نصرتِ حق کسے کہتے ہیں۔ اگر پاکستان نے پانچ سمت سے حملہ کر دیا تو تین گھنٹے میں حال معلوم ہو جائے گا۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی امداد کافی ہے۔ کچھ بھی سہی اس کے محبوبؐ کی امت ضرور ہیں۔

ہم ایک مرتبہ ہندوستان سے پنجاب آئے۔ لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے عُرس شریف میں بھی شریک ہوئے۔ ان دنوں مسلم لیگ کو کامیاب بنانے اور اس تحریک سے آزادی حاصل کرنے کی ابتداً ہو رہی تھی۔ لاہور شہر کے مسلم لیگی کارکن ہمیں اس وقت ملے اور کامیابی کی دُعا کے خواستگار ہوئے۔ میں نے کہا ہم اس وقت درگاہِ عالیہ حضرت داتا صاحبؒ میں حاضر ہونے والے ہیں مابعد آپ سے کچھ باتیں کر سکیں گے۔ واپسی پر ہم نے اعلانیہ کہہ دیا تھا۔ مبارک ہو مسلم لیگ کو فتح اور کامیابی نصیب ہوگی۔

بعد ازاں ہم نماز کے لئے مسجد میں چلے گئے۔ ہزارہا افراد کا اجتماع تھا مشائخ حضرات اور علمائے کرام بھی کافی تعداد میں تشریف فرما تھے اور میرے جاننے والے کوئی خاص نہ تھے تاہم نماز کے لئے بصد اصرار مجھے امام بنا دیا گیا۔

آستانۂ عالیہ کے صاحبِ سجادہ صاحب نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ حضرت تشریف لائیے! حضرت داتا صاحبؒ کا منشا مبارک بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور حاضرین کی بھی یہی آرزو ہے۔ بالآخر نماز پڑھائی وہ نماز عمر بھر یاد رہے گی۔ میں نے کبھی ایسی نماز نہیں پڑھی اور یاد کیوں نہ رہے کہ صرف اللہ اکبر کہنا یاد ہے اور کچھ یاد نہیں۔ مقتدی گریہ و رِقّت کے عالم میں نماز پڑھتے رہے۔ نماز پڑھنے کے بعد مجھے تردّد ہوا کہ کہیں غلطی نہ ہوگئی ہو۔ بالآخر پوچھنا پڑا کہ کیا نماز صحیح ادا ہوگئی مقتدی صاحبان نے جواب دیا۔ حضرت صحیح ادا ہوئی ہے۔

سبحان اللہ حضرت سیدنا داتا صاحبؒ بہت بڑے بزرگ اور صاحبِ فیض و جود و کرم ہیں۔ نہایت ادب اور محبت کے ساتھ یہی کہا جا سکتا ہے ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہنما

تصوّرِ شیخ حاصل منزل: طالبِ حق کے لئے تصوّرِ شیخ حاصلِ منزل ہے۔ اس مبارک خیال کو مضبوط کرنا چاہئے حتیٰ کہ اٹھنا و بیٹھنا اور کھانا و پینا وغیرہ سب کچھ اسی کے تحت ہو جائیں۔ تصوّرِ شیخ کو اوڑھنے کی طرح اوڑھ لینا چاہئے۔ برزخ کا مطلب ایسا ہی ہے۔

تصویر شریعت اور طریقت دونوں میں قطعاً منع ہے۔

دراصل تصوّر سے جو تعلق پیدا ہوتا ہے وہ مرکزِ فیض سے جا ملتا ہے اور اسے مضبوط رکھنے کے لئے ہر قسم کی فکر و کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس تصویر رُوحانی تعلق کو کمزور کرنے والی چیز ہے بہر حال کام وہ کرنا چاہئے جو نیک انجام ہو۔

خلفاء کو نصیحت: حضرت قبلۂ عالم قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ تعلیم و تلقین کا

معاملہ بہت اہم ہے۔ صاحب اجازت افراد کو دلجمعی و خودداری اور بے باکی و ہوشیاری سے سلسلہ عالیہ کا کام کرنا چاہئے۔ کام کرنے ہی سے کچھ ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے تعلق پیدا ہوجاتا ہے تو ربِّ کائنات توفیق بھی عنایت فرمادیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کمی محسوس کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہے ورنہ کس چیز کی کمی ہے۔ تسلیم نے خوب ہی کہا ہے

اب بھی جو رہے پیاسا یہ اس کا مقدر ہے

تم نے تو بہادی ہیں نہریں مے عرفاں کی

میں سوچتا ہوں کہ کسی دن تمام خلفاء کو بلا کر یہ واضح کردوں کہ انہیں کیا ملا ہے اور میں نے ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔

سجدۂ تعظیم: ارشاد ہوا کہ جب ربّ العالمین نے ملائکہ سے فرمایا:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ (سورہ اعراف)

(ترجمہ) ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس سجدے والوں میں نہ ہوا۔

یہ سجدۂ عبادت نہیں تھا۔ لہٰذا شرک نہیں کہا جاسکتا۔ یہ سجدۂ تعظیم تھا۔ بامرِ حق تعالیٰ ملائکہ نے نورِ نسبت (نورِ نبوّت) کے سامنے تعظیمی سجدہ کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے "فَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" فرمادیا تو سجدۂ تعظیم لازم ہوا اور جمیع ملائکہ نے تعظیم کی۔ اس حکم صریح کی ابلیس نے تعمیل سے انکار کیا دلیل پیش کی اور ذلیل و مردود ہوا۔

اہل ایمان کو لازم ہے کہ خداوند کریم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے

تمام احکام کو بے دلیل مانیں اور چونکہ پیرِ کامل بھی نائب رسول کریم ﷺ ہوتا ہے لہٰذا اس کو بھی بے دلیل ماننا برحق ہے اور ظاہری و باطنی اتباع اختیار کرنی نہایت ضروری ہے۔ جو شخص پیرِ کامل کے قدموں سے وابستہ ہو گیا۔ درحقیقت اس کی وابستگی جناب رسالتِ مآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے مبارک قدموں سے ہو گئی۔

تذکرہ انبیائے کرامؑ بنی اسرائیل: حضرت قبلہ تاج الاولیاءؒ کی مجلس پاک میں انبیائے کرام علیہم السّلام بنی اسرائیل کا ذکر خیر ہوا۔ آپؒ نے حضور سرور کائنات امام الانبیاء ﷺ کی ایک حدیث شریف بیان فرمائی۔ "اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَالْاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل" یعنی میری امت کے علمائے ربانی کی مثال انبیائے کرام بنی اسرائیل کی سی ہے۔ ارشاد فرمایا اب تو میرے حضرات بزرگانِ عظام کا مبارک دور ہے کرم ہی کرم ہے لیکن سارا دارومدار نسبت وقبولیتِ شیخ پر ہی ہے ؎

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خداؐ در ذاتش آمد ہم رسولؐ

توحید و رسالت پر بے دلیل ایمان: اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت اور سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی رسالت کو بے دلیل ماننا ہی "ایمان" ہے افسوس ہے ایسے اُمّتی پر جو رسالتِ مآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ذاتِ اقدس کے متعلق کوئی شبہ رکھتا ہو اور پھر مسلمان کہلاتا ہو حالانکہ وحدت اور رسالت کا ماننا برحق ہے اور اس کے بغیر تکمیل ایمان ہر لحاظ سے ناممکن ہے۔ اس واضح اور بنیادی امر سے کون انحراف کر سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ انہیں بے دلیل مانا جائے۔

حق کو بے دلیل ماننا: حضرت فخر الدّین رازیؒ فلسفہ اور علم کلام کے امام مانے

جاتے ہیں۔ عالمِ اَجَل اور فاضل بے بدل تھے۔ توحید و رسالت کے ثبوت میں ایک ہزار اور ایک دلیل مکمل کر لی مگر وقت آخر ابلیس لعین کو دوبارہ گفتگوئے وحدت دلائل سے قائل کرنے لگے لیکن ابلیس کے سامنے سب دلائل ختم ہو گئے اور ایمان کو خطرہ لاحق ہوا۔ انتہائی تشویش اور پریشانی کا عالم تھا۔ ایمان کے تحفظ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس وقت اپنے پیر یاد آئے۔ امام صاحب کے پیرو مرشد جناب حضرت نجم الدّین کبریٰؒ اس وقت دور دراز مقام پر وضو فرما رہے تھے ناگہاں ان کے چہرۂ اقدس پر آثارِ جلالت نمودار ہوئے اور وضو کے پانی سے ایک چلّو پانی امام صاحب کی جانب پھینکتے ہوئے فرمایا "بیوقوف کہتے کیوں نہیں کہ حق کو بے دلیل مانا" پانی کے چھینٹے امام صاحب کے منہ پر جا لگے اور ساتھ ہی اپنے پیرو مُرشد کے الفاظ سماعت فرمائے اور امام صاحب اپنے پیرو مُرشد کا جملہ کہ حق کو بے دلیل مانا ادا کرتے ہوئے واصل باللہ ہوئے۔

گر بہ استدلال کارِ دیں بُدے

فخر رازی راز دارِ دیں بُدے

کامیابی اور فیضیابی کا راز: اگر کوئی شخص پیر کو فقط پیر ہی سمجھتا رہے اور اسی اعتقاد پر رہ گیا۔ اس سے آگے وہ کچھ نہ سمجھ سکا اور نہ ہی اس کے عقیدہ میں ترقّی ہوئی تو آئندہ کوئی ترقّی نہ کر سکے گا۔ معلوم ہوا کہ کامیابی و فیضیابی اسی میں ہے کہ پیرِ کامل اور جناب رسول مقبول ﷺ اور حق تعالیٰ پر بغیر دلیل کے ایمان لایا جائے۔

پناہ گاہ: زمین اور آسمان کے درمیان کلّی (پناہ گاہ) جناب رسول الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہیں جو بھی آپؐ کے قدم مبارک سے منسوب ہو گیا محفوظ ہو گیا۔ پیرِ کامل نائب رسولِ مقبول ﷺ ہوتا ہے لہٰذا اس کے مبارک قدموں سے منسوب ہونا بھی درحقیقت سرکار دو عالمؐ ہی کے مبارک قدموں سے وابستہ ہونا ہے اور جس

نے ان کے قدموں سے وابستگی حاصل کرلی وہ بچ گیا ۔

دو پاٹن کے بیچ میں ثابت رہے نہ کو
جو کِلّی سے لاگے اسے خوف نہ ہو

راضی برضا: انسان کو ہر حال میں شکر گذار ہونا چاہئے اگر حسب منشا آرزو پوری ہوجائے تو بہتر ورنہ یہ بات کیا کم ہے کہ اس کی رضا حاصل ہوجائے بلکہ کامیاب وہی ہے جو راضی برضا ہوا۔ کشتگانِ خنجرِ تسلیم و رضا کا حاصل کیا ہے؟ خود ہی فرمایا لقائے الٰہی انسان لقائے الٰہی کی آرزو بھی رکھے اور بچتا بھی پھرے ۔

تو بچا بچا ک نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

مُرید کی تسکین: فرمایا سنو! جس شخص کی تسکین مجھ سے نہ ہوسکی ہو حشر میں کیا آج ہی میرا دامنگیر ہوسکتا ہے۔ غیر مطمئن مرید کی تسکین کرادینا مجھ پر فرض ہے۔ دوسری صورت میں یہاں سے کسی اور جگہ زیادہ فیض ہوسکتا ہو تو بھی اجازت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے بچوں (صاحبزادگان) کو تو میرے بعد میرا نورِ نظر اور لختِ جگر کہا جائے گا۔ مگر تمہیں کیا کہا جائے گا ۔۔۔ رے لئے کچھ عجیب درد ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ وہ میرے لختِ جگر ہی سہی مگر میں نے تمہیں بھی اپنا خونِ جگر پلا پلا کے پالا ہے۔ میں نے آج تک کسی کو مُرید نہیں کیا کہ جس کا ہاتھ جنابِ رسولِ خدا ﷺ کے دستِ مبارک میں نہ دے دیا ہو۔ ۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں کچھ تیرا میرا

نیا دل: کم از کم تمہاری سمجھ میں اتنا تو آگیا ہوگا کہ ایک نیا دل ملا ہے اور کچھ نہیں تو قبر میں ایک نیا دل تو لے کر جاؤ گے اور قدرت کاملہ دلوں کو دیکھتی ہے اور دل کے

معاملہ پرہی فیصلہ ہوتا ہے۔

میرے سامنے جب کوئی شخص مُرید ہونے کے لئے آتا ہے تو میں اس کے دل ودماغ کی حالت سے آگاہ ہوجاتا ہوں اگر وہ ناقص ہوتو سوچتا ہوں کہ حضرات نے تیرے ذمّہ کیا خدمت سپُرد کی ہے اور اگر طلبِ صادق ہوتو کوشش کرتا ہوں کہ اس کی حالت اسی وقت صحیح ہوجائے۔ اوّل تو اسی وقت ورنہ تین روز میں وہ اپنی منزل کی جانب صحیح طور پر گامزن ہوجاتا ہے۔ میں اس کی حالت دُرست ہونے تک بے قرار رہتا ہوں میری کوشش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ صحیح کر دیتا ہے۔

محبّت بزرگانِ دین ذریعہ نجات: حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات بزرگانِ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین مستجاب الدعوات اور مقبول بارگاہِ رب العزّت جل شانہٗ وجناب رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہوتے ہیں وہ کسی کے حق میں دعاء کرسکتے ہیں۔ پیرانِ عظّام کو جملہ خدّام وغلامانِ سلسلۂ عالیہ اور اہلِ محبّت کی لاج ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اولیائے متقدمین میں سے ہوئے ہیں۔ آپ ایک بچّہ پر نظر شفقت رکھتے تھے اس کے والد صاحب فوت ہوگئے جو کہ بہت گنہگار تھے۔ وہ بچّہ آپ سے دُعا کا خواستگار ہوا۔ آپ نے بچّہ سے معلوم کیا کہ تمہارے والد صاحب نے کوئی نیک کام بھی کیا تھا؟ ''نہیں جناب'' بچّہ نے عرض کیا۔ فرمایا ''کسی بزرگ سے مُرید تھے؟'' بچّہ نے کہا ''نہیں جناب'' فرمایا کسی بزرگ سے محبّت رکھتے تھے یا کسی کے معتقد تھے؟'' بچّہ نے جواباً عرض کیا ''نہیں جناب'' فرمایا ''کبھی ہماری گلی سے بھی گزرے تھے؟'' ''جی ہاں جناب ایسا تو ہوا تھا۔'' فرمایا ''بہشتی ہے چونکہ حقدار شفاعت تو ہے۔'' آپ نے

دعائے مغفرت فرمائی اور مزید بخشش کا اظہار بھی فرما دیا۔ وَاللہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم۔

حُقّہ نوشی: فرمایا کہ تمباکو نوشی (حُقّہ نوشی) ایک دُنیوی شغل ہے اور شرعاً مباح ہے۔ اگر پانی کا رنگ پیلا ہو جائے تو مکروہ ہے۔ مولانا محمد احمد صاحب قادری (مولانا ابوالحسنات) نے بتایا کہ عرب شریف میں حُقّہ کا استعمال عام ہے۔ علماء مساجد کے حجروں میں ربڑ کی نالیوں سے حُقّہ نوشی کا شغل کرتے ہیں اور مسجدوں میں ٹھنڈے مقامات پر یعنی پانی کی جگہ پر حُقّے رکھے جاتے ہیں۔ البتہ پنجاب میں بکثرت استعمال کے باوجود معیوب سمجھا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص لہسن اور پیاز کے متعلق حدیث شریف سے مفہوم اخذ کرے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے ورنہ تمباکو کا استعمال مباح ہے ہمارے بزرگ حضرت سیّدنا شاہ محمد عبدالحیؒ نے ''سیرت فخر العارفین'' حصّہ اوّل کے صفحہ ۱۲۰ پر ارشاد فرمایا ہے کہ شامی کے دوسرے مقام کتاب الاشربہ میں لکھا ہے کہ تمباکو کا استعمال ان کی تحقیق سے جائز اور مباح ہے نیز آپ کی اپنی تحقیق سے بھی یہی ثابت ہوا ہے کہ تمباکو کا استعمال مباح ہے لہٰذا ہمیں تو قیل و قال کی گنجائش نہیں چونکہ ہمارے حضرات نے حُقّہ نوشی فرمائی ہے۔ چار پشتوں تک تو ہمیں علم ہے یہ ایک دُنیوی شغل ہے۔ ہم بھی دُنیاداری میں دِین داری کو پسند کرتے ہیں نہ کہ دینداری کے پردہ میں دُنیاداری کو۔

طلبِ صادق مستحق نظرِ کرم: بنجر اور غیر آباد زمین جب تک پیاسی نہ ہو بارش نہیں ہوتی سائنس دانوں کی تحقیق بھی یہی ہے۔ اسی طرح ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جب تک طالبِ حق کے دل کی زمین گرم نہ ہو اور تشنگی سے بے قرار نہ ہو نظرِ رحمت سے سیراب نہیں ہوتی۔ طالبِ حق کا دل جب بے قراری سے تڑپتا ہے اور صاحبِ لطف و کرم کی نظرِ عنایت کا مستحق ہو جاتا ہے تو خداوند کریم بھی اپنی عنایات

کا نزول فرمادیتا ہے لہٰذا طالب کو اپنی طلب میں صادق اور اس کے دل میں تڑپ ہونی چاہئے تاکہ اس کے دل کی زمین صاحبِ جود و کرم کی نگاہِ عنایت سے سیراب ہو۔

تصورِ شیخ نعمتِ حق: فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی دینی یا دُنیوی ضرورت میں امداد کا خواستگار ہو تو تصورِ شیخ کی بدولت اس کی امداد کردینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور الرّحیم ہے میرے حضرت پیر و مرشد نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ تصورِ شیخ نعمتِ حق ہے۔ مُرید کو چاہئے کہ اسی کو اپنی زندگی بنا لے۔ خود کو مُردہ خیال کرے اور پیر و مُرشد کو جان (روح) تصور کرے۔ اپنے مردہ جسم میں روح (تصورِ شیخ) داخل کر کے زندگی حاصل کرے۔ تصورِ شیخ سے کوئی آسان ذریعۂ قربِ حق نہیں۔ اس سے کسی بھی وقت غافل نہ ہونا چاہئے۔

سرچشمۂ علم و فضل: ارشاد ہوا کہ اگر تلاش علم و فضل ہے تو پیر کی ذات سے محبت رکھو۔ یہی ذاتِ اقدس سرچشمۂ علم و فضل ہے اسی سے سب کچھ حاصل ہوگا۔ اسی سے تسلیم و رضا کا مقام حاصل ہوگا۔ اسی مقدّس ہستی کے قدموں میں رہ کر زندگی تسلیم و رضا کے سانچے میں ڈھلے گی۔ اسی کی نگاہِ کرم سے غفلت کے پردے چاک ہوں گے۔ یادِ خدا میں دُنیاداری ہرگز مانع و حائل نہ ہونے دینا چاہئے۔ پیر و مُرشد کی وَلا سے انسان ولی اللہؒ ہو جاتا ہے۔

اثر یہ ہے کہ قطب الدّینؒ، فرید الدّینؒ، نظام الدّینؒ
ہر اِک ان میں سے خواجہ بن گیا ہے خواجہ پرستی میں

پیرِ کامل کی محبت و اتباع کے ذریعہ انسان باری تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرلیتا ہے۔ کوئی شخص صاحبِ حال ہوئے بغیر "ولی" نہیں ہوسکتا اور بغیر پیرِ کامل کے "حال" حاصل نہیں ہوسکتا۔ کما قال عارفؒ رومی ؎

قال را بگذار و مردِ حال شو پیش مرد کاملے پامالِ شو

مولوی صاحبان اس حدیثِ قدسی شریف کے قائل ہیں کہ انسان نوافل سے اس قدر قربِ حق پالیتا ہے کہ بمصداق حدیثِ شریف اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پاؤں اور کان بن جاتا ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے۔

جب کوئی علم وکسب بغیر استاد کے حاصل ہو ہی نہیں سکتا تو اللہ کی معرفت کے حصول کے لئے اُستاد یعنی پیرِ کامل کی ضرورت اور شفقت وعنایت بدرجہ اولیٰ مطلوب ومقصود متصور ہوگی۔ کما قال عارف رومیؒ۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پُر آفت وخوف وخطر

شعر وشاعری: ارشاد فرمایا کہ شعر وشاعری ایک اچھا ذوق ہے اس سے ذوق سلیم پیدا ہوتا ہے جس شاعری کو ممنوع قرار دیا گیا وہ فحش کلام ہے مجھے شعر وشاعری سے بڑا مس رہا ہے۔ یہ ایک مؤثر ذریعہ تبلیغ بھی ہے۔ شاعری میں اُلجھن نہ ہو اور حد شریعت سے بھی تجاوز نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اشعار تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر صلحائے اُمت نے بھی بکثرت ارشاد فرمائے ہیں۔ اشعار خوش الحانی میں پڑھے جائیں تو نہایت ہی مؤثر اور دل پذیر ہوتے ہیں۔

خوش الحانی: خوش الحانی بھی بڑی نعمتِ خداداد ہے کلام مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے میں بڑا ثواب ہے قرآن شریف میں صوتِ انبیاء علیہ السلام کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور لحنِ داؤدی تو خصوصیت سے مشہور ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ سماع اور کیا ہے۔ البتہ فرق صرف مزامیر کا ہے جو کہ معاون سماع ہیں۔

اگر اس طریقہ وادب اور اہتمام سے سماع سُنا جائے جس سے کہ حضرات بزرگانِ عظام نے سُنا ہے تو بدرجہا مفید اور مؤثر ثابت ہو اور عشق ومحبتِ خداؐ اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادتی کا باعث ہو۔

اجمیر شریف میں حضرت سیّدنا خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ پاک پر ایک صاحب یہ شعر ہمہ وقت پڑھتے اور طواف میں رہا کرتے ۔

دوزخ میں ڈال یا مجھے جنت میں ڈال دے

جلوہ دکھا کے خواجہ میری حسرت نکال دے

بالآخر وہ صاحب اپنی محبوب مُراد کو پہنچے اور آستانۂ عالیہ پر اسی حال میں واصل بحق ہوئے۔ اللہ تعالیٰ جسے نصیب فرمائیں۔ ذوق وشوق اور عشق ومحبت کی موت کا کیا کہنا ۔

گر دمم صد بار قربانت شوم اے نازنین

آرزو دارم کہ قربانت شوم بارِ دگر

چچا حضرات کی شفقت ومحبت: فرمایا حضرت مولانا حکیم سید سکندر شاہ صاحب قبلہ اور حضرت مولانا عبدالقدیر شاہ صاحب قبلہ میرے چچا پیر اور بڑے بزرگ تھے۔ دونوں حضرات بڑے صاحب علم وفہم تھے۔ ''سیرت فخر العارفین'' کے تینوں حصے آپ حضرات کی سعی جمیلہ ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ ہر دو حضرات سیرت شریف کی تکمیل کے وقت بزرگانہ شفقت سے میری جانب بھی رجوع فرما کر سرفراز فرمایا کرتے تھے بعض معاملات میں رائے بھی طلب کی گئی۔ میری استدعا پر سلسلۂ عالیہ وارثیہ کے ایک بیان کو تحریر میں نہیں لایا گیا۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا حکیم سیّد سکندر شاہ صاحب قبلہ بموقع عُرس شرف حضرت قبلۂ عالم پیر ومُرشد شاہ محمد نبی رضا خاں قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز بمقام لکھنؤ تشریف لے گئے حضرت حکیم صاحب قبلہ آستانہ عالیہ پر حاضری سے فراغت کے بعد باہر تشریف لائے اپنے معزز خلفاء اور پیر بھائیوں سے میرے متعلق واضح الفاظ

میں خطاب فرمایا اُن کو صرف بھتیجا ہی نہ سمجھنا میں ان کو کچھ اور ہی دیکھ رہا ہوں۔ کہیں اس خیال میں پڑ کر کوئی نقصان مت اُٹھا لینا۔"

حضرت قبلہ حکیم سید سکندر شاہ صاحب مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ "ہر شخص کی حالت مجھ پر آئینہ کی طرح روشن ہو جایا کرتی ہے مگر بیان نہیں کر سکتا۔ مسئلہ وحدت الوجود بھی خوب سمجھا ہے مگر سمجھا نہیں سکتا۔ نصیر آباد میں آپ کی تعلیم و تلقین اور معاملات کو دیکھ کر محو رہتا ہوں۔ جس بے باکی اور خودداری سے آپ سلسلۂ عالیہ کی خدمات انجام دے رہے ہیں وہ آپ ہی کا مخصوص حصّہ ہے۔

<u>چچا پیر نے تعریف و توصیف فرمائی</u>: اس خادم بارگاہِ سے مکرمی بھائی محمد سعید شاہ صاحب نے بیان کیا کہ جس زمانہ میں حضرت قبلۂ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ بستی جیون ہانہ میں قیام پذیر تھے اور طبیعتِ مبارک بہت ناساز تھی وہ ویزا پر کانپور گئے۔ حضرت قبلہ مولانا حکیم سید سکندر شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز کی خدمتِ اقدس میں بھی حاضری ہوئی۔ حضرت قبلہ حکیم صاحب نے حضرت قبلۂ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خیریت دریافت فرمائی۔ آپ کی طبیعت مبارک بہت ناساز ہونے اور طویل علالت کی کیفیات سُن کر حضرت قبلہ حکیم صاحب نے بڑی ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے فرمایا کہ "یا اللہ اگر یہ تشریف لے گئے تو ہمارے سلسلہ عالیہ کا کیا ہوگا اور کافی دیر تک حضرت قبلہ عالم کی تبلیغی خدمات کو سراہتے رہے اور فرمایا کہ دین متین اور سلسلۂ عالیہ کی تبلیغ و اشاعت کی خدمت جس قربانی و ایثار، لگن و تندہی اور بے باکی و خودداری سے آپ نے کی اس کی مثال نہیں ملتی اور آپ کی صحت یابی کے واسطے دُعا فرماتے رہے۔

<u>کفایت شعاری</u>: پاک پتن شریف سے ایک صاحب حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئے تنگدستی اور قرض سے نجات کے لئے دُعا فرمانے کی درخواست کی۔ فرمایا کہ محنت

زیادہ کرو اور آمدنی سے خرچ کم کرو اور ہر نماز کے بعد "رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" پڑھتے رہنا مزید فرمایا کہ مُرید کو چاہئے کہ پیر کی محبّت میں محور ہے اور ہر وہ چیز جو کہ پیر کی محبت میں حائل ہو اسے دور کر دے۔ ہمیں جو کچھ بھی حاصل ہوا اسی عشق و محبت کا طفیل و ثمرہ ہے۔

کچھ حضرت قبلہ تاج الاولیاء قُدِّسَ سِرّہٗ کی اپنی صحّت کے متعلق: فرمایا کہ لوگ مجھ سے میری صحّت کے بارے میں پوچھتے ہیں حالانکہ میری حالت ظاہر ہے میں بھی یہی کہہ دیا کرتا ہوں کہ زندہ ہوں۔ میری حالت کو خدا ہی بہتر جانتا ہے میں تو یہی کچھ جانتا ہوں کہ میرے حضرات کرام کا فیض اور تصرّف ہے۔

بعدہٗ فرمایا، یاد رکھو تم لوگ مجھے بہت عزیز ہو۔ میری وجہ سے تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا بلکہ ہمیشہ فائدہ ہی پہنچتا رہے گا۔ ہاں تمہارے نفع کے لئے ایک بتائے دیتا ہوں کہ مجھے دیکھو اور میرا عمل اختیار کرو۔ تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ ہمارے حضرات کے سلسلہ میں یہ بات بہت خوب ہے کہ آدمی کارِ دنیا اور کارِ دین دونوں میں کامل ہو جاتا ہے۔

دَراصل یہ تصرّفات و فیوض اور احسانات سب حضرت بڑے پیر صاحبؒ (سیّدنا حضرت غوث اعظمؒ) ہی کے ہیں۔ میں تو ان کے نام کا ایک بندہ ہوں۔ تم سب کو انہیں کا مُرید سمجھتا ہوں۔ مُرید کے لئے ضروری ہے کہ طلبِ حق میں صادق رہے۔ دل کی اس طرح دربانی کرے کہ ماسوئ اللہ کا خیال تک نہ گزر سکے۔ یاد رکھئے کہ مُرید کی حالت پیر کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور پیر کا ہاتھ ہر جگہ پہنچ سکتا ہے۔

محترمہ مخدومہ والدہ صاحبہ کے بارے میں: فرمایا کہ تمہاری والدہ نے میری بہت خدمت کی ہے اور تمہاری نگہداشت و پرورش میں بھی کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ ابتدا

ہی سے ساری ساری رات نشست رہتی اور وقت و بے وقت آنے والوں کے کھانے اور چائے وغیرہ کا بھی اہتمام فرماتیں۔ انہوں نے ہمیشہ فراخ دلی حوصلہ مندی اور سلیقہ شعاری سے مہمانوں اور اعزّہ کی دیکھ بھال جاری رکھی۔ مجھے ان کا ہر مشورہ مفید ثابت ہوا انہوں نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا۔ تکالیف کے ایسے ادوار بھی آئے کہ مَرد بھی ہمت ہار جاتے لیکن ان کی استقامت میں کبھی فرق نہیں آیا اور وہ ہمیشہ مستقل مزاج رہیں۔ میں اکثر بیمار رہتا ہوں۔ ایسی حالت میں اگر رات میں کسی وقت مجھے ذرا سی کھانسی بھی آئی تو ان کو سرہانے کھڑی پوچھتی ہوئی دیکھا ''کیا ہوا خیریت تو ہے'' اب بھی ان کی نگرانی، مہمانوں کی دیکھ بھال اور میری خدمت اس ضعیفی کے عالم میں ان کی علوِ ہمتی اور بیحد خلوص کی مظہر ہے۔ میں ان کی خدمت سے راضی ہوں اور ان کے لئے دُعا کرتا ہوں۔

<u>حقیقت شناسی</u>: فرمایا ایک مرتبہ اجمیر شریف کے ایک بزرگ مجھے ایک دوسرے بزرگ کی مجلس میں لے گئے۔ ان کی بزم میں حاضرین نہایت مودّب بیٹھے تھے شاید دونوں بزرگوں کی پہلے سے آپس میں کچھ بے تکلّفی تھی میرے ساتھی بزرگ نے موصوف سے دریافت کیا ''حضرت سر برہنہ رہنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟'' بزرگ موصوف نے جواب دیا۔

سر برہنہ نیستم دارم کلاہِ چہار ترک ترکِ دنیا ترکِ عقبیٰ ترکِ مولا ترکِ ترک

ہر دو بزرگ محظوظ ہوتے رہے۔ میں نے اندازہ کرلیا تھا کہ محظوظ ہو رہے ہیں لیکن اس کی حقیقت سے نا آشنا ہیں۔ اگرچہ میرا ابھی ابتدائی زمانہ تھا مگر حضرت قبلہ پیر و مُرشد کے کرم سے اسی وقت کماحقہٗ واقف ہوگیا اور حاضرین کی کیفیت بھی مخفی نہ رہی۔ تم لوگ ابھی نہ سمجھو گے مگر اللہ تعالیٰ جسے فہم عطا کردے یہ اس کی عنایت اور کرم نوازی ہے۔

عاشقِ صادق کا خاصہ: فرمایا کہ ہر عاشقِ صادق کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ اپنے محبوب کی یاد اور محبت میں مبتلا رہے اور اس کی رضا جوئی کا خواہاں ہو۔ تمام مخلوقِ خدا اپنے خالق و مالک کی عاشق و شیدا ہے اور اس کی خوشنودی چاہتی ہے۔ اور خود خالق و مالک اپنے محبوب جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا شیدا ہے۔ بلکہ شیدا ہی نہیں "مبتلا" ہے۔

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

یہ اَمر کا صیغہ ہے قیل و قال کی گنجائش نہیں۔ بے دلیل ماننا ہوگا اور یہ خطاب اہلِ ایمان ہی کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضرت نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور تعین حد و اوقات بھی نہیں کیا جاتا اور جمیع اہلِ ایمان کو بھی یہی حکم ہوتا ہے تو مبتلا ہونا اور کیا ہوتا ہے۔

افسوس ہے ایسے شخص پر کہ باوجود امتی ہونے کے آپؐ کی ذاتِ محبوب کبریائی پر کوئی شبہ رکھتا ہو۔ حق تو یہ ہے کہ بے دلیل مانا جائے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے روزِ اوّل ہی سے ارواحِ مقدسہ انبیاء علیہم السّلام سے عہد لیا تھا کہ ان کے دورِ رسالت میں اگر حضور ﷺ جلوہ گر ہوں تو تسلیم کرنا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ جمیع انبیاء علیہم السّلام کو بھی امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے بدرجۂ اتم محبت تھی۔

گوہرِ مقصود کا حصول: فرمایا کہ سید نا رئیس الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ اولیائے متقدمین و کاملین میں سے ہیں۔ آپ کے ایک خادم نے جو کہ عرصہ دراز تک حاضرِ خدمت رہا اور جملہ فرائضِ خدمت بھی انجام دیتا رہا۔ ایک روز عرض کیا کہ حضرت میرے سامنے لاتعداد افراد آتے اور گوہرِ مقصود پاتے

رہے مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ ہنوز روزِ اوّل است اس پر خواجہ صاحبؒ نے فرمایا ایک گلاب کا پودا معہ جڑ وتنا اور شاخیں و پتّے و پھول میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ پودا لایا گیا۔ آپ نے سب کو توڑ کر یک جا کر کے ایک ڈبیہ میں بند کر کے رکھوا دیا۔ دوسرے روز وہ ڈبیہ منگوائی گئی۔ فرمایا کہ ہر جز کی خوشبو سونگھو۔ سونگھ کر عرض کیا گیا کہ سب میں ایک ہی خوشبو ہے۔ فرمایا کہ سب اجزا ٹوٹ ملے تو ایک جان ہوئے اور ایک جان ہونے سے ہر جزو گلاب میں گُلِ گلاب کی خوشبو پائی گئی۔ اگر ٹوٹ کے نہ ملتے تو ہر جزو گلاب میں گلاب کے پھول کی خوشبو نہ ہوتی۔

پس معلوم ہوا کہ جب تک پھول کی ذات میں اس کی صفت فنا نہ ہوئی فیضِ ذات سے محرومی رہی لہٰذا تم بھی جب تک ٹوٹ کر پیر سے نہ ملو گے ایک جان نہیں ہو گے مطلوبہ خوشبو کہاں سے پیدا ہو گی۔ اپنی ہستی موہومہ کو پیر کی ذات میں فنا کر کے ہی تم بھی گوہرِ مقصود حاصل کر سکتے ہو۔

طلبِ حق اور پاکیزہ کردار: فرمایا طلب حق کے بغیر مُرید ہونے اور مُرید رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم نے عمر بھر اسی نظریہ پر سختی سے عمل کیا ہے اور مُرید ہو کر ماسوا اللہ کوئی واسطہ و غرض نہیں رکھی۔ آج جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ سب میرے حضرات کی توجّہ اور تصرّفات کے طفیل ہے اور میرے معاملات کی پاکیزگی اور صداقت کا ثمر ہے۔

اجمیر شریف کے سجّادہ نشین جناب سید آلِ رسول صاحب مُرید ہونے کی کوشش کرتے رہے مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اس طور سے عزّت اور اثر حاصل کرنا چاہتے ہیں اور طلبِ حق موجود نہیں علاوہ ازیں منجانب حضرت خواجہ غریب نوازؒ سجادہ نشین بھی نہیں تھے۔ انہیں انگریزوں نے سجادگی پر مقرّر کیا تھا اسی لئے ہم نے مُرید نہیں کیا۔ البتہ ان کے بھائی آلِ نبی صاحب میں کچھ طلب ضرور موجود تھی

انہیں مُرید کرلیا گیا۔

اہمیت نسبتِ تامّہ: فرمایا آج ہمارے پیرو مرشد فخر السالکین سلطان العارفین اسدِ جہانگیری حضرت شاہ محمد نبی رضا خان قُدِّسَ سِرّہٗ کا عُرس مُبارک ہے۔ کہاں کہاں سے دُنیا کھنچی چلی آرہی ہے۔ ذوق وشوق میں ہر شخص دیوانہ معلوم ہو رہا ہے۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل تڑپتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ سب میرے حضرات پیرانِ عظام ہی کا کرم ہے۔ کس قدر ذوق وشوق کا غلبہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے سنبھال بھی رکھا ہے۔ اپنا کوئی دیوانہ صحرا میں نہ ملے گا۔

یاد رکھئے دلوں کی ڈور پیرِ کامل کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ مُرید کو جہاں اور جس حالت میں چاہے رکھے۔ مگر اس کے لئے نسبتِ تامّہ (کامل قلبی تعلق) کا حصول ضروری ہے نسبت کے بغیر پیر اور مُرید کے مابین رابطہ قائم نہیں ہوسکتا خواہ مُرید حاضرِ خدمت ہی کیوں نہ ہو اور نسبت قائم ہو جانے پر ہزاروں میل کے فاصلہ پر بھی مُرید اپنے پیر کے نزدیک ہوتا ہے۔

اِسی نسبت کے طفیل بعد وصال بھی فیض حاصل ہوتا رہتا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ مُرید پتنگ اور پیر پتنگ باز۔ اگر پتنگ باز کے ہاتھ میں پتنگ کی ڈور ہوگی تو ہی پتنگ اُڑائی جاسکے گی۔ ڈور کے بغیر بھلا پتنگ باز پتنگ کیسے اُڑائے گا۔ اور وہ ڈور نسبت ہے جو اپنے پیر کے ساتھ محبّت رکھنے اور مکمل طور پر اتباع اختیار کرنے سے قائم ہوتی ہے راہِ خدا میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے نسبت کا قیام انتہائی ضروری ہے۔ ہاں خداوند کریم اپنے لطف وکرم سے جسے یہ سعادت عطا فرمادیں۔

خوب بات: ہمارے حضرات کے سلسلۂ عالیہ میں یہ بات بھی کیا خوب ہے کہ آدمی کارِ دنیا میں کامل ہونے سے ہی راہِ خدا میں کامل ہوتا ہے۔ اللہ اللہ کرنے

والوں کی دِین اور دُنیا دونوں سنور جاتی ہیں۔ زندگی ایسی ہی ہونی چاہئے۔

حضرات سلفِ صالحین کا راستہ: اہل وعیال سے خوب محبّت کھو لطف خاص نصیب ہوگا۔ ترک دنیا یہ نہیں کہ ہر چیز سے الگ ہو جاؤ اور دل دُنیا کی تمنّاؤں اور آرزوؤں میں اُلجھا رہے۔ جسم کو دُنیا سے الگ کرنے سے کیا حاصل لُطف اس میں ہے کہ بظاہر دُنیا دار ہو مگر دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی آرزو اور حسرت نہ ہو۔ ہر نفع ونقصان سے بے نیازی اور تسلیم ورضا کی خو پیدا ہو جائے یہی ترک دنیا ہے۔ حضرات سلفِ صالحین کا یہی راستہ ہے۔ کما قال عارف رومیؒ

چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

تکمیل عبادت: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ" کا مطلب یہ ہے کہ ماسوا عبادتِ حق تعالیٰ زندگی کا کوئی مقصد نہیں اور 'لِيَعْبُدُوْنَ' کی تفسیر میں علمائے مفسرین نے عبادت سے مراد معرفت متصوّر فرمائی ہے بغیر معرفت عبادت کما حقّہٗ نہیں کی جاسکتی۔ زبانی عبادت کے ساتھ قلبی عبادت بھی ہو تو تکمیل عبادت ممکن ہے۔ تو آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ جنوں اور انسانوں کا مقصدِ تخلیق معرفت کا حصول ہے۔

نفلی عبادت: ذریعہ قربِ حق کیا ہے؟ سُنئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص نوافل سے میرا قرب حاصل کرلیتا ہے میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

معلوم ہوا کہ نوافل کے ذریعہ قربِ حق حاصل ہوتا ہے۔ صرف نوافل کا

پڑھ لینا ہی نفلی عبادت نہیں بلکہ طریقت میں جو بھی افعال عشق ومحبّت میں سرانجام دیئے جاتے ہیں عین نفلی عبادت ہیں اور انسان کو کامل بنا دیتے ہیں یہ ان فرائض سے بہتر ہیں جو انسان کو متکبّر اور مغرور بنا دیں۔ خداؐ اور رسولؐ کے احکام کے تحت جو بھی دُنیاوی اُمور سرانجام پاتے ہیں سب نفلی عبادت ہیں۔ نماز، روزہ اور حج و زکوۃ وغیرہ کی ادائیگی تو تکمیلِ فرائض ہی کہلائے گی مگر ذریعہ قربِ حق تو نوافل ہی ہیں جو کہ مظاہر عشق ومحبّت ہیں چہ جائیکہ عشق ومحبّت کے معاملات اور حقوق العباد کی نگہداشت سے غفلت برتی جائے حالانکہ شریعت میں بھی از حد تاکید ہے کیونکہ باعثِ قربِ حق ہیں۔

زُھد وتقویٰ اور ریاضت سے خدا ملتا نہیں
جس سے ملتا ہے خدا وہ تو منتر اور ہے

بابِ معرفت اور قربِ حق کی کُنجی تو حضرات اولیاءاللہ کے ہاتھ میں ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا!
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(رومیؒ)

مصائب پر صبر باعثِ تکمیلِ منازل: ارشاد عالی ہوا کہ مصائب میں گھبرانا نہیں چاہئے انسان زندگی میں تکلیف و آرام اور نشیب وفراز سے دوچار ہوتا رہتا ہے اور وقت سائے کی طرح بدلتا رہتا ہے۔ مصائب میں عزمِ راسخ اور اِرادہ قوی ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ ایسے عالم میں استقامت بخش دے تو بڑی سعادت ہے۔

یاد رکھئے طالبانِ حق پر منجانب باری تعالیٰ اس قسم کے اثرات ظہور پذیر ہوا کرتے ہیں گھبرانا نہ چاہئے۔ ایسے اثرات صفائی قلب اور تزکیۂ نفس کے علاوہ

تکمیلِ منازل کا باعث ہوتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی نہیں تکلیف دی جاتی کسی جی کو مگر اس کی قوت برداشت تک۔

مصیبت میں انسان اپنے پیر و مُرشد کو یاد کرتا ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم و کرم اور شفاعت کی التجا کی غرض سے رُجوع کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہے یہ سب صفائی قلب اور تزکیۂ نفس کے اسباب ہیں اور مصائب کے پردہ میں رحمتِ کاملہ کے احسانات و انعامات کا ظہور کارفرما ہے جیسا کہ صبر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے انعام ''معیّت'' کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○

طبیب کامل ہمیشہ علاج سے قبل مریض کا تزکیہ اور وجود کی صفائی کرتا ہے اور صحت بخش ادویہ اور شربت ہائے روح افزا وغیرہ مابعد دیتا ہے۔ والدین بچّوں کو کڑوی دوائیں ان کی صحت کے لئے دیتے ہیں۔ بچّوں کے چیخنے چلّانے سے یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے لئے والدین کے دل میں رحم و شفقت نہیں ہوتی ہے بلکہ حقیقی شفقت ہی یہ ہوتی ہے کہ جس میں دائمی عافیت نظر آتی ہے۔

چند پیسے کی ہانڈی کو بھی ٹھوک بجا کر اس کا سودا کیا جاتا ہے طالبانِ باری تعالیٰ کی بھی آزمائش ہوتی ہے اور بازارِ عشق و محبّت کی بیع میں خسارہ ہو ہی نہیں سکتا جس سودے کا نعم البدل رضا و لقا ہو اس کے سامنے ہر مال و متاع محض ہدیہ ہے خداوند کریم کے مندرجہ ذیل فرمانِ مقدّس پر غور کیجئے سورۂ بقرہ آیات ۱۵۴ تا ۱۵۷

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ

مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَ نْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ قف وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سُنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مُصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی دُرودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

مختصر مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں قتل (شہید) ہونے والوں کو مُردہ مت کہو۔ وہ کس طرح سے زندہ ہیں یہ تم نہیں سمجھ سکتے اور ''وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ'' یعنی میں تمہیں آزماؤں گا کسی چیز سے اور وہ تشریح بھی موجود ہے۔ یہ سب بڑی کڑی آزمائشیں ہیں جو ان آزمائشوں میں ثابت قدم رہتا ہے وہ اپنے رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کر کے مالکِ حقیقی کی رحمت و مہربانیوں اور ہدایت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہ سب انعامات کڑی آزمائشوں کی راہ سے گزرنے کے بعد ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ آمین

پیری مریدی سے متعلق اہم ہدایات

نسبتِ تامّہ اور رضائے حق: فرمایا عشقِ رسولِ مقبول ﷺ بہت عظیم نعمتِ خداداد ہے۔ اسے حاصلِ دو عالم سمجھنا چاہئے۔ سنو تم میں بعض لوگ ایسے جو قلب کے ذاکر ہونے کو کمال فقیری سمجھتے ہیں۔ قلب کا ذاکر ہونا اچھی بات ہے مگر کمال کے حصول کا ذریعہ تو مُراقبہ ہی ہے۔ دراصل دل جو کہ جسم انسانی کا بادشاہ ہے اور تمام اعضا پر حکومت کرتا ہے وہ اگر صحیح ہو جائے تو نیت و نگاہ وغیرہ سب تابعین خود بخود درست ہو جائیں۔ کچھ لوگ اس راہ میں چلتے ہوئے معمولی اور غیر مفید خیالات میں پھنس کر رہ جاتے ہیں اور حجابات کے باعث حیران ہو جاتے ہیں۔ معلوم نہیں کشف و کرامات اور خلافت کو کیا کریں گے حالانکہ طالبِ حق کا مقصود ماسوا رضائے حق کچھ بھی نہیں ہوتا جس کے حصول کے لئے استقامت درکار ہے ''نسبتِ تامّہ'' کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے اس کے حصول سے ہر چیز طلب ملے گی۔ راہِ خدا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آرزو نہیں رکھنا چاہئے۔ غیر اللہ کی آرزو حجابات کے علاوہ کوئی فائدہ نہ دے گی اور کامیابی محدود ہو کر رہ جائے گی۔

یاد و محبتِ شیخ عظیم دولت ہے: مجھے دیکھو اور میری پیروی اختیار کرو۔ اس دور میں اور اس عمر میں کس طرح کی فقیری ہے ابتدا میں تو میں کسی سے بات بھی نہ کرتا تھا اپنی لگن میں مگن رہتا تھا۔ کوئی آرزو بھی نہ تھی۔ نہ کوئی دُعا مانگتا تھا۔ بس حضرت پیر و مُرشد کی محبت میں مستغرق رہتا تھا۔ اب بھی تم لوگ دیکھ رہے ہو اور عمر بھر دیکھتے رہو گے کہ میری تمام دولت حضرات پیرانِ عظّام کی یاد اور محبت ہی ہے اور یہ سب اسی محبت کے کرشمے ہیں۔

عامل اور مجذوب فقرا سے پرہیز: اور سُنو! دو قسم کے فقیروں کی صحبت سے پرہیز

ضروری ہے۔ ایک عامل اور دوسرا مجذوب ۔ ان کی صحبت سے اہلِ طریقت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا وہ ''متوکل'' بھی نہیں رہ سکتا۔ ہمارا مسلک تو اتباع شریعت اور محبّتِ کاملہ پر مبنی و متنج ہے۔ ہمارے مسلک میں سالک کو توکل شعار اور معرفت جو ہونا ضروری ہے۔ ورنہ سالک کامیاب نہ ہو سکے گا اور مجذوب پر احکام الٰہی اور ارکان اسلام کی کوئی قید و پابندی نہیں ہوتی وہ حدِ شریعت سے باہر ہے۔ اور شریعت سے باہر رہ کر کوئی ذریعہ باعثِ حصولِ معرفت و قربِ حق نہیں ہو سکتا۔ اکثر لوگ مجذوب فقرا کے پیچھے بہت پھرتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود پریشان حال ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو بھی نہیں سنبھال سکتے دوسرے کو کیا فیض پہنچا سکتے ہیں۔ بجائے نفع کے نقصان ہی پہنچ سکتا ہے۔

رسمی پیری مُریدی: بعض پیروں نے مُریدوں کی زندگی تباہ کر رکھی ہے۔ باعث حصولِ معرفت و قربِ الٰہی نہیں بلکہ باعثِ حجاب بنے ہوئے ہیں۔ ایسے پیر نفس پرستی اور جاہ طلبی کے جوابدہ ہوں گے اس لئے کہ خدمتِ اسلام میں کوتاہی کے مرتکب ہیں۔ میرے پیر و مرشدؒ نے وصال شریف سے چند روز قبل مجھے خلوت میں ہدایت فرمائی تھی کہ

(۱) خالق سے سچّائی برتنا اور رضا جوئی کی کوشش کرنا۔ خالق سے سچّائی یہ ہے کہ اس کی مخلوق کو راضی رکھا جاوے۔ دراصل سچّائی اور رضا جوئی خالق یہی ہے۔

(۲) مُریدین سے نذر و نیاز کی آرزو نہ رکھنا۔ اگر خود میں آرزو نہ ہو تو مُریدین کی آرزو کو ردّ نہ کرنا۔

(۴) کچھ عرصہ بعد مسئلہ بُعد حل ہو جائے گا کسی فکر کی ضرورت نہیں میرے انتظار میں رہنا۔

سرِ سلطان رامگوئی پیشِ کس
تا نریزی قندرا پیشِ مگس

نااہل پیر مجرمِ حق : اللہ تعالیٰ روزِ محشر ایسے پیروں سے دریافت فرمائے گا جو کہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں کہ طالبانِ حق کو نعمتِ معرفت سے کیوں محروم رکھا اور انہیں یہ نعمت کیوں نہ پہنچائی گئی اور اگر خود بے بہرہ تھے تو حاصل کرنے کی کیوں سعی نہ کی گئی۔ اس وقت رسمی اور خواہشات نفسیانی کے تحت پیری مُریدی کرنے والے کیا جواب دیں گے۔ طالبِ حق کو تعویذ اور گنڈے سے کیا واسطہ۔ افسوس ہے کہ جب طالبانِ حق کو تعلیمِ معرفت نہیں دی جا سکتی تو مُرید ہی کیوں کیا جاتا ہے خود تشنہ دوسروں کو کیا سیراب کر سکتا ہے ثواب کے بجائے مفت کا عذاب کیوں حاصل کیا جاتا ہے۔

ایک شخص راہِ خدا میں بیچ (مُرید) ہوتا ہے اور اپنی تمام عمرِ عزیز صرف کر دیتا ہے لیکن پیر نے وہ تعلیم ہی نہیں دی جو باعثِ قرب و معرفتِ الٰہی ہو بلکہ وہ خود علم سے بے بہرہ ہونے کے سبب مخلوقِ خدا کے لئے اس راہ کا حجاب بن بیٹھے جو پیر صاحبان صحیح تعلیم و تلقین نہیں دے سکتے اور وہ مُرید بھی کرتے ہیں خاص طور پر مجرمِ حق ہیں۔ قدرتِ کاملہ خود ان سے انتقام لے گی غور و فکر کر لیا جائے کوئی شخص کتنا ہی علم حاصل کر لے مگر معرفتِ الٰہی تو کسی عارفِ کامل ہی کے ذریعے حاصل ہو گی۔

کامیابی کی کلید: یاد رکھئے۔ کسی صاحب نسبت بزرگ کے بغیر کوئی مرید راہِ معرفت اور قربِ حق حاصل نہیں کرسکتا۔ کامیابی کی کلید تو حضرات اولیاء اللہ کے مبارک ہاتھوں میں ہے غیر نسبتی پیر کے مُرید کو مُراقبہ بھی کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ پیر کا صاحب نسبت بزرگ ہونا ضروری ہے۔ اس کے متعلق اس سے پہلے بھی بتلایا جاتا رہا ہے اور پھر بھی خوب غور وخوض سے سُن لو۔

تنبیہ: میرا اور تمہارا تعلق محض اللہ واسطے کا ہے۔ یہ مقدس واسطہ کسی اور منشاء کے تحت نہیں۔ میں تمہاری تسکین کرنے کو تیار ہوں۔ حشر میں دامنگیر ہونا تو اور بات ہے راہِ حق میں جس کی تسکین نہ ہوئی ہو وہ آج ہی مجھے کہہ سکتا ہے۔ اس کی تسکین کرانا مجھ پر فرض ہوگا اور اگر کسی کی تسکین کا سامان ہم سے فراہم نہ ہوا تو اسے اجازت ہے کہ جہاں سے اُسے فائدہ حاصل ہوسکتا ہو حاصل کرلے اور جہاں چاہے مُرید ہوجائے۔ ابھی وقت ہے۔ تم لوگ جوان ہو ہمّت سے کام لو سب کچھ ہوسکتا ہے۔ میں تم سب کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ تمہیں بھی اپنے فرائض سے غفلت نہ کرنی چاہئے تاکہ جلد گوہر مقصود سے جھولیاں بھری جائیں۔ میرے دل میں تمہارے لئے کچھ عجیب درد ہے۔ تمہاری حالت سے باخبر رہتا ہوں۔ تم لوگ مجھے بہت عزیز ہو اس لئے تنبیہ کردیتا ہوں کہ میرے درگزر اور تنبیہ کردینے سے تمہارا ہوشیار ہوجانا ہی تمہارے لئے مفید ہوگا۔ یاد رکھئے فقیر جب تک قبر سے باہر ہے ہرگز خطرہ سے باہر نہیں ہوشیار رہنا چاہئے۔

تم لوگ پنجاب کی پیری مُریدی دیکھتے ہوگے۔ ہمیں اپنے مقصود پر نظر رکھنا چاہئے رسم و رواج سے طالبِ حق کو کیا سروکار۔ پنجاب کے پیر صاحبان کی اکثریت صاحبِ نسبت نہیں۔ وہ تعلیم سے خود تو بے خبر ہیں مگر مُرید اپنے صدق پر قائم ہیں۔ ان کو غلبۂ نفس یا نقصِ تربیت کا احساس ہی نہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ

اپنے بزرگوں کے مزارات مقدسہ کے طفیل عیش و عشرت میں کھوئے ہوئے ہیں اور اپنے فرائض کا احساس ہی نہیں۔ جب وہ خود نسبتی نہیں اور تعلیم سے بھی بے بہرہ ہیں تو اپنے مُریدین کو لاعلم اور بے طلب زندگی سے کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

ہمارے سامنے جب کوئی آتا ہے تو اس کی حالت سے کما حقہٗ آئینہ کی طرح آگاہ ہو جاتے ہیں جسم تو ہیں مگر جان نہیں۔ اس کے سوا اور کیا کہیں۔ ہمیں بزرگوں کو ایسی اولاد کو دکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے۔ یہ کوئی ذاتیات کی بات نہیں۔ ہم تو ان کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ پیر کو چاہئے کہ کم از کم مُرید کو اطمینانِ قلب تو ضرور کرا دے۔ اگر اطمینان قلب میسّر آ جائے تو یہ بھی غنیمت ہے ورنہ پیر کے فرائض و حقوق اور اختیارات تو فہم سے بالاتر ہیں۔ اکثر لوگوں سے جو غیر شرعی افعال سرزد ہوتے ہیں اس کا سبب نسبت کی کمزوری ہے۔ یہ لوگ اس مقدّس طائفہ کو بھی بدنام کرتے رہتے ہیں۔

پیرِ کامل: ارشاد ہوا کہ ہر پیر کامل پیر نہیں ہوا کرتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر منحصر ہے کہ جسے چاہے صاحبِ حال اور صاحبِ تصرّف فرما دے۔ پیرِ کامل کا سرمایۂ حیات تو اتباعِ شریعت اور محبتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

میرے حضرت سیّدنا شاہ محمد نبی رضا خان قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیز کا سلسلہ فیض قائم و دائم ہے۔ حضرات بزرگانِ کرام میں سے جو حضرات حینِ حیات ہیں خلق خدا کو فیض یاب فرماتے ہیں اور تعلق و رابطۂ رُوحانی رکھتے ہیں۔ بعد وصال بھی سلسلہ فیض جاری رہتا ہے۔ تھوڑی سی خدمتِ خلق ہم نے بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ہر زمانے میں زمانہ آپ کے گُن گائے گا
حشر تک بجتی رہے گی نوبتِ شاہِ رضا

میں اگر چاہوں تو ایک عالم کو مجذوب بنا سکتا ہوں مگر یہ کوئی فیض و فائدہ یا فلاح کی راہ نہیں ہے طلبِ حق اگر صدقِ دل سے ہو تو قدرت خود رہبری و راہنمائی کرنے کے لئے اسباب پیدا کر دیتی ہے۔ میرے سامنے ایک ایسا ترازو موجود ہے جسے چاہتا ہوں وزن کر لیتا اور اسے کھینچ لیا کرتا ہوں۔ سلسلۂ عالیہ میں آج جس قدر ذوق و شوق موجود ہے فی زمانہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ شہسوار لگام کو مضبوط رکھتے ہوئے گھوڑے کو حسبِ منشا رفتار پر چلاتا ہے۔ ہمارے حضرات کے خدّام کہیں بھی ہوں بفضلِ خدا کنٹرول میں ہوتے ہیں۔

<u>محفلِ سماع میں ادب اور محبت:</u> فرمایا کہ الٰہ آباد میں عبدالعزیز (خلیفہ مجاز) کی دعوت پر ان کے ایک ملنے والے صاحب کی محفلِ عُرس کی مجلسِ سماع میں شریک ہوا لیکن مجلس میں بے قاعدگی اور غیر نسبتی کلام سے بڑی کوفت ہوئی اس پر ہم نے سب کو ڈانٹا اور ایسی محفل میں شریک ہونے کی ممانعت کی۔ انہیں سمجھایا کہ اہلِ محبت کو ہوش سے کام لینا چاہئے رضائے محبوب کے سوا انہیں کوئی غرض زیب نہیں دیتی۔ محفلِ سماع میں اگر ادب اور محبّت کو ملحوظ نہ رکھا گیا تو سب سماع لہو و لعب ہی متصوّر ہوگا۔ سلسلۂ عالیہ کی تعلیمات کی پابندی کی جائے ورنہ کیا اُمید کی جا سکتی ہے کہ دیگر احکام و فرائضِ اسلام بجا لاؤ گے۔ اپنی خواہش و مرضی کا ہر انسان خود ذمّہ دار ہے۔

<u>مجذوب سے رہائی:</u> الٰہ آباد میں عبدالعزیز کے جواں سال لڑکے کو ایک مجذوب فقیر سے اُنسیت ' پیدا ہوگئی۔ بالآخر خویش و اقارب سے کنارہ کش ہو کر اس نے بھی وہی حال اختیار کر لیا اور اسی کے پاس رہنے لگا۔ عبدالعزیز میاں نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت وہ ریلوے اسٹیشن الٰہ آباد پر گھوم رہا ہے۔ دُعا فرمائی جائے میں نے کہا کہ جا کر لڑکے کو میرا نام بتا دو اور کہہ دو کہ وہ بلاتے ہیں ایسا ہی کیا گیا۔

لڑکا فوراً آ گیا اور مجذوب فقیر آہ و بکا کرتے رہے مگر میرے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ الٰہ آباد کو بھی چھوڑ گئے۔ لڑکا میری صحبت میں رہنے لگا اور ایک اچھا انسان بن گیا۔ میں جسے چاہتا ہوں اس کا دل قابو میں کر لیتا ہوں۔ دراصل خداوند تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں میں تو ان کا ہتھیار ہوں اور ہتھیار بذاتِ خود کسی کو کیا نفع و نقصان دے سکتا ہے۔

علم و عمل: ایک خادم سلسلۂ عالیہ مسمی محمد خان جہلمی سے ارشاد فرمایا کہ علم اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ عمل کیا جاوے۔ دین اسلام کے ضروری علم سے واقف ہونا اور اس پر عمل کرنا تمہارے لئے کافی ہے کسب حلال کی فکر کرو اور اپنی حالت کا صحیح رکھنا ہی مقصدِ زندگی ہونا چاہئے اپنے پیر کی ذات سے عشق رکھنا اور اس کی اتباع ہی علم کا کامل ذریعہ ہے۔ انسان کو صاحب حال ہونا چاہئے چونکہ اس کے بغیر مرتبہ ولایت حاصل نہیں ہو سکتا جس شخص کو وجد و کیفیت نہ ہو اس راہ میں ترقی نہیں کر سکتا۔ اپنے شیخ کی خدمت سے جی چرانا بھی تنزل کا باعث ہے۔ میں نے تمہیں یہ نہایت نفع بخش علم بتایا ہے۔ اس پر عمل کرو اگر کوئی شخص کہیں مُرید نہ ہو اور محفل سماع میں اسے وجد و کیفیت ہو جائے تو یہ اس کی رُوحانی ترقی کے اسباب کا ظہور ہے۔ اسے جس قدر جلد ممکن ہو سکے کسی صاحبِ نسبت بزرگ کا مُرید ہو جانا چاہئے یاد رکھو کہ عقیدہ، مراقبہ، تصوّر، وجد اور ذکر و فکر وغیرہ سب ترقی کرتے رہتے ہیں اور یہ سب چیزیں صاحبِ نسبت بزرگ کے مُرید ہی کو فائدہ دے سکتی ہیں۔

''نسبت'' کے بغیر ترقی تو کجا اس راہ میں چلنا بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ کوئی تشنہ کسی دوسرے پیاسے کو سیراب نہیں کر سکتا۔ ہر بزرگ صاحبِ اجازت و خلافت مُرید تو کر سکتا ہے لیکن صاحبِ توجہ اور صاحبِ تصرّف ہونا تو خداتعالیٰ کے

فضل ہی پر منحصر ہے۔ یاد رکھئے کہ عقیدہ بڑھ کر ایمان ہو جاتا ہے اور مُراقبہ ترقّی کر کے ملک اور جانِ زندگی ہو جاتا ہے۔ وجد حاصل اور ذاکر مذکور ہو جاتا ہے۔ رُوحانی ترقّی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیئے جس نے پیر کی محبت میں پختگی حاصل کر لی اور اس کی اتباع کی وہ ''وہی'' (پیر) ہو گیا۔

مصلحت بعثتِ انبیاءؑ اور نزولِ صحائف مقدّسہ: حضرت قبلہ عالم قدّس سرّہٗ نے ایک مرتبہ مجلس عام میں دریافت فرمایا کہ اس قدر انبیاء علیہم السلام کے مبعوث فرمانے کی رب العالمین کو کیا ضرورت تھی حالانکہ تبلیغ وحدت و احکام الٰہیہ کی ترسیل کے لئے ایک ہی نبی کافی ہو سکتے تھے۔ خود ہی ارشاد فرمایا کہ جمیع انبیاء علیہم السلام اور مقدّس صحائف کے مبعوث و نزول میں کیا مصلحت تھی۔ لو سُنو!

ازل ہی سے جو نسبتِ حق حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص فرمائی گئی ہے اسی سے توحیدِ حق کی نشو ونما پاتی ہے۔ توحیدِ حق کے لئے قائم رہنا بھی اسی نسبت کے ساتھ ہے جو کہ ان انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مخصوص ہے اور بدرجۂ اتم موجود ہے اسی نسبتِ مقدّس کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ توحیدِ حق نسبت سے نشو ونما پاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ توحیدِ حق کا قیام حضرات انبیاء کی نسبت سے ہے۔ اسی کے فیض سے مخلوق توحید پرستی اور حق آگہی سے مشرّف ہوتی رہی ہے۔ یہی مقدّس نسبت مخلوق میں باعثِ قیامِ توحید ہے اور اسی مقصد کے لئے وحدانیّت کے ساتھ ساتھ رسالت پر بھی ایمان لایا جاتا ہے۔ جمیع حضرات انبیاء علیہم السّلام کی جملہ مسائی جمیلہ کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ نسبت حق کو قائم رکھنے کے لئے سعی کی جاتی رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ جس وقت بھی یہ ''نسبت'' اپنے نبی کے ساتھ کسی اُمّت کی بھی کمزور ہوئی اللہ تعالیٰ نے دوسرے نبیؑ اور صحیفہ کو مبعوث اور نازل فرمایا۔

قوّی ترین نسبت: سیّد الانبیاء حضرت احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی مقدّس نسبت اس قدر قوی ترین ہے کہ آپ کی جلوہ نمائی کے بعد بالیقین منشائے ایزدی کی تکمیل ہوگئی اور یہ فرمادیا گیا کہ آج آپ کا دین مکمل ہو چکا اور یہ نعمت آپ پر تمام کردی گئی ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط'' حضرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین، خاتم النّبیین ہوئے اور آپ کا ارشادِ گرامی ''علماء اُمّتی کانبی اسرائیل کے تحت آپ کی اُمّت کے اولیاء آپ کی مقدّس نسبت کے طفیل پیغمبرانہ خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں چنانچہ میدانِ حشر میں جب جمیع حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام اپنی اپنی اُمّتوں کے ساتھ تشریف لائیں گے اور ہر گروہ کے بانی اپنی اپنی جماعتوں کے ساتھ حاضر ہوں گے تو ایک انبوہِ کثیر بے حدّ وشمار ہوگا اسے دیکھ کر اہلِ محشر کو حیرت ہوگی کہ کون سے نبیؑ ہیں اور یہ حضرت سیّدنا غوث الاعظم کے خدّام اپنے مخدوم کے زیرِ سایہ عاطفت آتے ہوں گے اسی طرح دوسرے اولیائے کرام بھی بڑی بڑی جماعتیں لئے تشریف لائیں گے اب تو انہیں حضرات کا دورِ کرم ہے اور بس۔

فقیری کیا ہے؟: فرمایا لوگ کہتے ہیں کہئے فقیری کیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ فقیری یہی ہے کہ پیرِ کامل کی ظاہر و باطن میں تابعداری اور اتباع ہوشیاری سے کی جائے۔ طالبِ حق پیرِ کامل کی اتباع میں چُست و ہوشیار ہے تو بہتر ورنہ کہیں کا بھی نہیں۔ منزلِ اولیٰ فنافی الشیخ ہے۔ مابعد فنافی الرسولؐ اور فنافی اللّٰہ مگر میں کہتا ہوں کہ سب کچھ فنافی الشیخ ہی ہے۔ اللّٰہ جسے نصیب فرمائے۔ ہم کو جو کچھ حاصل ہوا ہے اپنے پیر و مُرشد کی محبت ہی سے حاصل ہوا ہے۔ لوگ کچھ بننا چاہتے ہیں لیکن معاملہ برعکس ہے۔

تو درو گم شو وصال ایں است و بس

تو مباش اصلاً کمال ایں است و بس

مجدّدِ نسبت: فرمایا نسبت مفقود ہو چلی تھی ہمارے دادا پیر فخر العارفین حضرت شاہ محمد عبدالحیٔ قُدِّسَ سِرَّہٗ نے احیاء فرمایا۔ آپ کو مجدّدِ نسبت کہنا بے جا نہ ہوگا۔ آپ نے ولادت معنوی اور خالص اسلامی فقیری وغیر اسلامی فقیری کے بیانات میں جو کچھ ارشادات فرمائے ہیں وہ عام طور پر عوام النّاس اور اہلِ اسلام پر خصوصیت سے احسان فرمایا ہے۔ ہمارے حضرات پیرانِ عظّام کا سلسلۂ عالیہ جس میں قادری، سہروردی، نقشبندی، ابوالعلائی، چشتی، منعمی اور جہانگیری فیوض مجتمع ہیں۔ مجمع البحرین ہے اور جس جگہ پر کئی دریاؤں کا اتّصال ہوتا ہو وہاں کس قدر جوش ہوتا ہے۔ اسی لئے سلسلۂ عالیہ میں بڑا جوش وخروش پایا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگوں کے ذوق وشوق کا عالم ہی نرالا ہے اور دیگر بزرگانِ سلاسل بھی محوِ حیرت رہتے ہیں کہ اس سلسلۂ عالیہ میں کیا بٹ رہا ہے اور چند سالوں میں دیکھئے کیا انقلاب بپا ہوتا ہے۔ سب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں بیمار بھی رہتا ہوں۔ تم لوگ جوان ہو کوشش کرو تو آج بھی سب کچھ ہوسکتا ہے۔

طالبانِ حق کی کامیابی: ارشاد ہوا کہ مقام حضرت خضر علیہ السَّلام یہ ہے کہ سفر بھی ہو رہا ہو اور علم سفر بھی نہ ہو۔ ہمارے یہاں طالبانِ حق بمثال مسافرانِ کشتی ہیں۔ سفر کرنے والوں کو احساس بھی نہیں ہوتا کشتی چل رہی ہے اور سفر جاری ہے یا نہیں مگر جب کنارے پر پہنچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساحلِ مقصود پر پہنچ گئے اور سفر کا احساس تک بھی نہ ہوا۔

شرک کیا ہے؟: فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو کہ واحد معبودِ خلائق ہے اس کی صفات و معبودیت میں کسی کو شریک کرنا یا سمجھنا شرک کہلائے گا اور حدود اللہ سے تجاوز

کرتے ہوئے کوئی شخص الزام واتہام لگائے تو وہ خود ذمہ دار ہے حضرات بزرگانِ کرام جو کہ ماسوا اللہ کی نفی کرتے ہیں اور ان کی نگاہ مبارک میں ماسوا اللہ کے کچھ نہیں ہوتا۔ موحد خالص ہیں اور اولیاء اللہ کہلاتے ہیں اور جو لوگ ان حضرات والا صفات کے مناقب تعظیم وتکریم اور عزت وحرمت بیان کرتے ہیں یا ان کی بارگاہ سے دعا وشفا یا عنایت وعطا کے سائل ہیں انہیں کیونکر مشرک کہا جائے گا حالانکہ شانِ عبودیت تو نہیں دے رہے اور شریکِ عبادت ولائقِ پرستش تو نہیں سمجھ رہے ہیں۔

''اولیاء اللہ'' منعم وعلیہ طائفہ: حضرات انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم کی کرامات شریعتِ مطہرہ سے ثابت ہیں اور خلق کی حاجت روائی، مشکل کشائی اور تعلیماتِ حق ومعرفتِ الٰہی کے لئے مامور وممتاز منجانب اللہ ہیں پھر اہلِ حاجت نے کیا جرم کیا ہے کہ جس کی تعزیر بھی کوئی تجویز نہ کرسکتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے نزدیک مصنوع کی تعریف بھی صانع ہی کی تعریف ہے۔ حضرات اولیاء اللہ جو کہ اللہ تعالیٰ کا منعم وعلیہ طائفہ ہے۔ ان کی تعریف وتوصیف اور ان کی اتباع اور محبت بھی اللہ ہی کے لئے ہے اور لاریب فیہ کی یہ مقدس طائفہ صادق وبرحق ہے۔

سیدنا حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے اپنے پیر ومُرشد حضرات خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کا پاپوش مبارک موچی کو دیتے ہوئے فرمایا ''خدا کا جوتا بنادو'' جب علماء نے شور مچایا تو فرمایا ''جب خدا ہر چیز میں موجود ہے اور ہر چیز اس کی ملکیت ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مالک کسی اور کو ٹھہرایا جائے۔

حضرت سرمدؒ کا واقعہ: حضرت سیدنا سرمد شہیدؒ دہلوی کو جب علماء اور بادشاہِ وقت (اورنگ زیب) نے کلمہ شریف سنانے کو کہا تو آپ اس سے آگے قطعاً بیان نہ

کر سکے ''لَآ اِلٰہَ'' اور ظاہر ہے کہ یہ کلمۂ نفی ہے۔ فتویٰ عائد کرتے ہوئے اور شرعی سزا ملتے وقت بھی ''لَآ اِلٰہَ'' سے آگے نہ بڑھے۔ حالانکہ علماء فضلا نے کافی توجہ بھی دلائی۔ ہمارے حضرات بزرگانِ کرام میں سے ایک صاحب حال وذی عزّت و حرمت بزرگ ''ابو العلائی'' خاندان کے چشم و چراغ سیّدنا حضرت اسد اللہ رحمتہ اللہ علیہ دہلوی نے آپ کو مکمل کلمہ شریف پڑھنے کی جانب متوجّہ فرمایا تو ارشاد ہوا۔

عُمریست کہ آوازہ' منصور کہن شد   من از سرِ نو جلوہ وہم دار و رسن را

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ''لَآ اِلٰہَ'' تک محدود رہنا اور کلمۂ نفی سے آگے کچھ نہ کہنا آپ کی باطنی کیفیت کا مظہر ہوگا اور اس سے آگے اپنے حال کے علاوہ کچھ کہنا غلط بیانی متصوّر فرمائی ہوگی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم بِالصَّوَاب۔

تین اختلافی مسائل: ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور علمائے کرام کے درمیان خاص طور پر تین مسائل میں اختلاف ہے اور کوئی ایسا عام مسئلہ نہیں (۱) وحدت الوجود (۲) سماع (۳) سجدۂ تعظیم۔

اوّل الذکر ''وحدت الوجود'' عام فہم نہیں ہے اور قیل وقال سے بالاتر ہے۔ شرعاً ایسے دقیق اور نازک مسائل میں اُلجھنے سے منع کیا گیا ہے۔ ایسا ہی مسئلہ روح ہے۔ ان کے زیرِ بحث لانے کی ضرورت نہیں۔ عام طور سے ایسے مسائل لائے بھی نہیں جاتے۔ میں بھی یہی کہوں گا کہ راز کھلے بغیر بیان کرنا چاہیے۔

دوسر مسئلہ سماع ہے اس پر کوئی خاص اعتراض نہیں کیا جاتا ہر جگہ رائج ہے اور حضرات بزرگانِ کرام رضوان اللہ علیہم کا مبارک فعل ہے اس معاملہ میں بے شمار بزرگانِ کرام اور علمائے اسلام کے ارشادات وفتاویٰ اور کتب موجود ہیں۔ اسے مباح قرار دیا گیا ہے۔

تیسرا مسئلہ سجدۂ تعظیم ہے۔ والدین، پیر و مُرشد اور حضرت رسولِ مقبول

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ جملہ حضرات انبیائے سابقین و مُرسلین کے وقتوں میں جائز و مروّج تھا۔ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السّلام کو خواب مبارک میں ایک چاند اور گیارہ ستاروں نے آپ کو سجدہ کیا یہ سجدۂ تعظیم ہی تھا۔ حضرات انبیاءؑ علیہم السّلام کے خواب رحمانی ہوتے تھے اور جناب حضرت یعقوبؑ کی تعبیر مبارک بھی مژدہ نبوّت ہی تھی۔ شرعاً والدِ جسمانی اور اس کی قبر پر سجدہ تعظیم جائز ہے تو والد رُوحانی ''پیرو مُرشد'' کو اور ان کے مزار شریف پر پسر رُوحانی ''مُرید'' کو قطعاً جائز ہوگا اور جناب رسالتِ مآب محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو قطعاً ہی نہیں بلکہ درجۂ اتم جائز ہے۔

ہر سجدہ سجدۂ عبادت نہیں ہوتا۔ سجدۂ تلاوت و سجدۂ تعظیم اور سجدۂ عبادت وغیرہ اپنے اپنے مفہوم کے خود مظہر ہیں۔ کعبہ کی طرف کیوں سر جھکایا جاتا ہے۔ حالانکہ فثم وجہ اللہ کے تحت ہر جانب اللہؐ موجود ہے اور مقصود بھی اللہؐ ہی ہے مگر ایسا نہیں کیا جاتا معلوم ہوا کہ ''کعبہ شریف'' سمت اللہؐ ہے ایک وسیلہ اور مقرّر شدہ سمت ہے کہ جس سے انحراف کر کے وحدت پرستی و تکمیل فرض اور صلوٰۃ ادا نہیں کی جاسکتی۔

اسی طرح پیرِ کامل بھی سمت اللہؐ ہے اور وسیلۂ قرب و معرفت حق ہے۔ لہٰذا تعظیم کی جاسکتی ہے مگر فہمائش کی جاتی ہے کہ سجدۂ تعظیم سے احتیاط کی جائے تاکہ دینداروں میں باعثِ نزاع کوئی ا ت کیوں ے۔ آئندہ صاحبِ کیفیّت افراد کو میرے پاس لانے کے بجائے وہیں بٹھادیا جاوے بعدہٗ فرمایا کہ انسان کی رُوح اس کو وقتاً فوقتاً خوف اور اُمید کی صورت میں حق کی جانب رجوع کراتی رہتی ہے آدمی نہ سمجھے تو یہ اس کی مرضی کا کام ہے اور لطف یہ ہے کہ پیرِ کامل ہو اور مُرید عامل ہو۔ پیرِ کامل کے کامل رابطہ'' (رُوحانی تعلق'') سے جلد تکمیلِ ایمانی ہوجاتی ہے۔

ذکروفکر: فرمایا ذکر اچھی طرح کرنے سے قلب بیدار ہو جاتا ہے بیدار ہی نہیں بلکہ ایک وقت ذاکر سراپا محوّیت اختیار کر لیتا ہے اور حقیقی مقصد سے مشرّف ہو جاتا ہے ذکر و فکر اپنی حقیقت ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ صبر و شکر سے رہنا چاہئے اور ہمہ وقت تصوّرِ شیخ میں رہنا چاہئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس خیال مبارک میں کھو جانے کا نام تصوّر ہے جس قدر محوّیت ہوتی جائے گی قرب حق نصیب ہوتا جائے گا۔

قربِ حق بالا نہ پستی رفتن است　　　قربِ حق از قیدِ ہستی رستن است

پیرومُرید: پیر کامل کو متشرع اور خداؐ اور رسول ؐ کا سرمایا دار ہونا چاہئے کامل ہے تو کم از کم مُرید کا دل و دماغ بدل دے اور اس کے باطن میں ایک انقلاب پیدا کر دے تا کہ مرید منزل مقصود کی جانب سفر پیرا ہو سکے۔ پیر اگر مُرید کا دل و دماغ مبتلائے رسولِ اکرم ﷺ نہیں کر سکتا تو وہ پیرِ کامل نہیں کم از کم یہ بات پیدا ہو جانی چاہئے ورنہ پیری مُریدی بے سود ہے پیر کا کام صرف وِرد و وظائف بتا دینا ہی نہیں بلکہ ایسی تعلیم و تلقین اور توجہ و نگہبانی کرے کہ مُرید خداؐ رسیدہ ہو جائے۔ پیر کے سُپرد پیغمبرانہ خدمات ہیں اور پیر نائب رسول مقبول ﷺ ہے اپنی ذمہ داری کا شدید احساس کرے اور اس کو پورا کرے ورنہ جوابدہ ہوگا۔

مُرید عامل کو پیر کے ظاہر و باطن کا تابع ہونا چاہئے جس مُرید نے پیر کو پیر ہی سمجھا اور آگے کچھ نہ سمجھ سکا یعنی محدود نظریہ کا حامل رہا تو اس کی کامیابی بھی محدود رہے گی۔ مُرید کو چاہئے کہ بِلا شک و شبہ اسی مرکز فیض پر دل و نگاہ کو مبتلا رکھے تا کہ یکسوئی حاصل ہو اور کامیاب ہو سکے

گر نبود ذاتِ حق اندر وجود　　　آب و گِل را کے ملک کردے سجود

فرمایا کہ اگر ایک قطرۂ آب کو دریا میں ڈال دیا جائے تو پھر اسے کیا کہا جاوے گا خود ہی ارشاد فرمایا کہ کسی وقت اسے قطرہ دیکھا ضرور تھا مگر دریا میں ملنے

سے ''دریا'' ہوگیا۔

کامل اتباع کیا ہے؟: فرمایا مسئلہ اتباعِ رسولِ مقبول ﷺ کتابوں میں دیکھنے والے اور صرف حدیث شریف وفقہ میں پڑھنے والے بھی غور سے سُن لیں۔ حق بات کہنا فرض عین ہے یہ کوئی ذاتیات نہیں۔ غور سے سُنئے۔

اتّباعِ رسولِ مقبول ﷺ کتاب وسنّت کے مطابق بظاہر اختیار کرنے والے لاتعداد لوگ موجود ہیں اور یہ بہت اچھّی بات ہے مگر میرے نزدیک باطنی اتباع بھی ضروری ہے ورنہ تکمیل نہ ہوسکے گی اگر شکل وصورت اور گفت وشنید سے بظاہر اتباع صحیح معلوم ہو رہی ہو اور باطن میں وساوس، توہمات، دلائل اور شکوک موجود ہوں تو باطناً اتّباع کیوں کر صحیح ہوگی۔

حقیقتاً صحیح اتّباع یہ ہے کہ باطن ذکر وفکر میں بِلا دلیل مبتلا ہوجائے اور ظاہر لبادۂ شریعت میں ملبوس ہوجائے مگر جسے اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

قیامِ نسبت: فرمایا جس شخص کے دل میں نسبت قرار پکڑ لے اور قرار فرمالے تو وہ چیز ہی دوسری ہوگیا عالمِ رنگ وبو سے متاعِ زیست لوٹ کر غیروں کی نگاہوں سے صاف بچ نکلا اور ایسا چور ہوگیا کہ کسی کی گرفت میں بھی نہ آسکے۔

میں کس زباں سے کروں تنگ دِلی شکر تیرا
غیر کو جا نہ ملی یار سمایا تنہا

بزرگانِ دین کا فیضِ رحمت: ارشاد ہوا کہ بارانِ رحمت کسے کہتے ہیں۔ خود ہی فرمایا کہ باران رحمت یہ ہے کہ اونچی ونیچی اور آباد وغیرہ آباد ہر جگہ فیض برابر کرے اور حضرات بزرگانِ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فیض رحمت بھی ایسا ہی ہے کسی ذات پات اور علم وفضل کا اختصاص نہیں ہر شخص پر برابر نظرِ کرم ہے اور پھر ہر شخص کی ہمّت واستعداد اور عمل پر منحصر ہے کہ اتباع اور محبت میں چُستی اور

ہوشیاری اختیار کر کے کامیاب ہو جائے۔ غور سے سُنیئے۔

صاحبِ نسبت بزرگ کا مُرید: ہر وہ شخص جو کسی صاحبِ نسبت بزرگ کا مُرید ہے زمرۂ اولیاء اللہ میں شمار کیا جائے گا اور بروز محشر حضرات اولیاء اللہ کی صف میں کھڑا کیا جائے گا۔ البتہ فرقِ مراتب ضرور ہوگا۔ ہائی اسکول میں دسویں جماعت تک مدارج ہوتے ہیں اور اگر کوئی صاحب حیثیت اسکول کے تمام طلباء کی دعوت کرے تو دسویں جماعت کے طلبا کے ہمراہ پہلی جماعت کے بچّے بھی اسکول کے طلبا ہی میں شمار ہوں گے بلکہ روز اوّل کا داخل شدہ بچّہ بھی اسی اسکول کا طالب علم اور دیگر بڑی جماعتوں والے طلبا کا ہمراہی شمار ہوگا اور جو نعمتیں اور کھانے پینے کی اشیاء بڑی جماعتوں والے طلبا کو مہیا کی جائیں گی وہی کھانے اور نعمتیں جماعت اوّل کا معصوم و نابالغ اور روز اوّل کا داخل شدہ بچّہ بھی کھائے گا۔ البتہ فرقِ مراتب ضرور ہوگا جو کہ ظاہر ہے۔ یہی کیفیت ہر اس شخص کی ہے جو ابھی ابتدا میں ہے یا پہلے ہی روز کسی صاحبِ نسبت بزرگ کے حلقۂ عشق و محبت میں داخل ہوا ہے۔

درس و تدریس عُلما اور عُرفا: درس و تدریس کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ عُلما اور عُرفا کے درس میں فرق ہے۔ میرے تجربہ اور نظریہ کا فیصلہ یہ ہے کہ کسی کامل صاحبِ نسبت بزرگ کا مُرید جس کو تائب ہوئے پہلا ہی دن ہو دُنیا بھر کے گستاخ اور بدعقیدہ علماء سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ خود فیصلہ کیجئے کہ جس شخص کو علوم پر عبور حاصل ہو اور اس کے دل میں وساوس رہتے ہوں اور دوسرا شخص کہ جس کے دل سے کسی کامل کی نظر اور توجّہ سے وساوس رفع ہو گئے ہوں تو ان میں سے کون بہتر ہوگا۔

میرا مقصد علم سے انکار کرنا نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ علم کے ساتھ عمل بھی درکار ہے۔ ہمیں باطنی طور پر ایک عالم و فاضل کی اصلاح میں اکثر بہت عرصہ لگ

جاتا ہے اور اسے سنبھالنا ہی پڑتا ہے لیکن ایک امّی یا کم تعلیم یافتہ صادق الاعتقاد شخص کو ہمہ وقت مائل بہ اصلاح پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم دے تو توفیق عمل بھی بخشے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی   یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

علم کے دریا: ارشاد ہوا کہ ایک مرتبہ ہمیں ایسا معلوم ہوا کہ مزید علم حاصل کرنے کا اشارہ غیبی ہوا ہے تو میں نے دل سے فیصلہ لیا۔ اکثر دل کا فیصلہ بھی صحیح ہوا کرتا ہے۔ دل نے فیصلہ کیا کہ جیسا ہوں۔ حضرت پیر و مُرشد ہی کا ہوں اور کسی سے کیا استفادۂ علم کیا جائے۔ دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا مگر میں دل کے فیصلہ سے مطمئن تھا کہ جسے میں حضرت قبلہ عالم کی محبت میں غنی دیکھتا تھا اور کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ یہ سب بر بنائے خلوص و محبّت ہی تھا ورنہ امر سے کون روگردانی کر سکتا ہے۔ ''بالآخر میرے سامنے علم کے دریا بہا دیئے گئے۔''

فرمایا کہ باریک اور دقیق مسائل میں نہ جانا چاہئے۔ ہر کام کے انجام پر نظر رکھنی چاہئے۔ اختلاف کا نتیجہ ماسوائے اہلِ اسلام میں افتراق و نفاق اور اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنے کے اور کیا ہے۔ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے اور اہل خلوص و صدق نے پھیلایا ہے۔ اگر حضرت سلف صالحین کے ایمان متذبذب ہوتے تو اداروں کو کس طرح آمادۂ اسلام کر سکتے تھے۔ دنیا ان کے قول و فعل سے حق معلوم کرتی رہی ہے۔ قول و فعل کا تضاد کبھی کامیاب مقصد نہیں ہو سکتا۔

فوائد ذکر و مُراقبہ: ذکر کلمہ شریف چند منٹ صبح اور چند منٹ شام توجہ سے کریں تو تاثر قائم رہے گا اور ترقّی ہوتی رہے گی۔ کلمہ شریف ازل سے ہے، اور ابد تک رہے گا۔ یہی توحیدِ خاص ہے اور ابتدا اور انتہا بھی یہی ہے جمیع حضرات انبیاء علیہم السّلام اور حضرات سلف صالحین کی یہی تعلیم رہی ہے اور ہماری بھی یہی تعلیم ہے۔

مُراقبہ میں زیادہ دیر بیٹھنا چاہیے تاکہ محویت پیدا ہو۔ پیر کی نسبت (رابطہ رُوحانی) دل میں قائم کرنی چاہیے منزل مقصود قریب ہوتی چلی جائے گی۔ ہمیشہ پیرومُرشد کے قرب کی سعی میں رہنا چاہیے جو لوگ پیرِ کامل کی ظاہر و باطن اتباع میں کامل ہوجاتے ہیں تو وہ وہی ہوجاتے ہیں کہ جس کے ہونے کو زندگی کہا جاتا ہے۔ ''ہر کہ درِ کان نمک رفت نمک شد۔''

بزرگوں کے تصرّفات: فرمایا کہ ایک مرتبہ بموقع عُرس شریف پیرومرشد حضرت سیدنا شاہ محمد نبی رضا خاں قُدُسَ سِرُہٗ العَزیز قصبہ سکندر آباد ضلع بلند شہر یوپی میں حکومت نے کرفیو اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کردیا۔ پانچ افراد سے زائد مل کر نہ باہر چل سکتے تھے نہ کوئی اجتماع ہوسکتا تھا مگر ہم نے اپنا پروگرام بلاخوف وخطر جاری رکھا۔ ہزاروں افراد نے شرکت کی اور حسب معمول ہر کام بخیر وخوبی سرانجام ہوتا رہا۔ کسی کو جرأت ممانعت و مداخلت کا ہونا تو درکنار خود علاقہ کے ذمہ دار افسران انتظام اور خدمت میں مصروف رہے جن میں اکثر غیر مسلم تھے۔ یہ سب ہمارے حضرات کے تصرّفات اور احسانات تھے۔

اسی طرح نصیر آباد ضلع اجمیر شریف میں جب کہ اکثر راتیں ذکر خیر میں بسر ہوتی تھیں اور اہلِ محبّت کی ہمہ وقت محفلیں گرم رہتی تھیں۔ وہاں نصیر آباد چھاؤنی بھی ہے۔ فوج کے اکثر جوان بھی رات بھر میرے یہاں رہا کرتے تھے حکم کے مطابق فوجی نوجوانوں کو رات کی غیر حاضری کی سخت ممانعت تھی۔ وہ انگریزوں کا دورِ حکومت تھا فوجی ڈسپلن اور قوانین کی پابندیاں بھی بہت سخت تھیں۔ غلام محمد اور مستان شاہ بھی اس وقت وہاں فوجی ملازمت میں تھے انہیں پر زیادہ پابندیوں کا اطلاق ہوا اور ان کی جواب طلبی بھی ہوئی۔ افسران متعلقہ بھی حقیقت حال سے باخبر ہوگئے اور معلوم کیا جانے لگا کہ پیر صاحب کے یہاں کیا ہوتا ہے۔

غلام محمد سے کہا گیا کہ پیر صاحب کو یہاں لے آئیں مگر انہوں نے صاف اور واضح الفاظ میں انکار کر دیا کہ ان کو تکلیف نہیں دی جا سکتی۔ ساتھ ہی دونوں صاحبان میرے یہاں آمد و رفت بند ہونے کی پابندی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ بالآخر ایک ذمّہ دار فوجی افسر خود حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ حضرت یہاں کیا ہوتا ہے اور فوجی رات کے وقت یہاں کیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا خود مشاہدہ کر سکتے ہو مختصر سی بات چیت ہوئی۔ آخر کار فوجیوں کو میری صحبت میں رات کے وقت بھی رہنے کی اجازت ہو گئی اور میرے معمول میں کبھی کوئی فرق نہ آیا۔

ہم جہاں رہے اپنے اصول اور معمول پر سختی سے کاربند رہے اور قوانینِ وقت بھی اسی کی تحت خود بخود بدلتے رہے۔ یہ میرے پیر و مُرشد کی شفقت اور مہربانی ہے اور کیا کہا جا سکتا ہے جب میں نے ہندوستان سے پاکستان کی جانب ہجرت کی تو جہاں سے بھی گزر ہوا وہاں کے ہندو بھی فرماں بردار نظر آتے تھے حالانکہ بااثر طبقہ کے لوگوں کو حکومت کی پالیسی اور سازش کے تحت شہید کر دیا جاتا تھا۔

سکندر آباد سے روانگی کے وقت ایک ہندو سب انسپکٹر پولیس نے آبدیدہ ہو کر کہا ”حضرت ہم لوگ بدنصیب ہیں کہ آپ جیسی دولت سے محروم ہو رہے ہیں اور بھی غیر مسلم حسرت بھری نظروں سے دیکھتے رہے۔ ہمیں پاکستان میں بھارت کے غیر مسلم فوجی افسران نے ذاتی دلچسپی اور عقیدت کے ساتھ پہنچایا اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ پاکستان ہی میں ہمارا قیام ہو۔

نسبتی کمزوری باعثِ ابتلا ہے: فرمایا کہ دورِ حاضر کا مسلمان ہر قسم کے ابتلا میں کیوں مبتلا ہے؟ ہمارا رات دن کا تجربہ اور مشاہدہ ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ دورِ حاضر کا مسلمان جس کمزوری کے باعث ہر قسم کے مصائب اور آلام کا شکار ہو رہا

ہے وہ نسبتی کمزوری ہے جس مکان کی بنیاد ہی کمزور ہو کیا وہ مضبوط اور پائیدار ثابت ہو سکتا ہے۔ ہر وقت خطرہ لاحق ہوگا نسبت وہ رابطہ رُوحانی ہے جس سے انسان کے عقیدہ اور ایمان کے گُل کھلا کرتے ہیں یہ خشک اور بے فیض ہو تو خاروں کے سِوا کیا ظاہر ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ مولوی بے چارے بھی اس حقیقت کی تہ کو پانے سے قاصر و معذور ہیں ورنہ شریعت کے جسم مبارک کی جان ہی نسبت ہے۔

مسلمان نسبتی کمزوری کی وجہ سے خوف و ہراس اور ابتلاء میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک نوجوان ظفر اللہ خان نامی ایم اے علیگ جو کہ علی گڑھ یونیورسٹی میں اوّل آیا تھا اور ولایت سے بھی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر چکا تھا اپنے چند تیز طرار گریجویٹ دوستوں کی ہمراہی میں شرارتاً مجھ سے ملنے آیا اور سوال کیا ''حضرت اسلام کا فیصلہ ہے کہ ہر مذہب اسلام ہے کیا یہ صحیح ہے؟'' میں نے مختصر سے جواب میں اسے قطعاً خاموش کر دیا۔ اس نے پھر بے چینی سے سوال کیا۔ ''حضرت پیری مُریدی کیا ہے؟'' میں نے نہایت اطمینان سے سمجھانے کی کوشش کی۔

فرمایا جس طرح آپ نے ماسٹر صاحبان اور پروفیسروں کے زیرِ تعلیم و تربیت علوم ظاہرہ پر عبور حاصل کیا ہے اسی طرح مُریدین بھی پیرِ کامل کے زیرِ تربیت علمِ دین اور معرفتِ حق حاصل کرتے ہیں اور جس طرح اُستاد کے بغیر یہ دُنیوی اُمور یا اعزاز ناممکن الحصول ہیں اسی طرح پیرِ کامل کے بغیر معرفت و قربِ حق ممکن نہیں غرضیکہ میں نے اسے فلسفیانہ ہو عالمانہ انداز سے اور سائنس و فلسفہ کے علاوہ ضرورت دین کی اہمیت مختصر مگر جامع اور پُر معنی بات چیت سے سمجھایا۔ اسی روز اس کی کیفیت میں نمایاں تبدیلی آ گئی اور دیگر سوالات جو کچھ بھی سوچ

سمجھ کر لایا تھا وہ بھی کسی حد تک از خود حل ہو گئے۔ بچشم گریاں رخصت حاصل کر کے چلا گیا۔

دوسرے روز وہ پھر آ گئے اور اعتراف کیا ''حضرت! بخدا ہم علوم ظاہری میں کمال حاصل کرنے کے باوجود گمراہ ہو چکے تھے مگر آپ نے ہم کو بچا لیا'' اور نہایت ادب و خلوص بھرے انداز میں دعوت کے لئے اصرار کیا۔ ہم نے دعوت منظور کر لی۔ اس کے والدین جو کہ سادہ لوح اور اسلام پسند تھے نہایت شکر گزار ہوئے اور کہنے لگے کہ حضرت ہم بہت پریشان تھے۔ ظفر اللہ خاں کی تعلیم و تربیت پر زرِ کثیر صرف کیا مگر اس کا نظریہ فلسفۂ اسلام کے خلاف ہو جانے کے باعث ہم اپنے دلوں میں ماتم کناں رہا کرتے تھے۔ خدا اور رسول آپ سے راضی ہوں کہ آپ نے ایک ڈوبتے خاندان کو بچا لیا۔

ظفر اللہ خاں اور اس کے والدین اور ان کے خویش و اقربا تائب ہوئے اور ظفر اللہ خاں کے توسّل سے اس کے بہت سے ہم خیال اور نئی روشنی کے دلدادہ بھی سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ وہ بہت اچھا ثابت ہوا۔

یاد رکھئے کہ نسبتِ تامّہ حاصل کرنے کی کوشش میں رہنا چاہئے۔ اس کا حصول دشوار نہیں۔ کوشش و ہمّت سے پیرِ کامل کی اتباع کے سانچے میں ڈھل جانا چاہئے۔

ہدایت پائی: نصیر آباد میں قیام کے دوران ایک مرتبہ سلیم الدّین خان پنشنر سب انسپکٹر (مقیم حال قصور) چند ساتھیوں کے ہمراہ ملنے آئے اور اس قسم کے سوالات کیے کہ تم لوگ سُن کر حیران ہو گے۔ سوالات اللہ تعالیٰ کی شکل و صورت اور حاضر و ناظر ہونے کے متعلق تھے۔ ہم نے انداز لگایا کہ بڑے تیز و طرار آدمی ہیں مگر کوفت محسوس نہ کی کہ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ انہیں مختصر بات چیت سے

مطمئن کر دیا بالآخر تائب ہوئے۔ صاحبِ اجازت بھی ہیں بفضلِ خداوند کریم بڑے ذوق و شوق کے آدمی ہیں۔

آخری زمانہ: فرمایا یہ آخری زمانہ ہے حدیث شریف میں آتا ہے "ایک زمانہ وہ بھی آئے گا کہ ایماندار لوگ ایمان کو بچانے کے لئے جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف نکل جائیں گے۔" یہ دور مسلمانوں کے واسطہ ابتلا کا دور ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے نزول فرمائیں گے اور بعدازاں حضرت امام مہدی علیہ السّلام کا ظہور ہوگا۔ کتب صحیحہ سے آثارِ قیامت ملتے جلتے نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے بڑی تکالیف اور آزمائش کا دور ہے بالآخر فتح مسلمانوں ہی کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی امداد فرمائے اور اسلام کا بول بالا رکھے۔

مقدّس رُوحانی رشتہ: فرمایا پیری مریدی ایک مقدّس رُوحانی رشتہ ہے۔ اس کا قائم رہنا فقط للّٰہیت کے ساتھ ہے۔ مُرید پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر کو اپنا مخدوم و محبوب سمجھے۔ خادم کے لئے اپنے مخدوم کے ہر امر و نہی قول و فعل پر سختی اور پابندی سے کار بند رہنا ضروری ہی نہیں بلکہ فرض عین ہے اور محبّ کے لئے اپنے محبوب کی رضا اور اتباع بھی ایسی ہی لازمی ہے ورنہ کامیابی دشوار ہوگی۔

اور پیر پر فرض ہے کہ مُرید کو ایک خادم نہیں بلکہ ایک امانت عزیز تصوّر کرتے ہوئے اس کی نگہبانی و پرورش اور نگہداشت کر کے کما حقہٗ اسے سرفراز فرمائے۔ خداوندِ کریمؒ اور رسولِ اکرم ﷺ اور پیرِ کامل پر کوئی دلیل نہ رکھنی چاہئے۔ بے دلیل ماننا برحق ہے۔ بدعقیدہ مولوی کیا جانیں یہ تو وہی سمجھ سکتے ہیں جنہیں خداؑ اور رسولؐ اور پیر کی ذات سے ازلی اور والہانہ عشق ہے۔ میں تو ایسے مولویوں کی حقیقت اور اصلیت سمجھتا ہوں اور تمہیں بھی خبردار کرتا ہوں کہ کسی شک وشبہ اور دلیل کے بغیر خداؑ اور رسولؐ اور پیر کی ذات کو ماننا چاہئے۔ ہرگز ہرگز کسی

دلیل کی گنجائش نہیں۔ پیش حق تعالیٰ مُعلم اُلملکوت نے دلیل بازی کی اور ذلیل ہوا۔

یاد رکھئے کہ آپ لوگوں کا میرے ساتھ تعلق خداؐ واسطے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قائم بدائم رہے گا کیونکہ کوئی غیر مقصود نہیں اور حق کبھی مٹتا نہیں۔ آپ لوگ آتے جاتے ہیں۔ خداؐ اور رسولؐ خداؐ کا ذکر خیر ہوتا ہے۔ یہی رشتہ محبت ہے اور کیا ہے۔ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ دُنیاداری بھی خوب اچھی طرح سے کرو اور حقوق العباد کی نگہداشت بھی ساتھ ساتھ ضروری ہے ورنہ اپنے حقیقی مقصد سے دور ہٹا دیئے جاؤ گے میں نے جس انداز سے زندگی بسر کی ہے وہ تم دیکھ رہے ہو اسے اختیار کرلو فلاح پاؤ گے۔ میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے اپنے پیر ومُرشد کی اتباع ومحبّت کا طفیل وثمرہ ہے۔ دُنیاداری کے لحاظ سے بھی عمر بھر نہایت محتاط رہا کہ میرے ذمہ کوئی حق واجب الادا نہیں ہے اور دُنیاداری کے معاملات کو تم سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اس لئے تنبیہ کر دیتا ہوں کہ حُقوق العباد سے غفلت نہ برتی جائے۔

میں کہتا ہوں جسے تلاشِ حق ہے اور گوہرِ مقصود دُور و دشوار نظر آتا ہے۔ وہ احکامِ الٰہیہ کے تحت اپنی دُنیاداری صحیح کر کے میرے پاس آجائے مجھ پر فرض ہوگا کہ میں اسے وہ گوہرِ مقصود میسّر کر دوں۔ اِنشاء اللہ تعالیٰ۔

سلسلۂ طریقت کا قیام: فرمایا بعض لوگ مجھ سے سوال کیا کرتے ہیں ''تم بھی غور سے سُن لو'' کہ حضرت سیّدنا سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دیدارِ پُرانوار کے شیدائیوں اور متلاشیانِ حق کی فقیری یہی کچھ تھی کہ خود حضورِ پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی محبت اور ہر قول وفعل مبارک کے سانچے میں ڈھل چکے تھے۔ اتباع ومحبّت کو زندگی بنالیا تھا اور اس طرح جملہ مراتبِ عالیہ حاصل کر لئے

تھے۔ ان حضرات والا صفات کی تمام ریاضت و زہد اور جہد اسی کے تحت تھی اور دلوں میں نسبت حق قائم ہوگئی تھی اور حضرات تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی یہی عمل اور طریقہ اختیار فرمایا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دیدارِ پُرانوار اور ان کی اتباعِ کامل میں معرفت و قربِ حق سے ممتاز و سرفراز ہوگئے اور نسبت قائم ہوگئی۔

مابعد حضرات اولیائے متقدمین نے یہی طریقہ اور عمل اختیار فرمایا اور معرفت قُربِ حق کے حصول کے لئے ذکر اور مُراقبہ جیسے احسن اور مؤثر طریقے اختیار و اظہار فرمائے، اس طرح سلسلۂ طریقت قائم و ایجاد ہوا۔ درحقیقت اسوۂ حسنہ کی ظاہری اور باطنی اتباعِ شریعت کو طریقت کہا جاتا ہے اور حصولِ نسبت کا ذریعہ ہے۔ حضرات سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے قُرب و معرفت اور حصولِ رضا و نعمت کے لئے جو کچھ جد و جہد اور سعی فرمائی اور نفس کے خلاف جہاد کیے وہ ان حضرات والا صفات کی قوتِ ایمانی اور عزمِ غیر متزلزل کا ہی باعث ہے ورنہ طاقت بشری تو ظاہر ہے اور ان حضراتِ گرامی کی قوت اِرادی نے جو کچھ کر دکھایا ہے وہ بھی اخبار و آثار سے ظاہر ہے۔ ان حضرات کی عمریں طویل تھیں حوصلے نہایت بلند اور قلوبِ مبارک قویّ تر تھے ان کی ایک ہی نظر متاعِ دین و دُنیا تھی وہ مراتبِ عالیہ پر فائز تھے اور نسبتِ حق دلوں میں منوّر پاتے تھے۔

دورِ حاضر کو ترقّی یافتہ کہا جاتا ہے حالانکہ متقدمین کی نسبت عمریں کم ہیں، حوصلے پست ہیں اور دل کمزور ہیں مگر پھر بھی فقیری کے مدعی ہر جگہ پائے جاتے ہیں حالانکہ نسبت مفقود نظر آتی ہے۔ اپنا فیصلہ تو یہی ہے کہ نفس کے خلاف سب سے بڑا جہاد یہی ہے کہ خلافِ شرع کوئی کام سرزد نہ ہو بس نفس کشی ہوگئی اگر رضائے حق کی تمنّا ہے تو وہ محبت رسولِ کریم ﷺ میں ہے اور بس رضائے ایزدی یہی ہے۔

دل کا مرکز (رابطہ پیرِ کامل) صحیح ہو تو آدمی دولتِ حق الیقین سے مالا مال ہو جاتا ہے ایک مولوی صاحب جو کہ بڑے علاّمہ تھے کہنے لگے "حضرت دُعا فرمائیں کہ میں رضا پر قائم رہ سکوں۔ اب میری حالت یہ ہے کہ کبھی ایک دن اور کبھی تین دن قائم بر رضا رہ سکتا ہوں۔" میں نے کہا یہ بھی غنیمت ہے مولوی صاحب۔ میں اتنا بڑا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ رضائے حق پر تو ایک ساعت کے لئے قائم رہنا بھی بڑی بات ہے۔ اپنا حال تو بس یہ ہے کہ "مردہ بدست زندہ"

توجّہ اور فیضِ صحبت: فرمایا مولوی قمرالدین (مولوی واہ تحصیل و باڑی) عالم و حکیم اور شاعر ہیں۔ ان کے اشعار بڑے مُرصّع ہوتے ہیں۔ وہ توبہ کے خواستگار ہوئے تو میں نے کہہ دیا مولوی صاحب ملتے رہنا اور میں آپ کے حق میں دُعا کروں گا۔ پھر بھی اپنے مقصد (توجہ) کی جانب متوجّہ کرتے رہے۔ مستان شاہ نے سفارش کی لیکن میں نے صاف کہہ دیا کہ آتے جاتے اور ملتے رہیں۔ ملتے رہنے سے ہی بات بنے گی۔ بوڑھے آدمی ہیں توجّہ کیا برداشت کریں گے۔ انہیں ملتے رہنا چاہیے۔

سماع کے اثرات: اگر ہو سکے تو سماع زیادہ سُنا کریں۔ اس سے قلب زیادہ مطمئن ہوتا ہے اور حقیقتاً رجوع و خشوع زیادہ ہوتا ہے نیز قوّت برداشت و بیدار اور طلب و اشتیاق پیدا ہوا کرتے ہیں۔ کسی غیر نسبتی آدمی کو اگر وجد و کیفیت ہو جائے تو اسے جلد ہی کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے مُرید ہو جانا چاہیے۔ راہِ خدا میں جلد کامیاب ہو جائے گا۔

چند نصائح: فرمایا منجانب اللہ تعالیٰ میں تمہاری دُنیاداری اور دین کا اس قدر ذمہ دار ہوں کہ بروقت نفع و نقصان سے تمہیں آگاہ رکھوں۔ ہر نیکی کا اَمر کروں اور ہر بُرے کام سے منع کروں۔ میں تمہیں نیک رائے اور ہدایت ہی کی تعلیم دیا کرتا

ہوں اور حکم سے گریز کیا کرتا ہوں تاکہ اگر تعمیل نہ ہو سکے تو گنہگار تو نہ ہو جاؤ میری باتوں کو خاص توجہ اور غور و فکر سے سُنا کرو۔ میں اگر چاہوں تو آج تم سب کو مجذوب بنا سکتا ہوں مگر یہ راہِ فلاح نہیں۔ میں تو تمہارے دینی اور دُنیاوی معاملات کو مرضیاتِ الٰہیہ کے تحت دیکھنا اور بہتر بنانا چاہتا ہوں۔ فلاح اِسی میں ہے کہ مبتلائے خداؐ اور رسولؐ ہو کر حضرات سلف صالحین کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر ہوتی رہے اور دل اور نیت کو صحیح رکھا جائے اگر دل صحیح ہے تو اِرادہ ہرگز غلط نہ ہوگا اور اِرادہ صحیح ہے تو نقصان کیسا بلکہ نفع ہی نفع ہے اگر دین و دُنیا کے کام رضائے حق کے تحت سرانجام ہوں تو مقصدِ زیست کی تکمیل ہوگئی۔ یاد رکھئے کہ اتباع میں ہوشیار رہنا چاہئے۔ فلاح یہی ہے۔

تجدیدِ بیعت اور حقیقی کامیابی: نور محمد اجمیری کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ تمہارے پیر بھائیوں میں سے تھے ایک عرصہ تک میرے پاس آتے جاتے رہے اور آرزومند بھی رہے۔ وہ ایک پیر صاحب کے مُرید بھی تھے جب اِن کی بے چینی بڑھ گئی تو میں نے مُرید کر لیا اور ساتھ ہی ہدایت بھی کر دی کہ تمہیں فیض تو یہیں سے حاصل ہوگا مگر ان پیر صاحب کی دِل شکنی بھی ہمیں مطلوب نہیں لہٰذا نذر و نیاز حسبِ دستور انہیں کو دیا کرنا۔ اس کے باوجود بھی پیر صاحب نے اپنا رویّہ بہت سخت بنا لیا اور بددُعاؤں سے مرعوب و مغضوب کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔

ایک جگہ پر میرا اتفاق سے قیام ہوا تو پیر صاحب وہاں پہلے ہی سے مقیم تھے۔ میرا نام سُنتے ہی اندر کے ایک کمرہ میں اپنا بستر لگوا لیا اور باہر نہ نکلے کئی روز ہو گئے مگر ملاقات نہ ہوئی۔ ایک روز میں خود اندر چلا گیا تو کہنے لگے "معاف فرمائیے میں حاضر نہ ہو سکا۔ باتوں باتوں میں کہا کہ نور محمد میرا جدی مُرید ہے میں نے اسے اجازت و خلافت بھی دے رکھی ہے۔ وہ آپ کے پاس بھی آتا جاتا ہے

ان دنوں اس میں بڑا ذوق وشوق ہے وہ مُرید اور خلیفہ مجھ ہی سے ہے چنانچہ میں نے اسی وقت سے اپنا رُجوع کم کر دیا اور نور محمدؐ کو جو کچھ باطنی سُرور حاصل تھا وہ میرے ہی تعلق اور توجہ سے قائم تھا سب ختم ہو گیا اور نو ماہ تک پریشان حال پھرتا رہا۔ دل سے کھوئی ہوئی نعمت پھر دستیاب نہ ہو سکی بالآخر واپس آیا تو باریابی مشکل نظر آئی نہایت گِریہ وزاری کرتا رہا اور بڑی بڑی سفارشیں بھی لایا میں نے اس کے حال پر پھر سے توجہ کی اور کھوئی ہوئی نعمت اسے پھِر مل گئی۔ میں نے اسے ان پیر صاحب سے ملنے اور نذر ونیاز دینے سے منع کر دیا۔ خلافت کے چکر سے تو نکل چکا تھا۔ کافی رگڑے کھائے تھے اب غلامی ہی کافی سمجھ رہا تھا۔ اِدھر پیر صاحب کے رنج بھرے خطوط اور بددُعانامے نازل ہوتے رہے۔ میں نے اسے واضح طور پر بتا دیا کہ کوئی جواب نہ دیا جائے اور اپنے مرکزِ فیض پر دل ونگاہ کو مبتلا رکھے۔ کسی خوف کی ضرورت نہیں۔ بفضلِ خدا تعالیٰ اپنے مقصدِ حقیقی میں کامیاب ہوا اور اس کی مقبولیت کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ہر ایک دُعاء مستجاب نظر آئی۔

<u>رُوحانی تعلق ایک راز:</u> فرمایا دُنیا کی ہر چیز مادّی الاثر ہے اس لئے فانی ہے اور فانی ومادّی اشیاء کی محبت فنا پذیر تاثرات ہی میں مُدغم کیا کرتی ہے کُلِّ شَیْئٍ یَرْجَعُ اِلٰی اَصْلِہٖ کے بمصداق ہر چیز اپنے اصل کی طرف ہی رُجوع کرتی ہے۔ جملہ بزرگانِ دین کی متفقہ تحقیق ہے کہ پیرِ کامل کی نسبت کے بغیر کوئی راہِ خدا نہیں ہے کہ جس سے انسان کامیاب ہو سکے۔ اِلّا ماشاء اللہ تعالیٰ۔

فنا فی الشیخ ہوتے ہی طالب اپنے مطلوب حقیقی کو پا لیتا ہے۔ رُوحانی تعلق ایک راز ہے اور روحانی تعلق اور محبّت کی کشش بقا کی جانب کھینچتی ہے اور رُوح کو فنا نہیں اس کی کشش بھی غیر فانی ہے۔ البتہ روح کا معاملہ فہم اور قیاس سے بالاتر

ہے اس کا تعلق عالمِ اَمر سے ہے۔ انسانوں میں بھی اسی طرح فرق ہے جس طرح انگلیوں میں فرق ہے فرق مراتب ذات اور صفات میں بھی ہے جیسا کہ اَلشّکُوُر اسم ذات ہے اور شکور اسم ہے۔ یاد رکھئے پاک اور ناپاک اِرادت برابر نہیں۔

سجّادگی کا فیصلہ: ارشاد عالی ہوا کہ چند روز ہوئے تمہارے بہت سے پیر بھائی موجود تھے اور سجّادگی کے بارے میں فیصلہ کے آرزومند تھے۔ اس سے قبل بھی کہا جا چکا ہے کہ میرا معاملہ سُپردِ خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے گا وہی ہوگا۔ میں نے اپنے لئے بھی کبھی دُعا نہیں مانگی اور اپنے بچّوں کے لئے بھی دُعا نہیں مانگا کرتا تھا مگر اَب تو دُعا کر دیا کرتا ہوں کیونکہ ان کا بھی مجھ پر حق ہے۔ دونوں صاحبزادے صاحبِ اجازت وخلافت ہیں اور تعلیم و تلقین کے اہل ہیں سجّادگی کا فیصلہ یہی ہے کہ میرے بعد تم لوگ مل کر جو فیصلہ کرو گے وہی میرا فیصلہ ہوگا اور خداوند قُدّوس اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بھی وہی ہوگا۔

فرید العصر و فردِ عالم: فرمایا کہ ایک روز لاہور کے ایک صُوفی ملنے آئے۔ ان کی حالت دیکھ کر خوشی ہوئی ایسا لگا کہ کسی کامل کی صُحبت یافتہ ہیں۔ انہوں نے کچھ اشعار بھی سُنائے۔

ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ اجمیر کے در کے

میں نے پوچھا یہ مصرعہ کس کا ہے؟ کہنے لگے حضرت! میرے پیر و مرشد مولانا یار محمد صاحب بُلبل چشتی فریدی کا ہے! اجمیر شریف کے ایک مشاعرہ میں جو کلام ارشاد فرمایا گیا تھا وہی پیش کیا جارہا ہے۔ میں نے مسرّت محسوس کی ان میں ایک مصرعہ ہمارے یہاں کا تھا۔ یہ لوگ اپنے حال میں صحیح ہیں ورنہ بے جان کے جِسم تو اکثر نظر آتے ہیں۔ فریدیہ چشتیہ سلسلہ کے لوگوں میں جان موجود ہے۔ تعلیم و تلقین سے باخبر اور صاحبِ نسبت ہیں۔

میں نے ایک پیالی چائے انہیں دی۔ وہ مؤدبانہ طور پر اُٹھے اور کھڑے ہوکر پانی پی لی۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ ان کا نفلی روزہ تھا۔ ساتھیوں کی پُرسش پر انہوں نے کہا کہ روزہ نفلی تھا اور جس دست مبارک سے نعمت ملی تھی اس کی تعظیم فرض تھی۔ ہم لوگ تو فریدی ہیں اور حضرت (تاج الاولیاء شاہ محمد عبدالشکور) فریدالعصر اور فریدِ عالم ہیں پھر کیوں نہ ان کی تعظیم کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ وہ ہمیں اپنے ہی معلوم ہوئے۔

علمِ غیب: فرمایا حدیث شریف میں آتا ہے کہ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بروز عید تشریف فرما تھے اور چند لڑکیاں کچھ اشعار بطور نعت شریف دَف پر خوش الحانی کے ساتھ گا رہی تھیں اور آپ سماعت فرما رہے تھے۔ پہلے شعر کا مطلب و مفہوم یہ تھا کہ "اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا رسولؐ مرحمت فرمایا ہے جو اللہ کا محبوب اور برگزیدہ ہے" اور دوسرے شعر کا مطلب یہ تھا کہ "اللہ تعالیٰ نے ایسا برگزیدہ رسولؐ بھیجا ہے جسے علمِ غیب بھی حاصل ہے۔" اِس پر آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا۔ وہی پہلا شعر پڑھو ہمیں وہی پسند ہے۔ آپ نے اپنی ذاتِ اقدس سے علمِ غیب کی نفی نہیں فرمائی نہ گانے سے منع فرمایا بلکہ پہلے شعر کو پسند فرمایا اور پھر پڑھنے کے لئے فرمایا۔ ہر دو اشعار عالی غور طلب ہیں اور حقیقت واضح ہے اب کوئی شخص اگر اس کو نفی علم غیب قرار دے تو یہ حد سے گزر جانا ہی ہوگا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

اُمورِ طریقت غیر شرعی نہیں: حضرات بزرگانِ دین کے متفقہ و مستعملہ اور مروّجہ افعال گرامی کے تحت تصورِ شیخ، سجدۂ تعظیم، سماع، ذکر و فکر، اعراس شریف اور نذر و نیاز غیر شرعی امور نہیں ہیں بلکہ جملہ طریق قرب و معرفتِ حق کو طریقت کہا جاتا ہے جو کہ عین شریعت ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاء الدینؒ نقشبند جیسے

متقی اور متشرع بزرگ نے سماع کے متعلق فرمایا ''نہ اقراری کنم نہ انکاری کنم''۔ اگر آج کل کوئی بزرگانِ دین کے افعالِ گرامی سے انحراف کرتا ہے یا شرک وکفر کے خیال میں مبتلا نظر آتا ہے تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے اور وہ اس کا خود ذِمہ دار ہوگا ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

جہادِ اکبر: فرمایا سب سے بڑا جہاد ''جہاد بالنّفس'' ہے۔ اپنی اصلاح سختی سے کرنی چاہئے۔ خواہشات کے گھوڑے پر حرص وہوا کی لگام کو مضبوطی سے گرفت میں رکھتے ہوئے منزلِ مقصود کی جانب سفر کرنا چاہئے اور سب کچھ اسی وقت ممکن ہوگا کہ جب تم اپنے پیرو مُرشد کی محبّت میں غنی ہو جاؤ گے۔ ورنہ صحیح منزل کی جانب قدم بھی نہ اُٹھ سکے گا۔ منزل مقصود پر پہنچنا تو دور کی بات ہے۔ دریں اثنا جناب ''محمد عبدالقدّوس میاں'' صاحب طولعمرہ، فرزند ارجمند صاحبزادہ جناب حضرت محمد عبدالرّؤف شاہ صاحب نے آنجناب رحمت مآب حضرت قبلہ عالم تاج الاولیا مدظلہٗ کے دست حق پرستِ پر چند بوسے دیئے۔ اس پر ارشاد عالی ہوا۔ دیکھئے یہ کیا کررہا ہے۔ خداؔ جانے کیا بنے گا۔ اس کا یہی شغل رہتا ہے بعض ہوشیار بچّے راہِ خداؔ میں بہت کار آمد اور مفید ثابت ہوا کرتے ہیں۔

مکرّر ارشاد فرمایا۔ میرے حضرت قبلہ عالم قُدّس سرّہٗ کا فیض غیر فانی ہے۔ بفضلِ خداؔ ہر زمانے میں زمانہ دیکھتا رہے گا۔ اور نت نئی شان کا ظہور ہوتا رہے گا۔

صاحبزادہ حضرت شاہ عبدالستّار صاحبؒ کا تذکرہ: فرمایا ہمارے ''منّا میاں'' کو لوگ مولانا صاحب کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ وہ بمبئی علاج کے لئے گئے اور وہیں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ مولانا صاحب منشی فاضل تھے وہ بہت نیک طبع اور معاملہ فہم تھے۔ نہایت شستہ اور مرصّع اشعار کہتے تھے۔ انہوں نے زندگی بھر میری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھایا۔ صاحبِ اجازت اور صاحبِ سجّادہ بھی تھے ان

سے زندگی میں سلسلۂ عالیہ کی کوئی اشاعت نہ ہوسکی۔ بعض لوگ وصال شریف کے بعد کمال کو پہنچتے ہیں۔

دراصل نورِ نسبت خواہ زندگی میں ہو یا بعد وصال اپنا ظہور کرتا ہے۔ بعض سالکانِ طریقت اگر زندگی میں کمال کو نہ پہنچ سکیں تو منجانب اللہ بعد وصال ان کی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اب تو بمبئی میں ان (صاحبزادہ جناب شاہ عبدالستار صاحب تیغؔ مرحوم و مغفور) کا مزار مرجع خلائق ہے۔ وہاں فیض دریا اور محفلِ ستاری مشہور ہے۔ ان کا ایک شعر ان کے مناسب حال ہے

میری تنویریں قیامت تک رہیں گی جلوہ گر
آفتابِ حُسن سے ہے جلوہ سامانی میری

راہِ کمال: ارشاد عالی ہوا کہ تم لوگوں کے فائدہ کی بات کہی جاتی ہے اور تمہارے دلوں کو تسکین فراہم کی جاتی ہے۔ میری باتیں غور و فکر سے سُن کر تمہیں بھی مائل باصلاح ہونا مناسب ہے بعض لوگ خلافت کے چکّر میں سرگرداں ہو جاتے ہیں حالانکہ انہیں اپنے مقصود پر نظر رکھنی چاہیے۔ یہ منصبِ پیغمبری ہے بازیچۂ اطفال نہیں ہے یہ ایک مقدّس امانت ہے جسے اگر پہاڑ بھی اُٹھائیں تو ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ خود بخود کون متحمل ہوسکتا ہے۔ جلیل القدر حضرات بزرگانِ دین اس بارِ امانت کو قبول کرنے سے معذرت ہی کرتے رہے مگر مشیّت ایزدی کے حضور سرِ تسلیم خم فرماتے رہے عین مناسب ہے کہ دل ماسویٰ اللہ سے بچا کر رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے پھر بے سود آرزوئیں رکھنا عبث اور تضیع اوقات ہے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کو تنبیہ کرتا ہوں کہ ہوش سے کام لیں اور بیدار ہو جائیں۔ قلب جاری ہو گیا یا مستی حاصل ہوگئی تو کیا ہوا۔ قلب کا جاری ہو جانا دل کے ذاکر ہو جانے کا نام ہے اس سے تسکینِ قلب اور کیف و سُرور حاصل

ہوتا ہے مگر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اپنے کو کامل یا فقیر ہو جانا خیال کر لیا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کامل یا فقیر ہو جانا تو دُور کی بات ہے۔ یہ تو ابھی راستہ دکھلایا گیا ہے۔ ہمّت سے منزل کی جانب سفر پیرا ہو جانا چاہئے۔ ذکر باعثِ تسکینِ قلب ہے اور پاس انفاس مدد کرتا ہے مگر راہِ کمال نسبت میں ہے۔ نسبتِ تامّہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے قرآن کریم میں نسبت کو حبل اللہ کے مفہوم میں پایا جائے گا اور اثبات حق کے قیام ہی کا نام نسبت ہے جس کے حصول کے لئے تصورِ شیخ اور مُراقبہ نہایت ضروری ہے بلکہ تصورِ شیخ روحِ نسبت ہے مُراقبہ زیادہ کرنا چاہئے تاکہ محویت حاصل ہو جائے۔

بعض لوگ کشف و کرامات کے متمنّی ہوتے ہیں بعض پیر بننا چاہتے ہیں یہ سب خیال غیر ہیں جو نسبت کو کمزور کرتے ہیں آدمی کو پختہ خیال ہونا چاہئے۔ کشف و کرامات کو کیا کرنا ہے۔ عشق و محبّت میں استقامت اعلیٰ نعمت ہے۔ خدا نصیب فرمائے

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزی نیست

یاد رکھئے پیر کامل کی نسبت حاصلِ کُل ہے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ منزلِ مقصود دستیاب ہو سکے اگر پیرِ کامل سے نسبت قائم ہے تو بعد وصال بھی برابر فیض ہوتا رہے گا بلکہ بدرجۂ کمال فیض ہوگا۔

اگر مُرید کو پیر کی ذات میں عیب نظر آئیں تو مُرید کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔ یہ تو پہلے دیکھ لینا چاہئے کہ پیر بظاہر متشرع اور محبتِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا سرمایہ رکھتا ہے یا نہیں اگر رکھتا ہے تو کامل ہے۔ یہ دونوں نعمتیں موجود ہیں تو اس کی خدمت اور صحبت خدا رسیدہ کر سکے گی ورنہ دیگر خیالات عود کر آئیں گے۔

گر تو سنگ خارہ مرمر شوی چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

پیر کی ذات پر حُسنِ ظن شرط اوّل ہے۔ عیب جو مُرید تو بس گیا اور رہے بھی تو بے فیض ہی رہے گا۔ میں نے آج تک یہ اصول رکھا ہے کہ کسی شخص میں صدق میں کمی دیکھی یا کسی تکلیف میں رُجوع پایا تو اس کے لئے دُعا کر دیتا ہوں مگر مُرید نہیں کرتا۔ اور جسے مُرید کر لیتا ہوں جب تک اس کی حالت ٹھیک نہیں ہو جاتی بے قرار رہتا ہوں آخر کار اللہ تعالیٰ مہربانی فرما ہی دیتا ہے۔

یاد رکھئے کامل فقیری یہی ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو اپنا لیا جائے ماسوا اس کے کوئی کامل فقیری نہیں ہے۔ عملیات اور چلّہ کشی بے سود شغل ہیں جو چیز توکّل و ادب اور تسلیم و رضا کے زمرہ میں نہیں کیونکر صحیح ہو گی وہ غیر اسلامی فقیری تو ہو سکتی ہے مگر اہلِ اسلام کو اس سے کیا واسطہ۔ جمیع بزرگانِ دین نے جو کمال و مدارج حاصل کئے ہیں وہ آنحضور ﷺ کی محبّت اور تابعداری کا نتیجہ ہیں۔

<u>پولیس افسر کی ترقّی</u>: ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم ہندوستان سے بغرض شرکت عُرس مبارک حضرت بابا صاحبؒ پاک پٹن شریف حاضر ہوئے۔ اس وقت مسعود الدّین خاں نے جو اس وقت چونیاں کے ڈی ایس پی کے ریڈر تھے (حال سب انسپکٹر پولیس لاہور) نے کہا۔ حضرت ڈی ایس پی صاحب سے اس شرط پر رُخصت حاصل ہوئی ہے کہ ان کے حق میں دُعا کراؤں کہ وہ ایس۔ پی کے عہدہ پر ترقّی پا جائیں۔ میں اس کے ساتھ وعدہ دعا کر کے آیا ہوں۔ آئندہ حضور کی مرضی پر منحصر ہے۔ میں نے کہا کہ جب میں بابا صاحبؒ کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوں تو یاد کرا دینا۔ چنانچہ بوقت حاضری یاد دلایا گیا اور میں نے بابا صاحبؒ کی خدمت میں التماس کیا کہ حضرت! مسعود الدّین خاں آپ کے خادم میرے وسیلہ سے

اپنے ڈی ایس۔ پی کے لئے ترقّی کا خواستگار ہے اور وعدہ دُعا بھی کر آیا ہے اس کی ترقّی ہو جانی چاہئے۔ حضرت بابا صاحبؒ کی طرف سے مجھے ارشاد ہوا کہ اس کی ترقی ہو جائے گی۔ میں نے خیال کیا کہ جانے کب اس کی ترقّی ہو گی لہٰذا دوبارہ التماس کیا کہ حضرت اسے جلدی ہو جانا چاہئے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے ارشاد فرمایا ''کر دیا گیا'' میں نے اسی وقت مسعود الدّین خاں کو خوش خبری سُنائی کہ اس کے ڈی۔ ایس۔ پی کی تُرقّی ہو جائے گی۔ ہم لوگ ابھی وہیں قیام پذیر تھے کہ شام کے وقت ایک سپاہی چونیاں گیا اور اس نے ڈی۔ ایس۔ پی صاحب موصوف سے کہا کہ آپ ایس۔ پی ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ جب تک گزٹ میں میرا نام نہ نکلے گا میں اپنی ترقّی کا یقین نہیں کر سکتا۔ دوسرے ہی دن صبح کے وقت گزٹ میں اس کا نام شائع ہو گیا اور ڈپٹی صاحب دل و جان سے حضرت قبلہ تاج الاولیاء قُدّس سرّہٗ کے معتقد ہو گئے۔

قلب کی تاریکی: فرمایا اگر بجلی کا تار خراب ہو جائے تو مکان میں اندھیرا ہو جاتا ہے۔ اس میں بجلی گھر کا کیا قصور۔ اگر مُرید اپنے پیر کے تعلق کو کسی وجہ سے خراب کر دے تو دل میں اندھیرے کا ہو جانا لازمی ہے۔ خدا کرے کہ محبت کی تار کبھی خراب نہ ہو۔ کلام اللہ میں ''حُبل اللہ'' سے حقیقتاً یہی مراد ہے۔ پیر کامل اس مقدّس رابطہ کا محافظ ہوتا ہے اگر اس تار میں کوئی کمزوری یا خرابی واقع ہو جائے تو شفقت سے یا سختی سے بہر صورت دُرست کرنے کا مجاز ہے۔ مُرید کو چاہئے کہ پیر کی محبت میں کوئی چیز حائل نہ ہونے دے اور اس معاملہ میں غالب ہی رہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور نیتوں پر نظر فرماتا ہے اور دوسری جگہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال دیکھتا ہے نہ صورتیں بلکہ دل و نیت دیکھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ روزِ حشر بھی دل و نیّت کو دیکھا جائے گا اور اسی پر فیصلہ ہو گا۔

آٹھ سو سال قبل کی فقیری: ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں طلب پائی جاتی ہے مگر پیرِ کامل کا ملنا آسان نظر نہیں آتا پنجاب کے لوگ زیادہ تر آباؤ اجداد سے بندھے چلے آ رہے ہیں اور انہیں صحیح تعلیم نہیں دی جاتی۔ ہم بھی اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں گردانتے مگر ہمیں موجودہ دَور کے رسم و رواج سے کوئی سروکار نہیں۔ تعلیم و تلقین کے معاملہ قدیم پر سختی سے کاربند ہیں۔ یہ دَور کچھ بھی ہے مگر ہمیں منجانب اللہ تعالیٰ آٹھ سو سال قبل کا زمانہ مِلا ہے یعنی آج سے آٹھ سو سال پہلی والی فقیری عطا ہوئی ہے اور ہماری تعلیم کا تمام تر دارومدار ذکر اور عشق و محبت اور اتباع پر ہے۔

آدمی کو مُرید ہونے سے قبل دیکھ لینا چاہئے کہ وہ صرف اللہؑ کے لئے جس کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے کیا وہ کامل طور پر متبع شریعت ہے اور سرمایہ عشق و محبت بھی رکھتا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

وصال بحالتِ سماع و وجد: ارشاد عالی ہوا کہ دورانِ عُرس شریف ہزار ہا افراد کا اجتماع تھا محفلِ سماع نہایت گرم تھی۔ محفل پر رقّت اور وجد کا عالم تھا۔ دورانِ وجد و کیفیت محمد صادق راولپنڈی والے مُرید غلام محمد میرے قدموں پر جھکے اور جاں بحق ہو گئے۔ وجود میں گرمی کے آثار برابر موجود رہے۔ اسی بنا پر ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ خاں کو بھی ٹیلی فون پر بلوالیا گیا اور علاج معالجہ کی کوشش کی جاتی رہی۔ قلب اور وجود کو گرم دیکھ کر اُمید پائی جارہی تھی مگر میں نے کہہ دیا تھا کہ وہ جاں بحق ہو چکے ہیں اور گرمی تو کچھ اور گرمی ہے۔ شاید ہم سے بزرگانِ دین کی یہ سنّت بھی ادا ہونی تھی۔ لاہور کا واقعہ اور اجتماع کثیر بھلا کیا خبر چھپی رہ سکتی تھی اخبارات میں یہ خبر دیکھ کر چند مولوی صاحبان تشریف لائے اور پوچھا۔

حضرت! یہ جو بحالتِ سماع و وجد فوتگی ہوتی ہے از روئے شریعت اسے کیا کہا جائے گا؟

میں نے کہا۔ مولوی صاحبان! آپ کی کیا رائے ہے۔ قدرے تامّل کے بعد ایک صاحب بولے "ایک امام صاحب کے نزدیک حرام ہے" اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

میں نے کہا۔ یہ فتویٰ تحریر کر دیجئے۔ اب ذرا ہچکچائے اور دوسرا پہلو بدل لیا کہ حضرت! ہم تو آپ سے اطمینان کے لئے آئے ہیں کس طرح واقعہ پیش آیا اور اسے شرعاً کیا کہا جائے گا۔ ہم تو بزرگانِ دین کے غلام ہیں۔ فتویٰ کیا دے سکتے ہیں۔ میں نے کہا سُنیئے۔ سماع کو شرعاً مباح تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ بزرگانِ دین کا فعل مبارک ہے۔ چونکہ آپ لوگ فوتگی کے بارے میں معلوم کرنے آئے ہیں اس لئے زیادہ وضاحت مناسب نہیں ہے۔

محمد صادق پر وجدانی کیفیات کا عالم طاری تھا اور اسی عالم میں وہ فوت

ہو گیا۔ حقیقتِ وجد یہ ہے کہ جب تک کہ کوئی خیالِ غیر دل میں نہ آئے کیفیت قائم رہتی ہے۔ خیالِ غیر ہی سے کیفیت ختم ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ جب بحالتِ کیفیت محمد صادق فوت ہوا تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا۔ اَب بتائیے کہ یہ موت حرام ہے یا حلال؟ وہ خاموش بیٹھے رہے۔ میں نے کہا حضرت خواجہ معین الدّین اجمیریؒ کے محبوب خلیفہ تھے اور خواجہ بحر و بر حضرت فریدالدّین گنج شکرؒ کے پیر و مُرشد حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ کا وصال بھی عین حالتِ سماع و وجد میں ہوا۔ یہ تو سعادت ازلی ہے اللہ تعالیٰ جسے نصیب فرمائے۔

حضرت سیدنا امیر ابُو العلاؒ کی اولاد کا احترام: حضرت قبلہ عالم کی لاہور میں سکونت کے دوران ایک نوجوان جو کہ خود کو اولاد حضرت سیدنا امیر ابوالعلاؒ سے بتاتے تھے تشریف لائے اور ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت اقدس کی طبیعت مبارک بے حد ناساز تھی اور آپ نئے مکان میں قیام فرماتے نوجوان کی تشریف آوری اور اشتیاقِ ملاقات کی اطلاع حضرت قبلہ عالم کی خدمتِ اقدس میں اسی وقت پہنچائی گئی۔ اس پر فوراً پردے کا انتظام کرا کر نوجوان کو اندر بلا لیا گیا۔ آپ نے بسترِ علالت پر دراز ہونے کے باوجود نوجوان کو دیکھتے ہی ہر چند اُٹھنے کی سعی فرمائی مگر نقاہت کی وجہ سے اُٹھا نہ جا سکا۔ اس وقت کے موجودہ خدمت گار نے حضرتِ اقدس کو اٹھنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں تو مہمان موصوف نے کہا ''سرکار آرام فرمایئے تکلیف ہوگی۔ اس پر فرمایا ''خادم کو تکلیف سے کیا واسطہ'' اور اس کے ساتھ ہی مبارک آنکھوں سے آنسو نکل آئے نوجوان موصوف سے فرمایا کہ آپ سے مل کر بڑی مسرّت ہو رہی ہے۔ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں حضرت سیدنُاؒ کا ہی فیض ہے میں تو ان کے نام کا ایک بندہ ہوں۔ ڈاکٹر صاحبان بھی کہتے

ہیں کہ حضرت آپ کے اندر خون نہیں ہے آپ کیسے زندہ ہیں؟ میں کہہ دیتا ہوں کہ یہ میرے حضرات کا تصرّف ہے۔

حضرتِ اقدس کے حکم سے ایک کرسی منگوائی گئی مگر نوجوان موصوف نے بصد اصرار معذرت پیش کر کے حضرتِ اقدس کے سامنے کرسی پر بیٹھنے سے احتراز کیا۔ لیکن حضرت ایسا کب گوارہ کرنے والے تھے۔ ناچار موصوف کو کُرسی پر تشریف رکھنا پڑی۔ موصوف کی چائے سے ضیافت کی گئی۔ موصوف بھی بڑے صاحب فہم و دانش تھے کہنے لگے۔ حضرت کے فیض کا شہرہ تو جا بجا سنا تھا مگر الحمدللہ کہ دیکھنے سے اطمینان کچھ سوا ہی ہوا ہے۔ ہمارے سیّدنا ہم سے دُور نہیں ہیں۔ بفضل خداوند کریم ہم میں موجود ہیں۔

بعدازیں موصوف کو نہایت ہی احترام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ مخدوم زادہ حضرت محمد عبدالرؤف شاہ صاحب نے پانچ روپے نذر کے طور پر پیش فرمائے۔

نہایت اہم مسئلہ: حضرت پیر و مرشد قُدّس سرّہٗ مجلس میں رونق افروز تھے۔ یکے بعد دیگرے بعثتِ انبیاءؑ کے سلسلہ میں گفتگو شروع ہوئی کہ جو پے در پے انبیائے عظام علیہم السّلام مبعوث ہوتے رہے ہیں سب ہی برحق تھے۔ ان میں کئی اولوالعزم مرسلین صاحبِ کتاب بھی تھے۔ جب تک یہ حضرات مرسلین اپنی اپنی امتّوں میں موجود رہے ان کی اطاعت فرض رہی مگر ان کے اس دارِفانی سے تشریف لے جانے کے بعد دوسرے صاحبِ کتاب مُرسل کی بعثت ہو جاتی ہے اور حکم ربّانی ہوتا ہے کہ اس مبعوث شدہ مُرسل کی اطاعت قبول کرو حالانکہ پہلے مبعوث ہونے والے پیغمبر بھی حق پر تھے اور ان کی شریعت بھی حق تھی۔ جو لوگ ان پر ایمان لا چکے تھے وہ بھی سب کے سب مومن تھے لہٰذا ان سب مومنین صالحین کو

بھی حکم ہوتا ہے کہ اس نئے مبعوث ہونے والے پیغمبر پر ایمان لائیں۔ اِطاعت کی تو وہ پہلے بھی مومن تھے اور اب بھی مومن ہی رہے مگر جن لوگوں نے اِنکار کیا وہ کافر ہوئے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ مومنین صالحین کو جو نئے مبعوث ہونے والے پیغمبر پر ایمان لانے کا حکم ربانی ہوتا ہے اس میں کیا راز ہے؟

حضور تاج الاولیا نے اپنے ایک مُرید سے دریافت فرمایا کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ جب ایک پیغمبر مبعوث ہوتا ہے اور وہ تبلیغ و تلقین کرتا ہے تو لوگ اس کے اخلاقِ حسنہ ستودہ صفات اور فیضِ محبت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں اور دعوتِ اسلام کو خوشی سے قبول کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ایک کافی بڑی جماعت بن جاتی ہے۔ حکم خداوندی سے پیغمبرؑ اپنی تبلیغ کا فرضِ منصبی ادا کر کے اس دُنیائے فانی سے تشریف لے جاتا ہے اور پیچھے دُنیا میں اس کی جاں نثار قوم باقی رہ جاتی ہے جو اس پیغمبرؑ کی فرماں بردار بھی ہے اللہ تعالیٰ کی وحدت کا اقرار کرنے والی ہے۔ فرشتوں، یوم آخرت اور بہشت و دوزخ پر ایمان لانے والی ہے، صحائف آسمانی اور تمام کتب سماوی پر بھی ایمان رکھتی ہے۔ ظاہری اعمال اور عقیدت میں ذرّہ بھر بھی فرق نہیں باوجود اس کے اللہ تعالیٰ ایک اور نبی کو مبعوث فرما دیتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اے پہلے نبی پر ایمان لانے والو اب اس نئے نبی پر ایمان لاؤ جو نئے نبی پر ایمان لائے وہ پہلے بھی مسلمان تھے اب بھی مسلمان رہے مگر جنہوں نے انکار کیا اور نئے نبی پر ایمان نہ لائے وُہ کافر ہوئے۔

آپ نے خود ہی جواباً فرمایا۔ غور سے سُنو! یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نئے نبی مبعوث کرنے میں ایک خاص راز ہے کہ وہ زمانہ جس میں نبی مبعوث ہوئے اس زمانے کے مسلمانوں کو نسبت حاصل تھی ان کے دل زندہ اور بیدار تھے۔ ان میں تڑپ تھی اور اسی قوم میں جو لوگ بعد میں پیدا ہوئے انہوں نے اُس

نبیؑ کو نہیں دیکھا وہ اس سے فیضیاب نہ ہو سکے حالانکہ ایمان اُسی نبیؑ پر تھا اور عمل بھی اسی شریعت پر تھا مگر اسی نبیؑ سے نسبت حاصل نہ ہو سکی۔ آثارِ زندگی دل میں نہ تھے اس لئے اس عمل پر اعتبار نہیں کیا گیا۔ نئے نبیؑ کو مبعوث فرمایا گیا تاکہ اس کے فیضِ صحبت سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہو اور دل میں تڑپ پیدا ہو یعنی اس قوم کی اولاد کو پہلے نبیؑ کی صحبت میسّر نہ ہوئی اور نسبت حاصل نہ ہوئی گو عمل اسی شریعت پر رہا مگر دل سوئے ہوئے رہے۔ نئے نبیؑ کو مبعوث فرمانے اور اس پر ایمان لانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے دل اس کی صُحبت سے بیدار ہو جائیں اور زندہ ہو جائیں ان میں تڑپ اور مبتلا ہونے کا جذبہ عود کر آئے۔ جنہوں نے نئے نبیؑ کی صحبت سے فیض حاصل کیا وہ خداؑ کے مقبول بندوں میں شامل ہو گئے اور مسلمان کہلائے۔ لیکن جو لوگ غلط فہمی میں مبتلا رہے اور اپنے دلوں کو زندگی نہ بخشی وہ غافل رہے اور کافر ہوئے۔ مقصود نسبت حاصل کرنا ہے۔ نسبت ہی سے دل زندہ ہوتے ہیں اور توحید حاصل ہوتی ہے۔ پہلے نبیؑ کے اس دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جو لوگ دوبارہ غافل ہو گئے اور غفلت کے باعث آثارِ زندگی کھو بیٹھے اگرچہ وہ مسلمان تھے مگر ایسے غافل دل لوگوں کے ظاہری اعمال اور عبادت کا اعتبار نہ کیا گیا لہٰذا دوسرے نبیؑ کو مبعوث فرما کر اس پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کا حکم ہوا تاکہ اس نئے نبیؑ کی صُحبت سے اپنے دلوں کو زندگی بخشیں اور اپنے جذبوں کو بیدار کریں۔

کارہائے رسالت اور ولایت: بعثتِ جناب رسولِ مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلۂ نبوّت ختم ہو گیا اور اب کوئی نبی نہیں آ سکتا مگر قانونِ قدرت قیامت تک جاری رہے گا۔ وہ کام جو نبیؑ سرانجام دیتے تھے اولیائے کرام سے لیا۔ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور کوئی زمانہ ایسا نہیں ہو گا جس میں کوئی ولی موجود

نہ ہو جس نے کسی ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کو زندہ کرلیا وہ زندہ ہو گیا۔ اس شخص نے اس ولی کو نہیں دیکھا بلکہ جناب سرکار مدنی ﷺ کو پایا۔ اس سلسلہ اور تعلق کو نسبت کہتے ہیں۔ جس شخص نے کسی بزرگ سے تعلق پیدا کرلیا اس کا تعلق جناب شاہِ اُمم ﷺ سے ہو گیا اور یقیناً اس کا تعلق خداوند قدوس سے ہو گیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ پاور ہاؤس سے بجلی آرہی ہے۔ راستہ میں جا بجا کھمبے نصب ہیں جس نے بھی کسی قریبی کھمبا سے تار لگا کر کنکشن قائم کرلیا اور اپنا بلب روشن کرلیا وہ یہ نہیں سمجھے گا اس نے بجلی اس کھمبا سے حاصل کی ہے بلکہ بجلی تو پاور ہاؤس سے آرہی ہے۔ درحقیقت اس نے اپنا تعلق اس قریبی کھمبا کی وساطت سے پاور ہاؤس پیدا کرلیا بعینہٖ جس کسی نے قریبی بزرگ سے رشتہ پیدا کرلیا اپنا تعلق سرکار مدینہ ﷺ کے پاور ہاؤس سے قائم کرلیا تو یقین رکھو کہ وہ کامیاب ہو گیا اگر کوئی یہ خیال کرے کہ میں اپنا بلب براہِ راست پاور ہاؤس سے جوڑ کر اپنا گھر روشن کرلوں تو یہ ہر شخص کے لئے ناممکن ہوگا اور وہ کھمبوں کی وساطت کے بغیر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بغیر وسیلہ اولیائے کرام کے رسولِ مکرّم ﷺ اور ربّ العالمین تک رسائی ناممکن ہے اِلّا ماشاءاللہ۔

یہ بات بھی خوب یاد رکھو کہ سرکار دو عالم ﷺ کے پاور ہاؤس سے انوار و تجلیات کی برقی رو برابر آرہی ہے تو تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ تعلق و نسبت پیدا کر کے چاہے بڑی طاقت کا بلب لگا کر کاشانۂ دل روشن کرلو چاہے کم طاقت کا جتنی تمہاری نسبت زیادہ ہوگی اسی قدر تمہارا بلب زیادہ روشن ہوگا۔ سب کچھ اسی نسبت میں نہاں ہیں۔ کیونکہ اس نسبت کے بغیر دل زندہ نہیں ہو سکتا اور سرورِ کائنات ﷺ کی کامل محبت پیدا نہیں ہو سکتی ہمیشہ اعتبار دل کا کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی

اَعۡمَالَکُمۡ وَلٰکِنۡ یَنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَنِیَاتِکُمۡ یعنی: ”بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کی طرف دیکھتا ہے کہ کیا تمہارے دل زندہ ہیں“۔ ان میں غیریّت ودوئی کی کہ کدورت تو نہیں۔ کیا یہ ہر لحاظ سے صاف ہیں۔ ان میں کچھ تڑپ بھی ہے۔ ان میں مبتلا ہونے کا جذبہ بھی پیدا ہے۔ پس جس کا دل زندہ ہو گیا وہ واصلانِ الٰہیؒ سے ہو گیا اور اس کا شمار اہلِ اللہؒ میں ہو گیا۔

دل کی زندگی حصولِ نسبت سے ہے۔ نسبت ہی ایک چیز ہے کہ جس کے حصول سے تمام منازلِ سلوک طے ہو جاتی ہیں۔ یہی فقیری کا راز اور تصوّف کی جان ہے۔ اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ اور تاجدارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تائید حاصل ہے اور وہ اَٹل ہے تمام بزرگانِ دین کے اقوال وافعال اور آثارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی یہی ثابت ہے اور اسی پر عمل ہو رہا ہے قرونِ اولیٰ سے آج تک اس پر اس قدر عمل ہوا ہے کہ یہ معاملہ تواتر کی حد تک پہنچ گیا ہے سوائے فرائض معمولہ کے اس سے زائد کسی شے پر اتنا عمل نہیں ہوا۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کے عملی نتیجہ کا نام نسبت ہے۔ جب تک کسی کے ساتھ دلی مناسبت حاصل نہ ہو اس وقت تک ساتھ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی مناسبت کو طریقت میں نسبت کہا جاتا ہے۔ عقائد سے لے کر اعمال تک یہ عمل جاری وساری ہے گو اس کی ابتدا زبان سے ہوتی ہے۔ پھر دماغ متاثر ہوتا ہے لیکن انتہا دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ یہ نسبت پیر سے حاصل ہوتی ہے یہی قربِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور قربِ باری تعالیٰ کا ذریعہ ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے صحبتِ شیخ لازمی ہے اور عدم موجودگی میں تصورِ شیخ اس کا قائم مقام ہے۔

عالم اور جاہل مُرید: ارشاد فرمایا کہ اک دفعہ ایک بزرگِ کاملؒ سے دو شخص مُرید

ہوئے۔ ایک صاحب عالم و فاضل اور دوسرا مطلق ان پڑھ تھا۔ کچھ عرصہ بعد جاہل سے تو کشف و کرامات کا اظہار ہونے لگا اور ہر جگہ شہرت پھیل گئی مگر صاحبِ علم زمین جنبد نہ جنبد گل محمدؐ کے مصداق ویسے کے ویسے ہی رہے۔ بالآخر ایک روز بڑی بے تابی کے ساتھ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت! آپ نے عالم اور جاہل میں بھی تمیز نہ فرمائی۔ آپ کی توجہ اور تصرّف کا بحیثیت عالم میں زیادہ مستحق تھا مگر ابھی تک کورا ہی ہوں اور میرا جاہل پیر بھائی تو صاحبِ کشف و کرامات ہو گیا۔ یہ سُن کر پیر صاحب خاموش رہے کچھ دیر بعد وہ جاہل مُرید بھی حاضرِ خدمت ہوا اور ایک جانب بڑے ادب اور احترام سے بیٹھ کر رقت اور گریہ میں مشغول ہوا۔

دریں اثناء پیر صاحب مجلس میں گفتگو فرماتے رہے معاً بعد آپ نے اپنے عالم مُرید سے خطاب فرمایا۔ مولانا! جانا ذرا مکان کی چھت پر میرا اونٹ بندھا ہوا ہے اُسے نیچے اُتار کر پانی پلاؤ اور پھر وہیں چھت پر باندھ دو۔ مولانا صاحب بولے ''حضرت مکان کی چھت پر اُونٹ؟ اتارا جائے گا اور پانی پلا کر پھر وہیں باندھا جائے گا یہ سب ناممکن ہے۔'' مجھے بیوقوف تو نہ بنایا جائے قبلہ اس قدر تو علم و فہم رکھتا ہوں کہ مکان کی چھت پر اونٹ نہیں ہو سکتا۔

عالم مُرید کی یہ گفتگو سُن کر پیر صاحب نے دوبارہ سلسلہ کلام جاری فرمایا اور کچھ دیر بعد جاہل مُرید کو فرمایا اُمّی! تو ہی چلا جا۔ چھت سے اُونٹ کو اُتار کر پانی پلا دے اور پھر وہیں باندھ دے۔''

جاہل مُرید فوراً بغیر سوچے سمجھے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ عالم و فاضل مُرید اُمّی کی جہالت اور بیوقوفی پر مُسکرانے لگا۔

چھت پر اُونٹ کہاں تھا اور کیا ملنا تھا مگر وہ اُمّی مُرید چھت پر اُونٹ تلاش

کرتا رہا۔ مولانا صاحب سے نہ رہا گیا اور چلا کر بولے۔ او بیوقوف بھلا چھت پر اونٹ کہاں۔ اِدھر اُدھر کیا تلاش کرتا ہے۔ عقل سے کام لے۔

اُمّی نے جواب دیا۔ مولانا صاحب چھت پر اُونٹ ضرور ہے۔ اگر مجھے نظر نہیں آتا تو یہ میری نِگاہ کا قصور ہے۔ پیر صاحب کا فرمان غلط نہیں ہوسکتا۔ یہ کہہ کر وہ پھر تلاش میں مصروف ہو گیا۔ اس پر پیر صاحب نے اس جاہل مُرید کو بلا کر سینہ سے لگا لیا اور نہایت ہی شفقت فرمائی اور عالم و فاضل مُرید سے فرمایا۔ مولانا صاحب! یہ اُمّی ہمیں بے شبہ اور بے دلیل مانتا ہے اور آپ ہم پر دلیل رکھتے ہیں۔ بھلا ماننے والا اور نہ ماننے والا برابر ہوسکتا ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے جو چیز یہاں نہ مل سکی تو آخرت میں کیا مل سکے گی۔ طلبِ حق ہے تو ذاتِ شیخ کو بلا دلیل قبول کرنا ہوگا۔

یقیں پیدا کر اے غافل یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری
(اقبالؒ)

پیکرِ عشق و محبت: ارشاد عالی ہوا کہ اجمیر شریف کے قرب میں رام سر ایک قصبہ ہے۔ ایک مرتبہ شکار کے لئے وہاں جانے کا اتفاق ہوا وہاں اکثریت وہابیوں کی تھی۔ پہلے ہی روز معمولی بات چیت سے پچاس کے قریب وہابی تائب ہوئے۔ دوسرے روز تقریباً ڈیڑھ سو اور تیسرے روز ایک آگ لگی ہوئی تھی جو کسی کے بجھائے نہ بجھ سکتی تھی ہر آنکھ خداؐ اور رسولؐ کی محبت میں گریاں نظر آتی تھی۔

وہاں سے روانگی کے وقت لوگ بہت منّت سماجت کرتے رہے مگر میں نے انہیں انتظار و اشتیاق میں رکھنا مناسب سمجھتے ہوئے مزید قیام نہ کیا اور پھر بعد میں بھی کبھی وہاں نہ جا سکا صرف دو دن کی صحبت سے قصبہ والوں کی مُدّتوں کی

بگڑی بن گئی اور لوگ مست و دیوانے ہو کر آتے جاتے رہے۔ ان کی حالت پر قرب و جوار کے لوگ حیرت کرتے تھے کہ پیر صاحب نے دو دن میں ان کے ساتھ کیا کر دیا ہے۔

جب میرا قیام سکندر آباد یوپی میں تھا وہ دور بھی کچھ عجیب ہی تھا کسی ساز و سامان کی فکر یا کسی حیلہ اور وسیلہ کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوا کرتی تھی۔ وہ قصبہ بھی وہاب گڑھ مشہور تھا جہاں کسی سُنّی حنفی بزرگ کی کوئی وقعت و پُرسش نہ کیا کرتا تھا۔ میں نے بتائید غیبی وہاں بھی قیام کیا تھا اور مشیّت ایزدی شامل حال تھی۔ میرے حضرات بزرگانِ سلسلۂ عالیہ کی یاد و محبّت میرے لئے جملہ ساز و سامان ہے۔ اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت ہی کیا تھی۔

سلسلۂ تبلیغ و اشاعت حسبِ معمول عام اور مختصر سی گفتگو سے شروع ہوا۔ تھوڑی دیر لوگوں سے بات چیت کی جاتی تھی اور وہ جوق دَر جوق مُرید ہوتے رہتے تھے۔ طالبانِ حق کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ شب و روز ذکر و فکر کی محفل گرم رہتی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ پیر صاحب کے پاس بڑا جادو ہے جو مُرید ہو جاتا ہے اس کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے پیر صاحب نے تو عشق و محبت الٰہیؐ کا ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ یہ سب میرے بزرگوں کے تصرّفات ہیں۔

جن لوگوں نے میرا نصیر آباد اور سکندر آباد کا زمانہ دیکھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ میں جہاں سے گزرا وہاں عشق و محبّت کی ایک آگ لگاتا ہوا اور دلوں میں انقلاب بپا کرتا ہوا چلا گیا۔

صراطِ مستقیم: ایک مولوی صاحب بیعت ہوئے۔ اس موقع پر فرمایا۔ صراطِ مستقیم کیا ہے۔؟ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمائے۔ حضرات علمائے مفسّرین نے متفقہ طور پر منعم علیہ گروہ حضرات

انبیاء کرام وشہدأ اور صُلحا رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تسلیم کیا ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ بھی یہی ہے اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ صِدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ۝ حضرت انبیاءؑ و اولیاءؒ کے افعال واقوال واموال واعمال مقدسہ اور اخبار و آثار سے یہی ثابت ہے۔ یہی راہِ خاصانِ خدا تعالیٰ ہے اور اسے صراط مستقیم تسلیم کرنا پڑے گا۔ حضرت بزرگانِ دین جس قدر بھی ہوئے ہیں کسی نہ کسی صاحب نسبت بزرگ سے نسبت رکھتے تھے صراطِ مستقیم پر چلنا یہ ہے کہ پیرِ کامل کی مکمل طور پر اتباع کی جائے اسی سے نعمت اور فلاح حاصل ہوجائے گی۔ باریک اور دقیق مسائل میں نہیں اُلجھنا چاہئے اس سے مسلمانوں میں نفاق اور خطرہ ایمان کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

اسلام اخلاق ہی سے پھیلا ہے۔ آدمی خود صحیح ہوجائے اور اتباعِ کامل اختیار کرلے تو اس کا ہر قول و فعل بجائے خود مبلّغ دین ہوجائے۔

احکامِ الٰہیہ کے ماتحت دُنیاداری: ارشاد ہوا کہ اللہ اللہ کرنے کے لئے خلوت کیا معنیٰ؟ چاہئے کہ بیوی بچّوں میں رہ کر یادِ الٰہیؐ کی جائے، دُنیاداری بھی خوب کی جائے رضائے حق مدِ نظر ہو۔ اگر دُنیاداری احکامِ خداوندی کے تحت ہے تو عین دینداری ہے اور نفلی عبادت ہے اس سے لطف خاص بھی حاصل ہوگا۔ وہ شخص کامیابِ عالم ہے جو ہر مقبوضہ چیز کو مالک حقیقی کی ملکیّت اور عنایت سمجھے اور خود کو ایک خادم ہی سمجھتا رہے اور یہ اسی وقت صحیح متصوّر ہوگا' جب کہ حقِ ملکیت وامانت ادا کر کے دکھلائے اور خود امین وخادم ہوجائے۔

ایسی صورت میں عبادات و ریاضات سونے پر سہاگہ ہیں۔ میرے نزدیک خالص فقیری اُسوۂ حسنہ جناب سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی کامل

پیروی اور تابعداری میں ہے۔ یاد رکھئے کامل فقیری یہی ہے کہ حضرت سرورِ کائنات ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو مکمل طور پر اپنا لیا جائے۔ آپؐ کے ہر قول و فعل مبارک کے مقدس سانچے میں ڈھل جانا چاہئے۔ ماسوا اس کے اور کوئی کامل فقیری نہیں ہے۔ عملیات اور چلّہ کشی اس سلسلے میں بے سود شغل ہیں جو چیز توکل اور تسلیم و رضا کے زمرہ میں نہیں ہے کیونکر صحیح ہوسکتی ہے وہ غیر اسلامی فقیری تو ہوسکتی ہے مگر اہلِ اسلام کو اس سے کیا واسطہ؟

جمیع بزرگانِ دین اور اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس قدر بھی کمالات و مدارج حاصل کئے ہیں وہ سب آنحضورِ علیہ الصلوٰۃ وتسلیم کی محبّت اور اُسوۂ حسنہ کی تابعداری کا ثمرہ ہیں ؎

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

کوئی راہ نا معلوم و معدوم نہیں: ہمارے اور علماء حنفیہ (ظاہر بیں) کے درمیان چند اُمور کے علاوہ اور کوئی اختلاف نہیں۔ سب سے اہم معاملہ مسئلہ وحدت الوجود ہے اور بڑا اختلاف اسی نازک مسئلہ میں ہے۔

دراصل انسان کے اندر تمام مقامات موجود ہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے اور سمجھنے کی کوشش کرے تو اور بات ہے ورنہ یہ معاملہ اور مسئلہ کہنے اور سُننے سے باہر ہے اور راز کھلے بغیر بیان کرنا بھی ہرگز مناسبُ و مفید نہیں۔

فی الحقیقت بزرگانِ دین کی مقدس روش کی روشنی میں کوئی راہ نا معلوم و معدوم نہیں۔ اسی روش پر کاربند رہتے ہوئے خود کو باریک و دقیق مسائل میں اُلجھانے کے بجائے منزل مقصود کی سعی میں رہنا چاہئے۔

وہابی اور دیوبندی صاحبان ایک ہی چیز ہیں اور مرزائی تو خارج از اسلام

ہی ہیں۔ حتی الوسع علماء سے کسی معاملہ میں نہ الجھنا چاہئے۔ میں ان حضرات کے ظاہر و باطن سے بخوبی واقف ہوں۔ بارہا انہیں آزما چکا ہوں۔ میں ان بدعقیدہ علماء کے لئے ننگی تلوار ہوں۔ جو طالبِ علم فارغ التحصیل ہونے کے بعد کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے تعلق قائم کر کے مشغول ہو گیا تو بہتر ورنہ ایسے عالم کا ایمان خطرہ میں ہے ۔

مولوی گشتی وآ گہہ نیستی۔ خود کجا واز کجا و کیستی

کسی صاحب نسبتِ بزرگ کا روزِ اوّل کا مُرید بدعقیدہ مولویوں کے درجہ ایمان سے ہزار درجہ بڑھ کر بہتر مقام حاصل کر لیتا ہے۔ صاحبِ نسبت بزرگ کا مُریدہ خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو انشاء اللہ بروز قیامت زمرۂ اولیاء اللہ میں ہوگا۔ البتہ فرق مراتب ضرور ہوگا۔ خود میں اہلیّت پیدا کرنی چاہئے چونکہ نا اہل کی نیکیاں بھی گناہ کے مترادف ہیں ۔

در خاکدانِ ما گہرے زندگی گم است
ایں گوہرے کہ گم شدہ ما ایم یا کہ اوست

حضرت سیدنا احمد جام رحمت اللہ تعالیٰ علیہ: فرمایا حضرت احمد جامؒ اکابر اولیائے کرام حضرت عبد الرحمٰن جامیؒ سے پہلے کے بزرگ ہیں آپ کی توجہ مشہور عوام و خواص ہیں آپ کی توجہ کو نہایت سریع الاثر کہا جاتا ہے غالباً آپ کا سلسلہ تو مابعد نہیں چلا جیسا کہ آپ خود ایک شعر میں فرماتے ہیں ۔

احمد تو عاشقی بہ مشائخت تراچہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

آپ کے مندرجہ ذیل شعر پر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو وجد ہوا اور تیسرے روز اسی حالت میں وصال فرمایا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

نورِ بصارت عطا ہوئی: گارڈن ٹاؤن لاہور میں ایک مرتبہ حسب معمول آپ اِرادتمندوں میں جلوہ افروز تھے۔ اِرادہ مبارک اندرون خانہ تشریف لے جانے کا ہوا۔ اُٹھ کر کھڑے ہوئے تو زبان مبارک سے یہ کلمات ارشاد فرمائے ٹھہر جانا چاہئے شاید کوئی کام درپیش ہے تھوڑی دیر بعد ایک مرد اور عورت اپنے نابینا بچّہ کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا ہم بوڑھے میاں بیوی اس نابینا بچّہ کے والدین ہیں۔ ازراہِ کرم اسے آنکھیں بخش دی جائیں اور نہایت ہی شدّت سے گریہ وزاری کرنے لگے۔ ارشاد ہوا ہم کب اچھا کرسکتے ہیں یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا کام تھا۔ ہم کب اچھا کرسکتے ہیں یہ فرما کر آپ چل دیئے۔ ابھی چند قدم ہی تشریف لے گئے تھے کہ رُک گئے اور پیچھے مُڑ کر فرمایا۔ بچّہ کو یہاں لاؤ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے بچّہ کی دونوں آنکھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا۔ ہم اچھا کرتے ہیں ہم عیسیٰ علیہ السّلام کب اچھا کرسکتے تھے۔ ہم اچھا کرتے ہیں ہم اس کے ساتھ ہی بچّہ کی آنکھیں نورِ بصارت سے منوّر ہوگئیں۔ علماء مصر ہوئے کہ حضرت پہلے کیا ارشاد ہوا اور پھر کیا ارشاد فرمایا شرعاً وعقلاً خلاف ہے۔

فرمایا مجھے اِذن منجانب اللہ ایسا ہی ہوا ہے کہ جس کی تعمیل وتکمیل کردی گئی ہے۔ حکم ہوا کہ اچھا تو ہم کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کب کرتے تھے۔ ہم اچھا کرتے ہیں ہم۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اچھا کرتا ہے اور میرا پہلا جواب بھی غلط نہ تھا۔

گفتہ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اعتقاد کلیدِ کامیابی ہے: ارشاد ہوا اعتقاد کا قائم ہونا خلوص وصدق سے ہے اور یہی

کلیدِ کامیابی ہے عرصہ دراز سے یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ علماء اور اَن پڑھ آدمیوں کے اعتقاد میں بڑا فرق ہے۔ راہِ حق میں اہلِ علم کو جلد تر کامیاب ہو جانا چاہئے۔ بتقاضائے فضیلتِ علم یہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور علم کی اہمیّت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ علمِ لازوال دولت ہے۔ بہت ہی ضروری ہے۔ مگر اعتقاد اور پختہ یقین کے معاملہ میں اَن پڑھ جلد تر کامیاب ہو جاتے ہیں اور مقصود حقیقی حاصل کر لیتے ہیں۔ علم ہمہ صفات موصوف سہی مگر عمل کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔

علم گر برتن زنی مارے بود علم گر بردل زنی یارے بود

ہمیں ایک عالم وفاضل شخص کی باطنی اصلاح میں اکثر بہت دقّت پیش آتی ہے اور وقت لگتا ہے مگر اَن پڑھ نہایت قلیل وقت میں حلد کامیاب ہو جاتا ہے۔ حضرت بابا فریدالدّین گنج شکرؒ کے بڑے صاحبزادے صاحب علم حاصل کرنے سے کنارہ کشی کرتے رہتے اور بابا صاحبؒ کے خدّام سعی فرماتے رہے مگر موصوف ہمہ وقت خاموش ہی رہا کرتے ایک بار بابا صاحبؒ کے خدّام جن کا شمار جیّد علما و اکمل صلحاء میں ہوتا تھا سب مل کر سعی فرمانے لگے تو جناب صاحبزادہ صاحب نے ایک جملہ بزبانِ عربی ادا کر کے ان سب کو حیران کر دیا "اَلْعِلْمُ حِجَابِ اَکْبَرَ" حضرت بابا صاحبؒ سے عرض کیا گیا تو ارشاد ہوا رہنے دیجئے اور کیا پڑھے گا۔

<u>کلمہ نفی اثبات:</u> فرمایا ایک مولوی صاحب مُرید ہوئے کچھ عرصہ کے بعد آئے تو کہنے لگے حضرت جب میں حاضر ہوا تھا تو آپ نے میری نفی کر دی تھی مگر اثبات باقی ہے میں نے کہا۔

مولوی صاحب اثبات باقی ہے اور باقی رہے گا کسی فکر کی ضرورت نہیں لآ اِلٰہَ سے مُراد نفی غیر اللہؒ ہے اولیائے کرام نفی میں خود کو بھی خصوصیت سے شامل

کرتے ہیں۔ جب وجود کی صورت کی نفی ہو جائے تو باقی کیا رہ جائے گا۔ طالبِ حق کو چاہئے کہ کلمۂ نفی و اثبات میں بدرجۂ کمال مشغولیت و محویت رکھے

چیست توحیدِ خدا آموختن
خویشتن را پیشِ واحد سوختن

فقر چیست کارِ خویش را سنجیدن است   برد و حرف لا الٰہ پیچیدن است
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا است   ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰ است

مسئلہ اتباع: فرمایا کہ طبیعت مبارک کی کمزوری کے سبب محفل سماع میں حکیم جی (مخدوم زادہ جناب علاؤ الدّین صاحب) کو بھیج دیا گیا۔ سردار علی قوّال سے دریافت فرمایا کہ محفل کیسی ہوئی؟ وہ رونے لگے اور دیگر حاضرین نے بھی اسی طرح نگاہوں سے جواب دیا۔

یاد رکھئے!

یاد سلامت رہے تو جدائی کوئی چیز نہیں اور پھر دُوری کیسی؟ بس قریب ہی سمجھنا چاہئے۔ پیرِ کامل کا ہاتھ تو ہر جگہ پہنچ سکتا ہے۔

مسئلہ اتباع ایک نہایت ہی غور طلب مسئلہ ہے۔ لوگ ظاہری اتباع کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر دل توہمات اور وساوس میں مبتلا رہے تو صحیح اتباع نہیں ہو سکے گی۔ لازم ہوا کہ ظاہری اتباع کے ساتھ ساتھ دل بھی مبتلائے رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہو۔ اگر دل مبتلائے عشق و محبّت رسولِ اکرمؐ ہے تو اتباعِ ظاہری اتباع کے لئے خود بخود مجبور کرے گا۔ جب دل مائل باتباع ہوا پھر دشواری کیسی آسانی ہی آسانی۔

فرمایا کہ اگر طلبِ حق صدق سے ہے تو اتباع آسان ہوگی۔ محبت کو زندگی بنا لیا جائے۔ جب محبت میں مکمل ہوا تو اتباع آسان ہوگی اور پھر جینا و مرنا، اُٹھنا و

بیٹھنا اور سونا وجگنا سب اسی کے تحت ہو جائیں گے۔ جب آدمی کسی کی ذات میں گم ہوا تو وہی ہو گیا جس میں وہ گم ہوا۔ قطرہ دریا میں مل کر دریا ہوا۔ پھر دوری کیسی اور غیریت کیسی۔

پیر و مُرشد کی محبت کو خود پر اُوڑھ لینا چاہئے چونکہ اسی کے زیرِ سایۂ عافیت اور سُکون دائمی ہے۔ جس کسی نے پیر کو صرف راہ بتانے والا ہی سمجھا اور اس سے آگے کچھ نہ سمجھا تو وہ اس راہ پر چل بھی نہ سکے گا۔ آگے سمجھتا جائے اور چلتا جائے حتیٰ کہ منزلِ مقصود پر پہنچ کر معلوم ہو گا کہ پیر کی ذات کیا ہے میرے حضرت پیر و مُرشد کا تصّرف ہے کہ میں جسے مُرید کرتا ہوں اس کا دل و دماغ بدل دیتا ہوں اور ایک انقلاب بپا کر دیتا ہوں۔ کم از کم پیرِ کامل میں یہ صفت تو ہونی چاہئے ورنہ پیرِ کامل سے تو بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔

کوئی شخص بغیر نسبت کے واصل باللہ نہیں ہو سکتا اور پیرِ کامل کے بغیر یہ نعمتِ عظمیٰ حاصل نہیں ہو سکتی۔ فنا فی اللہ ہونا اپنی ہستی یعنی خیالِ غیر کو مٹانا ہے۔ "اس راہ میں اپنی ہستی بھی خیالِ غیر کا درجہ رکھتی ہے" با الفاظِ دیگر غرق وحدت ہونا ہے۔ گویا قطرۂ آب کا بحر میں ملتا ہے اور بحرِ وحدت باقی اور قائم ہے۔

تصحیح نیت کی اہمیت: ارشاد فرمایا دل و نیّت کو صحیح رکھو قدرتِ کاملہ کی نظر اسی پر رہتی ہے اور جو کچھ جس نیّت سے کرو گے اسی کا نتیجہ ظاہر ہو گا۔ اور حشر کے روز اسی کو دیکھا جانا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ہزار علوم بھی حاصل کر لئے جائیں تو بیکار چونکہ اللہ تعالیٰ کا تعلق تو دل سے ہے نہ کہ علوم سے۔ دل کی اس طرح سے نگہداشت کی جائے اور ایسی دربانی کی جائے کہ ماسوا اللہ کا قیام اس میں نہ ہو سکے پھر تو علم فائدہ مند ہے اگر دل میں توہم اور وساوس نے اقرار پکڑ لیا تو علم سانپ کی طرح کاٹتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دل میں ایک مخفی قوّتِ موثرہ رکھدی ہے جس پر غفلت

کا قفل لگا ہوا ہے اور اس کی کنجی اولیاء اللہؒ کے تصرّف میں دے دی ہے انگریز محقق بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہر انسان کے وجود میں ایک ایسی مخفی طاقت موجود ہے اگر اسے اجاگر کر لیا جاوے اور اس سے شناسائی ہو جائے تو انسان جو چاہے کر سکتا ہے تعویز ہوں یا تسبیح سب جائز سہی، باعثِ ثواب بھی سہی۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کے لئے ان میں سے کونسی چیز سود مند کہی جا سکتی ہے۔

کم از کم مُرید کو ایسی تعلیم دے دینا چاہئے کہ وہ راہِ حق پر چلنے میں مصروف ہو جائے ورنہ پیری مُریدی تو ایک ایسا رُوحانی رشتہ ہے جس کی حقیقت مسلّم ہے۔ کم از کم مُرید کے دل و دماغ کو بدل دینا اور باطن میں ایک انقلاب پیدا کر دینا اور مبتلائے عشق و محبّت کر دینا پیر کے اوّلین فرائض میں سے ہے تاکہ مُرید کامل طور پر راہِ خدا تعالیٰ پر گامزن ہو جائے۔

<u>اِنتباہ:</u> فرمایا کہ آپ لوگ مجھ سے مُرید ہیں۔ عقیدت اور محبّت بھی رکھتے ہیں۔ آتے جاتے ہیں اللہؒ اور رسولؐ کا ذکر خیر بھی سنتے ہیں۔ میں بھی تمہیں عزیز از جان سمجھتا ہوں اس لئے تمہاری بہتری بھی میری نظر میں ہے آج میں ایک تنبیہ کرتا ہوں۔ لو غور سے سُنو!

حقوق العباد کا خاص خیال رکھا کرو۔ اللہ اللہؒ خوب کرو مگر حقوق العباد کا بھی پورا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ غفور الرّحیم ہے۔ اپنے فرائض اور واجبات کو معاف فرما دے تو یہ اس کی شانِ رحیمی کے عین شایان ہے اور عادلِ حقیقی ہونے کے لحاظ سے حقوق العباد کیوں کر معاف فرما دے۔ یہ تو بندوں کا حق ہے۔ ایسی صورت میں کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔

ہمارے حضرات نے اس کی پوری پوری نگہداشت کی ہے اور بہت تاکید کی گئی ہے۔ میں تم میں سے بعض کو اس معاملہ میں بہت غافل دیکھتا ہوں اور اس

سے تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ تم مجھے بہت ہی عزیز ہو اس لئے تنبیہ کرتا ہوں کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ تمہارے لئے فلاح یہی ہے کہ میرا راستہ اختیار کرو۔ دیکھئے بفضلِ خدا تعالیٰ میرے ذمہ کوئی حقوق العباد واجب الادا نہیں۔ دُنیا میں ہوشیاری سے رہنا چاہئے۔ فقیر کی زندگی دنیا میں اس شعر کے مطابق ہوتی ہے پھر غفلت چہ معنی دارد۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

معاملات کی صفائی: فرمایا آج تم دیکھ رہے ہو کہ میرے پاس ایک دُنیا کھنچی چلی آرہی ہے اگر میں چاہوں تو کروڑوں روپے کی جائداد پیدا کرسکتا ہوں مگر میں اس سے بے نیاز ہوں۔ میرے بزرگوں کے کرم نے مجھے غنی کردیا ہے۔ ان کی یاد و محبّت ہی بہت ہے۔ تمہارا صحیح الحال ہونا میرے معاملات کی صفائی کا نتیجہ ہے۔ تمہیں بھی ایسا ہی برتاؤ سیکھنا چاہئے۔

صحیح معنوں میں کسی نعمت کا شکر یوں ادا کیا جاسکتا ہے کہ اس کی قدردانی کی جائے اور اس نعمت کا ذکر عام کرکے بھی شکر ادا کیا جائے۔ بعض لوگ بعض دیگر پیرِ صاحبان کے مُرید ہوتے ہوئے یہاں آکر لوگوں کا مؤدب بیٹھنا، عشق و محبّت میں چشم گریاں اور احوالِ بریاں دیکھنا انہیں متعجّب و متوجہ کردیتا ہے۔ میں ان کی حالت اور طلب دیکھ کر حیران ہوجاتا ہوں کہ پیر کی خدمت میں عمرِ عزیز اور رزق حلال نذر کرتے رہے۔ مگر مدارجِ رُوحانی کے معاملہ میں ہنوز روزِ اوّل است۔ ان کے اِصرار اور گریہ پر انہیں مُرید کرلیتا ہوں اور ہدایت کردیتا ہوں کہ نذرونیاز انہیں پیر صاحبان کو دیا کریں اور تعظیم و تکریم میں بھی فرق نہ آنے دیں تاہم پیر صاحبان ناراض ہوجاتے ہیں اور انہیں بددُعائیں دینے لگ جاتے ہیں۔ ہر قسم کے ظلم و ستم روا سمجھتے ہیں۔ کہیے پھر مجھے کیا کرنا چاہئے جب کہ ان کے

مُریدین پریشان ہوکراوران سے تنگ آ کر میرے پاس فریاد کناں ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ خود بھی راہِ خدا میں مُرید کی تشفی نہ کرا سکیں اور کہیں اور سے بھی کچھ حاصل نہ ہونے دیں۔

آج میں اعلانیہ طور پر تمہاری تسکین کروں گا۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں نے کبھی کسی کو مُرید نہیں کیا تاوقتیکہ اس کا ہاتھ جناب رسولِ مقبول ﷺ کی دستِ رحمت میں نہ دے دیا ہو۔ پس تم اپنے مالک و مولا کی پناہ میں ہو۔

اللہ تعالیٰ کی شکل وصورت: بعض مولوی صاحبان بھی عجیب وغریب خیالات رکھتے ہیں۔ ان کے تذبذب ایسے خیالات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ وہ علم زدہ ہیں علم یافتہ نہیں ۔

علم گر برتن زنی مارے بود
علم گر بر دل زنی یارے بود

ایک مولوی صاحب نے پوچھا کہ حضرت اللہ تعالیٰ کی شکل وصورت کیسی ہے؟ میں نے کہا کلام مجید میں تلاش کیجئے۔

کہنے لگے۔ حضرت میں مطمئن نہیں ہوسکا۔ علومِ ظاہرہ سے تشفّی کا کوئی امکان نہیں۔ اس معاملہ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا۔ مولانا صاحب! پہلے ایک شاہ منصورؒ سے پوچھا تھا تو اس کا کیا حشر کیا تھا۔ اب ہم سے بھی پوچھا جارہا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ دیر سے آئے اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

ایک اور مولوی صاحب چند علماء کے مواجہہ میں پند و نصائح فرماتے ہوئے کہنے لگے۔ حضرت! مسلمان مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ میدان

میں آئیے یہ گوشہ نشینی کا وقت نہیں ہے۔ میں نے کہا مولانا صاحب! میں بیمار اور ضعیف آدمی ہوں کیا کر سکتا ہوں۔ مگر انہوں نے پھر اصرار کیا۔ میں نے ان سے صاف کہہ دیا مولانا صاحب وقت آنے پر یہ فقیر گوشہ میں بیٹھ کر جو کچھ کر لے گا وہ آپ مل کر بھی نہ کر سکیں گے۔

اثباتِ حق کا سائل: ارشاد ہوا کہ ایک مرتبہ علاقہ راولپنڈی کے ایک مولوی صاحب نے اخبار میں اشتہار دیا کہ مجھے اثباتِ حق کی تسکین مطلوب ہے۔ علوم ظاہری سے کماحقہٗ بہرہ ور ہوں لہٰذا علمائے ظاہر کوئی تکلیف نہ فرمائیں۔ بزرگانِ دین میں سے کوئی صاحبِ فیض وتصرّف بزرگ تسکین کرادیں تو مشکور ہوں گا۔ مضمون ہٰذا ملاحظہ سے گزرے اور صاحبِ توفیق توجہ نہ دے تو بروزِ حشر دامن گیر ہوں گا۔ میرا ایمان خطرہ میں ہے۔

اخبار کا یہ مضمون غلام محمد شاہ (راولپنڈی والے) کی نظر سے گزرا تو انہوں نے مولوی صاحب کو خط لکھ دیا کہ میرے حضرت ''تاج الاولیاء'' فلاں تاریخ کو بمقام پاک پتن شریف فلاں مکان میں تشریف فرما ہوں گے وہاں آجائیں تسکین ہو جائے گی۔

جب میں بغرض حاضری بموقع عرس شریف بابا صاحبؒ پاکپتن شریف پہنچا تو وہ مولوی صاحب بھی آگئے۔ میں نے ان سے کہا کہ ایسی صورت میں جب کوئی شخص ایمان سے خارج ہو رہا ہو اور وہ رجوع بھی کرتا ہو۔ معاملہ حدِ قیل و قال سے باہر بھی ہو تاہم مجھ پر یہ فرض ہے کہ اس کی تسکین کرادوں۔

مولوی صاحب کو تاکید کر دی گئی کہ آپ صبح فلاں وقت جناب بابا صاحبؒ روضہ اقدس کے دروازہ پر پہنچ کر وہیں کھڑے ہو جانا میں عین اسی وقت حاضری کے لئے آؤں گا اور آپ کی تسکین کرادی جائے گی۔

میں مقرّرہ وقت پر جناب باباصاحبؒ کے روضۂ مبارک کے دروازہ پر پہنچ گیا مگر مولوی صاحب ندارد۔ تگ ودو بسیار اور بڑی تلاش وانتظار کے باوجود وہ نہ ملے اور نہ ہی کوئی پتہ چل سکا۔ اگر وہ پہنچ جاتے تو خدا معلوم کیا ہونا تھا مگر وہ مولوی صاحب ہیبت زدہ ہوگئے اور قائم نہ رہ سکے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت باباصاحبؒ کے در سے وہ ہرگز محروم نہ جاسکتے تھے مگر ان کی شومئی قسمت کیا کہا جائے۔

خلیفہ مجاز اور خدمتِ خلق: سیّد فیض الحسن شاہ خلیفہ مجاز سیدنا ومولانا علیم الدّین شاہ صاحب بلند شہری کو ارشاد فرمایا کہ فیض الحسن سلسلۂ عالیہ کی کیا خدمت کررہے ہو۔ کچھ کررہے ہو یا آرام سے بیٹھے ہو۔

عرض کیا حضور کچھ کرہی رہا ہوں۔ دُعا فرمائی جائے۔

فرمایا کچھ کا کیا مطلب ہے؟ کام کروگے تو اختیارات ملیں گے۔ مخلوق سے واسطہ قائم کروگے تو اہلیت دی جائے گی۔ تمہیں اجازت وخلافت مل چکی ہے کیا یہی کچھ طلب تھی۔ کیا تکمیل ہوگئی؟ شاید تم نے یہ خیال کرلیا ہے کہ اب تم فقیری حاصل کرچکے ہو۔ سُنو! فقیری تو بہت دُور کی بات ہے البتہ تمہیں راہ دکھلائی گئی ہے۔ ہمّت سے قدم اُٹھاؤ اب منزلِ مقصود قریب ہے۔ خلقِ خدا کو فیضیاب کرو ورنہ کل جواب دینا پڑے گا۔

جب علیم الدّین شاہ۔ بلند شہری نے میری دعوت بلند شہر اور ہاپوڑ میں کی تھی تو وہاں ایک انقلاب بپا ہوگیا تھا ہمارے ہاں کا کوئی دیوانہ کہیں سے گزرے عشق و محبت کی ایک آگ لگادیتا ہے

بتاتی ہے یہ شوخی نقشِ پا کی
ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی

یادرکھئے! خواہ کوئی کتنا بڑا بزرگ ہوجائے اگر دُنیا میں مخلوق کو فیض یاب کرے گا تو بعد وصال بھی سلسلۂ فیض قائم رہے گا اور ورنہ کچھ نہیں۔ آدمی اپنی کمزوریوں کو دیکھتا ہے توکل بر خدا و ہمت اور خود اعتمادی سے کام کرنا چاہئے قوّتِ اِرادی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ سالکانِ طریقت کو اسی لئے مَرد کہا جاتا ہے کہ ان کی خود اعتمادی و خودداری اور قوّت نہایت مضبوط اور قوی ہوا کرتی ہے۔ حضرات پیرانِ سلسلۂ عالیہ کو اپنے سلسلہ کی خود لاج ہے۔ بروقت کوئی کمی نہیں رہتی۔ یاد رکھئے خادم وہی ہے جو بلا دلیل اور بغیر چوں و چرا حکم کی تعمیل میں مصروف و مشغول رہے۔

شاندار موت: فرمایا محمد صادق مُرید غلام محمد شاہ کا انتقال بحالت کیفیت یعنی وجد میں ہوا۔ یہ ایک شاندار موت تھی اللہ تعالیٰ جسے نصیب فرمائے۔ جب تک یکسوئی حاصل رہے کیفیّت قائم رہتی ہے خیال غیر کے دل میں آتے ہی کیفیّت برقرار نہیں رہ سکتی۔ بحالتِ کیفیّت مابینِ حق و صاحبِ کیفیّت کوئی حجاب نہیں رہتا۔ کیفیات کی مختلف اقسام ہیں۔

اب تو لوگ شاید ڈرنے لگے ہیں کہ یہاں تو جان لینے کا معاملہ ہے شوق وصال رکھنا اور موت سے ڈرنا کیا بات ہوئی

تیرے دیوانے کا یہ انداز ہونا چاہئے سربکف خستہ جگر جانباز ہونا چاہئے

محبوبِ کبریا کا علمِ غیب: ارشاد فرمایا کہ سکندر آباد وہابیوں کا مرکز تھا۔ کبھی با قاعدہ مناظرہ تو نہیں ہوا۔ البتہ ایسی صورت میں لوگ آتے رہتے اور مختصر سی بات چیت سے ان کے شکوک رفع کردیئے جاتے تھے۔ میری تو صرف کوشش رہی یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا کہ سارے علاقہ کے لوگ صحیح العقیدہ اور باذوق مسلمان بن گئے۔ اگر کوئی اپنے مقدر سے رہ بھی گیا تو وہ بھی معترف رہا اور جرأت لبِ کشائی

نہ رکھتا تھا مولوی علیم الدّین شاہ نے جو کہ ایک وکیل اور رئیس بھی ہیں ایک روز بلند شہر میں میری دعوت کی تمام علاقہ کے معزز و شرفاء و وکلاء اور علماء بھی موجود تھے۔ ایک صاحب نے سوال کیا۔ حضرت! آنجناب رسالتمآب ﷺ کے علمِ غیب کے متعلق کوئی دلیل ارشاد فرمائیے۔ میں نے کہا حضور پُرنور کے علمِ غیب پر کیا دلیل دی جا سکتی ہے۔ بحیثیتِ مسلمان ہم وحدت اور رسالت کو بے دلیل تسلیم کرتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ کتنا علمِ غیب تھا۔ یہ تعیّن کسی کے بس کا نہیں۔ دینے والے خداوند کریم جو کہ محبّ ہیں اور لینے والے رسول کریمؐ جو کہ محبوب ہیں۔ محبوب اور محبّ کے درمیان دیگر قیاس آرائی چہ معنی دارد۔ آنحضور پرنور ﷺ کے جملہ ارشاداتِ عالیہ بشمولِ قرآن کریم علمِ غیب سے تعلّق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ سُنو! حدیث شریف سے کیا دلیل ملتی ہے۔ جب آنجناب رحمت مآب ﷺ نے شب معراج کا ذکرِ خیر بیان فرمایا تو صحابہ کرامؓ نے کوئی دلیل طلب کی۔ صرف عرض کیا گیا۔ صدّقت یا رسولَ اللہ فداہٗ اُمّی و ابوی۔

آنحضورؐ پُرنُور کے علمِ غیب کو بے دلیل ماننا چاہئے۔ اس معاملہ میں کوئی شبہ رکھنا گستاخی ہے۔ افسوس ہے ایسے اُمّتی پر کہ حضرت سراپا رحمت ﷺ کی ذات اور صفات پر شک و شبہ بھی رکھتا ہو اور اُمّتی بھی کہلاتا ہو۔ حضور ﷺ کو اور ان کی صفات کو بے دلیل ماننا ہی حق ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے کبھی کوئی دلیل آپ کی ذات و صفات پر نہیں رکھی۔

بعد از مرگ جسم و روح کا تعلق: قبر میں جسم و روح کے تعلق کے بارے میں فرمایا کہ دنیا میں جسم و روح کا جو کچھ تعلق ہے بعد از مرگ بھی ایسا ہی ہے۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے قبرستان میں جوتے مت پہنو آنے والے پاؤں کی آہٹ

سے صاحبِ قبر باخبر ہو جاتا ہے۔

دوسری حدیث شریف ہے کہ قبر سے پیٹھ لگا کر مت بیٹھو۔ یہ تو ہے عام اصحابِ قبور کا معاملہ اور خاصانِ خدا کا معاملہ تو بالاتر از دہم وقیاس ہے۔ جب عام قبر والے سنتے ہیں تو خاص تو خاص ہی متصور ہوں گے بلکہ بدرجہ کمال سماعت فرماتے ہیں۔ حضرات خاصانِ خدا تعالیٰ مزار ہی سے توجہ و تصرف اور فیض عطا فرماتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے جنگِ بدر میں آنجناب رحمت مآب ﷺ نے کفار کی موت کی بشارت و وقت و مقام اور نام تک کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ "خدا جانے اور علم غیب کیا ہوتا ہے کہ جسے لوگ پوچھتے پھر رہے ہیں۔" پھر ایک گڑھا کھودا گیا اور تمام کفار نابکار کی نعشوں کو ایک ہی گڑھے میں دفن کر دیا گیا۔ حضرت سراپا رحمت ﷺ گڑھے پر تشریف لائے اور ایک ایک کافر نام لے کر فرماتے رہے۔ کیا تم سے کہا نہیں تھا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ۔ اب بتاؤ تمہارا کیا حال ہے۔ تمہارے ساز و سامان وغیرہ کہاں گئے؟

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ فداک امی وابوی۔ آج مُردوں سے گفتگو فرمائی جارہی ہے۔ فرمایا "یہ تم سے زیادہ سُن رہے ہیں۔" دیکھو ہمارے لئے تو آپ ﷺ کے ارشادات و افعال مقدسہ کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اتباعِ کامل نصیب فرمائے۔

جملہ ارواح اپنے اپنے اعمالِ حسنہ و قبیحہ کے مطابق علیین و سجین میں قیام رکھتے ہیں مگر تعلق جسم و روح اعمال کی جزا و سزا کے لئے قریب تر ہوتا ہے بعد از مرگ رُوحانی بعد کچھ نہیں ہوتا۔

انبیاء علیہم السلام کی معصومیت: فرمایا ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب سے مناظرہ

ہوا جس کے فیصل ایک انگریز کلکٹر تھے۔ موضوع بحث آنحضور پُر نور ﷺ کی معصومیت وغیر معصومیت تھا۔ بحث کا آغاز مجھے کرنا تھا میں نے شروع ہی میں مولوی صاحب سے سوال کیا۔ "کیا آپ جناب رسالتماٰب ﷺ کو معصوم مانتے ہیں یا غیر معصوم؟

انہوں نے ایک طویل بحث کی اور بہت سے دلائل وثبوت پیش کرنے شروع کر دیئے میں نے کہا۔ مجھے تو جواب میں صرف اقرار یا انکار درکار ہے۔

مولوی صاحب نے جواب دیا۔ غیر معصوم۔

میں نے حاضرینِ مجلسِ مناظرہ کو اپنا عقیدہ وعندیہ اور مولوی صاحب کا عقیدہ ذہن نشین کرانے کے بعد مناظرہ کے فیصل یعنی انگریز کلکٹر پر سوال کیا۔ کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو معصوم مانتے ہیں یا غیر معصوم؟

انہوں نے کہا "ہم معصوم مانتے ہیں کیونکہ غیر معصوم پیشوائے خلق نہیں ہوسکتا اور غیر معصوم پر ہمارا ایمان صحیح نہیں ہوسکتا۔ اگر غیر معصوم مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مُنزّہ صفات سے غیر معصوم کا بحیثیتِ نبی کیا تعلّق ہوسکتا ہے اور غیر معصوم رہنمائے خلق کیسے ہوسکتا ہے اس لئے ہم ان کو معصوم مانتے ہیں۔

انگریز کلکٹر کا یہ بیان سُن کر مولوی صاحب پر آثارِ ندامت وہیبت طاری ہونا شروع ہوگئے اور کچھ کہنا چاہا مگر حاضرین وسامعین نے نہایت حقارت سے مولوی صاحب کو ٹھکرادیا اور ذلیل ہوکر رخصت ہوئے۔

اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ: ارشاد ہوا: ہم نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے جیون ہانہ کی مسجد میں گئے۔ ایک گشتی مولوی صاحب بھی وارد ہوگئے۔ جھٹ سے تقریر کا وقت مانگ کر اللہؑ کے دین کی تبلیغ کرنے لگے۔ سورۂ فاتحہ موضوع تقریر تھا۔ کہنے لگے۔

جب ہم پانچ وقت نماز میں اقرار کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ یعنی تیری عبادت کرتے ہیں وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو پھر ہم غیر اللہؐ سے امداد کیوں مانگتے ہیں۔ بزرگوں کی تعظیم اور بات ہے مگر ہر چیز خداؐ سے مانگیں ورنہ بُت پرستی اور شرک ہوگا وغیرہ وغیرہ میں نے بعد نماز مولوی صاحب کو بُلالیا اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب غور سے سُن لو۔ ہم پانچ وقت نماز میں یہ اقرار کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

سب تعریف اللہؐ کے لئے ہے جو بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ مالک ہے روز جزا کا۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ مغضوب اور گمراہوں کی۔

یہ ہے عام فہم ترجمہ کہ جسے ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

آپ نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے مفہوم میں بلاوجہ بزرگانِ دین کو بھی شامل کرلیا۔ کیا کوئی شخص ان حضرات کو معبود یعنی مستحق عبادت سمجھتا ہے یا ایسا کرتا ہے؟ ہرگز نہیں اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے مفہوم میں بلاتشریح وتخصیص غیراللہ سے مدد چاہنا بت پرستی وشرک ٹھہرادیا حالانکہ یہاں بُت پرستی اور شرک کا شائبہ تک نہیں۔ حضرات اولیاء اللہؒ بُت نہیں ہیں اور نہ ہی اُن کی پوجا کی جاتی ہے۔ رہا امداد کا سوال تو یہاں کسی امداد کی تخصیص وتعیین نہیں اور کوئی چیز منسوب ومعلوم نہیں آپ ایسی تشریح کس بنا پر کرتے ہیں۔

عالم اسباب میں ایک دوسرے کی امداد کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ ہر کام میں براہِ راست خدا تعالیٰ سے کیونکر امداد حاصل ہوا کرتی ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو چیز جس شخص کے دائرہ اختیار میں دے رکھی ہے وہی اس میں تصرّف کا مجاز ومختار بھی ہے۔ قرب ومعرفتِ الٰہی کے حصول اور خدا کی حاجت روائی جیسے تصرّفات اولیاءؒ اللہ سے ثابت ہیں جو کہ مسلّم بھی ہیں۔

جب کوئی علم بغیر اُستاد اور کوئی کام بغیر امداد حاصل کیے نہیں ہوسکتا تو اولیاءؒ اللہ جو کہ قرب معرفتِ الٰہی کے حصول کے لئے ماموُر من اللہ اور بحیثیت نائب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس پیغمبرانہ خدمت کو سرانجام دے رہے ہیں تو پھر آپ کو کیا اعتراض ہے؟

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کا فقط یہی معنی ومفہوم ہے اور اس میں کسی کمی وبیشی کی گنجائش نہیں اور اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ یعنی تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ کس بات کی؟ یہ کوئی تعین و تخصیص نہیں۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کے درمیان کی واؤ اضافہ ہے جو پچھلے امر کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ نَعۡبُدُ سے متعلق ہے یعنی مدد چاہتے ہیں عبادت کے لئے۔ صاف مطلب ومفہوم یہ ہوا کہ اے اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور عبادت کے لئے تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ آگے ہے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ اَلَّذِیۡنَ ان لوگوں کی راہ۔ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ جن پر تو نے انعام کیا۔ جمیع مفسّرین نے اس کا مفہوم یہ لیا ہے کہ منعم علیہ گروہ انبیاءؑ و صدّیقین وشہداء اور صالحین یعنی اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی ہیں۔

ہم دعا مانگتے ہیں کہ یا الٰہی ہمیں ان حضرات یعنی منعم علیہ گروہ کا راستہ دکھا اور اسی راستہ پر چلا۔ مگر آپ لوگ ان حضرات سے نفرت کرتے ہیں اور نفرت دلاتے ہیں۔ سچ ہے کہ مندر کی بلّی دیوتا سے نہیں ڈرتی۔ مولوی صاحب اپنی

اصلاح کرد۔ دیگراں رانصیحت وخود رافضیحت۔ صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ حضرات انبیائؑ شہدائؓ وصالحین یعنی اولیاء اللہؒ ہی کا راستہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ ایسے مادیّت پرست اور پُرفتن دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ حضرات اولیاء اللہؒ کے مقدس راستہ پرہی قائم بدائم رکھے۔ آمین

<u>یاد بڑی چیز ہے:</u> حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ کے پوتے عبدالقدوس میاں کی رسم ختنہ کے موقعہ پر مقامی طور پر محفلِ سماع کا بھی اہتمام کرلیا گیا۔ ارشاد ہوا کہ جب میری صحت اچھّی تھی تو رات بھر محافلِ ذکر میں گزر جاتی۔ نصیر آباد میں ہر جمعرات کی شب کو محفلِ سماع کا انعقاد ہوا کرتا اور ویسے عام حالت میں بھی اکثر عشاء کے وضو سے بیٹھے اور صبح ہوگئی۔ اب تو میری صحّت اچھی نہیں رہتی۔

تم لوگ جوان ہو۔ ہمّت سے کام لوتو سب کچھ ہوسکتا ہے۔ جو آدمی ذکرو فکر میں فکر لگا رہے تو آخر کامیابی حاصل کرلیتا ہے۔ میں تو سب کے لئے دُعاء کرتا ہوں مگر تمھیں بھی غفلت چھوڑ دینا چاہئے۔

یاد بڑی چیز ہے۔ یاد ہی سے انسان آباد ہوتا ہے اور یاد ہی سے یاد ہوتی ہے فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ کا یہی مطلب ہے کہ یاد کرو یاد کئے جاؤ گے۔

کراچی سے ایک صاحب کا خط آیا ہے شاید کہیں سے پتہ مل گیا ہوگا۔ ہم نے خط دیکھتے ہی اندزہ کرلیا کہ وہ صحیح الحال ہے اور کوئی دورنہیں رہا ورنہ میرے خیال میں جب سے وہ مُرید ہوا ہے پھرنہیں مل سکا کم ازکم بیس سال کا عرصہ گزر گیا ہوگا مگر اسے ایک دن یا اس سے بھی تھوڑی دیر کی صحبت کچھ فائدہ پہنچا گئی۔

<u>ذکر ومُراقبہ اور محفلِ سماع:</u> رمضان شریف ذکر بند کر دینا چاہئے۔ سحری کے وقت کھانے سے قبل تھوڑی سی دیر اگر کرلیا جائے تو حرج نہیں۔ البتہ ذکر وفکر

سے بالکل غافل بھی نہ ہو جانا چاہئے اگر ذکر شریف سے طبیعت میں زیادہ گرمی عود کر آئے تو کچھ روز کے لئے توقف کر لینا چاہئے اور صرف درود شریف پڑھتے رہنا چاہئے۔ ذکر وفکر اور تصورّ اپنی حقیقتیں ظاہر کرتے رہتے ہیں گھبرانا نہ چاہئے بلکہ اور سعی کرنا چاہئے کیفیّت اور محفلِ سماع کے بعد پانی نہ پینا چاہئے البتہ چائے کا استعمال مفید ہے

محفلِ سماع میں شرکت کے وقت خالی پیٹ ہونا چاہئے اور دورانِ محفل بھی کچھ کھانا پینا نہ چاہئے۔ ذکر پابندی سے کرنا ضروری ہے لیکن مُراقبہ میں زیادہ وقت لگانا چاہئے۔

<u>ناراضگیٔ شیخ:</u> ارشاد فرمایا کہ سیالکوٹ سے چودھری عزیز الدّین اسٹیشن ماسٹر خلیفہ غلام محمد شاہ نے خط میں لکھا۔ حضرت مجھ سے ناراض ہیں۔ مجھے بڑا فکر لاحق ہوا حالانکہ میں ناراض بھی نہیں اور بظاہر یہ بات. کوئی ایسی تشویشناک بھی معلوم نہیں ہوتی۔ یاد رکھئے:۔

پیر و مُرشد کے متعلق یہی سمجھ لینا بڑے نقصان کی بات ہے ایسے خیالات نقصان کا باعث بن جایا کرتے ہیں۔ سالک کی ترقّی رُک جاتی ہے اور حجابات روک لیتے ہیں۔ ہم کسی پر ناراض نہیں ہوتے بلکہ اس قدر احتیاط سے کام لیتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو حق بات اور ایک نیک رائے کا اظہار کر دیتے ہیں اور حکم کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ممکن ہے کسی سے تعمیل نہ ہو تو وہ گنہگار ہو ۔ البتہ یہ میرے فرائض میں سے ہے کہ کوئی کام خلاف شریعت دیکھوں تو تنبیہ کر دوں اور تعلیم و تلقین کے معاملات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بیان نہیں کئے جا سکتے میرا رویّہ ہر مُرید کے ساتھ اس کے ذوق اور تعلّق کی نسبت سے ہوتا ہے۔ پیر کا کام صرف ورد و وظائف بتا دینا ہی نہیں کچھ اور بھی ہوتا ہے۔

ہمارے نزدیک اگر پیرِ کامل راہِ خدا میں کسی طالبِ حق سے ایسا مجاہدہ کرائے یا توجہ دے کہ طالبِ حق جاں بحق ہو جائے تو عندالشریعت پیر پر کوئی قصاص واجب نہیں اور حق تعالیٰ بھی کوئی مواخذہ نہ فرمائیگا۔

کامیابی کا راز: ارشاد فرمایا تم لوگ پریشان مت ہو۔ میری صحت اچھی نہیں رہتی مگر اس قدر تشویش کی ضرورت نہیں۔ اگر یاد اور محبت سلامت رہے تو دوری کوئی دوری نہیں۔ یہ بات یاد رکھنا۔ حضرات پیرانِ عظام سلسلۂ عالیہ کی اتباع اور یاد و محبت سے کسی دم غافل نہ رہنا کوئی کمی نہ رہے گی۔

کل مجھ سے کہا گیا کہ حضرت ہمارے لئے ہی دعاء فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرما دیں۔ ہم مریدین بہت پریشان ہیں۔ میں کہتا ہوں ہمارے لئے ہمارے حضرات بزرگانِ سلسلۂ عالیہ کا اُسوۂ حسنہ کافی ہے۔ ایسی کونسی پریشانی ہے جسے سکون میں نہیں بدلا جا سکتا اور کونسی مشکل ایسی ہے جو حل نہیں فرما دی گئی۔ ہمیں زندگی تسلیم و رضا پر گزارنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا موجب اور حیاتِ مستعار کا سرمایہ یہی تسلیم و رضا ہے۔ حضرت جنیدؒ بغدادی بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے دورانِ علالت ان کے خدام دُعا کے لئے ملتجی ہوئے کہ اپنی صحت کے لئے دُعا فرمائی جائے یہ سُن کر خاموشی اختیار فرمائی خدام بیقرار ہو کر دوبارہ ملتمس ہوئے تو فرمایا:

"دُعا کی تھی۔ اَمر ہوا۔ ہماری ملکیت میں تمھارا کیا دخل ہے۔"

یاد رکھیئے بزرگانِ صاحبِ ذیشان کے ہر قول و فعل کی تعمیل کرنا اور ظاہری و باطنی اتباع اختیار کرنا ہی کلیدِ کامیابی ہے اور اسی کو گوہرِ مقصودِ حیات سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ میں تم سب کے لئے دعاء کرتا ہوں۔

تذکرہ ایامِ رفتہ: ارشاد فرمایا کہ میری جوانی کا عالم بھی عجیب گزرا ہے

اکثر راتیں ذکر و فکر میں گزر جاتی تھیں عشاء کے بعد محفلِ ذکر شروع ہوتی تو اسی میں صبح ہو جاتی۔ ہر جمعرات کی شب کو محفلِ سماع ہوا کرتی۔ میں تو اب بھی چاہتا ہوں کہ وہی ذوقِ جوانی ملے اور عشق و محبّت میں بسر کر دوں۔ بفضل خداؔ میری صحت اور دُنیاوی حالت خواہ کسی مرحلہ میں بھی رہی مگر ذوق وشوق فزوں تر ہی رہا۔

میں ابتدا میں نذر و نیاز وغیرہ قبول نہیں کیا کرتا تھا اور بہت عرصہ تک یہی معمول رہا اکثر فاقہ مستی بھی رہا کرتی کبھی تین تین دن تک کچھ پکنے کی نوبت نہ آتی۔ اندر حُقّہ کے لئے آگ سُلگ رہی ہوتی اور باہر لوگ خیال کرتے کہ پیر صاحب کے ہاں کچھ پک رہا ہوگا۔ باہر کسی نے نذر و نیاز پیش کی تو قبول کرنے سے انکار کر دیا جاتا۔

آخر کار تعمیلِ حکم کے طور پر نذر و نیاز کو قبول کرنا پڑا اور یہ حکم اس وقت ہوا جب کہ نذر و نیاز کی آرزو ہی نہ رہی جب اپنی آرزو نہ رہی تو نذر و نیاز پیش کرنے والوں کی آرزو رد نہ کرنے کا امر ہوا۔ اب بھی یہی کیفیت ہے کہ نذرانہ پیش کرنے والے کی حالت سے بخوبی واقف ہو جاتا ہوں اور مناسب حال قبول کر لیتا ہوں۔

یہاں لاہور میں بھی چند ماہ تک دُر محمّد خاں صاحب لغاری زمیندار اور رئیس ڈیرہ غازی خاں نے ہر ماہ ایک مقررّہ رقم بھیجنے کا معمول بنا لیا تھا بلا ناغہ ہر ماہ منی آرڈر موصول ہوتا رہا۔ مجھے جب ان کے معمول کا علم ہوا تو منع کر دیا کہ اگر وہ کبھی ایسا نہ کر سکے تو نادم نہ ہوں اور یہاں انتظار کیوں ہو میں نے ہر جگہ مسافرانہ زندگی گزاری ہے اگر چاہتا تو کروڑوں روپے کی جائیداد پیدا کر لیتا مگر میں نے ہمیشہ حضرت قبلہؒ ہی کی محبّت کو کافی سمجھا اور کوئی کمی محسوس نہیں کی۔

کسب معاشی منافیٔ توکل نہیں: لاہور کا واقعہ ہے کہ ایک روز عبدالصمد شاہ تسلیم نے حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ محکمۂ ڈاک خانہ جات میں ملازمت مل سکتی ہے اگر اجازت ہو تو یہ ملازمت اختیار کرلی جائے۔ موصوف اس محکمہ کے ریٹائرڈ بھی تھے۔

ارشاد فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں۔ کسبِ حلال کی سعی ہر وقت مناسب ہے۔ اگر کوئی ایسا ذریعہ مل رہا ہے تو اچھا ہے۔ ملازمت اختیار کرلی جائے۔ کسب معاش توکل کے منافی نہیں ۔

گفت پیغمبرؐ بآوازے بلند بر توکُّل زانوئے اشتر بند

اجازت حاضری: حضرت قبلہ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمتِ اقدس میں کوٹ سلطان ہمارے ایک پیر بھائی مسمّٰی مقبول النّبی مَعَ اہلِ خانہ حاضری کے لئے لاہور سے آئے اور عرض کیا ''حضرت میرا ہندوستان جانے کا پروگرام ہے اور ارادہ ہے کہ لکھنو شریف جناب دادا پیر ومُرشد سُلطان العارفین حضرت شاہ محمد بنی رضا خاں قُدِّسَ سِرُّہٗ العَزِیز کے دربارِ عالی وقار پر حاضری دوں۔ اِجازت کی اِستدعا ہے''

فرمایا۔ ضرور حاضری دینا۔ لیکن حاضری کے سوا اور کوئی مقصد نہ ہونا چاہئے۔ وہاں آستانہ عالیہ کے خدام کا باہم اختلاف ہے۔ ان سے فقط مل لینا۔ وہاں کسی کے معاملہ میں دخل دینا یا طرفداری کرنا مناسب نہیں۔ اگر کچھ فرمائیں تو خاموشی سے سن لینا اور مؤدب اور محتاط رہنا اور بچشمِ پُرنم فرمایا مقصود صرف حاضری ہی ہونا چاہئے یہی فائدہ کی بات ہے۔

پیر کامل: ارشاد ہوا کہ بعض لوگ کشف و کرامات کے آرزومند ہوتے ہیں اور بعض بزرگانِ عظّام سے کرامات دکھانے کی آرزو کرتے ہیں۔ عجیب بات

ہے۔ معجزات تو کفار طلب کرتے رہے ہیں۔ اہلِ ایمان تو بے دلیل مانا کرتے ہیں۔ پیرِ کامل کو کرامات سے نہیں بلکہ شریعت کی کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے۔

شریعت را مقدّم دارا کنوں
طریقت از شریعت نیست بیروں

پیرِ کامل کی محبت اور اتباع میں فلاح ہے اور یہ راہ بے دلیل اختیار کرنی چاہیے۔ پیرِ کامل عشقِ رسولِ مقبول ﷺ کا سرمایہ بھی وافر مقدار میں رکھتا ہو۔

<u>اُمّی کا وجد و حال:</u> ارشاد ہوا کہ نصیر آباد شریف میں ایک بار محفل سماع ہو رہی تھی۔ میاں امام بخش اور ماسٹر چھٹن قوال کی پارٹی حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کا مشہور نعتیہ قطعہ بطور قوالی پیش کر رہی تھی اس کلام پر حضرتِ اقدس کے ایک مطلق ان پڑھ خادم کو انتہائی رِقت ہوئی اور اس پر گریہ کا عالم طاری ہوا مابعد شدید وجدانی کیفیت طاری ہو گئی قطعہ یہ تھا۔

بلغ العلیٰ بکمالہ　　کشفت الدجیٰ بجمالہ
حَسُنت جمیع خصالہ　　صلّو علیہ وآلہ

محفلِ سماع میں شکوک و شبہات کے ایک مریض علّامہ محمد اسماعیل صاحب نامی ایک عالم و فاضل بھی موجود تھے علامہ صاحب موصوف نے بعد اختتام محفلِ سماع حضرتِ اقدس سے نہایت ہی متعجبانہ لہجہ میں دریافت کیا۔

حضرت آپ کے مُرید کو حضرت شیخ سعدیؒ کے جس مشہور قطعہ پر وجد و حال طاری ہوا ہے وہ عربی زبان کا کلام ہے اور اس قطعہ کو سمجھنے کیلئے بڑی فہم و فراست اور فصاحت و بلاغت درکار ہے کہ جس سے صحیح مفہوم سمجھ میں آ سکتا ہے۔ چہ جائیکہ آپ کے جاہل مُرید کو وجدانی کیفیت ہو جائے وہ کیا سمجھ سکتا ہے اور اسے تو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ میرے محلّہ کا آدمی ہے اَن پڑھ

اور غریب سا انسان ہے مجھے بڑا تعجب ہوا ہے

فرمایا : مولانا صاحب ! آپ تو ان اشعار کا مطلب سمجھ سکتے ہیں؟

عرض کیا ہاں جناب بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔

فرمایا : مولانا صاحب ! اگر وجد وحال کا طاری ہونا فہم وفراست وعلم ودانش پر منحصر ہوتا تو بحیثیت ذہین وفہیم ہونے کے اور از روئے علم وفضل آپ کو ایسے عمدہ وبہترین کلام پر رِقّت وکیفیّت ہونا چاہئے تھی مگر افسوس کہ علوم کے عالم وفاضل محروم رہے اور ایک مطلق جاہل گریہ ورِقّت جیسے لطف وسُرور سے مستفیض ہوا۔

مابعد حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ نے حال وقال پر ایک ایسی مبسوط و عام فہم تقریر فرمائی کہ مولانا صاحب معذرت کرنے لگے اور خود بھی حاضرینِ مجلس کے ساتھ بچشمِ گریاں دکھائی دے رہے تھے۔

<u>خواتین کی صحبت جائز نہیں:</u> ارشاد ہوا کہ چند لوگوں نے ایک معاملہ میں مجھ سے استفار کیا ہے تم بھی غور سے سُن لو!

پنجاب کے بعض مشہور معروف سلاسل کے پیر صاحبان عورتوں کی صحبت زیادہ پسند کرتے ہیں خیال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ نفس کو ضبط میں رکھتے ہیں اور قوتِ اِرادی کے پختہ جذبہ کے تحت نفس کشی کا موثر ذریعہ گردانتے ہیں۔لوگ ہم سے دریافت کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

اپنا فیصلہ یہی ہے کہ کسی بھی سلسلہ کے پیر صاحبان ہوں جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کے وہ خود ذِمّہ دار ہیں اور خود جواب دہ ہوں گے۔ہم کسی کے معاملہ میں دخل وفیصل مناسب نہیں سمجھتے۔اپنا عمل یہ ہے کہ جو کچھ حق سمجھتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور اسی پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔دوسروں کی اصلاح سے

اپنی اصلاح کو مقدّم سمجھتے ہیں اور اپنے اصول پر سختی سے عمل کرتے ہیں یہ بات اپنی فہم سے بعید ہے کہ عورتوں کی صحبت فقیر کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ یہ ذریعہ نفس کُشی نہیں ہے خواہشات سے مغلوبیّت ہے۔ نفس پر غالب ہونا اس وقت صحیح ہوگا جب کہ جُملہ خواہشاتِ نفسانی مغلوب ہو جائیں۔ اگر خواہشاتِ نفسانی مغلوب ہیں تو عورتوں کی صحبت کیا بلا ہے کہ جس کو ذریعہ نفس کُشی گردانا جاتا ہے ہم اسے نہایت خطرناک سمجھتے ہیں۔ ہوشیار رہنا چاہئے۔

یاد رکھئے۔ فقیر جب تک قبر سے باہر ہے ہرگز خطرہ سے باہر نہیں۔ حضرات سلفِ صالحین تا دمِ حیات ہوشیار رہے اور ہوشیاری کا اَمر فرمایا۔ میں بھی تمہیں خبر دار کرتا ہو کہ ہر وقت رضائے حق اتباع کو مدِ نظر رکھو اور میری باتیں غور سے سمجھا کرو۔ میرے حضرات بزرگانِ سلسلۂ عالیہ نے مجھے خوددار اور بیباک بنا کر فیضِ عام کر دیا ہے۔

تو مگرئی در جہاں یک بایزیدے بود بس　　ہر کہ واصل شد بجاناں بایزیدے دیگر است

صحتنامہ "مشعلِ راہ"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ر	۲	قیاس	نص وقیاص	۹۴	۱۸	محمد وعلی آلِ سیدنا	محمد وعلیٰ سیدنا
ص	۴	علم کے دریا	علم کے دریا				
۱	۲	رَسُولَہٖ	رَسُولِہٖ			محمد وعلی سیدنا	
۴	۱۲	دَرِود	درَود	۹۷	۴	ئیں سورة	میں پھر سورة
۷	۱۴	قدسیّۃ	قدسیّہ	۹۷	۱۲	تشفیع والوتر	تشفیعُ الوتر
۱۷	۲۰	ادارک	ادراک	۱۰۹	۱۸	سسہ عالیہ	سلسلۂ عالیہ
۳۰	۱۰	زیارت بعد	زیارت کے بعد	۱۳۳	۱۷	مذکو	مذکور
۳۲	۸	جوڑآپ	جوڑا آپ	۱۵۳	۲	مشاظ	مشاطہ
۳۹	۱۱	دور	دو	۱۶۸	۱۸	توبہ قبول	توبہ کا قبول
۴۱	۴	السمآء	السمآءِ	۱۷۹	۱۲	اظہا	اظہار
۴۷	۲	المعِنوَی	المَعْنوَی	۱۸۱	۵	اکر	اگر
۴۸	۱۴	المنبِرَ	المِنبَر	۱۸۵	۱۱	بیر پرست	پیر پرست
۵۰	۱	طاعتك واواحفظہٗ	طاعتك واحفظہٗ	۲۰۶	۵	گذ رہا	گذر رہا
۵۶	۱۹	باقر	شہ باقرؒ	۲۰۷	۱۵	ارد گر دالی	ارد گرد والی
۵۷	۴	محمودؒ	محمود	۲۱۸	۱۸	دنیا	دینا
۶۰	۴	حبیب اللہ	حبیب اللہِ	۲۲۷	۱۶	سال	سوال
۶۲	۹	الٰہی راز	الٰہی بحرمت راز	۲۲۸	۱۷	شدہ	شیدہ
۷۵	۱	صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم	۲۳۵	۲	بعیت	بیعت
				۲۴۶	۹	قلب تڑپ	قلب میں تڑپ
۸۴	۶	خوداس	خود ہی اس	۲۵۸	۷	بلغ	بلیغ
۸۴	۲۱	شعاع نوری	شعاع نوری کا	۲۶۹	۱۵	پڑھاجاتاہیں	پڑھاجاتاہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸۲	۱۰	زانداه	زاندازه
۲۹۰	۱۷	فاتحہ منسون	فاتحہ مسنون
۲۹۶	۱۷	کنتم تحبون	کنتم وتحبون
۳۰۲	۱۸	رالر	راکر دی
۳۱۶	۱۸	سمجھتا	سمجھا
۳۲۲	۲	زہد	زبدہ
۳۴۶	۱۰	است ، یکن	است ولیکن
۳۶۸	۲	دبدیا	دیدیا
۳۷۳	۲۱	قرآن	قرآن
۳۷۵	۲۱	ہیں	ہیں
۴۰۹	۲۱	ادزیا	ادر زیا
۴۱۷	۱	لعیلم	تعلیم
۴۳۰	۱۹	جانتے پہچانے	جانتے پہچانتے
۴۳۵	۲۱	۱۳۷۴	۱۳۷۴ھ
۴۳۸	۱۵	آئینہ	آئینۂ
۴۳۹	۱۱	اس	اسی
۴۴۰	۵	ادلیا	اولیاء
۴۴۱	۹	عہد کاروان	عہد رواں
۴۴۲	۱۰	رویوش	روپوش
۴۵۵	۱۱	بندہ درگاہ	بندۂ درگاہ
۴۶۴	۱۴	ہوشیار اور	ہوشیاری اور
۴۷۳	۸	بچاک نہ	بچاکے نہ
۴۷۳	۱۴	د رے	دل میں تمہارے
۴۷۳	۱۶	ز ج	نے آج
۴۷۳	۱۹	تیرا	تیرا میرا
۴۷۸	۸	، قربانت	بار قربانت
۴۸۰	۱۱	ایک تبائے	بات
۴۸۲	۱۳	محوب	محبوب
۴۸۵	۲	محبت کھو	رکھو
۴۸۷	۲۰	احیاو	احیاؤ
۵۰۱	۱۷	کوئی ات کیو رے	کوئی بات کیوں رہے
۵۰۵	۱۷	نہیں ا سکتا	نہیں کر سکتا
۵۰۸	۱۷	فلسفیانہ ہو	فلسفیا دعالمانہ
۵۱۷	۲	پانی پی لی	پی لی
۵۳۶	۹	زرک	بزرگ
۵۳۶	۱۰	اولیا اللہ	اولیاءاللہ
۵۳۹	۵	فقر چست	فقر چشت کا
۵۳۹	۱۷	ل ہ	دل ہی
۵۴۰	۱۲	یں ملتا	ہیں ملنا
۵۴۸	۱۱	ایک کافرنام	ایک کافر کا
۵۵۲	۱۱	ذکر ذکر میں فکر	ذکر و فکر
۵۵۷	۲	کسوئی	کسوٹی
۳۶۴	۹	دھوکا لھایا	دھوکا کھایا
۳۶۴	۱۰	کریں کے	کریں گے
۴۸۲	۴	شد	شیدا